مکمل و مدلل

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند

جلد ۱۵

القرض، القضاء والتحكيم، الشهادة، الوكالة، الدعوى، الإقرار، الصلح، الوديعة، العارية
الهبة، الإجارة، الغصب، الشفعة، المزارعة، الذبائح والصيد، الأضحية والعقيقة

افادات

مفتی اعظم، عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ

مُرتّب

حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری

ملاحظہ

حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری

حسب ہدایت

حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی مہتمم دارالعلوم دیوبند

ناشر مکتبہ دارالعلوم دیوبند

مکمل و مدلل

فتاوی دار العلوم دیوبند

جلد ۱۵

القرض، القضاء والتحکیم، الشھادۃ، الوکالۃ، الدعوی، الاقرار، الصلح، الودیعۃ، العاریۃ
الھبۃ، الاجارۃ، الغصب، الشفعۃ، المزارعۃ، الذبائح والصید، الأضحیۃ والعقیقۃ

افادات | مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب عثمانیؒ
مفتی اوّل دار العلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

مرتب | حضرت مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری
استاذ حدیث وفقہ دار العلوم دیوبند

ملاحظہ | حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دار العلوم دیوبند

حسب ھدایت | حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب نعمانی مدظلہ
مہتمم دار العلوم دیوبند

ناشر
مکتبہ دار العلوم دیوبند

نام کتاب : مکمل ومدلّل فتاویٰ دارالعلوم دیوبند (جلد ۱۵)

مسائل : القرض، القضاء و التحکیم، الشهادة، الوکالة، الدعوی، الأقرار الصلح، الودیعة، العاریة، الهبة، الأجارة، الغصب، الشفعة المزارعة، الذبائح والصید، الأضحیة والعقیقة۔

افادات : مفتی اعظم عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانیؒ
مفتی اوّل دارالعلوم دیوبند (ولادت: سنہ ۱۲۷۵ھ وفات: سنہ ۱۳۴۷ھ)

مرتب : مفتی محمد امین صاحب پالن پوری استاذ حدیث وفقہ دارالعلوم دیوبند

ملاحظہ : حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
شیخ الحدیث وصدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

سن اشاعت : 2016

تعداد صفحات : ۶۲۸ (تعداد فتاویٰ: ۱۲۲۳)

ناشر : مکتبہ دارالعلوم دیوبند

مطبوعہ ایچ۔ ایس آفسٹ پرنٹرز، نئی دہلی-۲

فہرست مضامین

آگاہی ۵۰

قرض کا بیان

قرض حسنہ کی تعریف اور نالش کر کے اس کو وصول کرنا ۵۱
قرض حسنہ کونسی چیزوں میں درست ہے؟ اور قرض میں مدت معین ہوتی ہے یا نہیں؟ ۵۲
قرض حسنہ میں اجل لازم نہیں ہوتی ۵۲
قرض حسنہ میں کیا بات ملحوظ رکھنی چاہیے؟ جس سے باہم رنجش نہ ہو ۵۳
جو مقروض سود اَدا کرتا ہے اس کی امداد کرنا ۵۴
حرام آمدنی سے قرض ادا کرنا............ ۵۴
کسی سے حرام مال قرض لے کر تجارت کی اور اس میں نفع ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟ ... ۵۵
حرام مال سے قرض لینا یا قرض وصول کرنا............ ۵۵
غیر مسلم سے خنزیر کی قیمت اپنے قرض میں وصول کرنا ۵۵
ہندو کے قرض میں افیون دینا ۵٦
کسی سے قرض کے طور پر چاول لینا درست ہے ۵٦
قرض دے کر اس پر کچھ نفع لینا درست نہیں ۵٦
قرض دے کر اس پر کسی قسم کا نفع لینا سود ہے ۵۸
تاجر کو روپیہ قرض دے کر اس سے بلا قیمت کپڑا لینا درست نہیں ۵۹
بلا شرط اور بلا تعیین قرض دار کچھ روپیہ بطور شکریہ دے، تو لینا جائز ہے ۵۹

- قرض دار کا خوشی سے اصل رقم سے کچھ زیادہ دینا درست ہے ۵۹
- قرض خواہ کے ڈر سے جماعت میں شریک نہ ہونا ۶۱
- قرض خواہ کا مقروض کے گھر کھانا، پینا اور آرام کرنا ۶۱
- لوگوں سے رقم لے کر کسی کو قرض دینا اور اس پر نفع لینا درست نہیں ۶۲
- غریب کاشتکاروں کو قرض دے کران سے کام لینا اچھا نہیں ۶۲
- مقروض وقت پر قرضہ ادا نہ کرے تو مزید لینا جائز نہیں ۶۳
- چندہ جمع کر کے ایک مد برائے اعانت غرباء قائم کرنا ۶۳
- سرکار کو سود پر قرضہ دینا ۶۴
- کفیل نے مع سود قرضہ ادا کیا ہو تو اس کو مکفول عنہ سے وصول کرسکتا ہے ۶۴
- وقت مقررہ پر قرضہ ادا نہ کرنے کی صورت میں دس روپے ماہوار تاوان وصول کرنا.... ۶۵
- قرض ادا کرنے تک زمین کی چوتھائی آمدنی قرض خواہ کو دینا ۶۵
- مقروض معین جگہ میں قرض ادا نہ کرے تو کیا حکم ہے؟ ۶۶
- سود پر قرض لے کر جو زمین خریدی ہے اس کی پیداوار حلال ہے ۶۶
- سود کے بار سے سبکدوش ہونے کی غرض سے سودی قرض سے بنایا ہوا مکان فروخت کرنا ۶۷
- پانچ روپے اس شرط پر قرض لینا کہ دو مہینے کے بعد ایک من دھان دوں گا ۶۷
- غیر موسم میں دس روپے کے دو من گیہوں قرض کے طور پر دے کر موسم میں دس روپے کے تین من گیہوں لینا ۶۷
- اس شرط پر اناج قرض دینا کہ چھ ماہ میں اس اناج کا سوایا ڈیوڑھا لوں گا ۶۸
- گیہوں اُدھار لیے ہوں تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟ ۶۸
- گنی قرض لی ہو تو گنی ہی واپس کرے ۶۸
- جس قدر اناج قرض لیا ہے اسی قدر واپس کرے ۶۹
- غلہ کی جو جنس قرض دی ہے اس کے علاوہ دوسری جنس سے ڈیوڑھا یا سوایا غلہ وصول کرنا ۶۹
- دین کی مقدار یاد نہ ہو تو ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ ۷۰

- حاضر وغیر حاضر قرض داروں کا قرضہ معاف کرنا ۷۰
- ملازمت کی شرط پر قرض دینا ۷۰
- قرض کی ادائیگی کی تاریخ سے پہلے مقروض مرجائے تو آخرت میں مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ ۷۱
- اپنا قرضہ جس طرح ہوسکے وصول کرنا درست ہے ۷۱
- اپنا روپیہ وصول کرنے کے لیے جھوٹا دعوی کرنا ۷۲
- اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے جھوٹ بولنا ۷۲
- مقروض کی رقم اس کی اجازت کے بغیر قرض خواہ کو دینا ۷۳
- قرض خواہ اوراس کے ورثاء میں سے کوئی زندہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ ۷۳
- مدرس نے مدرسہ سے قرض لیا پھر ادائیگی سے پہلے مرگیا تو کیا حکم ہے؟ ۷۴
- امدادِ معصیت کی غرض سے قرض دینا ۷۴
- حج کو جانے سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ ۷۴
- ''میں کسی کو قرض دار رکھ کر نہیں جاتا، کوئی اپنی جانب سے قرض دار رہے تو رہے'' کہنے سے قرض ساقط نہیں ہوا ۷۵
- بڑے بھائی کی زمین فروخت کرکے دونوں بھائیوں کا مشترک قرض ادا کیا گیا ہو تو بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے قرض کا حصہ لے سکتا ہے ۷۵
- جولڑکے باپ کے ساتھ سوداگری کرتے ہیں ان سے دکان کے قرض کا مطالبہ کرنا ... ۷۵
- تقسیم ترکہ سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے ۷۶
- مقروض کے انتقال کے بعد اس کا مکان جس کے پاس رہن ہے وہ اپنا قرضہ دیگر قرض خواہوں سے پہلے وصول کرسکتا ہے ۷۷
- متروکہ جائداد میں تمام قرض خواہ یکساں حق دار ہیں ۷۷
- شوہر نے اپنی بیوی کو دَین مہر کے عوض جو مکان دیا ہے اس میں سے دوسرا قرض خواہ کچھ نہیں لے سکتا ۷۷
- قرض خواہ کے ورثاء موجود ہوں تو قرض کی رقم مدرسہ میں دینا درست نہیں ۷۸

- قرض خواہ اوراس کے ورثاء لا پتا ہوں تو قرض کس طرح ادا کیا جائے؟ ۷۸
- دائن ومقروض میں یہ معاہدہ ہوا کہ تین سو روپے لے لینا باقی چھوڑ دینا، لیکن مقروض نے وعدہ خلافی کی تو کیا حکم ہے؟ ۸۰
- نالش کے وقت اصل قرض سے زیادہ ظاہر کرنا اور قرضہ مع سود وصول کرنا ۸۰
- قرض کے ساتھ جو سود ملا ہے اس کو عدالتی اخراجات میں محسوب کرنا ۸۱
- امانت کا روپیہ قرض لیا پھر دائن مرگیا تو روپیہ کس کو دیا جائے؟ ۸۱
- نکاح کے وعدے پر ہندہ نے بکر سے روپیہ لیا پھر وعدہ پورا نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟ ۸۱
- باپ نے اولاد کی شادی میں جو کچھ صرف کیا وہ اولاد کے ذمے قرضہ نہ ہوگا ۸۲
- کسی شخص نے مدرسہ کو جو قرض حسنہ دیا ہے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار کون ہے؟ ۸۳
- مدیون کی نماز جنازہ سے متعلق چند احادیث ۸۴
- مسلمان نے غیر مسلم سے قرض لیا پھر مرگیا تو اس کی ادائیگی ورثاء پر ضروری ہے یا نہیں؟ ۸۵
- قرض دار نے کہا: ’’میں اللہ کے واسطے معافی چاہتا ہوں‘‘ تو قرض معاف ہوا یا نہیں؟ ۸۶

قضا اور حکم بنانے کا بیان

- کافر بادشاہ کی جانب سے قضا کی ذمہ داری قبول کرنا ۸۷
- موجودہ وقت میں قاضی کس کو تسلیم کیا جائے؟ ۸۸
- فریقین کا مقرر کردہ حَکَم اور بااختیار مسلمان حاکم کے فیصلہ کا حکم ۹۰
- موجودہ زمانے میں عدالت کا جج شرعی قاضی ہے یا نہیں؟ ۹۱
- عیسائی سلطنت کا قاضی شرعی قاضی ہے یا نہیں؟ ۹۱
- شرعی پنچایت میں نو مسلم عالم کو بولنے اور فیصلہ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ ۹۲
- حَکَم مقرر کرنے کے بعد متنازع فیہ جائداد کو فروخت کر دینا ۹۲
- فریقین میں سے ہر فریق کا الگ الگ حَکَم مقرر کرنا ۹۲
- حَکَم بننا اور فیصلہ کرنا درست ہے ۹۳

- غیر مقلد کو سرپنچ مقرر کرنا اور اہل سنت کا اس کی اتباع سے انحراف کرنا ۹۴
- جو قاضی یہ کہے کہ مجھے شریعت سے کچھ واسطہ نہیں وہ منصب قضا و امامت کے لائق نہیں ۹۴
- خلاف شرع کام کرنے والے قاضی کی امامت وقضا کا حکم ۹۵
- تعزیہ بنانے والے کو قاضی بنانا ۹۶
- منصبِ قضا میں وراثت نہیں چلتی، بلکہ اہلیت شرط ہے ۹۷
- فاسق قاضی کو معزول کرنا ۹۷
- کیا اونچا سننے والا شخص قاضی بن سکتا ہے؟ اور اَطرش واَصم میں فرق ۹۸
- قاضی اور حکم کا فیصلہ کرنے پر اجرت لینا ۹۹
- فریقین سے روپیہ لے کر فیصلہ کرنا ۹۹
- قاضی یا مفتی کا ہدیہ لینا اور خاص دعوت قبول کرنا اور قاضی ومفتی میں فرق ۱۰۰
- تنخواہ دار قاضی کا رعایا سے حقِ نکاح خوانی لینا ۱۰۲
- قضائے قاضی ٹوٹ سکتی ہے یا نہیں؟ ۱۰۲
- بہ وقت ضرورت قضا علی الغائب نافذ ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ۱۰۳
- حکم کے فیصلہ کرنے کے بعد ایک فریق کا فیصلہ ماننے سے انکار کرنا ۱۰۵
- فریقین سے شہادت لینے کے بعد ثالثوں نے مقدمہ کو فیصلے کے واسطے عالم کے سپرد کر دیا تو اب ان کی ثالثی کا کیا حکم ہے؟ ۱۰۶
- کیا قاضی یا حکم فریقین کے بیان وشہادت کے بغیر فیصلہ کر سکتا ہے؟ ۱۰۷
- قاضی کو بغیر دعوی کے کسی کا حق کسی کے ذمے ثابت کرنے کا حق نہیں ۱۰۷
- ایک قاضی کے فیصلے کو دوسرا قاضی رد کر سکتا ہے یا نہیں؟ ۱۰۸
- قاضی اور حکم کے ذمے کتاب کا حوالہ دینا ضروری نہیں ۱۰۸
- عہدۂ قضا میں اختلاف ہو جائے تو کس کو ترجیح دی جائے گی؟ ۱۰۸
- قومی پنچ کی شرائط ۱۰۹
- مقدمات کی کارروائی کے کچھ طریقے اور ان کا حکم ۱۱۰

- مدعا علیہ سے مقدمہ کا خرچ لینا ۱۱۱
- ترکہ کی تقسیم میں حکم بنانا اور تقسیم کے بعد بعض ورثاء کا ناراضگی ظاہر کرنا ۱۱۲
- نائب قاضی سبکدوش ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ۱۱۳
- ہندوستان میں منصب قضا قائم کرنے سے متعلق چند اہم سوالات کے جوابات ۱۱۳
- قاضی ووالی کا مطالبہ اور قاضی کے اختیارات ۱۲۶
- مشورہ کے بعد فیصلہ میں کثرتِ رائے کا اتباع لازم ہے یا نہیں؟ ۱۲۶
- قاضی کا اپنے آپ کو قاضی القضاۃ، رفیع الدرجات، کافی المہمات سلمہ اللہ تعالیٰ لکھنا ... ۱۲۷
- قاضی شاہد بن سکتا ہے یا نہیں؟ ۱۲۷
- قوم کا سردار کیسا ہونا چاہیے؟ ۱۲۸
- افیون وگانجا کے تاجر کو سردار بنانا ۱۲۹

گواہی کا بیان

- گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے ۱۳۰
- عادل گواہ میں کن باتوں کا ہونا ضروری ہے؟ ۱۳۰
- جو عدالت میں جھوٹی شہادتیں دیتا ہے اس کی گواہی معتبر نہیں ۱۳۱
- گواہوں کا تزکیہ کب ضروری ہے؟ ۱۳۱
- علانیہ تزکیہ کافی نہیں، خفیہ تزکیہ ضروری ہے ۱۳۲
- شہادت میں لفظ أشهد یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ کہنا ضروری ہے ۱۳۲
- گواہ سے قسم کس طرح لی جائے؟ ۱۳۳
- عورت نکاح کا انکار کرتی ہو تو فاسق اور متہم کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟ ۱۳۴
- کھیل، تماشہ اور گانے بجانے کی محفل میں شرکت کرنے والا عادل نہیں ۱۳۴
- گواہی کس شخص کی معتبر ہے؟ ۱۳۴

انعقادِ نکاح کے لیے گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں مگر ثبوت نکاح اور طلاق کے لیے گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے ۱۳۵

اہل ہوا کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ ۱۳۶

قبول شہادت کے لیے مسائل دقیقہ یا غیر دقیقہ دریافت کرنا ضروری نہیں ۱۳۶

بغیر دیکھے گواہی دینا ۱۳۷

سماعی شہادت معتبر نہیں ۱۳۷

نصابِ شہادت کافی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ ۱۳۸

جن لوگوں نے الگ الگ وقت میں تنہا تنہا زنا کرتے دیکھا ہو، ان کی گواہی کا حکم ۱۳۸

مدعی کا بھائی مدعا علیہ کے خلاف گواہی دے سکتا ہے ۱۳۹

اپنی بیٹی کے حق میں ماں کی گواہی اور نابالغ کی گواہی معتبر نہیں ۱۳۹

ماں باپ اور ملازم وخدمت گار کی گواہی معتبر نہیں ۱۴۰

شرابی، زانی اور فاسق کی شہادت وامامت کا حکم ۱۴۰

رشوت دینے والے کی گواہی مقبول نہیں ۱۴۱

ڈاڑھی منڈانے اور کتروانے والے شخص کی گواہی معتبر نہیں ۱۴۱

دوستی غایت درجہ کی ہو تو گواہی معتبر نہیں ۱۴۲

دشمن کی اور یتیموں کا مال کھانے والے کی گواہی مقبول نہیں ۱۴۲

جو شخص اپنی بیوی کا فرض روزہ مار کر تڑوادیتا ہو اس کی شہادت معتبر نہیں ۱۴۳

چوری کرنے والے کا اقرار معتبر ہے اور گواہی غیر معتبر ۱۴۳

سزا یافتہ چور کی گواہی سے نکاح اور طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟ ۱۴۳

جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینا کبیرہ گناہ ہے ۱۴۴

جھوٹی شہادت دینے والے کے لیے کیا سزا ہے؟ ۱۴۴

جھوٹی شہادت دینے والے کو حکم اور فیصل بنانا ۱۴۵

رفع ظلم کے لیے بہ ظاہر جھوٹی گواہی دینا ۱۴۵

عداوت قبولِ شہادت کے لیے مانع ہے یا نہیں؟ ۱۴۵
دشمن کی شہادت سے طلاق ثابت نہ ہوگی ۱۴۶
مدعی اور مدعا علیہ دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ معتبر ہوں گے؟ ۱۴۶
مدعا علیہ گواہوں کا فسق ثابت کردے تو ان کی گواہی معتبر نہ رہے گی ۱۴۷
اس اقرار کے بعد کہ میرا اور کوئی گواہ نہیں: دوبارہ گواہ پیش کرنا ۱۴۷
گواہوں کو نا قابلِ شہادت قرار دیا جائے تو مدعی دوسرے گواہ پیش کرسکتا ہے ۱۴۸
ہندو چمار کی گواہی شرعاً معتبر نہیں ۱۴۹
فوت شدہ اور نابینا گواہوں کی گواہی کا اعتبار نہیں ۱۴۹
حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لیے دو عادل گواہ کافی ہیں ۱۴۹
زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟ ۱۵۰
چند مرد الفاظ کنائی کی گواہی دیں اور شوہر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کا انکار کرے تو کیا حکم ہے؟ ۱۵۰
ایک شخص کی گواہی اور قسم سے چوری کا ثبوت نہیں ہوسکتا ۱۵۱
حاضرین مجلس میں سے دو شخص طلاق دینے کی اور دیگر حاضرین طلاق نہ دینے کی گواہی دیں تو کس کی گواہی معتبر ہوگی؟ ۱۵۱
قرآن شریف کا حلف اٹھا کر گواہی دینا ۱۵۲
اقرار مقر کی ذات تک محصور رہتا ہے اور شہادت سب پر حجت ہوتی ہے ۱۵۲
گواہی دینے پر اگر عدالت سے کچھ دیا جائے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ ۱۵۳
قابض و خارج دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ معتبر ہیں؟ ۱۵۴

وکالت کا بیان

وکالت کا پیشہ جائز ہے یا نہیں؟ ۱۵۵
سچے مقدمہ کی پیروی کرکے اجرت یا ہدیہ لینا ۱۵۵

- وکالت کی آمدنی کا شرعی حکم ۱۵۶
- جھوٹے مقدمہ کی پیروی کر کے روپیہ لینا ۱۵۷
- وکیل کو مؤکل کسی بھی وقت معزول کرسکتا ہے ۱۵۷
- سودی اور غیر سودی مقدمات کی پیروی کرنے والے وکیل کی آمدنی مشتبہ ہے ۱۵۷
- سود کے مقدمات کی پیروی وکیلوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ ۱۵۸

دعوی کا بیان

- ایک نزاع میں مدعی ومدعا علیہ کی تعیین ۱۵۹
- بغیر ثبوت کے کسی پر دعویٰ کرنا درست نہیں ۱۶۱
- ثبوت دعوی میں غیر مسلم کی شہادت مقبول نہیں ۱۶۱
- مدعا علیہ مسلمان کے مقابلہ میں ہندوؤں کی گواہی معتبر نہیں ۱۶۲
- مدعی کی غیر موجودگی میں مدعا علیہ سے حلف لینا ۱۶۲
- مدعی اور مدعا علیہ دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ قبول کیے جائیں؟ ۱۶۳
- عرصۂ دراز کے بعد اپنے حق کا دعوی کرنا ۱۶۳
- مدعی کے گواہوں کی گواہی سننے سے پنچوں کا انکار کرنا درست نہیں ۱۶۴
- سرکش مدیون سے نالش کا خرچہ لینا درست ہے ۱۶۵
- قرض سے زیادہ کا دعوی کرنا درست نہیں ۱۶۶
- کیا حساب فہمی کا دعوی درست ہے؟ ۱۶۶
- مدعا علیہ حاضر ہو تو دعوی میں صرف اس کا نام لینا کافی ہے، اشارہ ضروری نہیں ۱۶۶
- چچا اور بھتیجے نے مشترکہ کمائی سے جو جائداد خریدی ہے اس میں چچا ملکیت کا دعوی کرے تو کیا حکم ہے؟ ۱۶۷
- مسجد کے پیچھے پڑی ہوئی زمین کی ملکیت کا کوئی دعوی کرے تو کیا حکم ہے؟ ۱۶۸

- منگنی کے بارے میں ایک فریق کا دعوی کرنا اور دوسرے فریق کا انکار کرنا ۱۶۹
- تقسیم ترکہ سے پہلے ایک بھائی کی شادی میں زیادہ اور دوسرے کی شادی میں کم خرچ ہوا ہو تو کیا حکم ہے؟ ۱۶۹
- نکاح کے ثبوت کے بعد غیر ولی کا نکاح نہ ہونے کا دعوی کرنا ۱۶۹
- مشتری کا انکار کرنے کے بعد ملکیت کا دعوی کرنا ۱۷۰
- مشتری کو نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹا دعوی کرانا ۱۷۱
- جھوٹا دعوی کر کے کسی سے روپیہ وصول کرنا ۱۷۱
- سجادہ نشین کا دعوی کرنا کہ میرے علاوہ کوئی امام نہیں بن سکتا ۱۷۲
- نکاح نہ ہونے کی صورت میں منگنی کے وقت لڑکی کو دیے گئے سامان کی واپسی کا دعوی کرنا ۱۷۲
- مقروض باپ کے قرض کا دعوی باپ بیٹے دونوں پر کرنا ۱۷۲
- بیوی کے مرنے کے بعد خسر کا شوہر پر دَین مہر کا دعوی کرنا ۱۷۳
- سارق پر چوری کا دعوی کرنے کی صورت میں قسم کس پر آئے گی؟ ۱۷۳
- بیع نامہ کے فرضی ہونے کا دعوی کرنا ۱۷۴
- مودَع کا امانت کی رقم کے بارے میں وصیت کا دعوی کرنا ۱۷۴
- دو فریقوں کا ایک ہی زمین خریدنے کا دعوی کرنا ۱۷۵
- کرایہ دار کا مکان کی ملکیت کا دعوی کرنا ۱۷۶
- مدعا علیہ سے کب حلف لیا جاتا ہے؟ ۱۷۶
- شوہر کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد عورت نے دوسرا نکاح کیا اور عورت کے ورثاء وفات شدہ شوہر سے حاملہ ہونے کا دعوی کریں تو کیا حکم ہے؟ ۱۷۷
- خریدی ہوئی زمین میں تعمیر کرنے کے بعد کسی شخص کا اپنی حصہ داری کا دعوی کرنا ۱۷۷
- نکاح کے گواہوں کے بیان میں اختلاف ہو تو نکاح ثابت نہ ہوگا ۱۷۸
- مرد حلفیہ زنا کا دعوی کرتا ہے اور عورت حلفیہ انکار کرتی ہے تو کس کی قسم معتبر ہوگی؟ ... ۱۷۸
- بالغہ عورت پر نکاح کا دعویٰ کرنا جب کہ عورت انکار کرتی ہے ۱۷۹

- عورت کا یہ دعویٰ کرنا کہ میرا شوہر عنین ہے اور شوہر کا انکار کرنا ۱۷۹
- مہر کی ادائیگی کے بعد بچی ہوئی جائداد میں تقسیم ترکہ کا دعویٰ کرنا ۱۸۰
- عورت وطی کی مدعی ہے اور شوہر ثانی منکر ہے؛ تو کس کا قول معتبر ہے؟ ۱۸۱
- عورت چار طلاق دینے کا دعویٰ کرتی ہے اور شوہر انکار کرتا ہے تو کس کا قول معتبر ہوگا؟ ۱۸۱

اقرار کا بیان

- اپاہج، فالج زدہ اور چلنے پھرنے سے عاجز کا وارث کے لیے اقرار کرنا ۱۸۲

صلح کا بیان

- ایک شریک کے قبضے میں سکنائی زمین اور دوسرے کے قبضے میں صحرائی زمین ہے تو صلح کر لینا بہتر ہے ۱۸۴
- صلح کنندگان کی اولاد کو صلح کے باطل کرنے کا اختیار نہیں ۱۸۴
- مسلم بیٹے کا ہندو باپ کو سرکاری قانون کے سہارے مصالحت کرنے پر مجبور کرنا ۱۸۵
- شرکاء میں جھگڑا ہو جائے تو مصالحت کر لینا بہتر ہے ۱۸۵
- بیوی کی جانب سے شوہر کا صلح کرنا اور بیوی کا تسلیم نہ کرنا ۱۸۶
- دو آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس دوسرے کا مال ہے اور دونوں میں سے ایک حساب صاف نہیں کرنا چاہتا تو کیا حکم ہے؟ ۱۸۶
- صلح مع الانکار کا حکم ۱۸۸

ودیعت کا بیان

- کسی کی امانت دوسرے کو سپرد کرنا جائز نہیں ۱۸۹
- امانت کا روپیہ ادا نہ کر سکے تو معاف کروانا ضروری ہے ۱۸۹
- حفاظت کے باوجود امانت کا روپیہ چوری ہو گیا تو اس کا تاوان واجب نہیں ۱۹۰

۞ امانت کی چیز دروازے میں رکھوادی اور گم ہوگئی تو کیا حکم ہے؟ ۱۹۰
۞ امانت کا روپیہ اپنے روپے میں مخلوط کرنے کے بعد ادا کرنا ۱۹۱
۞ امانت کی رقم اپنی رقم کے ساتھ ملانے کے بعد چوری ہوجائے تو تاوان واجب ہوگا ... ۱۹۱
۞ امانت کا زیور چوری ہوجائے تو تاوان واجب نہیں ۱۹۲
۞ امانت کا روپیہ چوری ہوجائے تو تاوان واجب نہیں ہوتا ۱۹۲
۞ کسی کی چیز بلا اجازت استعمال کی، پھر گم ہوگئی تو تاوان واجب ہوگا ۱۹۳
۞ امانت میں خیانت کی ہو تو معافی کی کیا صورت ہے؟ ۱۹۳
۞ مدرس کا چندہ کی رقم میں خیانت کرنا اور مہتمم کا چشم پوشی کرنا ۱۹۳
۞ مہتمم یا متولی کے پاس جو چندہ کی رقم جمع ہے اس کو اپنے تصرف میں لانا یا قرض دینا ۱۹۴
۞ مسجد کی امانت میں سے قرض دینا درست نہیں ۱۹۵
۞ چندہ کی کچھ رقم رکھی ہوئی ہے اب اس کا مصرف ختم ہوگیا ہے اس کو کہاں صرف کیا جائے؟ ۱۹۵
۞ امانت کے روپے سے کوئی تجارت کرے تو نفع کس کا ہے؟ ۱۹۶
۞ امانت رکھنے والا لاپتا ہوجائے تو امانت کو کیا کرے؟ ۱۹۶
۞ درزی کی دُکان میں امانت رکھے ہوئے کپڑے کو فروخت کرکے دُکان کا کرایہ وصول کرنا ۱۹۷
۞ سامان منگوانے کے واسطے کسی کو روپیہ دیا اور راستہ میں چوری ہوگیا تو کیا حکم ہے؟ ... ۱۹۷
۞ مالک کی طلب پر امانت کا روپیہ نہ دیا اور ضائع ہوگیا تو امانت دار ضامن ہوگا ۱۹۸
۞ مودَع کی وفات کے بعد ایک شخص ودیعت کا دعوی کرتا ہے اور ورثاء انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے؟ ۱۹۹
۞ امانتی زیور جہاں رکھنے کو کہا تھا وہاں نہیں رکھا اور چوری ہوگیا تو کیا حکم ہے؟ ۲۰۰
۞ امانت کی چیز کو ہدیہ سمجھ کر خرچ کرلیا تو کیا حکم ہے؟ ۲۰۰
۞ شوہر نے بیوی کی امانت رقم خرچ کردی تو بیوی شوہر کے ترکہ میں سے وصول کرسکتی ہے ۲۰۱
۞ امانت واپس کرنے کے سلسلہ میں ہندو کی قسم معتبر ہے یا نہیں؟ ۲۰۱

۞ کارِ خیر میں خرچ کرنے کے لیے وکیل کے پاس جو رقم امانت رکھی تھی وہ مالک کے مرنے کے بعد ترکہ میں شامل ہوگی ۲۰۲
۞ امانت رکھوانے والا مرتد ہو جائے تو اس کی امانت واپس کی جائے یا نہیں؟ ۲۰۲
۞ جس کے پاس مختلف قسم کی امانتیں تھیں وہ مر گیا تو کیا حکم ہے؟ ۲۰۳
۞ ربیب کی شادی میں اس کی رقم بلا اجازت خرچ کرنا ۲۰۳

عاریت کا بیان

۞ مستعار مکان میں وراثت کا دعوی کرنا درست نہیں ۲۰۴
۞ مستعار مکان کی مرمت کس کے ذمے ہے؟ ۲۰۵
۞ دودھ پینے کے لیے کسی کو گائے عاریت کے طور پر دینا درست ہے ۲۰۵
۞ مستعار بیل واپس کرنے کے بعد مر جائے تو اس کی قیمت وصول کرنا درست نہیں ۲۰۶
۞ مستعار چیز گم ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ ۲۰۷
۞ یہ یاد نہیں رہا کہ مستعار کتاب واپس کی یا نہیں تو کیا حکم ہے؟ ۲۰۷
۞ میں نے یہ انجن تم دونوں کے لیے کر دیا: تملیک منافع (عاریت) ہے ۲۰۸
۞

ہبہ کا بیان

۞ زبانی ہبہ کرنے کا طریقہ ۲۱۰
۞ وارث کے لیے ہبہ درست ہے، اور وصیت نادرست اور ہبہ اور وصیت میں فرق..... ۲۱۰
۞ بوقت ہبہ موہوب لہ کا مجلس ہبہ میں موجود ہونا ضروری نہیں ۲۱۱
۞ ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا ۲۱۲
۞ باپ نے اپنی حیات میں بیٹوں کو جائداد تقسیم کر کے دے دی ہو تو باپ کے مرنے کے بعد بیٹے کچھ ردّ و بدل نہیں کر سکتے ۲۱۴
۞ کسی اولاد کو زیادہ اور کسی کو کم دینا ۲۱۵

- مرض موت کی تعریف ۲۱۵
- مرض موت میں ہبہ کرنے کا حکم ۲۱۶
- مشاع یعنی مشترک چیز کو ہبہ کرنے کا حکم ۲۱۹
- اگر کسی نے مشترک جائداد ہبہ کی ہو تو موہوب لہ تقسیم کرا سکتا ہے یا نہیں؟ ۲۲۲
- ایک قریہ کی جائداد ایک لڑکے کو اور دوسرے قریہ کی جائداد بقیہ اولاد کو ہبہ کرنے کا حکم ۲۲۳
- نیوتا کا حکم ۲۲۴
- شوہر نے بیوی کو جو زیورات دیے ہیں ان کا مالک کون ہے؟ ۲۲۵
- نکاح کے وعدہ پر محبوبہ کو جو ساز و سامان دیا ہے نکاح نہ ہونے کی صورت میں اس کا مالک کون ہے؟ ۲۲۵
- گروی رکھی ہوئی جائداد ہبہ کرنا ۲۲۶
- دَین مانع ہبہ نہیں ۲۲۷
- باپ نے فرضی طور سے بیٹے کے نام پر جو زمین خریدی ہے اس کا مالک کون ہے؟ ۲۲۷
- نابالغ لڑکوں کے نام سے جائداد خریدنا ثبوت ہبہ کے لیے کافی نہیں ۲۲۷
- ہبہ نامہ میں موہوب لہ کی بیوی کا نام لکھا یا، تو موہوب کا مالک کون ہوگا؟ ۲۲۸
- ہبہ شدہ جائداد موہوب لہ اور واہب کے ورثاء میں سے کس کو ملے گی؟ ۲۲۸
- بھائی کے نام ہبہ شدہ جائداد میں بہن کے ورثاء کا کچھ حق نہیں ۲۲۹
- ہبہ ایجاب وقبول سے صحیح اور قبضے سے تام ہوتا ہے ۲۲۹
- ہبہ میں قبول ضروری ہے یا قبضہ کافی ہے؟ ۲۳۰
- اُفتادہ زمین کا ہبہ صحیح ہے ۲۳۰
- واہب اگر موہوبہ مکان کو خالی نہ کرے تو کیا حکم ہے؟ ۲۳۱
- موہوبہ جائداد پر واہب کا خود قابض رہنا ۲۳۱
- نابالغ موہوب لہ کی طرف سے باپ کا قبضہ کافی ہے ۲۳۲

- باپ کی وفات کے بعد دادا نے نابالغ پوتے کو مکان ہبہ کیا اور اس پر زندگی بھر دادا کا قبضہ رہا تو ہبہ صحیح ہے ۲۳۲
- نابالغ کا ہبہ قبول کرنا درست ہے ۲۳۳
- گونگی بہری عورت کا اشارہ سے ہبہ کرنا ۲۳۳
- بیٹی اپنا مہر وصول کر کے باپ کو ہبہ کر دے تو کیا حکم ہے؟ ۲۳۴
- جو چیز کسی جنبیہ کو ہبہ کی گئی ہے اس میں تصرف کرنا ۲۳۴
- میت کو کتابیں ہبہ کر کے واپس لینا ۲۳۴
- راستے میں کسی نے یہ کہہ کر مال رکھ دیا کہ جو شخص پہلے اٹھائے گا اسی کا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ ۲۳۵
- ہبہ نامے پر موہوب لہ کے دستخط نہ ہوں تب بھی ہبہ صحیح ہے ۲۳۵
- صحت ہبہ کے لیے ہبہ نامے کی رجسٹری کرانا ضروری نہیں ۲۳۶
- جو زمین موہوب لہ کے قبضہ میں ہے وہ سرکاری رجسٹر میں واہب کے نام درج ہے تو اس کا مالک کون ہے؟ ۲۳۶
- اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان جائداد وغیرہ تقسیم کرنے کا طریقہ ۲۳۶
- اولاد کو ہبہ کرنے کے سلسلے میں حنفیہ کا مذہب ۲۳۸
- بیٹے کو بہ نسبت بیٹی کے زیادہ دینا ۲۳۹
- بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو زیادہ دینا کب درست ہے؟ ۲۴۰
- نافرمان لڑکے کو محروم کرنا ۲۴۰
- بے نمازی اور آوارہ لڑکے کو محروم رکھنا ۲۴۱
- بیٹی کو محروم رکھ کر پوتوں کو جائداد ہبہ کرنا ۲۴۱
- بیٹے کی موجودگی میں کل جائداد پوتے کو ہبہ کرنا ۲۴۲
- بھتیجے کو محروم رکھ کر تمام جائداد نواسے کو دینا ۲۴۳
- بیٹوں کے نام ہبہ کی ہوئی جائداد میں بیٹیوں کو تنسیخ ہبہ کا حق ہے یا نہیں؟ ۲۴۳

۞ غیر وارث کو اپنا تمام مال ہبہ کرنا ۲۴۳
۞ فوت شدہ لڑکے کا حصہ اس کی بیٹی اور بیوہ کو دینا ۲۴۴
۞ مکان ہبہ کرکے اس کا عوض لینا اور یہ شرط لگانا کہ تاحیات میں قابض رہوں گا ۲۴۴
۞ دَین مہر کے عوض بیوی کو اپنی جائداد ہبہ کرنا اور شرط لگانا ۲۴۵
۞ ہبہ بالعوض میں عوض کا مجہول ہونا ۲۴۵
۞ ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ۲۴۶
۞ بھائی کو اپنی جائداد وغیرہ ہبہ کرکے واپس لینا جائز نہیں ۲۴۷
۞ شوہر نے بیوی کو جو چیزیں ہبہ کی ہیں ان کو زبردستی واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ ۲۴۸
۞ پوتی کو اپنی جائداد ہبہ کرکے واپس لینا جائز نہیں ۲۴۸
۞ زیادتی متصلہ کے بعد ہبہ سے رجوع کرنا درست نہیں ۲۴۹
۞ مطلقہ عورت کو جائداد ہبہ کرکے واپس لینا ۲۴۹
۞ باپ نے بیٹے کو جو مکان ہبہ کردیا اس کو باپ کسی ضرورت کی وجہ سے بھی واپس نہیں لے سکتا ۲۴۹
۞ ایک دوست نے دوسرے دوست کو جو چیز دی ہے نااتفاقی کے بعد اس کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ ۲۵۰
۞ بدکار عورت نے حرام مال سے جو زمین خریدی ہے اس کو قرآن شریف کے عوض ہبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ ۲۵۰
۞ جس ہبہ نامے کے تمام گواہ فوت ہو چکے ہوں یا نہ ہوں وہ معتبر ہے یا نہیں؟ ۲۵۱
۞ فالج زدہ شخص کا اپنی جائداد میں بیع، ہبہ، محابات وغیرہ تصرفات کرنا ۲۵۱
۞ ہبہ بہ شکل بیع کا حکم ۲۵۳
۞ بہن بہ خوشی متروکہ جائداد میں سے اپنا حصہ بھائیوں کو دیدے اور لادعوی لکھ دے تو کیا حکم ہے؟ ۲۵۵
۞ سرکار نے جو زمین رعایا کو دے دی اس کی پیداوار حلال ہے ۲۵۵

اجارے کا بیان

- اجارہ کی حقیقت ۲۵۶
- صحت اجارہ کے لیے مدت اور اجرت کی تعیین ضروری ہے ۲۵۶
- شرط فاسد سے اجارہ فاسد ہو جاتا ہے ۲۵۷
- مدت ختم ہونے سے پہلے اجارہ فسخ کرنا ۲۵۸
- مدت اجارہ پوری ہونے سے پہلے کرایہ دار مکان چھوڑنا چاہے تو کیا حکم ہے؟ ۲۶۰
- کرایہ دار مفلس ہو جائے تو اجارہ فسخ کر سکتا ہے ۲۶۰
- اجارہ پر دی ہوئی زمین اجارہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے کسی اور کے ہاتھ بیچ دینا ۲۶۱
- اجارہ نسلاً بعد نسلٍ درست نہیں ۲۶۲
- اجارہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی ۲۶۳
- اجیر پر ضمان ہے یا نہیں؟ ۲۶۳
- جو زمین اجارہ پر لی ہے اس پر قبضہ کا استحقاق کب ہوتا ہے؟ ۲۶۴
- مال نیلام کرنے کی اجرت فیصدی کے حساب سے لینا جائز نہیں ۲۶۴
- ملازمت کے لیے حلفیہ عہد و پیمان کرنا ۲۶۵
- ملازم سے یہ معاہدہ کرنا کہ ملازمت چھوڑنے کی اطلاع پندرہ روز پہلے دینی ہوگی ورنہ تنخواہ نہیں دی جائے گی ۲۶۵
- استاذ کا مہتمم کو اطلاع دیے بغیر دوسرے مدرسہ میں چلا جانا ۲۶۶
- فاسد اجارہ کا حکم ۲۶۶
- زمین دار نے کاشتکار کو جو زمین دے دی اُس کو زمین دار یا اس کے ورثاء واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟ ۲۶۷
- زمین کو اجارہ پر دینا درست ہے ۲۶۷
- زمین کے ایک قطعہ میں سے لاعلی التعیین کچھ زمین اجارہ پر دینا درست نہیں ۲۶۸

- اجارۂ فاسدہ میں مقررہ اجرت کے بجائے اجرت مثل دینا ضروری ہے ۲۶۸
- پیشگی روپیہ دے کر کئی سال کے واسطے زمین اجارہ پر لینا ۲۶۸
- ہفتہ واری بازار کا ٹھیکہ لینا ۲۶۹
- عاقدین میں سے ایک کی موت سے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے ۲۶۹
- تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے ۲۷۰
- دینی علوم کی تعلیم اور وعظ پر اجرت لینا جائز ہے ۲۷۰
- مسجد کے ملازم کو زمانۂ علالت کی تنخواہ دینا ۲۷۱
- مہتمم نے ایامِ تعطیل میں کام کرنے کے لیے کسی مدرس کو کہا اور مدرس نے ایام تعطیل میں کام نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟ ۲۷۱
- امامت واذان پر اجرت لینا اور امام ومؤذن کو زکاۃ، صدقۂ فطر اور چرم قربانی کی قیمت دینا ۲۷۱
- متولی نے امام کو بہ غرض ملازمت بلایا ہے تو راستہ کا خرچہ کس کے ذمے ہے؟ ۲۷۲
- امام اپنی ذمے داری نہ نبھائے تو ان کو تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟ ۲۷۳
- تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے ۲۷۳
- بلا اجرت نماز پڑھانے والے کی موجودگی میں اجرت پر نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ ۲۷۴
- امام نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہو تو باقی ماندہ تنخواہ وصول کرسکتا ہے ۲۷۴
- امام کو رعایتی رخصت کے زمانہ کی اجرت دینا درست ہے ۲۷۴
- باجہ بجانے والے اور بھیک مانگنے والے نمازیوں سے تنخواہ لینا جائز ہے ۲۷۵
- امام فارغ اوقات میں دوسری ملازمت کرسکتا ہے ۲۷۵
- امام ومدرس کا ایام رخصت کی تنخواہ لینا اور اپنا نائب مقرر کرنا ۲۷۵
- تنخواہ دار امام رخصت لے سکتا ہے ۲۷۶
- جو امام صرف ایک وقت کی امامت کرتا ہے وہ امامت کی پوری تنخواہ نہیں لے سکتا ۲۷۶
- امام کے مقررہ وظیفہ میں اہل محلّہ کمی کرسکتے ہیں یا نہیں؟ ۲۷۷

امام کا اپنا نائب مقرر کرنا اور اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ اُسے دینا ۲۷۷
مہتمم کا خلاف ضابطہ کسی ملازم کو چھٹی دینا ۲۷۷
ناظم مدرسہ بیماری کے زمانہ کی تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ ۲۷۸
مدرس کو ایام رخصت اور ایام بیماری کی تنخواہ لینا درست ہے ۲۷۸
ہدیہ یا صدقہ کے طور پر مدرس کو جو مال دیا جاتا ہے اس کا حق دار کون ہے؟ ۲۷۹
جو مدرسہ سرکار سے امداد لیتا ہے اس میں ملازمت کرنا ۲۷۹
دفع بلا کے واسطے مسجد میں سورۂ یونس پڑھ کر اجرت لینا ۲۸۰
کرایہ کی دُکان کی مرمت کس کے ذمے ہے؟ ۲۸۱
وعظ کہنے اور فتاویٰ لکھنے کی اجرت لینا ۲۸۱
جن شرائط پر مدرس کا تقرر ہوا ہے ان کو توڑ کر از سر نو معاملہ کرنا اور علیحدگی پر مدرس کا چند ماہ کی زائد تنخواہ طلب کرنا ۲۸۳
مدرس کا دس پانچ منٹ اپنی ضرورت کے لیے مدرسہ سے چلا جانا ۲۸۳
تعویذ و عملیات پر اجرت لینا درست ہے ۲۸۴
مسجد کی زمین کی آمدنی میں سے امام کو تنخواہ دینا ۲۸۵
دلالی لینا جائز ہے ۲۸۵
آڑھت کا دونوں جانب سے لینا اور آڑھتی کا عمدہ پھل چھانٹ کر لینا درست ہے یا نہیں؟ ۲۸۵
دلالی بائع و مشتری دونوں سے لینا درست ہے ۲۸۸
بائع اور مشتری دونوں سے دلالی لینا کب جائز ہے؟ ۲۸۹
کپڑے بیچنے کی دلالی میں فی روپیہ ایک پیسہ کی دلالی لینا ۲۸۹
عدالت نے کرایہ دار کو تین ماہ میں دُکان خالی کرنے کا حکم دیدیا تو کرایہ دار اس فیصلہ کی اپیل دائر کر سکتا ہے یا نہیں؟ ۲۹۰
مکان کرایہ پر دینا سود نہیں ۲۹۱

- کرایہ دار نے جس شخص کو اپنے ساتھ کرایہ کے مکان میں شریک کیا ہے اس کو علیحدہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ ۲۹۱
- طے شدہ کرایہ میں سے کچھ رقم چھوڑ دینا درست ہے ۲۹۱
- پنشن لینا جائز ہے ۲۹۲
- سرکار سے پنشن لینا درست ہے ۲۹۳
- دارالحرب میں پولس اور فوج میں ملازمت کرنا اور اس پر پنشن لینا ۲۹۳
- فوت شدہ شخص کی پنشن کس طرح تقسیم ہوگی؟ ۲۹۳
- تنخواہ میں سے وضع شدہ رقم پر کچھ اضافہ کر کے دینا درست ہے ۲۹۴
- اسکول کی کمیٹی میں جمع شدہ رقم پر سود دینا ۲۹۴
- گورنمنٹ انعام اور سود کے نام سے جو رقم ملازمین کو دیتی ہے اس کا لینا درست ہے ... ۲۹۵
- نکاح خوانی کی اجرت لینا درست ہے ۲۹۵
- نکاح خوانی کی اجرت جبراً لینا جائز ہے ۲۹۶
- نکاح خواں کی اجرت میں دوسرے رشتہ داروں کا کچھ حق نہیں ۲۹۸
- مشن اسکول میں نوکری کرنا ۲۹۸
- گورنمنٹ اسکولوں میں عربی پڑھانے کی ملازمت کرنا ۲۹۹
- میونسپل بورڈ کی ملازمت کرنا اور اس کے لیے رائے دینا ۳۰۰
- رشوت، سود، کسبی اور وکیل کی کمائی میں فرق ۳۰۱
- غیر معتبر قصے بیان کرنے والے واعظ کا وعظ سننا اور اس کو کچھ دینا ۳۰۱
- ایصال ثواب کے لیے قرآن شریف پڑھ کر اجرت لینا ۳۰۲
- مرنے کے بعد ایصال ثواب کے لیے زندگی میں اجرت دے دینا ۳۰۴
- تراویح میں قرآن سنا کر اجرت لینا ۳۰۴
- نابینا مفلس امام کی تراویح میں قرآن سنانے کے بعد امداد کرنا ۳۰۵

- اجرت لے کر تراویح میں قرآن شریف سنانے کی صورت میں تراویح کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ ۳۰۵
- اجرت لے کر قبور پر قرآن شریف پڑھنا ۳۰۵
- ختم اور فاتحہ خوانی پر اجرت لینا ۳۰۶
- ایصال ثواب کے لیے قرآن شریف پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا ۳۰۶
- وعظ، قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح پر اجرت لینا ۳۰۷
- کمیشن پر چندہ کرنا ۳۰۸
- سفیر نے کمیشن پر جو چندہ کیا ہے اس میں سے سفیر کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ماندہ رقم سے مدرسین کو تنخواہ دینا ۳۰۸
- نصف، ثلث یا ربع چندہ پر سفارت کرنا ۳۰۹
- چندہ وصول کرنے کے لیے ملازم رکھنے کی چند فاسد صورتیں ۳۱۰
- گائے یا بھینس گابھن کرانے کی اجرت لینا ۳۱۱
- یتیم بچوں کے مال میں سے معلم کو تنخواہ دینا ۳۱۲
- یتیم بچوں کا مکان دس برس تک کرایہ پر دینا ۳۱۲
- استاذ کا ختم قرآن پر بچوں سے کچھ لینا ۳۱۳
- نماز جنازہ پڑھانے پر اجرت لینا ۳۱۴
- امامت کی اجرت میں صدقۂ فطر اور عشر کا غلہ دینا ۳۱۴
- ایک مٹھی چاول اللہ واسطے نکال کر امام ومؤذن کو تنخواہ میں دینا ۳۱۵
- تعویذ گنڈے کو روزگار بنانا ۳۱۵
- تعویذ گنڈے کے نام پر دھوکے سے پیسہ لینا ۳۱۵
- رنڈیوں سے لیا ہوا تعویذ گنڈے کا نذرانہ حلال ہے یا نہیں؟ ۳۱۶
- ڈاک خانہ کی ملازمت جس میں سود کا حساب لکھنا پڑتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ ۳۱۶
- بینک میں ملازمت کرنا اور سود کی آمدنی سے تنخواہ لینا ۳۱۶

- سودخوار، راشی اور غاصب کے یہاں ملازمت کرنا اور ان سے دیگر معاملات کرنا ۳۱۷
- شراب فروش کو مکان کرایہ پر دینا ۳۱۷
- شراب کے ڈرم اٹھانے کی اجرت لینا ۳۱۹
- شراب کا حساب لکھنے کی نوکری کرنا ۳۱۹
- محکمۂ شراب میں ملازمت کرنا ۳۱۹
- جس دکان میں شراب کے علاوہ اور چیزیں بھی بکتی ہیں اس میں نوکری کرنا ۳۲۰
- مسکرات کا ٹھیکہ لینا ۳۲۰
- مسجد کا کچھ حصہ کرایہ پر دینا ۳۲۰
- مرہونہ زمین مرتہن کو اجارے پر دینا ۳۲۱
- پچھنے لگانے کا پیشہ کرنا کیسا ہے؟ ۳۲۲
- غیر شرعی لباس بنانے کی اجرت کا حکم ۳۲۲
- معیّن غلہ کے عوض زراعتی زمین کا اجارہ درست ہے ۳۲۲
- درختوں کو اجارہ پر دینا درست نہیں ۳۲۳
- مسلمان بنانے پر اجرت لینا ۳۲۴
- اعانت علی المعصیت والے اجارے کا حکم ۳۲۴
- مسجد کی دُکانوں کو تین سال کے لیے ٹھیکہ پر دینا ۳۲۶
- مزدور نے جو کھیتی کاٹی ہے اس میں سے کاٹنے کی اجرت دینا درست نہیں ۳۲۶
- مزدور کو اسی کے کیے ہوئے کام میں سے مزدوری دینا کب درست ہے؟ ۳۲۷
- گیہوں یا چاول پسوا کر اسی میں سے اجرت دینا ۳۲۸
- ذبح کرنے کی اجرت لینا ۳۲۸
- ذبح کرنے کی اجرت میں گوشت لینا ۳۲۸
- ناف ملنے کی اجرت لینا ۳۲۹

- بچے کے کان میں اذان کہنے پر رقم لینا ۳۲۹
- جو شخص سود لیتا ہے اس کے یہاں ملازمت کرنا ۳۲۹
- جس محکمہ میں سود کی ڈگریاں دی جاتی ہیں، اُس میں ملازمت کرنا ۳۲۹
- ایسی ملازمت کرنا جس میں جاندار کی تصویر کشی کرنی پڑتی ہے ۳۳۰
- خلاف شرع کام پر ملازمت کرنا ۳۳۰
- زمین اجارے پر لے کر مالک کو یا دوسرے کو اجارہ پر دینا ۳۳۱
- غیر کی زمین میں درخت لگانے کا حکم ۳۳۱
- جانور پالنے کے لیے بٹائی پر دینا ۳۳۱
- رنڈی کے لڑکوں کو پڑھا کر تنخواہ لینا اور رنڈی کی نبض دیکھ کر فیس لینا ۳۳۴
- جھیل و دریا ماہی گیروں کو کرایہ پر دینا ۳۳۴
- خدمت گاران سے اجرت مقرر کیے بغیر خدمت لینا ۳۳۴
- جو شخص از خود دین کی خدمت کرتا ہے اس کا نفقہ اہل قصبہ پر واجب ہے؟ ۳۳۵
- قصابی کا پیشہ کرنا جائز ہے ۳۳۵
- مالک نے جو مکان کرایہ پر دیا ہے اس کو فروخت کرنا ۳۳۶
- خاکروب کا پیشہ کرنا اور اس پر اجرت لینا ۳۳۶
- سود خور کے یہاں ملازمت کرنا ۳۳۷
- افیون کے تاجر کے یہاں ملازمت کرنا ۳۳۷
- گھٹیا دوا تیار کرنے والے حکیم کے یہاں ملازت کرنا ۳۳۸
- زانیہ عورت کا دودھ بچہ کو اجرت پر پلانا ۳۳۸
- جو آٹا پیسا ہے اس کے علاوہ آٹا اجرت میں دینا درست ہے ۳۳۹
- خنزیر کی تجارت کے متعلق خطوط لکھنے پر اجرت لینا درست نہیں ۳۳۹
- رنڈیوں کی مزدوری کرنا اور ان سے تنخواہ لینا ۳۳۹

- میت کو غسل دینے کے لیے کسی کو نوکر رکھنا ۳۳۹
- میت کو قبر میں اتارنے کی قیمت لینا ۳۴۰
- حکم کا عدالت سے یا فریقین سے فیس لینا ۳۴۰
- چنگی کی طرف سے مقرر طبیب کا چنگی سے تنخواہ لینا ۳۴۲
- سال بھر کے لیے دُکان کرایہ پر لے کر درمیان سال میں بیماری کی وجہ سے چھوڑ دے تو کیا حکم ہے؟ ۳۴۲
- مکان کی قیمت کے بقدر کرایہ ادا کرنے سے بھی کرایہ دار مکان کا مالک نہیں بنتا ۳۴۳
- سرکاری قانون کے مطابق پندرہ سال گذرنے کے بعد کرایہ دار مکان کا مالک بن سکتا ہے یا نہیں؟ ۳۴۳
- متولیٔ وقف کا کام کیے بغیر اجرت لینا، اور مدرس وقف کو پیشگی تنخواہ دینا ۳۴۴
- بلاٹکٹ ٹرین کا سفر کیا ہو تو اس کا کرایہ ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟ ۳۴۵
- ریلوے کا ملازم اگر بلاٹکٹ کسی کو سفر کرائے تو کیا حکم ہے؟ ۳۴۵
- چودہ یا پندرہ سال کے لڑکے کا نصف ٹکٹ لینا ۳۴۵
- مسکین نابینا وغیرہ کا بلا کرایہ سفر کرنا ۳۴۶
- ہندوستان میں کفار سے سود لینا اور بلا کرایہ ریل میں سفر کرنا ۳۴۶
- طبیب وڈاکٹر کا فیس مقرر کرنا اور لینا ۳۴۷
- بوجہ مصالحت پیروی کی ضرورت نہ رہے تو وکیل کو پیشگی دی ہوئی رقم واپس لینا ۳۴۷

غصب کا بیان

- قیامت کے دن غاصب کو کیا سزا ہوگی؟ ۳۴۸
- صدقہ خیرات کرنے کے لیے مریدوں سے زبردستی روپیہ وصول کرنا ۳۴۹
- غاصب سے اپنی زمین کسی بھی طریقے سے حاصل کرنا درست ہے ۳۵۰
- غصب کردہ چیز عیب دار ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ ۳۵۰

- زیادہ زمانہ گزرنے سے کسی کا حق ساقط نہیں ہوتا ۳۵۱
- بلا اجازت کافر و مشرک کا مال کھانا حرام وغصب ہے ۳۵۱
- یتیموں کے مال پر قبضہ کرنا سخت ظلم اور معصیت ہے ۳۵۲
- مشترک مال میں سے کچھ رقم خفیہ طور پر علیحدہ رکھنا ۳۵۲
- مستعار زیور فروخت کرنا بہ حکم غصب ہے ۳۵۳
- نکاح خوانی کی اجرت نکاح خواں سے چھین لینا صریح ظلم ہے ۳۵۳
- کسی سے جبراً زمین لے کر مدرسہ میں شامل کرنا ۳۵۴
- دھوکہ سے کسی کی زمین لینے والا ظالم وغاصب ہے ۳۵۴
- موروثی زمین کی تعریف اور حکم ۳۵۴
- قرآن وحدیث کی روشنی میں کاشت موروثی کا حرام ہونا ۳۵۵
- موروثی زمین کی دو صورتیں اور ان کے احکام ۳۵۵
- موروثی زمین سے فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟ ۳۵۶
- کاشتکار موروثی زمین کو فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟ ۳۵۶
- ہندو کی موروثی زمین نہ چھوڑنا اور اس میں تصرف کرنا ۳۵۶
- موروثی زمین کو ٹھیکہ پر دینا ۳۵۷
- شرکاء میں سے ایک شریک موروثی زمین چھوڑنا چاہتا ہے تو کس طرح چھوڑے؟ ۳۵۷
- موروثی زمین کے لگان کا نقصان وصول کرنے کے لیے جھوٹا دعوی کرنا اور دعوی میں سود کی رقم شامل کرنا ۳۵۸
- موروثی کاشت کی آمدنی مسجد، مدرسہ اور مساکین پر صرف کرنا درست نہیں ۳۵۸
- موروثی زمین کا لگان کم ہو تو زمیندار کسی ترکیب سے پورا لگان وصول کرسکتا ہے یا نہیں؟ ۳۵۹
- موروثی زمین کی آمدنی سے حج کرنا یا زکاۃ دینا ۳۵۹
- موروثی زمین کی پیداوار کھانے والوں سے رشتہ داری رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ ۳۶۰

۞ غیر مالک کا بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور کو پکڑ کر فروخت کرنا جائز نہیں ۳۶۰

شفعہ کا بیان

۞ ثبوت شفعہ کے دلائل ۳۶۱

۞ بلا شرکت و جوار کوئی شخص شفیع نہیں ہوسکتا ۳۶۲

۞ پٹواری نے غلط طور سے جس کا نام سرکاری کاغذات میں درج کر دیا ہے وہ شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا............................ ۳۶۳

۞ شفعہ شرکت یا جوار سے ثابت ہوتا ہے اور طلب مواثبت وغیرہ نہ کرنے سے ساقط ہوجاتا ہے ۳۶۳

۞ طلبِ شفعہ میں تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہوجاتا ہے............................ ۳۶۴

۞ طلب مواثبت اور طلب اشہاد کا طریقہ اور طلب مواثبت کے گواہوں کا وقت کے بیان میں اختلاف کرنا ۳۶۷

۞ طلب مواثبت واشہاد کے لیے کوئی خاص لفظ معین نہیں............................ ۳۶۸

۞ طلب اشہاد مبیع کے پاس کرنا بھی کافی ہے اور بیع نامہ میں زرِ ثمن زیادہ لکھ دیا گیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ۳۷۰

۞ اگر کسی جائداد کے چند شفیع ہوں تو ہر شفیع کے لیے پوری مبیع کا شفعہ طلب کرنا ضروری ہے ۳۷۱

۞ بعض مبیع کا شفعہ طلب کرنے سے حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے ۳۷۲

۞ بیع شدہ اراضی کے چند شفیع ہوں تو تنہا ایک شفیع پوری مبیع کا شفعہ طلب کرسکتا ہے ۳۷۳

۞ دو خریداروں میں سے ایک سے شفعہ طلب کرنا ۳۷۳

۞ شریک فی حق المبیع کے ہوتے ہوئے جار ملاصق شفعہ کا حق دار نہیں اور جار ملاصق کوچۂ غیر نافذہ میں دروازہ نہیں کھول سکتا ۳۷۴

۞ شریک فی حق المبیع فروخت شدہ مکان لینا نہ چاہے تو جار ملاصق لے سکتا ہے........ ۳۷۵

- بیٹے جس مکان کی وجہ سے شفعہ کے دعویدار ہیں وہ باپ کی ملک ہوتو بیٹے شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتے ۳۷۶
- فاتر العقل اور مجنون کی طرف سے اس کا ولی شفعہ طلب کرسکتا ہے ۳۷۷
- شفیع کا غیر کے واسطے شفعہ طلب کرنا اوراس صورت میں مشتری کا زیادہ قیمت طلب کرنا ۳۷۸
- شفیع کو حق شفعہ سے محروم کرنے کے لیے زیادہ قیمت لکھوانا ۳۷۸
- جو زمین مسجد سے متصل ہے اس کے شفعہ کا دعوی متولی یا اہل محلہ نہیں کرسکتے ۳۷۹
- موقوفہ جائداد کی طرف سے یا موقوفہ جائداد کا شفعہ طلب کرنا درست نہیں ۳۷۹
- مندر کی وجہ سے ہنود کو حق شفعہ حاصل نہیں ۳۸۰
- حق شفعہ میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں ۳۸۱
- شوہر نے دَین مہر کے عوض بیوی کو جو مکان دیا ہے اس میں شفعہ کا دعوی کرنا درست ہے ۳۸۱
- زرثمن لے کر اپنی جائداد کسی کو ہبہ کرنے سے شفعہ ساقط نہیں ہوتا ۳۸۲
- رہن میں شفعہ نہیں ہوتا ۳۸۲
- ہبہ بلا عوض میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا ۳۸۲
- بیع فاسد میں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ ۳۸۳
- شفعۂ جوار ساقط کرنے کا حیلہ ۳۸۳
- دو زمینوں کے درمیان سرکاری حد حائل ہو تو شفعۂ جوار ثابت ہوگا یا نہیں؟ ۳۸۵
- حق شفعہ باقی نہ رہنے کے باوجود مشتری نے شفیع کو جو جائداد دے دی، شفیع اس کا مالک ہوگیا ۳۸۶
- شفیع مکان کی فروختگی کو گواہوں سے ثابت کرکے شفعہ طلب کرسکتا ہے ۳۸۷

مزارعت کا بیان

- صحت مزارعت کی شرطیں ۳۸۸
- صحت مزارعت کے لیے پیداوار میں شرکت ضروری ہے ۳۸۹

مزارعت کی ایک جائز صورت ۳۸۹
بٹائی پر کھیت دینا ۳۹۰
مزارعت کی چند فاسد صورتیں ۳۹۰
مزارعت میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگانا ۳۹۱
مزارعت میں غلہ کی مقدار من وسیر سے مقرر کرنا درست نہیں ۳۹۱
قرض حسنہ کی شرط پر زمین بٹائی پر دینا ۳۹۲
مزارعت میں عشر کی ادائیگی کس کے ذمے ہے؟ ۳۹۳
مسلمان ہندو کی زمین بٹائی پر کاشت کرسکتا ہے ۳۹۳
کاشتکار اپنے حقِ کاشت کو نہ رہن رکھ سکتا ہے نہ بیچ سکتا ہے ۳۹۴
کاشتکار کا مالکِ زمین کی اجازت کے بغیر زمین میں تصرف کرنا ۳۹۴
کاشتکار یا زمیندار کا تقسیم سے پہلے پیداوار میں تصرف کرنا ۳۹۴
بارہ برس کے بعد کاشتکار کا دعوئے ملکیت کرنا ۳۹۵

ذبائح اور شکار کرنے کا بیان

شرائط وآداب ذبح ۳۹۶
وقتِ ذبح جانور کو کس کروٹ پر لٹانا چاہیے؟ ۳۹۷
ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلانا اور شکار جب پانی پینے کے لیے تالاب پر آئے تو گولی مارنا ۳۹۸
نحر کے معنی اور اونٹ کو نحر کے بجائے ذبح کرنا ۳۹۸
راحت کے لیے ذبح کے بعد ذبیحہ کا سینہ کھولنا ۳۹۹
ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے تک ذبیحہ کو دبائے رکھنا ۳۹۹
ذبح کرنے کے بعد جانور کو آگ میں تپانا ۴۰۰
بطخ اور مرغابی کے پر دور کرکے کھال کے ساتھ آگ پر بھوننا ۴۰۰
مرغ کو ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈالنا ۴۰۱

- ذبح کرتے وقت سورۂ فاتحہ اور قل ھو اللہ وغیرہ پڑھنا ۴۰۱
- ذبح کے وقت پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا بسم اللہ اللہ اکبر؟ ۴۰۲
- پلے ہوئے کبوتر یا مرغی کو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارنا ۴۰۲
- غلط تلفظ کے ساتھ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنا ۴۰۲
- ذبح کی پوری نیت معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟ ۴۰۲
- مسلمان کا تکبیر پڑھنا اور غیر مسلم کا ذبح کرنا ۴۰۳
- جو جانور صحیح طریقے پر ذبح نہ ہوا ہو اس کو دوبارہ ذبح کرنا ۴۰۳
- اللہ اکبر شریعت ہے کہہ کر ذبح کرنا ۴۰۴
- جس کا داہنا ہاتھ نہیں اس کا بائیں ہاتھ سے ذبح کرنا ۴۰۴
- ذابح کا باوضو ہونا ضروری نہیں ۴۰۵
- مسلمان کا ہندو کے واسطے مرغ یا بکرا ذبح کرنا ۴۰۵
- اجرت لے کر ذبح کرنا ۴۰۵
- فوق العقدۃ ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟ ۴۰۵
- جانور کو بے ہوش کر کے ذبح کرنا ۴۰۸
- ذبح کے وقت شکار نہ حرکت کرے نہ خون نکلے تو کیا حکم ہے؟ ۴۰۸
- ذبح کے وقت بیمار جانور یا شکار حرکت کرے یا خون نکلے تو ذبیحہ حلال ہے ۴۰۸
- ذبح کے وقت جانور کی صرف دو رگیں کٹیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا ۴۰۹
- دو رگیں کٹنے کے بعد جانور بھاگ گیا پھر دوسرے شخص نے پکڑ کر بقیہ رگیں کاٹیں تو کیا حکم ہے؟ ۴۱۰
- حلقوم کاٹتے وقت جانور زندہ ہو اور بقیہ رگیں کاٹتے وقت بالکل مردہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ ۴۱۰
- بلی سے مرغی چھڑا کر ذبح کی اور خون ایک منٹ کے بعد نکلا تو کیا حکم ہے؟ ۴۱۰

۞ بلّی یا غیر شکاری کتے نے مرغے کا سر جدا کر دیا پھر زندگی کی حالت میں ذبح کیا گیا تو کیا حکم ہے؟ ۴۱۱

۞ اس مرغی کے ذبح کرنے کا طریقہ جس کی گردن بلی نے جدا کر دی ہے ۴۱۱

۞ شکار کردہ جانور کا زیادہ حصہ درندہ نے چبالیا ہو، مگر جانور زندہ ہے تو ذبح سے حلال نہیں ہوگا ۴۱۲

۞ شیر یا چیتے نے جس جانور کا گلا زخمی کر دیا ہے وہ ذبح کرنے سے حلال ہوگا یا نہیں؟ ۴۱۲

۞ جو جانور کنویں میں گر گیا اور ذبح کرنا دشوار ہو تو کیا کیا جائے؟ ۴۱۲

۞ بندوق کی گولی لگنے سے شکار کا سر کٹ جائے یا ذبح کے وقت سر علیحدہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ ۴۱۳

۞ ہر قسم کی چھری سے جس سے رگیں کٹ جائیں ذبح کرنا درست ہے ۴۱۴

۞ ہر دھاردار ہتھیار سے ذبح کرنا درست ہے ۴۱۴

۞ بندوق صاف کرنے کی سلاخ یا دھاردار پتھر سے شکار کو ذبح کرنا ۴۱۵

۞ مرغی یا کبوتر کو دھاردار ہتھیار سے زخمی کرنا ۴۱۵

۞ جس پرندے کو انگلیوں سے چیر کر ذبح کیا ہو اس کا کھانا حرام ہے............ ۴۱۶

۞ کلہاڑی مار کر ذبح کرنا ۴۱۶

۞ میخ سے ذبح کرنا............ ۴۱۶

۞ کھرپا سے ذبح کرنا ۴۱۷

۞ لاٹھی مار کر جان نکالنے سے جانور مردار ہو جاتا ہے ۴۱۷

۞ قصائی کا ذبیحہ حلال ہے ۴۱۷

۞ محض وہم اور شک سے قصائی کا ذبیحہ حرام نہیں ہوتا ۴۱۸

۞ عورت کا ذبیحہ حلال ہے............ ۴۱۸

۞ نابالغ، عورت، مخنث اور اہل کتاب کا ذبیحہ کب حلال ہے؟ ۴۱۸

۞ جنبی کا ذبیحہ حلال ہے............ ۴۱۹

۞ جنبی، حائضہ اور نفساء کا ذبیحہ حلال ہے ۴۱۹

یہودی یا عیسائی عورت کا ذبیحہ درست ہے مگر احتیاط کرنا اچھا ہے ۴۱۹

ناخواندہ شخص کے ذبیحہ کا حکم ۴۲۰

دیوانہ مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو کیا حکم ہے؟ ۴۲۰

گونگے اور دیوانہ مسلم کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ ۴۲۰

غیر مختون کا ذبیحہ حلال ہے ۴۲۱

عنین کا ذبیحہ حلال ہے ۴۲۱

عمداً بسم اللہ ترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں ۴۲۱

بھول سے بسم اللہ ترک ہوجائے تو ذبیحہ حلال ہے ۴۲۲

جاہل بے نمازی مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے ۴۲۲

بے نمازی، بے وضو اور طہارت کا خیال نہ رکھنے والے کا ذبیحہ حلال ہے ۴۲۲

فاسق کے ذبیحہ کا حکم ۴۲۲

بدعتی کے ذبیحہ کا حکم ۴۲۳

شیعہ کے ذبیحہ کا حکم ۴۲۳

قادیانی کے ذبیحہ کا حکم ۴۲۵

بدفعلی کا ارتکاب کرنے والے شخص کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ ۴۲۵

مردار کی کھال اور ہڈی نکالنے والے کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ ۴۲۶

ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور جانور کو پکڑنے والا غیر مسلم ہو تو کیا حکم ہے؟ ۴۲۷

صرف ذبح کرنے والے پر بسم اللہ کہنا ضروری ہے ۴۲۸

کافر کے واسطے گلا گھونٹ کر جانور کو مارنا جائز نہیں ۴۲۹

کافر کے واسطے جانور کو جھٹکا سے مارنا جائز نہیں ۴۳۰

جھٹکا کے واسطے بکرا وغیرہ دینا یا دلانا کیسا ہے؟ ۴۳۰

بسم اللہ پڑھ کر یا بغیر بسم اللہ کے چوری کی گائے ذبح کی تو کیا حکم ہے؟ ۴۳۰

چوری کا بکرا ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے یا نہیں؟ ۴۳۱

۞ ہندو اور چمار نے جو بکرا اللہ کے نام پر ذبح کر کے تقسیم کرنے کے لیے دیا ہے اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟ ۴۳۱
۞ غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا ۴۳۲
۞ اہل ہنود نے جو جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہیں ان کو مالکوں سے خریدنا اور ذبح کر کے کھانا ۴۳۴
۞ بت کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ کا کھانا ۴۳۵
۞ پرندہ وغیرہ کو کسی کے سر پر گھوما کر ذبح کرنا ۴۳۵
۞ جو جانور غیر اللہ کے نام کا ہو اس کو نیت بدل کر اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانا ۴۳۶
۞ جو جانور بزرگوں کی قبروں پر ذبح کیے جاتے ہوں ان کا حکم ۴۳۷
۞ جو مسلمان غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور ذبح کر کے کھاتے ہیں ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟ ۴۳۸
۞ بارانِ رحمت کے لیے ولی کی قبر پر بیل وغیرہ ذبح کرنا ۴۳۸
۞ مہمان کے لیے مرغ یا بکرا ذبح کرنا ۴۳۹
۞ مسلمان سے ذبح کرا کر (کافر) کھٹیک گوشت فروخت کرتا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ۴۴۰
۞ ہندو سے گوشت خرید کر کھانا ۴۴۳
۞ مشرک سے گوشت خرید کر کھانا درست ہے یا نہیں؟ ۴۴۴
۞ مسلمان نے ذبح کیا اور غیر مسلم نے چمڑا اتارا تو کیا حکم ہے؟ ۴۴۴
۞ عیسائی ملازم کا دُکان تک مسلمان کا ذبیحہ پہنچانا اور کولڈ اسٹور میں ذبیحہ رکھنا ۴۴۴
۞ بت پرست سے گوشت خرید کر کھانا ۴۴۵
۞ جس جانور کو ہندو نے ذبح کیا ہے مسلمانوں کے لیے اس کا گوشت کھانا حرام ہے ... ۴۴۶
۞ بھینس کے پیٹ میں بچہ مر گیا پھر بھینس کو ذبح کر دیا تو اس کا گوشت حلال ہے ۴۴۶

- جو جانور چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے سے عاجز ہو اس کو ذبح کرنا چاہیے یا اپنی موت مرنے دینا چاہیے؟ ۴۴۷
- ذبیحہ کا گوشت ہندوؤں کے پانی سے صاف کرنا ۴۴۷
- مردہ بکری ذبح کر کے کھلانے والے اور کھانے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟ ۴۴۸
- مذبوحہ کے پیٹ میں سے بچہ نکلے تو کیا حکم ہے؟ ۴۴۹
- گائے ذبح کرنے کی حلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے ۴۴۹
- جو گھوڑی گدھے سے گابھن تھی اس کو ذبح کیا گیا تو اس کا گوشت کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ ۴۵۰
- بکری کا بچہ کتے کے ہم شکل ہو تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ۴۵۱
- گندگی کھانے والی مرغی کو کب ذبح کرنا چاہیے؟ ۴۵۲
- بکری یا گائے کے بچہ نے خنزیر کا دودھ پیا ہو تو کیا حکم ہے؟ ۴۵۳
- بکری کے بچہ نے کتی کا دودھ پیا ہو تو کیا حکم ہے؟ ۴۵۳
- حلال جانوروں کی تفصیل کہاں ہے؟ ۴۵۳
- گھوڑے کا گوشت کھانا اور قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟ ۴۵۴
- کچھوا، مینڈک اور گھڑیال کا کھانا حرام ہے ۴۵۴
- ساہی (خاردار جنگلی چوہا) کھانا حرام ہے ۴۵۵
- کوّا حلال ہے یا حرام؟ ۴۵۶
- بگلا حلال ہے ۴۵۶
- گوہ کا کھانا حلال نہیں ۴۵۷
- خرگوش حلال ہے ۴۵۷
- پیلو مرغ حلال ہے ۴۵۸
- ایک پہاڑی جانور اور اس کا حکم ۴۵۹
- مچھلی کے علاوہ کوئی دریائی جانور حلال نہیں ۴۵۹
- غیر مذبوح مچھلی کے حلال ہونے کی دلیل ۴۵۹

۞ طافی مچھلی کا کھانا مکروہ ہے ۴۶۰

۞ کتے وغیرہ شکاری جانور کی پکڑی ہوئی مچھلی حلال ہے چاہے اس میں سے کتے نے کچھ کھالیا ہو ۴۶۰

۞ بڑی مچھلی جس کا وزن ایک من سے زائد ہو حلال ہے ۴۶۰

۞ سوکھی ہوئی مچھلی کا کھانا حلال ہے ۴۶۱

۞ جریث و مار ماہی مچھلی حلال ہے ۴۶۱

۞ جھینگا کھانا حلال ہے یا حرام؟ ۴۶۳

۞ جو مچھلیاں انتڑیوں سمیت خشک کی جاتی ہیں ان کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ ۴۶۵

۞ نہایت چھوٹی مچھلیاں جن کی انتڑیاں نکالنا دشوار ہو ان کا کیا حکم ہے؟ ۴۶۵

۞ مذبوحہ جانور میں کتنی چیزیں حرام ہیں؟ ۴۶۶

۞ حرام مغز حلال ہے یا مکروہ؟ ۴۶۷

۞ اوجھڑی حلال ہے ۴۶۸

۞ کنویں میں گرے ہوئے جانور کو بسم اللہ پڑھ کر نیزہ یا گولی مارنا ۴۶۸

۞ جس شکار کو بندوق کی گولی لگی اور ذبح کرنے سے پہلے مر گیا اس کا کھانا حرام ہے ۴۶۹

۞ بندوق کا شکار ذبح سے پہلے مر جائے تو حرام ہو جاتا ہے ۴۷۰

۞ بندوق اور توپ سے شکار کرنا تعذیب بالنار میں داخل ہے یا نہیں؟ ۴۷۱

۞ بندوق کے ایک فائر سے بیس چڑیا شکار کرنے کے بعد تین چار کو ذبح کیا بقیہ مر گئیں تو کیا حکم ہے؟ ۴۷۱

۞ گولی کھا کر شکار ایسی جگہ گھس گیا کہ گردن ہاتھ نہیں آتی تو کیا کرے؟ ۴۷۲

۞ غُلّا، ڈھیلا اور گوپیا سے کیا ہوا شکار ذبح سے پہلے مر جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ۴۷۳

۞ نوک دار تیر سے کیا ہوا شکار ذبح سے پہلے مر جائے تو حلال ہے ۴۷۳

۞ روزانہ شکار کرنا کیسا ہے؟ ۴۷۳

۞ جمعرات یا جمعہ کو شکار کرنا ۴۷۴

۞ شکاری کتا پالنا اور اس سے شکار کرنا ۴۷۴
۞ کتا کب معلَّم ہوتا ہے اور اس کا کیا ہوا شکار کب حلال ہوتا ہے؟ ۴۷۵
۞ معلَّم کتا شکار کو پکڑ کر جان سے مار ڈالے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ۴۷۶
۞ مچھلی پکڑنے کے لیے مینڈک یا کیچوے کو کانٹے میں لگانا ۴۷۶
۞ مرے ہوئے جنین کے گوشت، کیچوے اور گائے کی کلیجی سے مچھلی کا شکار کھیلنا ۴۷۷
۞ زندہ مچھلی کو کانٹے میں لگا کر مچھلی کا شکار کرنا ۴۷۷
۞ جو مچھلی چھیپ اُکھاڑ کر بھاگ گئی اس کا مالک کون ہے؟ ۴۷۷
۞ جو مچھلیاں کسی کے حظیرہ یا پنجرہ میں ہیں ان کو دوسرا شخص پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟ ۴۷۸
۞ جو مچھلیاں برسات میں کسی کے مملوکہ تالاب میں آ گئی ہیں ان کو دوسرا شخص پکڑ سکتا ہے ۴۷۹
۞ شکاری پرندے سے مچھلی چھڑا کر کھانا ۴۷۹
۞ جو گائیں وحشی ہو جاتی ہیں ان کا شکار کرنا اور کھانا درست ہے ۴۷۹
۞ شکار کا گوشت فروخت کرنا درست ہے ۴۸۰

۞

قربانی کا بیان

۞ قربانی کس پر واجب ہے؟ ۴۸۱
۞ صاحب نصاب پر ہر سال قربانی کرنا واجب ہے ۴۸۱
۞ سب بھائی مالک نصاب ہوں تو ہر ایک کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے ۴۸۱
۞ باپ اور بیٹے سب صاحب نصاب ہیں تو ہر ایک کے ذمے علیحدہ قربانی واجب ہے ... ۴۸۲
۞ مشترک مال میں جس کا حصہ نصاب سے کم ہے اس پر قربانی واجب نہیں ۴۸۲
۞ بیوی کے پاس نصاب کے بقدر زیور ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے ۴۸۲
۞ کرایہ پر دیے ہوئے مکان اور غیر مستعمل اسباب خانہ داری کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟ ۴۸۳

- ایک شخص کسی قدر جائداد کا مالک ہے مگر اس کی آمدنی ناکافی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ ۴۸۳
- صاحب قربانی کی نیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صاحب قربانی کے والدین کی طرف سے قربانی کردی تو کیا حکم ہے؟ ۴۸۴
- بلا اجازت مالک کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرنا ۴۸۴
- ہیجڑے پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ ۴۸۵
- صاحب نصاب نے اپنے کسی عزیز یا آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کی تو اس کے ذمے سے واجب قربانی ساقط نہیں ہوئی ۴۸۵
- صاحب نصاب کا ایک سال اپنی طرف سے اور دوسرے سال اپنی بیوی یا ماں کی طرف سے قربانی کرنا ۴۸۶
- جس پر قربانی واجب نہیں وہ ایک برس اپنی طرف سے اور دوسرے برس اپنے کسی عزیز کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے ۴۸۶
- اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں ۴۸۷
- نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ۴۸۷
- نابالغ اولاد مالکِ نصاب ہو تو کیا حکم ہے؟ ۴۸۹
- بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں ۴۸۹
- نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر واجب ہے، قربانی واجب نہیں ۴۸۹
- نابالغ اولاد کی طرف سے ان کے مال میں سے قربانی کرنا درست نہیں ۴۹۰
- جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کا قربانی کرنا درست ہے ۴۹۰
- قربانی کا روپیہ مظلومین، بیوگان اور یتامی کی امداد میں صرف کرنا اور قربانی نہ کرنا ۴۹۰
- جانوروں پر مہربانی کرنے کی غرض سے قربانی نہ کرنا ۴۹۱
- قربانی کے ایام میں قربانی کرنے کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا ۴۹۱
- غیر اقوام کی رضا جوئی کے خیال سے گائے کی قربانی نہ کرنا، یا خفیہ طور سے کرنا ۴۹۳

- قربانی ایک اسلامی فریضہ ہے اس میں کسی قسم کی پابندی لگانا مذہب میں مداخلت ہے ۴۹۴
- کفار کے خوف سے قربانی نہ کرنا ۴۹۶
- قرض لے کر قربانی کرنا جائز ہے ۴۹۷
- قربانی کے لیے نامزد کیا ہوا بکرا فروخت کرنا کیسا ہے؟ ۴۹۷
- قربانی کے واسطے خریدا ہوا بکرا تنگ کرتا ہو تو اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ ۴۹۸
- مالدار عرفہ کے دن مفلس ہو گیا اور اس نے قربانی کے لیے جو جانور خریدا تھا وہ لنگڑا ہو گیا تو کیا حکم ہے؟ ۴۹۸
- قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے غریب پر اس کی قربانی کرنا کیوں ضروری ہے؟ اور مالدار پر کیوں نہیں؟ ۴۹۹
- میت کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے ۵۰۰
- میت کی طرف سے قربانی کرنے کا طریقہ ۵۰۱
- حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی کرنا ۵۰۱
- ایک گائے کی تمام مؤمنین کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے ۵۰۱
- کئی مُردوں کی طرف سے ایک قربانی کرنا ۵۰۲
- ایک گائے کی زندہ اور مردہ دونوں کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے ۵۰۳
- اپنی اور اولاد متوفیہ کی طرف سے قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے؟ ۵۰۳
- میت کی طرف سے وصیت کے بغیر واجب قربانی ادا نہیں ہوتی ۵۰۳
- جو مالدار مر گیا اس کی طرف سے ہر سال قربانی کرنا لازم نہیں ۵۰۴
- فوت شدہ شوہر یا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا ۵۰۴
- ایک شخص نے والدین کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے گائے خریدی اور قربانی کرنے سے پہلے مر گیا تو کیا حکم ہے؟ ۵۰۵
- ایام نحر کا ثبوت قرآن وحدیث سے ۵۰۵
- شہر میں قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟ ۵۰۸

- شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو قربانی کب کرنی چاہیے؟ ۵۰۸
- گاؤں میں قربانی کر کے شہر میں نماز کے لیے جانا درست ہے ۵۰۹
- نماز عید سے پہلے قربانی کرنا ۵۰۹
- گاؤں میں عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہے ۵۱۰
- چھوٹے گاؤں میں جہاں لوگ عید کی نماز پڑھتے ہیں وہاں نماز سے پہلے قربانی کرنا ۵۱۱
- عذر شرعی کی بنا پر دس ذی الحجہ کو عید کی نماز نہ ہوئی تو زوال کے بعد قربانی کر سکتے ہیں ۵۱۱
- تیرہویں تاریخ میں قربانی کی تو کیا حکم ہے؟ ۵۱۲
- قضا قربانیوں سے سبکدوش ہونے کا طریقہ ۵۱۳
- قضا قربانی کی قیمت افطاری میں صرف کرنا درست نہیں ۵۱۴
- صاحب نصاب کسی وجہ سے قربانی نہ کر سکا تو ایک متوسط بکرے یا مینڈھے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے ۵۱۴
- قربانی کا جانور گم ہو گیا تو کیا حکم ہے؟ ۵۱۴
- ایام قربانی گذر جانے کے بعد گم شدہ جانور مل گیا تو کیا حکم ہے؟ ۵۱۵
- قربانی کرنے کے بعد گم شدہ جانور مل گیا تو اس کو کیا کرے؟ ۵۱۵
- قربانی کا جانور قریب المرگ ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے؟ ۵۱۶
- اپنی قربانی خود ذبح کرنا بہتر ہے ۵۱۶
- قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت شرکاء کا نام لینا ضروری نہیں ۵۱۷
- قربانی کی خریداری یا ذبح کے وقت سب شرکاء کا موجود رہنا ضروری نہیں ۵۱۷
- شرکاء کی نیتوں کا حال معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ ۵۱۸
- أَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَانٍ کب کہنا چاہیے؟ ۵۱۸
- قربانی کے ہاتھ پیر پکڑنے والوں نے تکبیر نہ کہی ہو تو کیا حکم ہے؟ ۵۱۹
- قربانی کے لیے جو جانور خریدا ہے اس کے بجائے دوسرے جانور کی قربانی کرنا کب درست ہے؟ ۵۱۹

۞ ان پڑھ آدمی بھی بسم اللہ کہہ کر قربانی ذبح کر سکتا ہے ۵۲۰

۞ قربانی کرنے والے کے لیے یکم ذی الحجہ سے قربانی کرنے تک بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے ۵۲۰

۞ گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے ۵۲۲

۞ حضور ﷺ کا ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کرنا ۵۲۳

۞ گائے کی قربانی قرآن وحدیث سے ثابت ہے ۵۲۳

۞ بھیڑ اور مینڈھے کی قربانی درست ہے ۵۲۴

۞ بھینس کی قربانی جائز ہے ۵۲۴

۞ گائے کی قربانی افضل ہے یا بکرے کی؟ ۵۲۵

۞ ہر قسم کے خصی کی قربانی کرنا جائز ہے ۵۲۶

۞ گنجی بکری کی قربانی درست ہے ۵۲۷

۞ بانجھ جانور کی قربانی درست ہے ۵۲۷

۞ قریب الولادت گابھن گائے کی قربانی بہ کراہت درست ہے ۵۲۷

۞ گابھن بکری کو قربانی کے واسطے خرید سکتے ہیں ۵۲۸

۞ رسولی والے بکرے کی قربانی درست ہے ۵۲۸

۞ کھانسنے اور دست کرنے والی گائے کی قربانی جائز ہے ۵۲۹

۞ بیمار گائے کی قربانی کا حکم ۵۲۹

۞ چھوٹے کان والے جانور کی قربانی درست ہے ۵۳۰

۞ تہائی سے کم کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی درست ہے ۵۳۰

۞ جانور کے کان میں سوراخ ہو یا چرا ہوا ہو تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ ۵۳۰

۞ جس بیل کی ناک چھیدی ہوئی ہو اس کی قربانی درست ہے ۵۳۱

۞ جانور کی ایک آنکھ میں معمولی عیب ہو تو کیا حکم ہے؟ ۵۳۱

۞ جس جانور کے اکثر دانت باقی ہیں اس کی قربانی درست ہے ۵۳۱

۞ جس کے سینگ ظاہر نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی درست ہے ۵۳۲

۞ سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کب درست ہے؟ ۵۳۲

۞ قربانی کے لیے جو جانور خریدا تھا وہ عیب دار ہو گیا تو کیا حکم ہے؟ ۵۳۳

۞ جس جانور کے ایک سینگ کا آدھا خول اتر گیا ہے اس کی قربانی درست ہے ۵۳۴

۞ قربانی کے لیے گراتے وقت جانور کا سینگ ٹوٹ جائے تو قربانی درست ہے ۵۳۴

۞ داغدار جانور کی قربانی درست ہے ۵۳۴

۞ جنگلی جانور اور پرندوں کی قربانی درست نہیں ۵۳۵

۞ خنثیٰ جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ ۵۳۶

۞ جس گائے کے دوتھن سے دودھ نہیں آتا اس کی قربانی درست نہیں ۵۳۷

۞ جس بکری نے عورت کا دودھ پیا ہو اس کی قربانی اور گوشت کا حکم ۵۳۸

۞ جس بھیڑ کو سور کا گوشت کھلایا ہو اس کی قربانی کرنا جائز ہے ۵۳۸

۞ ایک سال کے بکرے کی قربانی باتفاق ائمہ درست ہے ۵۳۸

۞ کتنی عمر کے بکرے، بھیڑ اور دنبہ کی قربانی ہو سکتی ہے؟ ۵۳۹

۞ چھ ماہ کے بھیڑ اور دنبہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ ۵۴۰

۞ ایک سال سے کم عمر کا بکرا یا بکری ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ۵۴۱

۞ بکرا سال بھر سے ایک دن کم کا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں ۵۴۲

۞ ۱۳/ ذی الحجہ کو جو بکرا پیدا ہوا آئندہ سال اس کی قربانی درست نہیں ۵۴۲

۞ ۱۱/ ذی الحجہ کو جو بکرا پیدا ہوا آئندہ سال ۱۲ تاریخ کو اس کی قربانی درست ہے ۵۴۳

۞ قربانی کے بکرے کی تاریخِ پیدائش معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ ۵۴۳

۞ قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا ۵۴۳

۞ قربانی اور نذر کے لیے مقرر کردہ جانور نے بچہ دیا تو کیا حکم ہے؟ ۵۴۴

۞ قربانی کے دنبہ کی اُون کاٹنا ۵۴۴

۞ جس برتن میں قربانی کے جانور کو چارہ کھلایا ہے اس کو صدقہ کرنا ضروری نہیں ۵۴۵

جس قربانی کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا اس کا کیا حکم ہے؟ ۵۴۵

ایک قربانی میں کتنے حصے دار ہو سکتے ہیں؟ ۵۴۵

ایک گائے میں سات سے کم حصہ دار ہو سکتے ہیں ۵۴۶

ایک گائے میں سات سے زیادہ حصہ دار نہیں ہو سکتے ۵۴۷

ایک قربانی میں سات حصہ دار ہوں تو قیمت کی تقسیم میں برابری ضروری ہے یا نہیں؟ ۵۴۷

ایک گائے میں پانچ شریک ہوں تو حصے کس طرح تقسیم کریں؟ ۵۴۸

جس شخص سے جانور خریدا ہے اس کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے ۵۴۸

شریک غائب کی طرف سے قربانی کرنے کے بعد اس کا حصہ ایک اور شخص کو شریک کر کے دے دیا تو کیا حکم ہے؟ ۵۴۹

قربانی ہو جانے کے بعد کسی شریک کا اپنے حصے کو فروخت کرنا درست نہیں ۵۵۰

ایک حصہ میں چند آدمی شریک ہیں تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی ۵۵۰

ایک گائے میں شریک چھ آدمیوں کا مل کر ساتواں حصہ حضور ﷺ کی طرف سے کرنا ۵۵۰

چندہ کر کے میت کی طرف سے قربانی کرنا ۵۵۱

ایک گائے میں ایک حصہ حضور ﷺ کا، ایک حصہ قربانی کرنے والے کا اور پانچ حصے مرحوم رشتے داروں کے ہوں تو کیا حکم ہے؟ ۵۵۱

ایک گائے کی قربانی اپنے اور مرحوم والدین کی طرف سے کرنا درست ہے ۵۵۲

سب گھر والوں کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کرنا کافی نہیں ۵۵۲

ذبح سے پہلے حصوں کی تعیین ضروری ہے ۵۵۳

ایک قربانی کے بعض حصے زندوں اور بعض حصے مرحومین کی طرف سے کرنا درست ہے ۵۵۳

مالدار ذبح سے پہلے اپنا حصہ فروخت کر سکتا ہے ۵۵۴

جو صاحبِ نصاب نہیں اس کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے ۵۵۴

مستورات کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے ۵۵۵

قربانی میں فاسق کی شرکت جائز ہے ۵۵۵

قربانی میں شیعہ کوشریک کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۶
قربانی میں قادیانی کوشریک کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۶
قربانی کے شرکاء میں سے کسی شریک کا الگ ہونا درست ہے ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۶
غریب پر صدقہ کیا ہوا جانور خرید کر قربانی کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۶
فاسد طریقہ پر بکرا خرید کر قربانی کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۷
بٹائی پر پلے ہوئے جانور کی قربانی کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۸
موروثی زمین کی پیداوار سے قربانی کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۸
مال حرام کی قربانی مقبول ہے یا نہیں؟ ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۸
کسی کا بکرا جبراً لے کر قربانی کرنا درست نہیں ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۹
کانجی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کرنا درست ہے ۔۔۔۔۔۔ ۵۵۹
سجادہ نشین سے جانور خرید کر قربانی کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۱
شراب فروش سے بکرا خرید کر قربانی کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۱
اُدھار خریدے ہوئے بکرے کو چھوڑ کر گائے میں ایک حصہ لینا ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۱
بعض شرکاء کا گھر والوں کی دل جوئی کے لیے قربانی کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۲
مصلحت کی وجہ سے گائے کی قربانی نہ کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۲
ہنود نے قربانی کا گوشت دفن کرا دیا تو قربانی ہوئی یا نہیں؟ ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۳
ذبح کرنے کے لیے نہیں لیتا: کہہ کر جو گائے خریدی ہے اس کی قربانی کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۳
قربانی کے لیے جو جانور خریدا ہے اس کو بدلنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۴
واجب اور نفل قربانی کو ایک جانور میں جمع کرنا درست ہے ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۴
کوئی اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرے تو ثواب کس کو ملے گا؟ ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۵
ماں کی طرف سے قربانی کرنے کے بجائے ضرورت مند کی امداد کرنا ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۵
قربانی کی ہڈی توڑنا درست ہے ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۵
قربانی کی ہڈیوں وغیرہ کو دفن کرنا ضروری نہیں ۔۔۔۔۔۔ ۵۶۶

احاطۂ مسجد میں قربانی کرنا ۵۶۶
صدقہ کے جانور میں شرائط قربانی کا ہونا ضروری نہیں ۵۶۶

گوشت اور چرم قربانی کے مصارف واحکام

اپنی قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے ۵۶۷
اپنی قربانی کا سارا گوشت خود کھانا اور مسکینوں کو نہ دینا ۵۶۸
فقیر کا اپنی قربانی میں سے خود کھانا اور اغنیاء کو کھلانا درست ہے ۵۶۸
قربانی کا گوشت پکا کر چاول روٹی کے ساتھ کھلانا درست ہے ۵۶۹
قربانی کا گوشت سکھا کر رکھنا درست ہے ۵۶۹
قربانی کرنے والوں کے یہاں قربانی کا گوشت بھیجنا ۵۶۹
قربانی کا گوشت سید کو دینا جائز ہے ۵۷۰
قربانی کا گوشت مسلمانوں کو دینا بہتر ہے ۵۷۰
قربانی اور عقیقہ کا گوشت غیر مسلم کو دینا جائز ہے ۵۷۰
قربانی کا گوشت وغیرہ دھوبی وحجام کو دینا ۵۷۱
قصاب کو گوشت دینا کیسا ہے؟ ۵۷۱
قربانی کے ساتوں حصے ایک ہی فیملی کے ہوں تو سب کے حصے تول کر تقسیم کرنا ضروری نہیں ۵۷۲
باقی ماندہ گوشت اندازے سے تقسیم کرنا ۵۷۲
پانچ آدمی اونٹ وغیرہ کی قربانی کریں تو گوشت کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ ۵۷۳
آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم ۵۷۳
میت کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم ۵۷۴
والدین مرحومین کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم ۵۷۵
قربانی کا گوشت شادی میں استعمال کرنا درست ہے ۵۷۵
قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا چوری کرنا ۵۷۵

۞ صاحبِ قربانی اپنی قربانی کی کھال خود استعمال کرسکتا ہے ۵۷۶
۞ چرمِ قربانی سے ڈول، دسترخوان وغیرہ بنانا درست ہے ۵۷۷
۞ صدقہ کرنے کی غرض سے قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز ہے........................ ۵۷۷
۞ چرمِ قربانی اوراس کی قیمت کا بہتر مصرف ۵۷۸
۞ چرمِ قربانی کے مستحق کون لوگ ہیں؟ ۵۷۹
۞ چرمِ قربانی کی قیمت کا مستحق کون ہے؟ ۵۷۹
۞ چرمِ قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے ۵۸۰
۞ قرض لے کر قربانی کی تو بھی قیمت چرم کا صدقہ کرنا ضروری ہے........................ ۵۸۰
۞ قربانی کا چمڑا فروخت کرنے سے پہلے واجب التصدق نہیں ۵۸۰
۞ صاحب نصاب اور غیر صاحب نصاب کی قربانی کی کھالوں کا حکم ایک ہے ۵۸۱
۞ چرمِ قربانی مسجد میں لگانا یا مؤذن کو دینا........................ ۵۸۱
۞ جوامام صاحبِ نصاب ہے اس کو قربانی کا چمڑا دینا یا فروخت کر کے مسکینوں کو کھانا کھلانا ۵۸۲
۞ مقروض امام کو چرمِ قربانی کی قیمت دینا........................ ۵۸۳
۞ چرمِ قربانی کی قیمت امام کو معاوضہ میں دینا ۵۸۴
۞ چرمِ قربانی کی قیمت محتاج امام مسجد کو دینا ۵۸۴
۞ چرمِ قربانی قاضی کو اس کا حق سمجھ کر دینا درست نہیں ۵۸۵
۞ فقیر چرمِ قربانی کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کرسکتا ہے........................ ۵۸۵
۞ بہ حالت مجبوری چرمِ قربانی کی قیمت مسجد میں صرف ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ۵۸۵
۞ قربانی کی کھالیں متولیوں کو مساجد بنانے کے لیے دینا درست نہیں........................ ۵۸۶
۞ قربانی کی کھالوں کی قیمت مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا ۵۸۸
۞ چرمِ قربانی کی قیمت مسجد کے شامیانہ میں لگانا........................ ۵۸۸
۞ مسجد وغیرہ کے لیے لاعلمی سے چرمِ قربانی کے روپیہ سے اینٹیں خریدی گئیں تو کیا حکم ہے؟ ۵۸۸

۞ قیمت چرم قربانی سے دُکانات مسجد کا قرض ادا کرنا ۵۸۹
۞ چرم قربانی مدرسہ میں دینا اور اس کی قیمت سے تنخواہ دینا ۵۸۹
۞ قیمتِ چرم قربانی سے محتاج مدرسین کی تنخواہیں دینا ۵۹۲
۞ قیمتِ چرم قربانی سے غنی مدرسین کی تنخواہیں دینا ۵۹۳
۞ چرم قربانی کی قیمت سے کتابیں خرید کر وقف کرنا ۵۹۳
۞ چرم قربانی کی قیمت سے کتابیں خرید کر طلبہ کو دینا ۵۹۴
۞ چرم قربانی کی قیمت سے طلبہ کو وظیفہ دینا ۵۹۴
۞ چرم قربانی کی رقم اسکول میں صرف کرنا ۵۹۵
۞ چرم قربانی کی قیمت مسافر خانے میں صرف کرنا ۵۹۵
۞ چرم قربانی کی قیمت مذہبی مقدمات میں صرف کرنا ۵۹۶
۞ چرم قربانی کی قیمت تبلیغ اسلام میں صرف کرنا ۵۹۶
۞ چرم قربانی کی رقم رفاہ عام کے کاموں میں صرف کرنا ۵۹۷
۞ چرم قربانی کی رقم سے محلّہ میں فانوس روشن کرنا ۵۹۷
۞ چرم قربانی کی قیمت سے سڑک بنانا ۵۹۸
۞ چرم قربانی کی قیمت سے لاوارث میت کی تجہیز وتکفین کرنا ۵۹۹
۞ اغنیاء کو چرم قربانی یا اس کی رقم دینا ۵۹۹
۞ چرم قربانی یا اس کی قیمت اپنے بالغ غریب لڑکے کو دینا ۶۰۰
۞ چرم قربانی اور گوشت سید کو دینا ۶۰۰
۞ قربانی کی کھال سقہ کو دینا ۶۰۰
۞ قربانی کی اجرت میں گوشت یا چرم قربانی کی قیمت دینا ۶۰۱
۞ چرم قربانی کی قیمت غیر مسلم کو دینا درست نہیں ۶۰۱
۞ قربانی کی کھال، سری اور اوجھڑی وغیرہ میں کسی کا حق نہیں ۶۰۱

محتاج کو کچھ رقم اس نیت سے دینا کہ جب چرم قربانی کی قیمت وصول ہوگی تو اتنی رقم رکھ لوں گا ۶۰۲
قربانی کی کھال دباغت کر کے فروخت کی ہو تو دباغت کا صرفہ لینا کیسا ہے؟ ۶۰۲
چرم قربانی کی قیمت آئندہ قربانی تک گھر میں رکھنا ۶۰۳
بعض شرکاء کا چرم قربانی کی قیمت بے موقع صرف کرنا ۶۰۳
افسران کا زبردستی چرم قربانی وصول کرنا ۶۰۳

عقیقہ کا بیان

عقیقہ کرنا مستحب ہے ۶۰۵
عقیقہ کے چند احکام ۶۰۵
عقیقہ نہ کرنے میں کوئی مؤاخذہ نہیں ۶۰۶
دو ماہ کے بعد بھی عقیقہ کرنا اچھا ہے ۶۰۷
عقیقہ کا وقت اور اس کے گوشت کی ہڈیاں توڑنا ۶۰۷
لڑکے کے عقیقہ میں دو اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرنا مستحب ہے ۶۰۸
عقیقہ کے گوشت کو تین حصوں پر تقسیم کرنا ضروری نہیں ۶۰۸
جو جانور قربانی میں ذبح ہوسکتا ہے وہ عقیقہ میں بھی ہوسکتا ہے ۶۰۹
قربانی کی گائے میں عقیقہ کا حصہ لینا درست ہے ۶۰۹
اونٹ، گائے اور بھینس کو عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے ۶۱۰
اونٹ، گائے اور بھینس میں سات عقیقہ ہوسکتے ہیں ۶۱۱
پورا کٹڑا عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے ۶۱۲
ایک گائے تین لڑکوں کے عقیقہ میں کافی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ۶۱۳
ایام قربانی میں سے کوئی دن عقیقہ کا نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ ۶۱۳
تاریخ پیدائش یاد نہ ہو تو عقیقہ کس طرح کرے؟ ۶۱۳

- جن بچوں کی تاریخ پیدائش الگ الگ ہے ان کا عقیقہ ایک ساتھ کرنا درست ہے ۶۱۴
- قربانی کی نیت سے پالا ہوا بکرا عقیقہ میں ذبح کرنا ۶۱۴
- عقیقہ کے جانور کی قیمت صدقہ کرنے سے عقیقہ ادا نہ ہوگا ۶۱۴
- عقیقہ کا بکرا یا اس کی قیمت مدرسہ میں دینا ۶۱۵
- جو بچہ عقیقہ کرنے سے پہلے مرگیا وہ والدین کے حق میں شفاعت کرسکتا ہے......... ۶۱۵
- عقیقہ کا جانور ذبح کرنے کے لیے کونسا وقت اور کون شخص بہتر ہے؟ ۶۱۷
- بنام آنحضرت ﷺ عقیقہ کرنا ۶۱۸
- عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟ ۶۱۸
- جس جگہ عقیقہ کیا جارہا ہے وہاں بچہ کا ہونا ضروری نہیں ۶۱۹
- ایک ہی وقت میں عقیقہ کا جانور ذبح کرنا اور سر مونڈنا ضروری نہیں ۶۱۹
- عقیقہ کے وقت پیدائشی بالوں کے برابر سونا چاندی صدقہ کرنا بہتر ہے ۶۲۰
- نو سال کی عمر میں عقیقہ کیا تو پیدائش سے اب تک کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا کیسا ہے؟ ۶۲۱
- بڑی عمر میں عقیقہ کرنا بھی کارِ ثواب ہے اور جوان عورت عقیقہ کے وقت سر کے بال نہ منڈوائے.. ۶۲۱
- فوت شدہ اولاد کی طرف سے عقیقہ کرنا مستحب نہیں ۶۲۲
- عقیقہ کے لیے سامان فراہم کرنے کے بعد بچے کا انتقال ہوجائے تو کیا حکم ہے؟..... ۶۲۴
- مُردہ بچہ پیدا ہوا ہو تو اس کا عقیقہ ضروری نہیں ۶۲۵
- عرس رسول ﷺ پر عقیقہ کا جانور ذبح کرنا ۶۲۵
- عقیقہ کے گوشت کا حکم ۶۲۵
- عقیقہ کا گوشت دائی کو دینا ضروری نہیں، اور کافر کو دینا جائز ہے ۶۲۶
- عقیقہ کے چمڑے اور سری پائے کا حکم ۶۲۶

آگاہی

اس جلد میں جن کتابوں کے حوالے بار بار آئے ہیں وہ درج ذیل کتب خانوں کی مطبوعات ہیں

اسمائے کتب	مطبوعہ
صحاح ستہ	مکتبہ بلال دیوبند
موطین	مکتبہ بلال دیوبند
شرح معانی الآثار	مکتبہ بلال دیوبند
مشکوٰۃ شریف	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
ہدایہ	الامین کتابستان دیوبند
فتاوی شامی	دارالکتاب دیوبند
فتاوی ہندیہ	دارالکتاب دیوبند
بدائع الصنائع	دارالکتاب دیوبند
شرح وقایہ	دارالکتاب دیوبند
حلبی کبیری	دارالکتاب دیوبند
طحطاوی علی مراقی الفلاح	دارالکتاب دیوبند
البحرالرائق	زکریا بک ڈپو دیوبند

باب القرض

قرض کا بیان

قرض حسنہ کی تعریف اور نالش کر کے اس کو وصول کرنا

سوال: (۱)......(الف) قرض حسنہ کس کو کہتے ہیں؟

(ب) کیا قرض حسنہ کا دینے والا مقروض سے واپسیٔ زر قرض حسنہ کا تقاضا کرسکتا ہے یا نالش (دعوی، مقدمہ) کر کے وصول کرسکتا ہے؟

(ج) اگر تقاضا یا نالش سے قرض حسنہ وصول کرلیا جائے تو کیا دینے والا بدستور ثواب کا مستحق رہے گا؟ (۱۴۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف-تا-ج) ہر ایک قرض جو بدون کسی معاوضہ کے اور بدون سود لینے کے کسی کو دیا جائے وہ قرض حسنہ ہے، اور قرض دینے والا جس وقت اس کو ضرورت ہو، تقاضا قرض کے ادا کرنے کا مقروض پر کرسکتا ہے، اور اگر مقروض قرض کے دینے میں باوجود قدرت کے لیت ولعل کرے اور ٹلاوے تو قرض دینے والا نالش کر کے بھی اپنا قرض وصول کرسکتا ہے، اور یہ تقاضا اور نالش کرنا اس کو قرض حسنہ ہونے سے نہیں نکالتا، اور ثواب نیت پر ہے جب کہ نیت قرض دینے والے کی اعانت وامداد مقروض تھی تو ثواب اس کو حاصل ہوگیا۔ فقط

سوال: (۲) قرض حسنہ کی شرعی تعریف کیا ہے؟ (۲۰۴۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قرض کی تعریف فقہاء نے یہ فرمائی ہے: هو......عقد مخصوص أي بلفظ القرض

ونحوه یرد علی دفع مال مثلی إلخ لآخر لیرد مثله إلخ (۱) درمختار اور شامی میں ہے کہ لفظ دین سے عقد قرض منعقد ہو جاتا ہے۔

قرض حسنہ کونسی چیزوں میں درست ہے؟ اور قرض میں مدت معین ہوتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۳) مثلاً قرض حسنہ نقد روپیہ کا ہو تو اس کے لینے دینے کی کیا صورت ہے؟ قرض حسنہ دیگر اشیاء سے ہو تو اس کے لینے دینے کی کیا شکل؟ شرعاً قرض حسنہ میں رسید یا تحریری خط کا ہونا لازمی ہے یا نہیں؟ قرض حسنہ میں مدت معین ہوتی ہے یا نہیں؟ اور مدت مقررہ سے قبل مطالبہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر قرض دار قرض لے کر ادا نہ کرے تو بذریعہ سرکار برطانیہ کے وصول ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۹۳۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قرض مثلیات میں ہو سکتا ہے غیر مثلیات میں نہیں یعنی دراہم، دنانیر ومکیل وموزون وغیرہ میں صحیح ہے اور قرض میں مدت معین نہیں ہوتی، اس سے پہلے بھی مطالبہ قرض کا کر سکتا ہے، رسید یا تحریر ہونا ضروری نہیں ہے، اگر لکھا لیا جائے بغرض استحکام کے تو کچھ حرج نہیں ہے اور جب کہ قرض لینے والا ویسے ادا نہ کرے تو بذریعہ حکام کے وصول کیا جا سکتا ہے هذا كله من الدر المختار (۲) فقط

قرض حسنہ میں اجل لازم نہیں ہوتی

سوال: (۴) یہاں کی مسجد کو کچھ زمین خریدنے کی ضرورت تھی تو چار مسلمانوں نے روپیہ قرض حسنہ کا دیدیا کہ بعد منہائے خرچ مسجد کی آمدنی میں سے حصہ رسدی قرض حسنہ ادا ہوتا رہے گا، دو سال ہو گئے فاضل روپیہ نہیں بچا، اب ایک شخص نے نالش کردی ہے، اب اس کو زبردستی قرض حسنہ لینے کا اختیار ہے یا نہیں؟ (۱۲۳۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) یعنی قرض: کسی کو ایسا مال دینا جو مثلی ہو؛ تا کہ وہ اس کا مانند واپس کرے۔ الدر المختار مع رد المحتار ۷/۲۹۳ كتاب البيوع ، باب المرابحة والتولية ، فصل في القرض.

(۲) فيصح استقراض الدراهم والدنانير وكذا كل مايكال أو يوزن أو يعدّ متقاربًا (الدر مع الرد ۷/۲۹۴ كتاب البيوع – باب المرابحة والتولية ، فصل في القرض)

الجواب: قرض حسنہ میں اجل لازم نہیں ہوتی، قرض دینے والے کو ہر وقت اختیار مطالبہ کا ہے، پس اگر مہتمم مسجد نے مسجد کے کاموں کے لیے کسی سے قرض لیا (تو) مہتمم سے مطالبہ ادائے قرض کا ہر وقت ہوسکتا ہے۔ فقط

سوال: (۵) قرض حسنہ آخرت میں جزائے خیر ملنے کی امید پر دیا جاتا ہے کیا وہ مقروض سے کسی وقت طلب بھی کیا جاسکتا ہے؟ اور کیا اس صورت میں قرض دینے والوں کو آخرت میں اجر مل سکتا ہے؟ اور کیا اس کی نالش عدالت میں ہوسکتی ہے؟ (۲۰۴۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: قرض حسنہ دینے میں ثواب ہے اور مطالبہ اس کا ہر وقت ہوسکتا ہے اور جب کہ مقروض باوجود (ادا کرنے پر قادر) ہونے کے نہ دیوے اور ٹلاوے تو اس کی نالش بھی ہوسکتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے: مطل الغنی ظلم الحدیث (۱)

قرض حسنہ میں کیا بات ملحوظ رکھنی چاہیے؟ جس سے باہم رنجش نہ ہو

سوال: (۶) قرض حسنہ لینے دینے میں کیا بات ملحوظ رکھنی چاہیے، جس سے باہم رنجش نہ ہو؟ (۸۴/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: قرض جتنے روز کے وعدے پر لیا جائے اس کو پورا کیا جائے، قدرت کے باوجود کسی کا قرض ادا نہ کرنا ظلم ہے۔ قال علیہ الصلوٰۃ والسّلام: مطل الغني ظلم (۲) اور بلا شرط اگر بہ وقت ادائے قرض کچھ زیادہ رقم تبرعًا دیدے، تو یہ درست ہے (۳)

---

(۱) عن معمر عن همام بن منبّه أخي وهب بن منبّه أنه سمع أباهريرة رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : مَطلُ الغنيّ ظُلمٌ (صحيح البخاري ۱/۳۲۳ كتاب في الاستقراض و أداء الديون والحجر و التفليس ، باب: مطل الغني ظلم)

(۲) حوالۂ سابقہ۔

(۳) یعنی قرض لینے والا بغیر شرط کے اپنی مرضی سے زیادہ دے تو وہ سود نہیں ہے، جیسا کہ آگے سوال (۲۰) کے جواب میں آرہا ہے۔ عن جابر بن عبدالله رضى الله عنه قال: أتيتُ النّبى صلّى الله عليه وسلّم وهو في المسجد قال مِسْعَرٌ: أُراه، قال: ضحًى . فقال: صلِّ ركعتين، وكان لي عليه دَين فقضاني، وزادني (صحيح البخاري ۱/۳۲۲ كتاب في الاستقراض و أداء الديون والحجر والتفليس، باب: حُسن القضاءِ)

جو مقروض سود ادا کرتا ہے اس کی امداد کرنا

سوال: (۷) ایک شخص مقروض ہے اور سود ادا کرتا ہے، اگر مسلمان اس کی امداد کر کے سود سے رہائی دلا دیں تو ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہاں سے کیا اجر ملے گا؟ اور وہ لوگ کس اجر کے مستحق ہوں گے؟ (۱۴۵۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس میں ان لوگوں کو بہت بڑا اجر وثواب ہے، جو اس مدیون کے دین کے ادا کرنے میں امداد کریں اور اس کو اس بارِ دین سے اور سود سے خلاصی دلوائیں، احادیث میں کسی مدیون کے دین کے ادا کرنے کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے (۱) مسلمانوں کو اس بیچارہ کی اعانت کرنا اور امداد دینا بہت ضروری ہے۔

حرام آمدنی سے قرض ادا کرنا

سوال: (۸) زید کے ذمے سو روپیہ قرض ہے، اس نے رنڈی سے نکاح کیا، اس کے پاس تین سو روپیہ حرام آمدنی کا جمع ہے، زید اس سے اپنا قرض ادا کرتا ہے اور مابقیہ اپنے خرچ میں لاتا ہے، یہ جائز اور حلال ہے یا نہیں؟ (۲۳۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: صورتِ مذکورہ میں حرام آمدنی سے قرض ادا کرنا اور اس میں تصرف کرنا حرام ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ مالکوں کو یا ان کے وارثوں کو واپس کیا جائے اور اگر یہ متعذر ہو تو فقراء پر صدقہ کیا جائے **كذا في الدر المختار والشامي** (۲)

---

(۱) عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال:...... ليس من عبد مسلم يقضي عن أخيه دينه إلا فك الله رهانه يوم القيامة ، رواه في شرح السنة (مشكاة المصابيح ص: ۳۵۳ كتاب البيوع ، باب الإفلاس والإنظار)

(۲) درمختار میں ہے: وفي حظر الأشباه : الحرمة تتعدى مع العلم بها اهـ وفي الشامي : لو رأى المكاس مثلاً يأخذ من أحد شيئا من المكس، ثم يعطيه آخر، ثم يأخذ من ذلك الآخر آخر فهو حرام (الدرالمختار و ردالمحتار ۷/۲۲۲-۲۲۳ كتاب البيوع ، مطلب: الحرمة تتعدى)

کسی سے حرام مال قرض لے کر تجارت کی اوراس میں نفع ہوا تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۹) اگر زید ایسے شخص سے کچھ روپیہ قرض لے جس کا مال شرعًا حرام ہے، مثلاً سود یا وکالت کی آمدنی ہو اور اس روپیہ سے تجارت کرے یا اس روپیہ سے کوئی صنعت سیکھے، تو زید کو جو اس تجارت وصنعت سے مال حاصل ہو وہ حلال ہے یا نہیں؟ یا زید ایسے شخص سے قرض لے کہ جس میں چند شریک ہیں اوران میں ایک یتیم نابالغ بھی ہے اور وہ شخص مذکور بلا اجازت شرکاء کے قرض دیدے، مگر وہ شرکاء ایسے ہیں کہ اگر ان سے پوچھا جائے تو وہ اجازت دیدیں تو اس سے جو زید روپیہ حاصل کرے گا وہ جائز ہوگا یا نہیں؟ اور اگر شخص مذکور زید کو روپیہ ہدیۃً دیدے اور زید اس سے روپیہ حاصل کرے تو وہ جائز ہوگا یا نہیں؟ (۱۱۹۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: مذکورہ سوال کی صورتوں میں زید کے لیے وہ آمدنی اور نفع جو روپیہ مذکورہ کے ذریعہ سے تجارت میں حاصل ہو حلال ہے۔

حرام مال سے قرض لینا یا قرض وصول کرنا

سوال: (۱۰) ناجائز رقم میں سے قرض لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور مقروض سے ناجائز رقم اپنے قرض میں لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۸۰/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر وہ رقم مغصوبہ یا امانت میں سے نہیں ہے تو قرض لینا درست ہے، علی ہذا مستقرض اپنے قرض کی ادائیگی میں جو رقم مقرض کو دے گا مقرض کو لینا درست ہے، بشرطیکہ مقرض کو یہ معلوم نہ ہو کہ کس مال سے قرض ادا کیا ہے، اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مال مغصوبہ یا امانت میں سے یہ ادا کر رہا ہے تو پھر قرض دہندہ کے حق میں وہ حلال نہیں۔ فقط

غیر مسلم سے خنزیر کی قیمت اپنے قرض میں وصول کرنا

سوال: (۱۱) مسلم کو غیر مسلم قرض دار سے اپنا قرض قیمت خنزیر سے وصول کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۱۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: کافر کی بیع وشراء خمر وخنزیر میں درست ہے، لہٰذا مسلم کو غیر مسلم سے قیمت خنزیر کی اپنے قرض میں لینا درست ہے، درمختار میں ہے: **والذمي كالمسلم في بيع .... غير الخمر والخنزير إلخ (۱)**

ہندو کے قرض میں افیون دینا

سوال: (۱۲) مسلمان کے پاس اگر افیون ہوتو ہندو کو قرضہ میں دے کر بری ہو جاوے گا یا نہیں؟ اور سود ورشوت بھی دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۷۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر کچھ پاس نہ ہوتو ہندو کے قرض میں افیون ہی دیدے قرضہ ادا ہو جاوے گا، اور سود اور رشوت دینا درست نہیں ہے۔

کسی سے قرض کے طور پر چاول لینا درست ہے

سوال: (۱۳) کسی نے ایک سیر چاول اس شرط پر لیا کہ کل ایک سیر چاول دیدوں گا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے، تو ایک جنس کی اشیاء میں جو یداً بیدٍ کی قید ہے، اس کا کیا مطلب ہے؟

(۱۱۷۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ جائز ہے، کیوں کہ یہ قرض ہے بیع نہیں ہے، البتہ اگر بیع ہوتو ایک جنس میں مثلاً بمثل یداً بیدٍ ہونی چاہیے۔

قرض دے کر اس پر کچھ نفع لینا درست نہیں

سوال: (۱۴)......(الف) دکان داروں کو اور کاشت کاروں وغیرہ کو بلاتعین منافع تجارت کے واسطے روپیہ قرض دینا اس طرح پر کہ اس روپیہ سے وہ جو مال مناسب سمجھیں یا جس نفع بخش جائز کاروبار میں چاہیں لگائیں اور منافع میں سے جو چاہیں بلا حساب روپیہ والے کو دیں، اور اگر ٹوٹا ہوتو بھی روپیہ والا دینے کو تیار اور کل یا جزو رقم کا ہر روز یا ہفتہ وار یا ماہوار وغیرہ باقساط یا یکمشت مالک کو واپس کیا جائے۔

---

(۱) الدرمع الشامي ۳۷۱/۷ كتاب البيوع، باب المتفرقات، مطلب في التداوي بالمحرم.

(ب) کوئی جنس گھی یا تیل یا غلہ وغیرہ کسی شخص کو نرخ مقرر کر کے طے شدہ قیمت پر اس شرط سے دینا کہ بعد کسی مدت معینہ کے وہی جنس کم یا زیادہ نرخ سے مالک کو واپس کردی جائے یہ دونوں صورتیں جائز ہیں یا نہیں؟ (۴۲/۷۷۲-۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) قرض دے کر اس پر کچھ نفع لینا درست نہیں ہے جیسا کہ وارد ہے: کل قرض جرَّ نفعًا فھو ربا (۱) پس یہ صورت درست نہیں ہے۔ جواز کی صورت یہ ہے کہ مضاربت کے طور سے روپیہ دیوے اور نفع میں آدھا یا تہائی اپنا مقرر کرے، بلاتشخیص نفع مضاربت جائز نہیں ہے، اور مضارب کے پاس جو روپیہ مال والے کا ہوتا ہے وہ امانت ہوتا ہے قرض نہیں ہوتا، الغرض مضاربت کے قواعد اور شرائط معلوم کر لینے چاہئیں (۲)

(ب) دوسری صورت بھی جو سوال میں مذکور ہے درست نہیں ہے، اگر گھی قرض دیوے تو جتنا گھی دیوے اسی قدر لیوے، اور اگر وہ گھی فروخت کیا ہے تو اس کی قیمت لیوے، قیمت لینے کے وقت یہ اختیار ہے کہ اس قیمت کے بدلے جس نرخ پر وہ دیوے گھی لے لیویں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۵)...... (الف) سو روپیہ اس شرط پر قرض دینا کہ ایک سال کے بعد ۹۵ روپیہ اور پانچ روپیہ کے عوض ۱۲ سیر گھی دینا ہوگا یہ درست ہے یا نہیں؟

(ب) فاروق نے عمران کو سو روپیہ بوعدہ ایک سال اس شرط پر دیا کہ ہر ماہ میں ایک من چاول ادا کرنا ہوگا یہ درست ہے یا نہ؟ (۹۸۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) قرض میں یہ شرط ناجائز اور باطل ہے سو روپیہ کے عوض سو روپیہ ہی لازم ہوں گے۔

---

(۱) عن عُمارة الهمداني: سمعتُ عليّا رضي الله عنه يقول: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: "كل قرضٍ جرّ منفعة فهو ربا" (للحارث) المطالب العالية بزوائد المسانيد الثمانية ۱/۴۱۱ حديث: ۱۳۷۳. وفيه سوار بن مصعب متروك الحديث، ضعفه البوصيري، وقال: له شاهد من حديث نضلة بن عبيد، رواه الحاكم وعنه البيهقي (من هامش المطالب العالية) وفي فتح القدير ۳۵۵/۶ كتاب الحوالة، عند قول صاحب الهداية: ويكره السفاتج. وعن الحكم عن إبراهيم قال: كل قرض جرّ منفعة فهو ربا (مصنف ابن أبي شيبة ۴/۳۳۳ كتاب البيوع والأقضية، باب من كره كل قرض جرّ منفعة، المطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت، لبنان)

(۲) دیکھئے فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۳/ ۹۷-۹۹ اوائل کتاب المضاربت۔

(ب) یہ معاملہ بھی ناجائز ہے۔

قرض دے کر اس پر کسی قسم کا نفع لینا سود ہے

سوال: (۱۶)......(الف) ایک شخص سلائی کا کارخانہ چلانا چاہتا ہے، اور وہ دوسرے شخص سے مبلغ دوصد روپیہ مشین وغیرہ دیگر ضروریات کے لیے قرض لیتا ہے، اس شرط پر کہ میں آمدنی سے چھٹا حصہ بطور منافع آپ کو دیتا رہوں گا، یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اگر قرض دہندہ بجائے چھٹے حصے کے بطور کرایہ مشین پانچ روپیہ ماہوار مقرر کرنا چاہے تو یہ صورت بھی جائز ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۸۸۳ھ)

الجواب: (الف، ب) قرض دینے کی حالت میں قرض دینے والے کو کسی قسم کا نفع روپیہ کا لینا خواہ کرایہ کے نام سے یا ویسے یہ سب ناجائز اور ربا ہے۔ **لحدیث کل قرض جر نفعًا فهو ربا** (۱) البتہ اگر بطریق مضاربت کسی شخص سے روپیہ لیوے، اور یہ مقرر کرے کہ میں اس روپیہ سے تجارت کروں گا اور جو کچھ نفع ہوگا اس میں نصف یا ثلث یا سدس مثلاً تیرا ہوگا اور باقی میرا، اور اگر نقصان ہو تو وہ نقصان تمام روپیہ والے کے ذمے پڑے گا، تو اس طرح معاملہ کرنا درست ہے اور اس کا نام شریعت میں مضاربت ہے کہ ایک کا روپیہ اور دوسرے کی محنت اور نفع میں حسب حصص مقررہ دونوں شریک ہوں (۲) فقط

سوال: (۱۷) زید نے بکر سے دوصد روپیہ قرض لے کر مثلاً دس بیگھہ آراضی بکر کے سپرد کردی کہ بکر اس کی آمدنی اپنے صرف میں لائے، جب زید روپیہ مذکورہ بکر کو واپس دے گا، اس وقت بکر زید کی زمین چھوڑ دے گا، یہ معاملہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۲/۲۰۳۰ھ)

الجواب: یہ معاملہ شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ بکر نے زید کو قرض دے کر اس کی زمین سے نفع اٹھانا مشروط کیا ہے، اور حدیث شریف میں ہے: **کل قرض جر نفعًا فهو ربا (الحدیث)** (۳)

---

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) دیکھئے فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۳/ ۹۷-۹۹، اوائل کتاب المضاربت۔

(۳) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

تاجر کو روپیہ قرض دے کر اس سے بلا قیمت کپڑا لینا درست نہیں

سوال: (۱۸) ایک شخص نے کسی کو تجارت کے لیے کچھ روپیہ قرض دیا اور وہ کپڑا خرید کر لایا تو اس میں سے کبھی کبھی روپیہ دینے والے نے کچھ کپڑا لیا اور قیمت نہیں دی یہ کیسا ہے؟ (۸۸۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **كل قرض جر نفعًا فهو ربا أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم** (۱) پس قرض کی وجہ سے مقروض سے بلا قیمت کپڑا لینا درست نہیں ہے سود میں داخل ہے۔

بلا شرط اور بلا تعیین قرض دار کچھ روپیہ بطور شکریہ دے، تو لینا جائز ہے

سوال: (۱۹) زید لوگوں کو اکثر قرض حسنہ دیتا رہتا ہے، اس کے پاس اکثر قرض دار ایسے بھی آتے ہیں جو روپیہ لے کر بطور پھیری کے تجارت کرتے ہیں، ایک دو پھیروں کے بعد بطور شکریہ کے زید کو کچھ پیش کر دیتے ہیں تو زید کے لیے یہ روپیہ شکریہ کا درست ہے یا نہیں؟ (۱۶۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بلا شرط اور بلا تعیین بطور تبرع واحسان کچھ زیادہ دینا قرض دینے والوں کو اچھا اور جائز ہے۔ حدیث شریف میں ایسا وارد ہوا ہے (۲) حق تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾ (سورۂ رحمٰن، آیت: ۶۰) فقط

قرض دار کا خوشی سے اصل رقم سے کچھ زیادہ دینا درست ہے

سوال: (۲۰) اگر ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو بغرض تجارت یا برائے اخراجات خانگی کسی فائدہ کی امید پر بلا تعیین مقدارِ نفع کچھ رقم بہ تقرر مدت قرض دے، اور مقروض بہ وقت ادائے قرض اپنی خوشی سے دائن کو اس کی اصل رقم سے کچھ زیادہ دیدے، تو جائز ہے یا نہیں؟ روپیہ بغرض تجارت قرض دے یا اخراجات خانگی کے لیے دے، دونوں صورتوں میں زیادہ دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر مسلم وغیر مسلم میں یہ معاملہ ہو تو کیا حکم ہے؟ (۳۵۶/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۶) کے جواب میں آچکی ہے۔

الجواب: اس طرح بلاشرط زیادہ دینے کو فقہاء نے جائز لکھا ہے (۱) لہٰذا دونوں صورتوں میں زیادتی درست ہے، اور مسلم اور غیر مسلم میں اگر معاملہ ہو تب بھی بلاشرط بعد میں زیادہ دینا اور لینا درست ہے۔ فقط

سوال: (۲۱) زید نے عمرو سے کچھ قرض لیا، اور لیتے وقت کچھ منافع یا سود کی کوئی شرط نہ لگائی، اگر ادا کرنے کے وقت کچھ زیادہ دیدے تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۴۸۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر قرض لینے کے وقت سود یا منافع دینے کی کچھ شرط قرار نہ پاوے تو پھر ادائے قرض کے وقت کچھ زیادہ دے دینا جائز ہے، اور حدیث سے ثابت ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۲) اگر کسی ہندو سے کچھ روپیہ بلا معاہدہ سود کے قرض لیا جائے، اور بہ وقت ادائیگی علاوہ زر اصل کے کچھ روپیہ بطور معاوضہ یا بہ رغبت خود بطور احسان اس کو دیدیا جائے، تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بلا معاہدہ اور شرط سود کے اگر قرض لیا جائے اور پھر بوقت ادائیگی کے کچھ زیادہ بطور تبرع و احسان کے دے دیا جائے، تو یہ جائز ہے، بلکہ اچھا ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: إن خيارکم أحسنکم قضاءً (۳) فقط

---

(۱) قال الكرخي : هذا إذا كانت المنفعة مشروطة في العقد بأن أقرض غلة ليرد عليه صحاحًا أو ما أشبه ذلك ، فإن لم تكن المنفعة مشروطة في العقد ، فأعطاه المستقرض أجود مما عليه فلا بأس به (الفتاوى الهندية ۳/۲۰۲ كتاب البيوع ، الباب التاسع عشر في القرض والاستقراض الخ)

من استقرض شيئًا، فرد أحسن أو أكثر منه من غير شرطه، كان محسنًا و يحل ذلك للمقرض وقال النوويؒ : يجوز للمقرض أخذ الزيادة ، سواء زاد في الصفة أوفي العدد ؛ ومذهب مالكؒ أن الزيادة في العدد منهي عنها. وحجة أصحابنا قوله صلّى اللّٰه عليه وسلّم: فإن خير الناس أحسنهم قضاء ، وفي الحديث دليل على أن رد الأجود في القرض أوالدين من السنة و مكارم الأخلاق وليس هو من قرض جرّ منفعة ، لأن المنهى عنه ما كان مشروطا في عقد القرض (مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۶/۹۹ كتاب البيوع ، باب الإفلاس والإنظار ، الفصل الأول)

(۲) یہ حدیث ابھی سوال (۲۲) کے جواب میں آرہی ہے۔

(۳) عن أبي هريرة رضى اللّٰه عنه قال : كان لرجل على النّبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم سنّ من الإبل فجاء ه يتقاضاه فقال: أعطوه......قال النّبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم: إن خياركم أحسنكم قضاءً (صحيح البخاري ۱/۳۲۲ كتاب في الاستقراض و أداء الديون والحجر والتفليس، باب: حُسن القضاءِ)

قرض خواہ کے ڈر سے جماعت میں شریک نہ ہونا

سوال: (۲۳) ایک شخص پر قرضہ کی ڈگری ہے جس کی وجہ سے مسجد میں جانا اور شرکت جماعت متروک ہے اور نیت ادائیگیٔ قرضہ کی نہیں رکھتا ایسے شخص کی نسبت کیا حکم ہے؟ (۱۵۷۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ترک جماعت سے بلا عذر فاسق ہوجاتا ہے اور قرض خواہ کا خوف اس وقت عذر ہے کہ مفلس ہو قوله: أومن غريم أى إذا كان معسرًا (۱)

قرض خواہ کا مقروض کے گھر کھانا، پینا اور آرام کرنا

سوال: (۲۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اہل سنت و جماعت اس مسئلہ میں کہ کسی مسلمان کا مسلمان کے ذمے تجارت کے متعلق روپیہ باقی ہو، یعنی اس سے سلسلہ تجارت کا ہو اور تجارت کے سبب سے قرض ہو، اور وہ حالت مسافرت میں ہو، اور اس حالت میں مقروض کے پاس واسطے تقاضا کے جائے، تو ایسی حالت میں مقروض کے گھر کھانا پینا، آرام کرنا شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ مطلع فرمائیں۔ (۲۶۰۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: چونکہ یہ کھانا اور پینا اور ٹھہرنا عادۃً تجارت میں داخل ہے، اس لیے یہ جائز ہے، اور بظاہر یہ اس میں داخل نہیں ہے جس کی ممانعت حدیث میں وارد ہے کہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے کو مثلاً قرض روپیہ دیوے، تو اس کا ہدیہ قبول نہ کرے (۲) فقط واللہ اعلم

باقی احتیاط اس میں ہے کہ اس کے گھر کا کھانا نہ کھائے، اور وہاں قیام نہ کرے یعنی اگر اس میں

---

(۱) ردالمحتار ۲/۲۵۰ كتاب الصلاة، باب الإمامة.

(۲) عن أنس رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إذا أقرض أحدكم قرضًا، فأهدى إليه أو حمله على الدابة فلا يركبه ولايقبلها إلا أن يكون جرى بينه وبينه قبل ذلك. رواه ابن ماجة والبيهقي في شعب الإيمان.

وعنه رضى الله عنه عن النّبى صلّى الله عليه وسلّم قال: إذا أقرض الرجل الرجلَ فلا يأخذ هدية. رواه البخاري في تاريخه هكذا في المنتقٰى (مشكاة المصابيح ص: ۲۴۶ كتاب البيوع، باب الربا — الفصل الثالث)

کچھ حرج نہ ہو، اور احتیاط کر سکے تو بہتر ہے، ورنہ وہاں قیام کرنا اور کھانا کھانا جائز اور درست ہے۔
فقط واللہ تعالیٰ اعلم

لوگوں سے رقم لے کر کسی کو قرض دینا اور اس پر نفع لینا درست نہیں

سوال: (۲۵) زید عمر کے پاس گیا اور کہا کہ مجھ کو مثلاً چھ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے، آپ مجھ کو کسی دوسرے شخص سے اپنی ضمانت پر چار ماہ کے واسطے لے کر دیجیے، میں آپ کو اس کے عوض مبلغ پانچ سو روپیہ بطور حق الامداد کے دوں گا، عمر نے چھ ہزار روپیہ اور لوگوں سے بطور قرضہ کے لیا، اور زید کو چار ماہ کے واسطے دیدیا، اور زید نے مبلغ موعودہ عمر کو دیدیا، اب سوال یہ ہے کہ یہ مبلغ پانچ سو روپیہ جو عمر نے لیے سود اور ربا ہوا یا نہیں؟ (۱۰۸۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: آخر سوال میں تصریح ہے کہ عمر نے چھ ہزار روپیہ اور لوگوں سے بطور قرض کے لیا اور زید کو چار ماہ کے واسطے دیدیا، تو اس سے ظاہر ہوا کہ زید کو عمر نے ہی قرض دیا ہے، لہٰذا زیادتی مشروط اس کے حق میں حرام ہوگئی، بحکم كل قرض جر نفعًا فهو ربًا (۱) في الدر المختار: عن الخلاصة: القرض بالشرط حرام والشرط لغو إلخ وفي الأشباه: كل قرض جر نفعًا حرام إلخ (۲)

غریب کاشتکاروں کو قرض دے کر ان سے کام لینا اچھا نہیں

سوال: (۲۶) کاشتکار غرباء کو قرض دے کر ان سے کام لیتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟
(۱۷۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قرض کے دباؤ سے ان سے کام لینا اچھا نہیں ہے۔ كما ورد: كل قرض جر نفعا فهو ربا (۳) اگرچہ یہ خدمت بدنی لینا ربا نہیں ہے، مگر احتراز اس سے اولیٰ ہے۔

---

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔
(۲) الدر المختار مع الشامي ۷/۲۹۸ كتاب البيوع، باب المرابحة والتولية، فصل في القرض، مطلب في شراء المستقرض القرض من المقرض.
(۳) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مقروض وقت پر قرضہ ادا نہ کرے تو مزید لینا جائز نہیں

سوال: (۲۷) عمر نے زید تاجر سے پچاس روپیہ کا کپڑا خریدا، اور قیمت کی ادائیگی کے لیے ایک ماہ کا وعدہ کیا، لیکن تقریبًا دو سال تک روپیہ ادا نہ کیا، جس سے زید کا صریح نقصان متصور ہے، ایسی صورت میں عمر سے سود یا منافعہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۲۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کو زیادہ پچاس روپیہ سے لینا عمر سے درست نہیں ہے۔

چندہ جمع کر کے ایک مد برائے اعانت غرباء قائم کرنا

سوال: (۲۸) اس اطراف میں ربا کا رواج بکثرت ہے، قرض حسنہ ملتا ہی نہیں، اور اگر کوئی دیدیتا ہے تو اس کا روپیہ بہ مشکل ادا ہوتا ہے، اس لیے بندہ نے اپنے دل میں ایک منصوبہ سوچا ہے، اور وہ یہ کہ گاؤں کے مسلمانوں سے بلا جبر کچھ ماہواری چندہ جمع کر کے ایک مد برائے اعانتِ غرباء قائم کروں، اور چندہ دہندگان میں سے چند معتمدین کو لے کر ایک کمیٹی بھی قائم کروں، جب چندہ سے ایک معتد بہ رقم جمع ہوجائے گی، اس وقت قرض خواہ (یعنی قرض طلب کرنے والے) کو جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے اتنے روپیہ میں اس سے کچھ زمین زرعی خرید کر قبضہ کرلیں گے، پھر دوسرے جلسہ میں بائع کو کہہ دیا جائے گا کہ ہم اس زمین کو بعد اتنی مدت کے بیچ ڈالیں گے، اگر تم خریدو گے تو تم سے خرید کردہ قیمت ہی پر بیع کریں گے، اور اس وعدہ کے لیے ایک وثیقہ بھی کمیٹی کی طرف سے اس کو دیا جائے گا، اس کے بعد اس زمین کو اسی شخص کو بٹائی پر دی جائے گی، بٹائی سے جو منافعہ حاصل ہوگا وہ مد میں داخل کیا جائے گا، جب مدت معینہ کے بعد بائع اس زمین کو ہم سے خرید لے گا، اس وقت ہم بطور تبرع اس کو منافع مذکورہ سے بعد وضع اخراجات ربع یا نصف جیسا کمیٹی مناسب سمجھے دیا کریں گے، اور اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ ہمارا مد بھی بڑھتا رہے گا اور صاحب ضرورت کا سہ چند نفع ہوگا، ایک بوقت ضرورت روپیہ ملا۔ دوسرا سود دہی سے بچا، تیسرا تبرعًا بھی کچھ مل گیا، اس بارے میں حضور والا کی کیا رائے ہے؟

(۶۸۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ صورت اگر اسی طرح سے موجود رہی تو جائز ہے، اور بیع الوفاء کے جو عدم جواز کی

صورت ہے(۱) بسبب شرط واپسی کے وہ بھی اس میں نہیں ہے، اور اگر کچھ شبہ ہے تو وہ بہ ضرورت مذکورہ متحمل ہوسکتا ہے۔ فقط

سرکار کو سود پر قرضہ دینا

سوال: (۲۹) سرکار عالی نے قرضہ کا اعلان کیا ہے، جس کا سود فیصدی چھ روپیہ سالانہ دیا جاوے گا، اہل اسلام میں یہ شبہات ہورہے ہیں کہ ایسا سود لینا جائز ہوگا کہ نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو پھر کوئی اہل اسلام اس قرض میں نہیں شریک ہوسکیں گے، شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۶۰۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: سود کا لینا اور دینا تو بے شک حرام ہے اس کے جواز کی تو کوئی صورت شرعًا نہیں ہوسکتی، باقی قرضہ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے، غایت یہ کہ بوقت واپسی کے سود نہ لیا جاوے یا لیوے تو مساکین کو دیدے۔ فقط

کفیل نے مع سود قرضہ ادا کیا ہو تو اس کو مکفول عنہ سے وصول کرسکتا ہے

سوال: (۳۰) ایک ہندو کا ایک مسلمان پر قرض سودی تھا، اس کا اور ایک مسلمان کفیل بالامر ہوا، اور اس ہندو کا قرضہ مع سود اَدا کیا، اب اس کفیل مسلم کو یہ حق ہے کہ وہ قرضہ بمعہ سود مکفول عنہ سے وصول کرے یا نہیں؟ (۹۳۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ کفیل بالامر نے قرضہ مع سود کے ادا کیا، تو اس کو مکفول عنہ سے لے سکتا ہے، جیسا کہ عموم روایت درمختار: **و لو كفل بأمره إلخ رجع عليه بما أدى إن أدى بما ضمن إلخ (۲) (درمختار)** سے ظاہر ہے۔ **و أيضًا فيه: متى أدى بكفالة فاسدة رجع كصحيحه. جامع الفصولين** (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) بیع الوفاء کی تعریف اور اس کے حکم کی تفصیل کے لیے دیکھیں: فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۴/۳۲۳۔

(۲) الدر المختار مع الشامي ۷/۴۶۷-۴۶۸ كتاب الكفالة ، مطلب في ضمان المهر .

وقت مقررہ پر قرضہ ادا نہ کرنے کی صورت میں دس روپے ماہوار تاوان وصول کرنا

سوال: (۳۱) زید نے بکر کو ایک ہزار روپیہ قرض دیا اس معاہدہ پر کہ اگر بکر وقت معینہ پر روپیہ ادا نہ کرے، تو بکر اس کو دس روپیہ ماہوار تاوان کے ادا کرے گا، کیا اس قسم کا معاہدہ درست ہے؟

(۳۵۵۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر بکر بوجہ مجبوری وقت معینہ پر زید کا روپیہ ادا نہ کرے، تو بکر کو دس روپیہ ماہوار علاوہ اصل رقم کے زید کو ادا کرنا سود ہے، اور بکر کے ذمے اس کا ادا کرنا لازم نہیں ہے، اور نہ زید کو اس کا لینا جائز ہے، اگر بکر دس روپیہ ماہوار زید کو ادا کرے تو وہ اصل رقم میں مجرا ہونا چاہیے، لیکن اگر بکر زید کا روپیہ ادا نہ کرے اور زید کو نالش کرنا پڑے، تو خرچہ نالش کا بکر سے لینا جائز ہے، علاوہ خرچہ کے زیادہ وصول کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

قرض ادا کرنے تک زمین کی چوتھائی آمدنی قرض خواہ کو دینا

سوال: (۳۲) زید نے ایک قطعہ زمین چار سو روپیہ میں لیا اور اپنے نام داخل خارج کرالیا، اس نے بکر سے ایک سو روپیہ لے کر یہ چار سو ادا کیا، اور اس سے یہ وعدہ کیا گیا کہ جب تک زمین کا روپیہ ادا نہ کروں اس وقت تک اس کا منافعہ چوتھائی حصہ آپ کو دیتا رہوں گا، اور بعد میں تم کو اس زمین سے کچھ علاقہ نہیں اس میں دینے والے اور لینے والے کے لیے کیا حکم ہے؟ (۳۱۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ بکر سے جو ایک صد روپیہ زید نے لیا وہ قرض لیا ہے، پس بکر کو درست نہیں ہے کہ اس قرض پر کچھ نفع حاصل کرے، بکر کو اس زمین کا چوتھائی نفع مشروط لینا حرام ہے اور سود ہے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے: **كل قرض جر نفعًا فهو ربا، أو كما قال النبي صلّى الله عليه وسلّم** (۱)

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

مقروض معین جگہ میں قرض ادا نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۳) اگر مدیون سے بوقت دین یہ شرط قرار دی جائے کہ روپیہ مقروضہ اسی جگہ آ کر ادا کیا جائے، اور اس نے وعدہ بخوشی کر لیا اور کہہ دیا کہ اگر میں اس جگہ آ کر قرض ادا نہ کروں تو جو کچھ دائن کو ہرجہ دکان اور صرفہ کرایہ سواری وغیرہ کی زیر باری قرضہ وصول کرنے میں ہو، وہ بھی میں مدیون ادا کروں گا، اب صورت مذکورہ میں دائن کو مدیون سے ہرجہ دکان اور کرایہ سواری وغیرہ کا وصول کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۸۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دائن کو ہرجہ دکان و کرایہ سواری وغیرہ اس صورت میں مقروض سے وصول کرنے کا کچھ حق نہیں ہے اور شرط مذکور لغو ہے: **وفیها: القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا یبطله ولکنه یلغو شرط رد شيء آخر إلخ (۱)**

سود پر قرض لے کر جو زمین خریدی ہے اس کی پیداوار حلال ہے

سوال: (۳۴) زید نے عمر سے ایک سو روپیہ سودی قرض لیا، اور اسی روپیہ سے زید نے ایک زمین خریدی، اس زمین کی پیداوار زید کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ (۲۳۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اقول وباللہ التوفیق: صورت مذکورہ میں جو روپیہ قرض لیا، اور اس سے جو زمین خریدی، اس زمین کی پیداوار حلال ہے، کیونکہ اس میں اصل روپیہ حلال ہے، گناہ سود کی شرط کا ہے، اور وہ شرط زیادتی کی باطل اور لغو ہے، سود دینا لازم نہ ہوگا، اور نہ جائز ہے۔ درمختار میں ہے: **القرض لا یتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لا یبطله ولکنه یلغو شرط رد شيء آخر. فلو استقرض الدراهم المکسورة علی أن یؤدی صحیحًا کان باطلاً، وکذا لو أقرضه طعامًا بشرط ردہٖ في مکان آخر وکان علیه مثل ماقبض إلخ (۲) (درمختار)**

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۷/۲۹۸ کتاب البیوع، باب المرابحة والتولیة، مطلب في شراء المستقرض القرض من المقرِض.

(۲) الدر مع الرد ۷/۲۹۸ کتاب البیوع ـ باب المرابحة والتولیة، فصل في القرض، مطلب في شراء المستقرض القرض من المقرض.

سود کے بار سے سبکدوش ہونے کی غرض سے سودی قرض سے بنایا ہوا مکان فروخت کرنا

سوال: (۳۵) زید نے سودی قرض لے کر ایک مکان بنایا، اب زید اس کے بار سے سبکدوش ہونے کی غرض سے اور نقصان سے بچنے کے لیے اس مکان کو فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟ تاکہ اس سودی قرض سے آزاد ہو جائے، اگر بالفرض اس کے رشتے دار نہ خریدیں، تو کیا وہ غیر کو بیچ سکتا ہے؟ اور گنہ گار تو نہ ہوگا؟ اور اگر کوئی مسلمان نہ خریدے تو کسی ہندو وغیرہ کو بیچ سکتا ہے یا نہیں؟ (۴۱۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بحالت مذکورہ جب کہ ادائے قرض کی اور کوئی صورت نہیں ہے، تو زید اپنے اس مکان مملوکہ کو فروخت کرسکتا ہے، اور اگر اس کے قرابت دار نہ خریدیں تو غیر کو دے سکتا ہے، اور اگر مسلمان کوئی خریدار نہ ہو تو کفار کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے، اس میں اس پر کچھ مؤاخذہ شرعاً نہیں ہے۔ فقط

پانچ روپے اس شرط پر قرض لینا کہ دو مہینے کے بعد ایک من دھان دوں گا

سوال: (۳۶) زید نے عمر سے پانچ روپیہ اس شرط پر قرض لیا کہ فی الحال ادا نہیں کرسکتا دو مہینے کے بعد ایک من دھان دوں گا، یہ جائز ہے یا نہ؟ (۲۳۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: صورت مذکورہ میں شرط واپسیٔ دھان کی قرض میں باطل ہے، پانچ روپیہ ہی واپس کرنا مستقرض کے ذمے لازم ہے۔ کما مرّ عن الدر المختار: **وكان عليه مثل ماقبض الخ**(۱) فقط

غیر موسم میں دس روپے کے دو من گیہوں قرض کے طور پر دے کر موسم میں دس روپے کے تین من گیہوں لینا

سوال: (۳۷) اگر کسی نے دس روپیہ کے گیہوں آج کل بطور قرض دو من مثلاً دے اور فصل کے زمانہ میں بوجہ ارزاں ہونے کے تین من گیہوں دس روپیہ کے لے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۶۰/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) الدر مع الرد ۷/۲۹۸ كتاب البيوع — باب المرابحة والتولية، فصل في القرض، مطلب في شراء المستقرض القرض من المقرض.

الجواب: اس میں گنجائش جواز کی ہے(۱)

اس شرط پر اناج قرض دینا کہ چھ ماہ میں اس اناج کا سوایا ڈیوڑھا لوں گا

سوال: (۳۸) جو اناج کسی کو بطور قرض دیا جائے اس وعدہ پر کہ چھ ماہ میں اس اناج کا سوایا ڈیوڑھا لوں گا کیسا ہے؟ (۱۴۳۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ درست نہیں ہے کما ورد في الحديث (۲)

گیہوں اُدھار لیے ہوں تو ادائیگی کی کیا صورت ہوگی؟

سوال: (۳۹) اگر کوئی شخص کسی سے گیہوں مثلاً ادھار لیوے تو کیا صورت نکالی جاوے کہ اس میں ربا لازم نہ آوے؟ (۱۸۰۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: دراہم ودنانیر اور اجناس غلہ گندم ونقود وغیرہ کا قرض درست ہے، پس ان اشیاء و اجناس میں سے اگر کوئی جنس قرض لیوے، تو اس کا مثل ادا کر دیوے اس میں کچھ حرج شرعًا نہیں ہے اور یہ ربا نہیں ہے، البتہ ایک جنس کا مبادلہ اگر دوسرے جنس سے کیا جائے تو اس میں ادھار یعنی نسیہٗ درست نہیں ہے اور تفاضل اس میں درست ہے۔ فقط

گِنی قرض لی ہو تو گنی ہی واپس کرے

سوال: (۴۰) زید نے عمر سے دو گنی (۳) قرض لی، اور قرض کے وقت یہ معاہدہ نہ تھا کہ ادا کرنے کے وقت گنی دے یا روپیہ، اب گنی کی قیمت تیرہ روپیہ ہے اور قرض کے وقت پندرہ تھی، اب گنی

---

(۱) یہ ایک طرح کا حیلہ ہے، بجائے گیہوں قرض لینے کے دس روپے قرض لیے ہیں، پھر روپے لیے بغیر گیہوں خریدے ہیں، اسی طرح بہ وقت وصولی بھی روپے وصول کیے بغیر اس سے گیہوں خریدے ہیں: اس لیے گنجائش کی بات فرمائی ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) حدیث: کل قرض جر نفعا فهو ربا مراد ہے، اور اس کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) گِنی: (GUINEA) سونے کا ایک سکہ جو اکیس شلنگ کا ہوتا ہے (فیروز اللغات)

دے یا روپیہ یا نوٹ وغیرہ؟ (۸۵۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: گنی ہی دے۔ فقط

جس قدر اناج قرض لیا ہے اسی قدر واپس کرے

سوال: (۴۱) اگر کسی شخص نے غلہ گندم بطور قرض کے دیا، اور بلا بھاؤ کے دیدیا، بعد چھ ماہ کے وہ اس وقت کے نرخ سے سیر بھر کم لگا کر قیمت وصول کرنا چاہتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۷/۴۴، ۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں جس قدر اناج اس نے قرض لیا ہے، اسی قدر اناج اس کو واپس دینا چاہیے، گویا یہ اناج کا قرض ہے، جیسا کہ روپیہ کا قرض لیا جاتا ہے اس صورت میں اناج قرض لیا ہے، لہٰذا جس قدر اناج قرض لیا ہے اسی قدر واپس کرے، اور اگر قیمت دی جائے تو اس قدر جو اس وقت نرخ ہے، اس نرخ پر قیمت کا حساب کر کے دی جائے۔ فقط

غلہ کی جو جنس قرض دی ہے اس کے علاوہ دوسری جنس سے ڈیوڑھا یا سوایا غلہ وصول کرنا

سوال: (۴۲) یہاں یہ دستور ہے کہ مہاجن لوگ کاشتکاران کو خریف سے قبل غلہ گندم یا جو قرض دیتے ہیں، اور اس کے عوض خریف میں باجرہ گندم یا جو سے ڈیڑھا وصول کرتے ہیں، اور اسی طرح خریف کے غلے باجرہ کو ربیع کی فصل گندم یا جو پر ادھار دیتے ہیں، اور باجرہ کے عوض ربیع میں سوایا غلہ گندم یا جو لیتے ہیں؟ (۱۴۱/۷-۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: یہ صورت جائز نہیں ہے، کیونکہ اگر یہ بیع فرض کی جائے تو اگرچہ اختلافِ جنس غلہ ہونے کی وجہ سے کمی وبیشی جائز ہے، لیکن نسیئہ اس میں جائز نہیں ہے، اور اگر قرض فرض کیا جائے تو قرض میں وہی جنس واپس ہونی چاہیے جو قرض لی ہے، اس میں دوسری جنس لینے کی شرط کرنا باطل ہے، البتہ اس میں صورت جواز اس طرح ہو سکتی ہے کہ جو غلہ گندم وغیرہ اس وقت قرض دیا جائے، اس کی قیمت اس وقت طے کر کے بذمے کاشتکار لازم کر دی جائے، اور اس قیمت سے باجرہ جس نرخ پر باہم تراضی ہو، لے لیا جائے۔

دین کی مقدار یاد نہ ہو تو ادائیگی کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۴۳) اگر کسی کے ذمے دین ہے، اوراس کو عرصہ گذر گیا اوراس کو تعداد دین کی یاد نہ رہی، تو ادائیگی کی کیا صورت ہے؟ (۱۳۴۳/۲۰۳۱ھ)

الجواب: جو مقدار بہ ظنِ غالب یاد ہو وہ رقم دائن کو یا اس کے ورثہ کو دیوے، یا معاف کرالیوے، یا کمی وبیشی معاف کرالیوے۔

حاضر وغیر حاضر قرض داروں کا قرضہ معاف کرنا

سوال: (۴۴) ایک شخص نے بہ حالت صحت خود اس مجلس میں کہ اس کے تمام مدیون بھی حاضر تھے، سب کو مخاطب کر کے یہ کہا کہ میں سلیم العقل ہوں، اگرچہ میرے لڑکے کے دفن کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، چونکہ میرے ذمے زکاۃ اور حج شرعًا واجب تھا، اور میں ان کو ادا نہ کر سکا، لہٰذا میں اپنے سب حاضر مدیون اور غیر حاضر مدیون کو جو کہ صاحب نصاب نہ ہوں اپنا حق دین یعنی قرضہ بخش دیا، بلکہ میں بشرط زندگانی اپنے قریب کے تین گاؤں کو سرکاری قرضہ سے یعنی قرضۂ زمین دارہ بینک سے بری کراؤں گا، اب وہ شخص بعد میں بیمار ہو کر مرگیا، تو کیا مدیون اس کے اس قرضہ سے بریٔ الذمہ ہو سکتے ہیں یا نہ؟ اور اگر کوئی اس کے ورثاء میں سے دعویٔ قرضہ کرے، شرعًا مسموع ہوگا یا نہ؟ (۴۴/۱۱۴، ۱۳۴۵ھ)

الجواب: ولذا لو وهب الدين من الغريم لم يفتقر إلى القبول (۱) (ردالمحتار) وكذا لو أبرأه صح الإبراء وبطل الشرط (۱) (درمختار) پس معلوم ہوا کہ دائن نے جن مدیون کا دین معاف کردیا اور بخش دیا، وہ معاف ہوگیا، اور وہ مدیون بریٔ الذمہ عنداللہ ہوگئے۔ فقط

ملازمت کی شرط پر قرض دینا

سوال: (۴۵)...... (الف) زید نے عمر کو اس شرط پر قرض دیا کہ اگر ہمارا یہ روپیہ آخر ذی الحجہ تک ادا نہ کیا، تو ہم بہ جبر تم کو اپنے یہاں نوکر رکھ کر اس روپیہ کو تمہاری تنخواہ سے وصول کریں گے، نقد

---

(۱) الدرالمختار وحاشية ابن عابدين ۸/۴۲۵ أوائل كتاب الهبة .

روپیہ نہ لیں گے، کیا یہ شرط جائز ہے؟

(ب) زید نے عمر کو بیس پچیس روپیہ اس شرط کے ساتھ قرض دیے کہ ان کو ہمارے یہاں ملازمت کر کے بہ ذریعہ تنخواہ ادا کرو، نقد روپیہ ہم نہیں لیں گے، کیا یہ شرط جائز ہے؟ (۲۹۲۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: (الف) اس صورت میں زید عمر کو جبراً نوکر نہیں رکھ سکتا اور یہ شرط باطل ہے۔

(ب) قرض میں اس قسم کی شرط جائز نہیں، درمختار میں ہے: **القرض لا يتعلق بالجائز من الشروط فالفاسد منها لايبطله ولكنه يلغوشرط رد شيء آخر إلخ (۱) وفي الخلاصة: القرض بالشرط حرام والشرط لغو الخ (۱)** فقط

قرض کی ادائیگی کی تاریخ سے پہلے مقروض مرجائے تو آخرت میں مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۴۶) زید نے اگر کسی کافر سے قرض لیا، اور یہ کہا کہ میں فلاں تاریخ تک تم کو روپیہ دیدوں گا، اور اس درمیان میں زید مرگیا، تو آخرت میں زید پر مؤاخذہ ہوگا یا نہیں؟ (۲۱۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر زید کا کچھ ترکہ موجود ہے، تو یہ روپیہ اس میں سے ادا کیا جائے، اور اس کا ادا کرنا ضروری ہے، ورنہ پھر اس کے ذمے اس کا کوئی گناہ نہیں ہے، اور امید ہے کہ بسبب نیت ادا کے زید مؤاخذہ سے بری ہو، اور اللہ تعالیٰ دائن کو راضی فرما دیوے (۲) فقط

اپنا قرضہ جس طرح ہوسکے وصول کرنا درست ہے

سوال: (۴۷) اگر دائن مدیون سے اپنا قرض اس طرح وصول کرلے کہ مدیون کو معلوم نہ ہو، جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶۸/۱۳۴۵ھ)

---

(۱) الدرالمختارمع الرد ۷/۲۹۸ کتاب البیوع – باب المرابحة والتولية، فصل في القرض، مطلب في شراء المستقرض القرض من المقرض.

(۲) و في الفصول العلامية: لو لم يقدر على الأداء لفقره أو لنسيانه أو لعدم قدرته، قال شداد والناطفی رحمهما الله تعالیٰ: لا يؤاخذ به في الآخرة إذا كان الدين ثمن متاع أو قرضًا إلخ (ردالمحتار ۳۴۲/۶ کتاب اللقطة، قبيل مطلب فيمن عليه ديون و مظالم جهل أربابها)

الجواب: اپنا قرضہ جس طرح ہو سکے وصول کرنا درست ہے(۱)

اپنا روپیہ وصول کرنے کے لیے جھوٹا دعوی کرنا

سوال: (۴۸) زید نے بکر کا روپیہ مار لیا یا چرالیا، کیا زید کو جھوٹ بول کر یا جھوٹا دعوی کر کے بقدر اپنے روپیہ کے وصول کرنا بکر سے جائز ہے؟ (۱۲۳/۱۳۳۹ھ)

الجواب: بقدر اپنے قرض کے جس طریق سے وصول ہو سکے وصول کر سکتا ہے(۲) فقط

اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیے جھوٹ بولنا

سوال: (۴۹) میرا چھوٹا بھائی اس وقت میرے دو ہزار روپے کا قرض دار ہے اور دینے سے قطعی انکار کرتا ہے، میرے ہاتھ میں اس کے صرف تیس روپے آ گئے، اگر میں اس کو واپس نہ دوں اور قرضہ میں وضع کرلوں تو میں گنہ گار ہوں گا یا نہیں؟ اور اگر میں جھوٹ بول کر پانچ سو روپیہ اپنے چھوٹے بھائی سے وصول کرلوں تو جائز ہے یا نہیں؟ اس کا بیٹا ملازم ہے اس نے بھی ادائے قرض کا وعدہ کیا تھا، بعد میں انکار کر دیا تو باپ بیٹے دونوں پر دعوی قرض کا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۳۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اپنا حق مدیون سے جس طرح وصول ہو سکے وصول کرنا درست ہے، پس تیس روپے آپ اپنے قرض میں رکھ سکتے ہیں اور پانچ سو روپیہ اگر کسی تدبیر سے ہاتھ آ سکیں وہ بھی اپنے قرض میں لے کر رکھ لینا درست ہے، مگر صریح جھوٹ بولنا درست نہیں ہے، اگر تعریضاً ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور دعوی قرض کا باپ بیٹے پر جائز ہے۔ فقط

---

(۱) اصل مسئلہ یہ ہے کہ جنسِ حق سے قرضہ وصول کرنا جائز ہے، خلافِ جنس سے بغیر رضامندی وصول کرنا جائز نہیں، مگر متأخرین نے خلافِ جنس سے بھی قرضہ وصول کرنے کے جواز کا فتوی دیا ہے۔ شامی میں ہے:
إن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مالٍ كان لا سيما في ديارنا لمداومتهم للعقوق (ردالمحتار ۶/۱۱۷ كتاب السرقة: مطلبٌ: يُعذَر بالعمل بمذهب الغير عندالضرورة) ۱۲
سعید احمد پالن پوری
(۲) مگر صریح جھوٹ بولنا درست نہیں، جیسا کہ اگلے سوال کے جواب میں آ رہا ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

مقروض کی رقم اس کی اجازت کے بغیر قرض خواہ کو دینا

سوال: (۵۰) ایک شخص مقروض ادائیگیٔ قرضہ میں بلا وجہ شرعی ہمیشہ حیلہ حوالہ کرتا رہتا ہے، جس سے صاف طور پر مقروض کی بد نیتی معلوم ہوتی ہے، ایسی صورت میں شخص مذکور کا روپیہ جو ایک دوسرے شخص کے پاس رکھا ہوا ہے لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ نیز جس کے پاس روپیہ رکھا ہے اس کو ایسی حالت میں بلا اجازت مالک کے روپیہ دینے میں شرعاً کوئی مؤاخذہ یا گناہ تو نہیں ہے؟ (۱۳۴۰/۱۳۶۹ھ)

الجواب: جب کہ مدیون سے دین کے ملنے کی کوئی صورت نہ ہو تو دائن بقدر اپنے حق کے مال مدیون سے جس طرح ہو سکے وصول کر سکتا ہے اور جس کے پاس مدیون کا روپیہ رکھا ہے اگر وہ اس وجہ سے کہ ایک مسلمان کی حق تلفی ہوتی ہے روپیہ دائن کو دیدیوے اور اس کو اس کی قدرت ہو اور اس کو کچھ خوف نہ ہو تو اس پر بھی ان شاء اللہ تعالیٰ کچھ مؤاخذہ نہ ہوگا۔ فقط

قرض خواہ اور اس کے ورثاء میں سے کوئی زندہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۱) ایک مسلمان نے کسی ہندو سے کچھ روپیہ قرض لیا تھا، مرتے وقت اپنے لڑکوں سے کہہ دیا کہ فلاں ہندو کو اس قدر روپیہ ادا کر دینا، عرصہ کے بعد اس شخص کے لڑکے روپیہ ادا کرنا چاہتے ہیں، مگر وہ ہندو یا اس کے وارثوں میں کوئی زندہ نہیں ہے جس کو روپیہ ادا کر دیا جائے، اب اس روپیہ کو کیا کرنا چاہیے؟ (۹۳۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسی صورت میں فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اس روپیہ کو فقراء پر صدقہ کر دیا جائے، پس اس وقت میں سیلاب زدہ لوگ جو بے جان و مال حیران پھرتے ہیں اس روپیہ کے بہترین مصارف ہیں۔ فقط

سوال: (۵۲) زید نے عمر کے پاس مثلاً بیس روپیہ بطور امانت یا قرض حسنہ کے حوالہ کیے اور چند مدت کے بعد زید مذکور قبل استیفائے دین یا ودیعت بقضائے الٰہی فوت ہو گیا، اور کوئی وارث شرعی بھی نہیں چھوڑا جس کے حوالے وہ مال کیا جائے اب عمر مذکور سوال کرتا ہے کہ وہ مال شرعاً کس جگہ خرچ کیا جائے (۸۰۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حکم ایسے مال کا شرعاً یہ ہے کہ فقراء پر صدقہ کر دیا جاوے۔ قال في ردالمحتار: و إن لم يجد المديونُ ولاوارثُه صاحبَ الدين ولاوارثَه فتصدق المديونُ أو وارثُهُ عن صاحب الدين بريء في الآخرة إلخ(۱) (۳/۳۲۳ کتاب اللقطة)

مدرس نے مدرسہ سے قرض لیا پھر ادائیگی سے پہلے مرگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳) اگر معلم نے مدرسہ سے کچھ قرض لیا اور پھر وہ فوت ہوگیا، اور اس کے وارثوں نے قرض ادا نہ کیا، تو مہتمم کے ذمے اس کی ادائیگی واجب ہے یا نہیں؟ (۵۶۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: معلم مدرسہ نے جو قرض لیا وہ اس کے انتقال کے بعد اس کے ترکہ سے وصول ہونا چاہیے، اور اگر ورثہ نے ادا نہ کیا تو متولی پر اس کا ضمان نہیں ہے۔ فقط

امدادِ معصیت کی غرض سے قرض دینا

سوال: (۵۴) مرتکب معاصی کو بغرض امدادِ معصیت قرض دینا کیسا ہے؟ (۱۰۵۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: بغرض مذکور قرض دینا بھی معصیت ہے۔

حج کو جانے سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۵) اگر کوئی شخص حج کو جانا چاہے اور وہ قرض دار ہو تو اس کو حج کو جانے سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور بغیر قرض ادا کیے حج کو جاسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱۸۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وغيرها سنن وآداب كأن يتوسع في النفقة ويحافظ على الطهارة وعلى صون لسانه ويستأذن أبويه ودائنه وكفيله الخ. اور شامی میں ہے: وكذا يكره بلا إذن دائنه وكفيله والظاهر أنها تحريمية لإطلاقهم الكراهة، ويدل عليه قوله فيما مرّ في تمثيله للحج المكروه كالحج بلا إذن مما يجب استيذانه فلاينبغي عدُّه ذلك من السنن والآداب إلخ (۲) ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حج میں جانے کے وقت دائن سے اجازت لینا یا

(۱) الشامي ۶/۳۴۲ کتاب اللقطة .

(۲) الدرالمختار و ردالمحتار ۳/۴۱۹ کتاب الحج، مطلب في فروض الحج و واجباته .

مستحب ہے یا واجب، ادائے قرض کا ضروری ہونا ثابت نہیں۔ فقط

’’میں کسی کو قرض دار رکھ کر نہیں جاتا، کوئی اپنی جانب سے قرض دار رہے تو رہے‘‘ کہنے سے قرض ساقط نہیں ہوا

سوال: (۵۶) ایک شخص جو زید کا قرض دار ہے، جب زید حج کو جانے لگا تو اس نے کہا کہ اے زید! مجھ کو بھی قرض دار رکھ کر جاتے ہو، زید نے کہا: میں کسی کو قرض دار رکھ کر نہیں جاتا، کوئی اپنی جانب سے قرض دار رہے تو رہے، یہ کہہ کر زید حج کو چلا گیا، اس کہنے سے قرض داروں کے ذمے سے قرض ساقط ہوا یا نہیں؟ (۷۷۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زید کے اس کہنے سے قرض داروں کے ذمے سے قرض ساقط نہیں ہوا، اور معاف نہیں ہوا، ان کو قرض زید کا ادا کرنا چاہیے۔ فقط

بڑے بھائی کی زمین فروخت کر کے دونوں بھائیوں کا مشترک قرض ادا کیا گیا ہو تو بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے قرض کا حصہ لے سکتا ہے

سوال: (۵۷) دو بھائی اکٹھے رہتے تھے اور قرضہ بھی اکٹھا تھا، اور سب لین دین روٹی کپڑا ساتھ تھا، اور زمین الگ الگ تھی، ایک ہندو کا قرضہ تھا، اس نے دعوی کیا تو روپیہ میسر نہ ہوا، زمین بیع کرنا چاہی، سرکار نے چھوٹے بھائی کو نابالغ قرار دے کر صرف بڑے بھائی کی زمین بیع کردی، حالانکہ چھوٹا بھائی بالغ تھا، اب بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے آدھی زمین یا قرض کا حصہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲۶۴۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ قرضہ دونوں کے ذمے تھا تو بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے حصہ قرض کا لے سکتا ہے۔

جو لڑکے باپ کے ساتھ سوداگری کرتے ہیں ان سے دکان کے قرض کا مطالبہ کرنا

سوال: (۵۸) زید سوداگری کی دکان کرتا تھا اور اس کے چند پسر اس کے سامنے کام کرتے تھے

دکان کا، زید کو تجارت میں نقصان ہوا اور اس کے ذمے لوگوں کا قرضہ ہے، اب قرض خواہوں کو مطالبہ کا حق زید سے ہے جو زندہ ہے یا اس کے پسران سے بھی مطالبۂ دَین کا شرعاً حق حاصل ہے؟

(۴۶۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ وہ پسران بھی دکان کا کام کرتے تھے اور لوگوں سے معاملہ لین دین کا کرتے تھے اور سامان دکان کا ان کے حوالہ ہے اور اس میں تصرفات کرتے ہیں تو لوگوں کے دیون اور مطالبات جو کہ سامان دکان سے متعلق ہیں ان کا مؤاخذہ اور مطالبہ اور ضمان بھی سب پر ہے مثلاً بعض دیون وہ ہیں کہ لوگوں سے اور تاجروں سے اسباب خریدا اور اس کی قیمت دین ہے تو ظاہر ہے کہ اس دین کی ادائیگی کے وہ لوگ ضرور ذمے دار ہوں گے، جن کے قبضہ میں وہ سامان ہے اور جو اس میں تصرفات لین دین کرتے ہیں، اسی طرح اگر کسی نے کوئی امانت رکھی ہو اور اس کو صرف کرلیا ہو تو وہ بھی دین ہے اور کبھی مثلاً بصورت انکار (امانت) بحکم غصب ہوجاتی ہے اور غصب میں مودَع الغاصب اور غاصب الغاصب سے بھی مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ درمختار میں ہے: **المغصوب منه مخير بين تضمين الغاصب وغاصب الغاصب الخ وفي ردالمحتار عن حاوی القدسي : الغاصب إذا أودع المغصوب عند إنسان فهلك فلصاحبه أن يضمن أيهماشاء فإن ضمن المودع رجع به على الغاصب وإن ضمن الغاصب لم يرجع بشيء إلخ**(۱) فقط

تقسیم ترکہ سے پہلے قرض ادا کرنا ضروری ہے

سوال: (۵۹) زید جو کہ بکر کا مقروض تھا، اپنی بیوی اور ایک نابالغ لڑکا چھوڑ کر مرگیا، اس صورت میں بیوی اپنے خاوند کے متروکہ مال واسباب سے بکر کو قرض ادا کرسکتی ہے اور بکر لڑکے کے بالغ ہونے سے پہلے اپنا قرضہ وصول کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۴۳۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں زوجۂ زید ترکۂ زید سے اس کا قرض ادا کرسکتی ہے، کیونکہ ادائے قرض تقسیم ترکہ سے مقدم ہے۔

---

(۱) الدرالمختار والشامي ۹/۲۱۶-۲۱۷ كتاب الغصب.

مقروض کے انتقال کے بعد اس کا مکان جس کے پاس رہن ہے وہ اپنا قرضہ دیگر قرض خواہوں سے پہلے وصول کرسکتا ہے

سوال: (۶۰) زید نے انتقال کیا، زوجہ کا مہر پانچ سو روپیہ واجب الاداء ہے اور عمر کا زید کے ذمے پانچ سو روپیہ قرض ہے، بکر کا بھی زید پر پانچ سو روپیہ قرض ہے، اور زید کا ایک مکان متروکہ بکر کے پاس رہن ہے، تو بکر کا قرض مکان سے وصول ہونا مقدم ہے، یا زوجہ کا، یا عمر کا؟ (۱۳۴۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب کہ وہ مکان بکر کے قرض کے عوض رہن ہے اور بکر کے قبضے میں ہے، تو بکر اپنا قرض سب سے پہلے وصول کرسکتا ہے، اور دعویٰ اس کا صحیح ہے کذا في الدر المختار شامی میں ہے: **فإذا رهن شيئًا وسلّمه ولم يترك غيره فدين المرتهن مقدم على التجهيز إلخ** (۱) فقط

متروکہ جائداد میں تمام قرض خواہ یکساں حق دار ہیں

سوال: (۶۱) محمد ابراہیم نے ۱۲ مئی سنہ ۱۹۱۳ء کو ایک شخص سے مبلغ پانچ سو روپیہ قرض لیا، اور اس شخص کا عقد لطیفن سے ۲۹ مئی سنہ ۱۹۱۵ء کو پانچ سو روپیہ مہر پر ہوا، تقریبًا دو سال کے بعد پانچ سو روپیہ کی جائداد چھوڑ کر فوت ہوگیا، اس جائداد سے قرض ادا کیا جاوے یا مہر؟ (۶۸۹/۱۳۴۲ھ)

الجواب: دونوں قرض ہیں اور دونوں کا حکم برابر ہے یعنی اس کی زوجہ کا دین مہر بھی ترکہ میں سے دلوایا جائے گا اور جو روپیہ قرض لیا وہ بھی ادا کیا جاوے گا اور یہ دونوں برابر ہیں تقدم وتأخر زمانہ کا اس پر کچھ اثر نہیں ہے، پس جائداد مذکورہ دونوں کو نصف نصف دی جائے گی۔ فقط

شوہر نے اپنی بیوی کو دَین مہر کے عوض جو مکان دیا ہے اس میں سے دوسرا قرض خواہ کچھ نہیں لے سکتا

سوال: (۶۲) زید نے اپنا مکان اپنی زوجہ مسماۃ ہندہ کو بعوض دین مہر بدرستیٔ ہوش وحواس وصحت خود دیدیا، تحریری اقرارنامہ سے تکمیل کرادی؛ آیا دریں صورت قرض خواہ زید اس ملکیت ہندہ کو قرضۂ زید

(۱) الشامي ۱۰/۴۰۹ أوائل كتاب الفرائض.

میں گردان کر کل یا کچھ لے سکتا ہے یا نہیں؟ یا ہندہ اس مکان مذکور کی مالک ہوگئی؟ (۹۸/۷۔ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ زید نے مکان مذکور اپنی زوجہ ہندہ کو دین مہر میں بہ حیات وصحت خود دے دیا تو قرض خواہ زید اس مکان میں سے کل یا بعض نہیں لے سکتا اور حسب اقرار زید جس تاریخ سے زید نے وہ مکان ہندہ کو دیا اسی وقت سے ہندہ اس کی مالک ہوگئی۔ فقط

قرض خواہ کے ورثاء موجود ہوں تو قرض کی رقم مدرسہ میں دینا درست نہیں

سوال: (۶۳) زید بلا ادائیگیٔ دَین ایک ہندو کا مر گیا، بعدہ ہندو دائن بھی مر گیا، اس کے رشتہ دار موجود ہیں، ورثۂ زید چاہتے ہیں کہ زید کا قرضہ ادا کر دیا جاوے، تو ہندو دائن کے ورثہ کو کس طرح وہ قرض تقسیم کیا جاوے؟ اگر ورثۂ زید وہ رقم قرض کسی مدرسہ اسلامی میں دے دیویں تو درست ہے یا نہیں؟ (۱۱۷۳/۔ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ورثۂ زید کو چاہیے کہ وہ رقم قرض ذمگیٔ زید کی اس ہندو دائن کے ورثہ کو موافق فرائض شرعی تقسیم کر دیویں، کیونکہ ہم لوگ مأمور ہیں موافق فرائض شرعی تقسیم کرنے کے۔ کما هو مصرح في كتب الفقه اور باوجود موجود ہونے ورثۂ دائن کے کسی مدرسہ میں دینا اس رقم کا درست نہیں ہے۔

قرض خواہ اور اس کے ورثاء لاپتا ہوں تو قرض کس طرح ادا کیا جائے؟

سوال: (۶۴) زید نے کسی شخص سے قرض لیا، اب وہ لاپتا ہے تو کیا اس کی طرف سے صدقہ کر دیا جاوے؟ (۴۲/۷۔ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کی طرف سے فقراء کو صدقہ کر دے جب کہ اس کا اور اس کے ورثہ کا پتا نہ لگے (۱)

سوال: (۶۵) زید نے ایک ہندو دُکاندار بنام چھمن سے آٹا چاول وغیرہ قرض لیا، تھوڑے دنوں کے بعد زید فوت ہوا، زید کا بیٹا بکر جس کو اپنے باپ کا قرضہ ادا کرنے کی طاقت نہ تھی ادا نہ کر سکا، بعد تھوڑے دنوں کے چھمن بھی مر گیا، اور بکر ایران کی طرف چلا گیا، چار پانچ سال کے بعد جب بکر آیا

(۱) وإن لم يجد المديونُ ولا وارثُه صاحبَ الدَين ولا وارثَه فتصدق المديونُ أو وارثُه عن صاحب الدَين بريء في الآخرة (الشامي ۳۴۲/۶ كتاب اللقطة، قبيل مطلب فيمن عليه ديون و مظالم جهل أربابها)

تو اس نے چھمن کے عزیز و بال بچوں کو تلاش کیا مگر نہیں پتا ملا، اس صورت میں ادائے قرض کی کیا صورت ہے؟ (۱۰۲۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: حتی الوسع اس کے ورثہ قریب اور بعید کو تلاش کرے، اگر مل جاویں ان کو دیدے، ورنہ پھر وہ مقدار فقراء پر صدقہ کردے، یہ حکم اس وقت ہے کہ بکر کے باپ نے اس قدر مال چھوڑا ہو کہ قرضہ مذکورہ اس میں سے ادا ہو سکے اور اگر کچھ نہیں چھوڑا یا اس قدر نہیں چھوڑا کہ پورا قرضہ اس سے ادا ہو سکے تو اوّل صورت میں بکر کے ذمے کچھ بھی دینا نہیں آتا، اور ثانی صورت میں جو مقدار چھوڑی ہے اسی کا دینا لازم ہے، زیادہ دینا لازم نہیں ہے۔

سوال: (۶۶) میں نے شیخ دھومن سے مبلغ چار روپیہ قرض لیا تھا، دو تین سال تک اس سے ملاقات ہوتی رہی، لیکن جب ادا نہ کرسکا، بعد اس کے اٹھارہ برس کا عرصہ ہوا کہ اس سے ملاقات نہ ہوئی اور نہ کسی سے کچھ پتا معلوم ہوا، نہ میں ان کے مکان کا پتا نشان جانتا ہوں، یقین ہے کہ وہ شخص مر گیا ہوگا، کیوں کہ اس وقت تقریباً ستر (۷۰) اسّی (۸۰) برس کی عمر تھی، اس صورت میں کس طور سے قرض ادا ہو؟

(۱۹۰۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ چار روپیہ شیخ دھومن کے وارثوں کو تلاش کر کے دیے جائیں، اور اگر کوئی وارث بھی نہ معلوم ہو تو محتاجوں پر صدقہ کر دیا جاوے اس نیت سے کہ ثواب شیخ دھومن کو ہو۔ فقط

سوال: (۶۷) میرے ذمے مبلغ ۱۳ روپیہ ایک شخص کا قرض تھا، وعدۂ ادائیگی کے قبل دائن مر گیا، اس کے بال بچے ترک سکونت کر کے معلوم نہیں کہاں چلے گئے، تلاش کرنے سے بھی پتا نہیں چلا، سولہ سال ہوگئے، کیا صورت سبکدوشئ دین کی ہے؟ اگر دائن کی جانب سے مبلغ ۱۳ روپیہ زرقرضہ مدرسہ دیوبند میں داخل کردوں یا خیرات کردوں تو مجھ کو سبکدوشی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۴۶۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسی حالت میں کہ دائن اور اس کے ورثہ نہ مل سکیں اور ان کا کچھ پتا نہ چلے، حکم شرعی یہ ہے کہ وہ رقم فقراء و مساکین کو دیدی جاوے ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے مؤاخذہ اخروی بارِ دین کا نہ رہے گا، اور مدرسہ کے طلبۂ مساکین بھی اس کا مصرف ہیں، اگر مدرسہ میں طلبۂ مساکین و غرباء کے لیے بھیج دیا جائے تب بھی درست ہے۔ فقط

سوال: (۶۸) ایک شخص نے تین آدمیوں سے مبلغ پانچ روپیہ قرض لیا تھا پندرہ بیس سال

ہوئے، اور جن لوگوں نے قرض دیا تھا ان کا کچھ پتا نہیں ہے، تو یہ روپیہ مسجد میں خرچ کرنا درست ہے یا نہیں؟ غرضیکہ اس روپیہ کو کیا کرنا چاہیے؟ (۳۰۳۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس روپیہ کو مسجد وغیرہ میں خرچ نہ کیا جائے، بلکہ فقراء وغرباء کو اس نیت سے صدقہ کردیا جائے کہ مالک کو ثواب ہو، پھر اگر مالک کا کہیں پتا چل گیا اور وہ اس سے راضی رہا تو فبہا، ورنہ اگر وہ ضمان لینا چاہے، تو لے سکتا ہے۔ فقط

دائن ومقروض میں یہ معاہدہ ہوا کہ تین سو روپے لے لینا باقی چھوڑ دینا، لیکن مقروض نے وعدہ خلافی کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۹) ایک شخص کے ایک شخص کے ذمے پانچ سو روپے تھے، دونوں میں یہ معاہدہ ہوا کہ تین سو روپیہ لے لینا اور باقی چھوڑ دینا، لیکن مقروض نے وعدہ خلافی کی، اس پر دائن نے مدیون سے کہہ دیا کہ ہمارے درمیان میں فیصلہ قائم نہ رہا، اب میں تم سے پانچ سو روپیہ لوں گا، آیا شرعًا فیصلہ سابق باقی رہا یا نہیں؟ دائن کو کل روپیہ وصول کرنے کا حق شرعًا حاصل ہے یا نہیں؟ (۱۸۱۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اب وہ فیصلہ سابقہ باقی نہ رہا، قرض خواہ کو اختیار ہے کہ کچھ چھوڑے یا نہ چھوڑے، پانچ سو روپیہ لے، لیکن کچھ چھوڑ دینا اور حسب وعدہ سابق تین سو روپیہ لینا اور باقی معاف کردینا بہتر ہے، مگر لازم نہیں ہے۔ فقط

نالش کے وقت اصل قرض سے زیادہ ظاہر کرنا اور قرضہ مع سود وصول کرنا

سوال: (۷۰)......(الف) زید اگر کسی مقروض کی نالش کرتا ہے تو اصل زرِ ثمن سے بڑھا کر کرتا ہے جائز ہے یا نہ؟

(ب) زید نے مدیون کی نالش کی، عدالت نے ڈگری کردی، زید نے مدیون سے مع سود قرضہ وصول کرلیا، جائز ہے یا نہیں؟ (۷۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) اپنے اصل دین سے زیادہ ظاہر کرنا بہ وقت نالش کذب صریح اور ظلم ہے یہ درست نہیں ہے۔

(ب) یہ ربا ہے، جائز نہیں ہے۔

قرض کے ساتھ جو سود ملا ہے اس کو عدالتی اخراجات میں محسوب کرنا

سوال: (۷۱) زید کے ذمے بکر کا قرض تھا، لیکن زید نے ادائیگی میں ضرورت سے زیادہ تاخیر کی، جس کی وجہ سے مجبوراً بکر کو بذریعہ عدالت رقم وصول کرنی پڑی اور عدالت کے اخراجات و پریشانیاں برداشت کرنی پڑی، اب زید اصل معہ سود لے کر سود کو عدالتی اخراجات میں محسوب کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۲۵۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: احتیاط اس میں ہے کہ بکر اپنا اصل روپیہ لیوے، اس سے زیادہ نہ لیوے، لیکن اگر زید نے باوجود قدرت کے قرض بکر کا ادا نہ کیا اور بکر نے مجبور ہو کر نالش کی، تو بقدر اخراجات عدالت زید سے زیادہ رقم عند البعض لے سکتا ہے۔ فقط

امانت کا روپیہ قرض لیا پھر دائن مرگیا تو روپیہ کس کو دیا جائے؟

سوال: (۷۲) زید نے عمر سے سو روپیہ قرض لیا، عمر مرگیا، اور یہ بات بھی مشہور ہے کہ عمر کے پاس بکر کا سو روپیہ امانۃً رکھا ہوا تھا، مگر عمر نے زید کو قرض دیتے وقت یہ نہیں بتلایا تھا کہ یہ روپیہ بکر کی امانت کا ہے، اب سوال یہ ہے کہ زید اس قرض کو جو اس کے ذمہ واجب الاداء ہے، عمر کے وارثوں کو دے یا بکر کے وارثوں کو؟ (۱۰۷۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید اس روپیہ قرض گرفتہ شدہ کو عمر کے وارثوں کو ادا کرے، بکر کا اگر کچھ روپیہ امانۃً عمر کے پاس رکھا تھا، تو بکر کے وارث اس کا ثبوت دیں گے اگر ثابت ہوا وصول کرلیں گے، مگر زید کو یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بکر کے ورثہ کو دیدیوے، اس کو یہی لازم ہے کہ عمر کے ورثہ کو دیوے۔ فقط

نکاح کے وعدے پر ہندہ نے بکر سے روپیہ لیا پھر وعدہ پورا نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۳) اگر ہندہ نے بکر سے روپیہ بوعدۂ نکاح لیا ہو تو کیا ایفائے وعدہ کے لیے بکر ہندہ

پر جبر کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۴۱۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر ہندہ نے بوعدۂ نکاح روپیہ لیا ہے تو ہندہ نکاح پر مجبور نہیں ہوسکتی، اور بکر ہندہ پر جبر نہیں کرسکتا، لیکن نکاح نہ کرنے کی صورت میں ہندہ کو روپیہ واپس کرنا لازم ہے۔

باپ نے اولاد کی شادی میں جو کچھ صرف کیا وہ اولاد کے ذمے قرضہ نہ ہوگا

سوال: (۴۷) ایک شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا، عورت مذکورہ ایک لڑکا چھوڑ کر انتقال کرگئی، بعدۂ شخص مذکور نے دوسرا نکاح کیا، زوجۂ ثانیہ کے دولڑکے اور دولڑکیاں ہیں، اور شخص مذکور نے تیسرا نکاح کیا، زوجۂ ثالثہ کی دولڑکیاں ہیں، شخص مذکور زوجۂ اولیٰ کے لڑکے کو شامل لے کر چھ سال تک تجارت کرتا رہا، تجارتی سرمایہ تخمیناً دس ہزار روپیہ کا ہوا، شخص مذکور اپنے لڑکے کی کل آمدنی اپنے ہی حساب میں جمع کرلیتا تھا اور لڑکے مذکور کا کل خرچ بھی اپنے ہی حساب سے خرچ کرتا تھا، لڑکے مذکور کا نکاح اور زوجۂ ثالثہ کی ایک لڑکی کا نکاح شخص مذکور نے اپنے ذاتی روپیہ سے کیا، باقی کسی کا اپنی اولاد میں سے نہیں کیا، زوجۂ اولیٰ کے لڑکے اور شخص مذکور کی دوسری زوجہ میں دشمنی تھی، اس دشمنی کی وجہ سے زوجۂ ثانیہ نے شخص مذکور یعنی اپنے شوہر کو بہکا کر لڑکے مذکور کو وراثت سے محروم کرانے کی نیت سے یہ کاروائی کی کہ شخص مذکور سے لڑکے مذکور کے کل خرچ نکاح کو جو تخمیناً دو ہزار روپیہ ہوتا ہے، اپنے حساب سے وضع کرکے لڑکے کے نام بطور قرض لکھ کر تین سال کے بعد فوت ہوگیا، حالانکہ اس قرض لکھنے سے لڑکا مذکور راضی نہ تھا، اسی وجہ سے لڑکا مذکور تجارت سے علیحدہ ہوکر دوسرا معاملہ کرتا تھا۔ اس صورت میں اس لڑکے سے باقی وارث یہ کہتے ہیں کہ تمہارے والد تمہارے نام جو قرضہ لکھ گئے ہیں وہ تمہارے ذمے ہے، اور جو آمدنی تمہاری تمہارے والد نے اپنے حساب میں لکھی ہے وہ تم کو نہیں ملے گی، قرضہ وضع کرکے اگر تمہارے حصے میں کچھ آئے گا تو تم کو ملے گا ورنہ کچھ نہیں ملے گا؛ اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۲۲۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اولاد جو باپ کے ساتھ مل کر کاروبار تجارت میں اعانت کریں وہ سب مملوکہ باپ کا ہوتا ہے اور باپ نے جو کچھ اپنی اولاد کے روزمرہ کے اخراجات یا نکاح شادی میں صرف کیا وہ اولاد

کے ذمے قرضہ نہ ہوگا، لہٰذا خرچ نکاح کو جو باپ نے اپنی پہلی زوجہ کے پسر کے نام قرض لکھ دیا ہے یہ قرض نہیں ہوا، اور اس پسر پر اس کا مطالبہ نہیں ہے، اسی طرح جو کچھ اس پسر کی اعانت سے بزمانۂ شرکت مال تجارت حاصل ہوا اور آمدنی ہوئی وہ بھی باپ کی ہے اور باپ کے ترکہ میں شمار ہے، پس تمام ترکہ پدری میں سے پہلی زوجہ کا لڑکا بھی اسی طرح وارث ہوگا جس طرح دیگر زوجات کی اولاد یعنی مذکر کو دو سہام اور مؤنث کو ایک حصہ ملے گا، پس بقیہ ورثہ کا یہ کہنا کہ باپ نے جو کچھ خرچہ نکاح کا تمہارے ذمے قرض لکھ دیا ہے وہ تمہارے حساب میں رہے گا یہ غلط ہے، اس کے ذمے باپ کا خرچ کیا ہوا شادی میں قرض نہیں ہے، وہ تبرع ہے باپ کی طرف سے جیسا کہ عموماً باپ اپنی اولاد کی شادی میں روپیہ صرف کرتے ہیں وہ قرض ہرگز نہیں ہوسکتا، باقی تمام ترکہ باپ کا ہونے پر یہ عبارت شامی کی دال ہے۔ ثمّ هذا في غير الابن مع أبيه لما في القنية: الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شيء، فالكسب كله للأب إن كان الابن في عياله، لكونه معينا له، ألا ترى لو غرس شجرةً تكون للأب الخ(۱) (شامي ۳/ ۳۴۹، فصل في الشركة الفاسدة) فقط

کسی شخص نے مدرسہ کو جو قرض حسنہ دیا ہے اس کی ادائیگی کا ذمہ دار کون ہے؟

سوال: (۷۵) اگر کوئی شخص امورات مصالح عامہ مثلاً مدرسہ وغیرہ کی تعمیر اور ترقی وتعلیم کے لیے قرض حسنہ عطا کرے تو ایسے قرضہ کی نالش سکریٹری مدرسہ پر ہوسکتی ہے؟ اور کیا سکریٹری اس کی ادائیگی کا ذمہ دار ہے؟ (۲۰۴۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: نالش ہوسکتی ہے، اور سکریٹری مذکور ادائے قرض کا ذمے دار ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: على اليد ما أخذت حتى تؤدى (۲) فقط

---

(۱) ردالمحتار ۶/۳۹۲ كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب: اجتمع في دار واحدة واكتسبا ولايعلم التفاوت فهو بينهما بالسّويّة.

(۲) عن سمرة رضي الله عنه عن النّبي صلّى الله عليه وسلّم قال: على اليد ما أخذت حتى تؤدى رواه الترمذي وأبوداوٗد وابن ماجة (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۵، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية)

مدیون کی نماز جنازہ سے متعلق چند احادیث

سوال: (۷۶) یہ حدیث کہاں ہے اور صحیح ہے یا نہ؟ وہ یہ ہے کہ ایک جنازہ نبی کریم ﷺ کے سامنے لایا گیا، آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ اس پر کسی کا قرضہ تو نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا کہ یہ قرض دار ہے، تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ نماز تم ہی پڑھو میں نہیں پڑھتا، تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس میت کا قرضہ میرے ذمے ہے، تب آپ ﷺ نے اس میت پر نماز پڑھی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے دعا فرمائی کہ اے اللہ! جس طرح علی نے اس کو عذاب الدَّین سے چھٹایا، علی کو بھی سبکدوش کردے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی درہ فروخت کرکے اس میت کا قرضہ ادا کردیا تھا، اور اگر کوئی شخص کافر کا قرض دار مرگیا، تو عذاب الدَّین کا مستحق ہوگا یا نہ؟ (۵۶۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ حدیث جو آپ نے نقل کی ہے مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، اور شرح السنۃ کی حدیث ہے۔ الفاظ اس کے یہ ہیں: عن أبي سعید ن الخدري قال: أتی النّبیّ صلّی اللّٰه علیه وسلّم بجنازة لیُصلِّي علیها فقال: هل علٰی صاحبکم دَین؟ قالوا: نعم، قال: هل ترك لهٗ من وفاءٍ؟ قالوا: لا قال: صلّوا علٰی صاحبکم. قال علي بن أبي طالب رضی اللّٰه عنه: عليّ دینهٗ یا رسول اللّٰه! فتقدّم، فصلّٰی علیه، وفي روایة معناه، وقال: فكَّ اللّٰهُ رهانَك من النار کما فَکَکْتَ رَهانَ أخیك المسلم، لیس مِن عبد مسلم یقضی عن أخیهِ دینهٗ الا فكّ اللّٰهُ رَهانَهٗ یوم القیامة. رواه في شرح السنة (۱) اس روایت میں وہ سب قصے مذکور ہیں جو آپ نے سوال میں نقل کیے ہیں، اور اس قدر زیادتی ہے کہ جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کا قرض ادا کردے، اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ سے بچاوے گا، اور مشکاۃ شریف میں ایک دوسری حدیث صحیح بخاری سے نقل کی ہے، جو سلمہ بن اکوع سے مروی ہے، اس میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ صحابی نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا جب کہ آپ ﷺ نے مدیون کے جنازہ کی نماز پڑھنے سے انکار کیا کہ یا رسول اللہ! اس کا قرض میں ادا کردوں گا، آپ اس کے جنازہ کی نماز پڑھیں، تو اس پر

---

(۱) مشکاة المصابیح ص: ۲۵۳ کتاب البیوع، باب الإفلاس والإنظار.

آنحضرت ﷺ نے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی۔ رواہ البخاری (۱) اور واضح ہو کہ یہ حکم شروع اسلام میں تھا، پھر جب فتوحات کثیرہ ہونے لگیں، تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو کوئی مدیون مرے تو اس کو میں ادا کروں گا (۲) اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھتے تھے، اور کافر کا قرض بھی حق العبد ہے اس کا بھی حکم یہی ہے۔ فقط

مسلمان نے غیر مسلم سے قرض لیا پھر مر گیا تو اس کی ادائیگی ورثاء پر ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۷) جو مسلمان کافر کا مقروض فوت ہو جائے اور اس کے وارث بھی قرض ادا نہ کریں تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۸۲۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قرض مسلمان کا ہو یا کافر کا اس کو ادا کرنا چاہیے، اگر بلا ادا مر گیا تو اس کی دو صورتیں ہیں کہ اس نے مقدار قرض مال و جائداد چھوڑی ہے یا نہیں؟ اگر چھوڑی ہے تو وارثوں کو چاہیے کہ اس کا قرض ادا کریں اگر ادا نہ کریں گے تو وارثوں پر مؤاخذہ ہے (۳) اور اگر نہیں چھوڑا تو اگر مقروض کی نیت

---

(۱) عن سلمة بن أكوع أنّ النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم أتِیَ بجنازةٍ لِیُصَلِّیَ علیها، فقال: هل علیه من دَینٍ ، قالوا : لا، فصلّٰی علیه ، ثم أتِیَ بجنازةٍ أخریٰ، فقال: هل علیه من دَینٍ ؟ قالوا : نعم ، قال: فصلُّوا علٰی صاحبكم، قال أبو قتادة: عليّ دینُهٗ یارسولَ اللّٰه ! فصلّٰی علیه (مشكاة المصابیح ص: ۲۵۲ كتاب البیوع ، باب الإفلاس والإنظار. وصحیح البخاری ۱/۳۰۶ كتاب الكفالة ، باب من تكفل عن میت دینًا الخ)

(۲) عن أبي هريرة رضي اللّٰه عنه، أن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم كان إذا توفی المؤمن وعلیه دین ، فیسأل هل ترك لدینهٖ من قضاءٍ ؟ فإن قالوا: نعم ، صلّی علیه. وإن قالوا: لا ، قال: صلوا علی صاحبكم ، فلما فتح اللّٰه عزو جلّ علی رسولهٖ صلّی اللّٰه علیه وسلّم . قال : أنا أولٰی بالمؤمنین من أنفسهم ، فمن توفی وعلیه دین فعليّ قضاؤه، ومن ترك مالا فهو لورثتهٖ (سنن النسائي ۱/۲۱۵ كتاب الجنائز، الصلاة علی من علیه دین)

(۳) قال في الشامي : و إن علم الوارث دین مورثه ، والدین غصب أو غیره ، فعلیه أن یقضیه من التركة، و إن لم یقض فهو مؤاخذ به في الآخرة. وفیه قبیل أسطر: وهذا إن كان له مال (ردالمحتار ۶/۳۴۲ كتاب اللقطة ، قبیل مطلب فیمن علیه دیون و مظالم جهل أربابها)

ادا کی تھی تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ دائن کو راضی فرما دیوے، اور مدیون پر مؤاخذہ نہ ہو(۱) اور ممکن ہے کہ مدیون مأخوذ ہو۔

قرض دار نے کہا: ''میں اللہ کے واسطے معافی چاہتا ہوں'' تو قرض معاف ہوا یا نہیں؟

سوال: (۷۸) زید کا قرض عمر کے ذمے ہے، زید نے قرض طلب کیا، عمر نے کسی وجہ سے ادا کرنے سے انکار کیا، حالانکہ عمر صاحب وسعت ہے، زید نے کہا کہ کیا تم اللہ کے واسطے معافی چاہتے ہو؟ تو عمر نے کہا: میں اللہ کے واسطے معافی چاہتا ہوں، یہ معافی کے الفاظ تین بار اعادہ کیے گئے، زید معافی کے الفاظ عمر سے کہلا کر دو منٹ خاموش رہا، پھر عمر سے کہا کہ تم صاحب وسعت ہو کر معافی چاہتے ہو، معافی اس کی ہوا کرتی ہے جو ذی وسعت نہ ہو، عمر کہتا ہے کہ جب تم معافی کے الفاظ مجھ سے ادا کرا چکے تو اب تم کو مجھ سے قرض طلب کرنے کا حق نہیں ہے۔ (۲۲۳۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کا قرض جو بذمہ عمر ہے ساقط نہیں ہوا، اور معاف نہیں ہوا، پس زید مطالبہ اپنے قرض کا عمر سے کرسکتا ہے۔ فقط

---

(۱) وفي الفصول العلامية : لو لم يقدر على الأداء لفقره أو لنسيانه أو لعدم قدرته ، قال شداد والناطفي رحمهما الله تعالىٰ : لا يؤاخذ به في الآخرة إذا كان الدين ثمن متاع أو قرضًا إلخ (ردالمحتار ۳۴۲/۶ كتاب اللقطة ، قبيل مطلب فيمن عليه ديون و مظالم جهل أربابها)

کتاب القضاء والتحکیم

قضا اور حکم بنانے کا بیان

کافر بادشاہ کی جانب سے قضا کی ذمہ داری قبول کرنا

سوال: (۱) فتاویٰ مولانا عبدالحی صاحب اور درمختار میں قضا کا قبول کرنا بادشاہ کافر سے درست لکھا ہے، اگر حق کی تنفیذ سے سلطان کافر مانع نہ ہو، لہٰذا گذارش ہے کہ چونکہ ان ایام میں بیع وشراء اور طلاق اور نکاح کے احکام شریعت کے مطابق فیصل نہیں ہوتے تو قضا کے قبول کرنے کا کیا حکم ہوگا؟

(۶۴۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: روایات فقہیہ ایسی موجود ہیں کہ بادشاہ کافر کی طرف سے تقلد قضا صحیح ہے، درمختار میں ہے: **ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرًا ذکرہ مسکین وغیرہ إلا إذا کان یمنعه عن القضاء بالحق فیحرم، ولو فقد والٍ لغلبة کفار وجب علی المسلمین تعیین والٍ وإمام للجمعة الخ وفي ردالمحتار: في التتارخانیة: الإسلام لیس بشرط فیه أي في السلطان الذی یقلد — إلی أن قال — وکل مصر فیه والٍ من جهتهم تجوز فیه إقامة الجُمَعِ والأعیاد وأخذ الخراج وتقلید القضاة وتزویج الأیامی لاستیلاء المسلم علیه ، وأما إطاعة الکفر فذاك مخادعة. وأما بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین إقامة الجمع والأعیاد، ویصیر القاضی قاضیًا بتراضی المسلمین إلخ** (۱) الحاصل بہ ضرورت تقلد قضا من الوالی الکافر جائز ہے۔ فقط

---

(۱) الدر المختار ورد المحتار ۸/۴۱-۴۲ کتاب القضاء۔ مطلبٌ: أبو حنیفةؒ دعي إلی القضاء ثلاث مرات فأبی

سوال:(۲)إذا ولی الکافر علیهم قاضیًا و رضیه المسلمون صحت تولیته بلاشبهة (۱) سے کیا مراد ہے؟(۱۷۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اکثر مسلمین کی رضا کافی ہے۔

سوال:(۳) یہاں کا رئیس با اختیار راجہ ہے وہ قاضی کو مقرر کرکے یہ کہتا ہے کہ آپ کو مذہبی معاملات میں کلی اختیار ہے بشرطیکہ قانون ریاست کے خلاف نہ ہو، آیا ایسے قاضی کا حکم شرعی قاضی کا سا سمجھا جائے گا؟(۳۷۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بعض فقہاء نے ایسا فرمایا ہے کہ کافر حاکم کی طرف سے بھی تقرر قاضی صحیح ہے۔ في الشامي: ولکن إذا ولی الکافر علیهم قاضیًاورضیه المسلمون صحت تولیته بلاشبهة إلخ(۱) (شامی ص: ۳۰۸ کتاب القضاء)

موجودہ وقت میں قاضی کس کو تسلیم کیا جائے؟

سوال:(۴)......(الف) جن مسائل میں قضائے قاضی شرط ہے ان میں آج کل عمل کی کیا صورت ہے؟ اس وقت قاضی کس کو تسلیم کیا جائے؟ اگر دلائل ذیل سے آج کل حکام مسلمین مثلاً ڈپٹی تحصیل دار، منصف، جج وغیرہ کو قاضی کہا جائے تو کیا وجہ مانع ہے؟ ویجوز تقلّد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرًا ذکره مسکین (۲) وأهله أهل الشهادة...... والفاسق أهلها فیکون أهله لکنه لایقلدوجوبًاویأثم مقلده (الدرالمختار) وفي الشامي في الفتح: والوجه تنفیذ قضاء کل من ولاه سلطان ذوشوکة وإن کان جاهلاً فاسقًاوهوظاهرالمذهب عندنا، وحینئذٍ فیُحکم بفتوی غیره اهـ وفي الدر: واستثنی الثانی الفاسق ذاالجاه والمروءة فإنه یجب قبول شهادته. بزازیة، قال في النهر: وعلیه فلا یأثم أیضًا بتولیته القضاء حیث کان کذلك(۳) (کذا في الدرالمختار والشامي)

---

(۱) الشامي ۴۲/۸ کتاب القضاء، مطلب في حکم تولیة القضاء في بلاد تغلّب علیها الکفار.

(۲) الدرالمختار و ردالمحتار ۴۱/۸-۴۲ کتاب القضاء ـ مطلب: أبوحنیفةؒ دعي إلی القضاء ثلاث مرات فأبی.

(۳) الدر والرد ۲۳/۸-۲۵ کتاب القضاء، مطلب في حکم القاضی الدُرْزِيِّ والنصرانی.

(ب) كل مصر فيه والٍ مسلمٌ من جهتهم تجوز فيه إقامة الجمع والأعياد وأخذ الخراج وتقليد القضاة وتزويج الأيامى لاستيلاء المسلم عليه ......وأما بلاد عليها ولاة كفار فيجوز للمسلمين إقامة الجمع والأعياد ويصير القاضى قاضيًا بتراضى المسلمين، فيجب عليهم أن يلتمسوا واليًا مسلمًا منهم (۱)(شامي) جب کفار کا مقرر کردہ والی شرعی والی کے حکم میں ہے جس سے اقامت جمعہ وعیدین، تزویج ایامی وغیرہ وغیرہ درست ہے تو کیا وجہ ہے کہ قاضی کے اختیارات قطع منازعات، فصل خصومات وغیرہ جس عہدہ دار کے ذمہ اور متعلق کیے جائیں وہ شرعی قاضی تسلیم نہ کیا جائے؟ ان حکام مسلمین کے قاضی شرعی نہ ہونے میں درمختار کی اس عبارت ذیل سے استدلال ہوسکتا ہے یجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرًا ذكره مسكين وغيره إلا إذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيحرم انتهى (۲) اس کا جواب یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اگر قضا بالحق سے کافر ممانعت کرے تو عہدۂ قضا قبول کرنا اس شخص پر ناجائز ہے، لیکن اگر قبول کرلیا تو قاضی ہوجائے گا۔ وفي الفتح: ومقتضٰى الدليل أن لايحل أن يقضى بها فإن قضى جاز ونفذ (۳) (شامي) (۲/۱۷۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) جو دلائل آپ نے نقل کیے ہیں ان سے حکام مسلمین مثل ڈپٹی تحصیل دار، جج، منصف وغیرہ بحکم قضاۃ ہیں اور ان کے ذریعہ سے وہ احکام جو قضا پر موقوف ہیں نافذ ہوسکتے ہیں؟ اکابر علماء سے اس کی تصحیح منقول ہے۔

(ب) یہ نمبر بھی جو آپ نے تحقیق کیا ہے صحیح ہے اور والیٔ مسلم جو من جہت الکفار ہے وہ تقلید قضاۃ وغیرہ امور کرسکتا ہے، اور جو جواب آپ نے عبارت إلا إذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيحرم کا دیا ہے وہ صحیح ہے۔ غرض یہ ہے کہ وہ قاضی ہوجائے گا اور جن امور میں قضا بالحق کرے گا وہ نافذ ہوگی اور قضا بغیر الحق شرعًا نافذ نہ ہوگی۔ فقط

---

(۱) ردالمحتار ۸/۴۱-۴۲ كتاب القضاء، مطلب: أبوحنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى.
(۲) الدرالمختار مع الشامى ۸/۴۱-۴۲ كتاب القضاء، مطلبٌ: أبوحنيفة دعي إلى القضاء الخ.
(۳) الشامي ۸/۲۵ كتاب القضاء، مطلب في حكم القاضى الدُّرزي والنصراني.

فریقین کا مقرر کردہ حکم اور با اختیار مسلمان حاکم کے فیصلہ کا حکم

سوال: (۵) زمانہ موجودہ میں اگر فسخ نکاح وغیرہ کے لیے قاضی کی ضرورت ہو تو حاکم مسلم یا عالم قائم مقام قاضی کے ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۴۹۲/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: حاکم مسلمان با اختیار کا فیصلہ قائم مقام قاضی کے ہوسکتا ہے اور حکم مسلَّم فریقین کا حکم بھی قاضی کا سا ہے۔ فقط

سوال: (۶) فریقین کے مقرر کردہ حکم (ثالث) اور حاکم مسلمان ملازم سرکار کا فیصلہ شرعاً نافذ ہے یا نہیں؟ (۸۷۰/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: حکم مقرر کردہ فریقین کا فیصلہ مثل قاضی کے نافذ ہے اور حاکم مسلمان کا فیصلہ بھی نافذ ہے۔ فقط

سوال: (۷) وہ عالم کہ جس کو فریقین اپنا حکم وقاضی بنالیں تو وہ نکاح فسخ کرسکتا ہے یا نہ؟ (۴۰۰/ ۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: حکم مسلَّم فریقین بہ منزلہ قاضی کے ہے، حکم فسخ نکاح اس صورت میں کرسکتا ہے۔ فقط

سوال: (۸) دریں دیار چند اشخاص از علمائے مسلمین برائے فیصلہ مقدمۂ مسلمین مقرر اند، آں علمائے مسلمین شرعاً شہادت از مدعی و مدعا علیہ گرفتہ در عقود وفسوخ وغیرہ حکم کنند، آں علماء شرعاً قضاۃ خواہد شد و حکم او نافذ خواہد شد یا نہ؟ (۱۴۷۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: از کتب فقہ معلوم شد کہ اوشاں بحکم قضاۃ می شوند وفیصلۂ شاں کہ مطابق شرع باشد نافذ می شود (۱) فقط

ترجمہ: سوال: (۸) اس علاقے میں علمائے مسلمین میں سے چند حضرات مسلمانوں کے مقدمہ کے فیصلے کے لیے مقرر ہیں، وہ علمائے مسلمین شرعاً مدعی اور مدعی علیہ سے شہادت لے کر عقود وفسوخ وغیرہ میں فیصلہ فرماتے ہیں، کیا وہ علماء شرعاً قاضی شمار کیے جائیں گے؟ اور ان کا فیصلہ نافذ ہوگا یا نہ؟

---

(۱) حكما رجلاً فحكم بينهما ببينة أو إقرارٍ أو نكول و رضيا بحكمه (أي إلى أن حكم) صح (الدر والرد ۱۱۳/۸ كتاب القضاء، باب التحكيم، مطلب: حكم بينهما قبل تحكيمه ثم أجازاه جاز)

الجواب: کتب فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضرات قضاۃ کے حکم میں ہوں گے، اور ان کا فیصلہ جو کہ شریعت کے مطابق ہو، نافذ ہوگا۔ فقط

سوال: (۹) یہاں پر تو قاضی نہیں، پھر جس مسئلے میں قاضی کے حکم کی ضرورت ہے اس میں کیا ہونا چاہیے؟ مثلاً لڑکی بالغہ ہوکر اگر نکاح فسخ کرنا چاہے تو کیسے کرے؟ اور قاضی کس کو قرار دیوے؟ اور جو عالم ہے اس کو قاضی قرار دینا صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۴۸۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عالم قائم مقام قاضی کے نہیں ہوسکتا، البتہ جس کو فریقین حکم تسلیم کرلیں وہ قائم مقام قاضی کا؛ خیار فسخ وغیرہ میں ہوسکتا ہے۔ **كذا في الدر المختار والشامي**(۱)

موجودہ زمانے میں عدالت کا جج شرعی قاضی ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۰) موجودہ زمانے میں عدالت کا جج قاضی کا حکم رکھتے ہیں یا نہیں؟ اور عدالت دیوانی کے فیصلے قابل عمل ہیں یا نہ؟ (۳۷۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جج کو حکم قاضی کا نہیں ہے اور جج جو فیصلہ کرے گا وہ بہ منزلہ فیصلہ قاضی کے نہ ہوگا۔ فقط

عیسائی سلطنت کا قاضی شرعی قاضی ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱) عیسائی سلطنت کے قاضی کو شرعی سمجھ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۵۸۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ويجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو كافرًا ذكره مسكين وغيره إلا إذا كان يمنعه عن القضاء بالحق فيحرم ولو فقد والٍ لغلبة كفار وجب على المسلمين تعيين والٍ و إمام للجمعة فتح. وفي الشامي: ولكن إذا ولى الكافر عليهم قاضيًا و رضيه المسلمون صحت توليته بلا شبهة الخ** (۲) پس بناءً علیہ ان قضاۃ کی قضا کو من وجہ تسلیم کیا گیا ہے جو کہ سلاطین کفار کی طرف سے قضاۃ مقرر کیے جاویں مگر جمیع وجوہ سے وہ قاضی نہیں ہیں۔

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدر والرد ۸/۴۱-۴۲ كتاب القضاء، مطلب: أبو حنيفة دعي إلى القضاء ثلاث مرات فأبى.

شرعی پنچایت میں نومسلم عالم کو بولنے اور فیصلہ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲) شرعی فیصلہ کے متعلق کوئی پنچایت ہو تو اس میں نومسلم عالم کو بولنے اور فیصلہ کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ (۱۸/۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: فیصلہ شرعیہ عالم ہی کر سکتا ہے، لہٰذا اسی عالم نومسلم سے فیصلہ کرانا چاہیے، اور اس کو بولنے کا حق ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۳) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بزرگ تر وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے، دین کے معاملے میں، قومیت کا کچھ لحاظ نہیں ہے جس کو کوئی مسئلہ معلوم ہو وہ بتلا سکتا ہے اور فیصلہ کر سکتا ہے۔ فقط

حکم مقرر کرنے کے بعد متنازع فیہ جائداد کو فروخت کر دینا

سوال: (۱۳) زید و عمر نے اقرار نامہ ثالثی لکھ کر ایک شخص کو ثالث مقرر کر دیا، عمر نے قبل از فیصلہ جائداد متنازعہ فیہ بکر کے ہاتھ فروخت کر دی، بکر نے جائداد پر قبضہ کر کے ثالثی مذکورہ فسخ کر دی، آیا وہ اقرار نامہ فسخ ہو گیا یا نہیں؟ (۱۰۱۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اقرار نامہ ثالثی کا اس صورت میں فسخ ہو گیا (۱)

فریقین میں سے ہر فریق کا الگ الگ حکم مقرر کرنا

سوال: (۱۴) حكّم رجلان حَكمين يعنى حكّم أحدهما حكمًا علاحدة وحكّم الآخر حكمًا علاحدة، هل يصحّ حكمهما أم لا؟ (۸۰۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: حكّما رجلين فلابد من اجتماعهما على المحكوم به إلخ. قال في ردالمحتار: قوله (فلابد من اجتماعهما) فلو حكم أحدهما أو اختلفا لم يجز كما

---

(۱) وينفرد أحدهما بنقضه أي التحكيم بعد وقوعه اهـ (الدرالمختار) الأولى أن يبدله بقوله: قبل الحكم (الشامي ۱۱۴/۸ كتاب القضاء، باب التحكيم) پس عمر کا متنازع فیہ جائداد کو بیچ دینا ثالثی کو فسخ کر دینا ہے، اور فریقین میں سے ایک کو فیصلے سے پہلے تحکیم کو ختم کرنے کا اختیار ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

في البحر عن الولوالجية. وفيه عن الخصاف: لوقال لامرأته: أنتِ عليّ حرام ونوى الطلاق دون الثلاث فحكّمَا رجلين فحكّم أحدهما بأنها بائن وحكّم الآخر بأنها بائن بالثلاث لم يجز، لأنهما لم يجتمعَا على أمر واحد، انتهى (۱) (شامي ۴/ ۳۴۹ كتاب القضاء) فعلم أنه لم يجز حكم أحد المحكّمين في هٰذه الصورة لأنهما لم يجتمعا على حكمٍ واحدٍ. فقط

ترجمہ: **سوال:** (۱۴) دو آدمیوں نے دو شخصوں کو حَکَم بنایا، یعنی ان دونوں میں سے ایک نے ایک کو اور دوسرے نے دوسرے کو حَکَم بنایا تو کیا دو کا فیصلہ درست ہے یا نہیں؟

الجواب: درمختار میں ہے کہ دو شخصوں نے دو آدمیوں کو حَکَم مقرر کیا تو دونوں حَکَموں کا اتفاق محکوم بہ (فیصلہ) پر ضروری ہے۔

شامی میں ماتن کے قول فلابدّ من اجتماعهما کے تحت ہے، پس اگر دونوں میں سے کوئی ایک فیصلہ کرے (اور دوسرا نہ کرے) یا فیصلہ کرنے میں دونوں اختلاف کریں تو فیصلہ صحیح نہ ہوگا، جیسا کہ ولوالجیة سے بحر میں منقول ہے، اور بحر میں خصاف سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی سے کہے کہ تو مجھ پر حرام ہے اور اس سے تین طلاق سے کم طلاق کی نیت کرے، پھر دونوں (میاں بیوی) نے دو آدمیوں کو حکم بنایا، چنانچہ ان دونوں میں سے ایک نے ایک طلاق بائن کا فیصلہ کیا اور دوسرے نے تین طلاق بائن کا فیصلہ کیا تو کسی کا فیصلہ صحیح نہ ہوگا، کیونکہ دونوں حکم کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوئے، پس اس سے معلوم ہوا کہ دو حَکَموں میں سے ایک کا فیصلہ اس صورت میں درست نہیں؛ کیوں کہ دونوں ایک حکم پر متفق نہیں ہوئے (جب کہ یہ ضروری ہے) فقط

حکم بننا اور فیصلہ کرنا درست ہے

سوال: (۱۵) حکم بننا اور معاملات فیصل کرنا درست ہے یا نہ؟ (۱۶۳۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حکم بننے میں کچھ حرج نہیں ہے جب کہ جانتا ہے کہ اس معاملہ کو شرع کے موافق طے کردوں گا، اور اگر نیت اچھی ہے تو ثواب بھی ہے، مگر ضرور ہے کہ موافق شریعت کے فیصلہ کرے ورنہ گنہ گار ہوگا۔

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۸/ ۱۱۵-۱۱۶ كتاب القضاء، باب التحكيم.

غیر مقلد کو سرپنچ مقرر کرنا اور اہل سنت کا اس کی اتباع سے انحراف کرنا

سوال: (۱۶)......(الف) کسی قوم نے جس میں چند حنفی اہل سنت بھی شامل ہوں اور باقی غیر مقلدین ہوں، سب نے ایک غیر مقلد کو اپنا سرپنچ مقرر کیا ہو، غیر مقلد کو سرپنچ مقرر کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(ب) اگر اہل سنت اس شخص کی تابعداری سے انحراف کریں تو گناہ ہے یا نہیں؟ (۱۴۲۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) غیر مقلد سرپنچ مقرر کیا جا سکتا ہے شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے، باقی اپنے مصالح کو فریقین خود خیال کر لیں کہ آیا اس کے سرپنچ بنانے میں ان کا کچھ نقصان تو نہیں ہے اگر نقصان سمجھیں نہ بنائیں اور بہتر یہ ہے کہ ایسے شخص کو سرپنچ مقرر نہ کریں۔

(ب) کچھ گناہ نہیں ہے۔

جو قاضی یہ کہے کہ مجھے شریعت سے کچھ واسطہ نہیں وہ منصب قضا و امامت کے لائق نہیں

سوال: (۱۷) فی الحال بستی میں ایک خطیب نے ایک شخص کا نکاح اس کی زوجہ کی موجودگی میں اس کی سالی کی لڑکی سے پڑھایا، اس وقت قاضی صاحب کے والد حاضر تھے ان سے کہا گیا کہ قاضی صاحب آپ بستی کے قاضی اور مالک ہیں آپ کی اجازت کے بغیر اور خلاف شرع نکاح پڑھایا گیا ہے اس پر آپ اپنا حکم نافذ فرمائیں اور قانوناً مقدمہ چلائیں، مگر قاضی صاحب نے فرمایا کہ مجھے شریعت سے کچھ واسطہ نہیں، ایسا شخص منصب قضاۃ کے لائق ہے یا نہیں؟ کیا بستی والے ایسے قاضی کو نکال کر دوسرا قاضی مقرر کر سکتے ہیں؟ جو قاضی اپنے منصب قضاۃ کو انجام نہ دے اس کی جاگیر اور انعام سرکار ضبط کر سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ قاضی امامت جامع مسجد کو بھی انجام نہیں دیتا۔ (۲۳۵۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو شخص ایسے الفاظ کہے کہ مجھ کو شریعت سے کچھ واسطہ نہیں ہے وہ سخت گنہگار ہے ایسے الفاظ سے خوف کفر ہے اس سے توبہ کرے، اور بستی والوں کو مناسب ہے کہ وہ سرکار سے اس کی استدعاء کریں کہ قاضی موجود چونکہ لائق اس عہدہ کے نہیں ہے اس کو معزول کیا جائے اور اس کی جگہ ایسے شخص کو

قاضی مقرر کریں جو ضروری اسلامی خدمات انجام دیوے، اور امامت وغیرہ کا انتظام کرے اور جب تک سرکار کی طرف سے کوئی انتظام ہو مسلمانوں کو چاہیے کہ جامع مسجد کی امامت وغیرہ کا انتظام خود کرلیں اور کسی صالح اور عالم کو امام مقرر کریں اور سرکار میں درخواست کریں کہ قاضی موجود جب کہ خدمات اسلامیہ کو پورا نہیں کرتا تو اس کو اس عہدہ سے علیحدہ کیا جائے یا ہدایت کی جائے کہ آئندہ موافق شریعت کے کام کرے، اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر دوسرا قاضی مقرر کیا جائے، اور جاگیر وانعام اس کو دیا جائے، الغرض چونکہ قاضی موجود سرکار کی طرف سے مقرر کیے گئے ہیں تو اب بصورت ناراضی کے سرکار سے ہی استدعاء کرنی چاہیے، اور درخواست دینی چاہیے، ازخود کوئی انتظام نہ کرنا چاہیے۔ فقط

خلاف شرع کام کرنے والے قاضی کی امامت وقضا کا حکم

سوال: (۱۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں: جو قاضی دِہ (قریہ) ہو اور شرع کے خلاف کام کرتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

(۱) اس نے ایک بیوہ عورت کو جس کو اس کے سسرال کا حمل تھا جب میعاد میں دس بیس روز رہ گئے تھے اس وقت اس کا نکاح اس کے متوفی خاوند کے برادر خورد کے ساتھ کر دیا گیا۔

(۲) ایک عورت جس کا خاوند زندہ ہے اور اپنی روزی حاصل کرنے کے لیے لائل پور چلا گیا تھا اور اس کو گئے ہوئے عرصہ دو سال کا ہو گیا تھا، مگر وہ واپس نہیں آئے، اس کے جانے کے بعد ایام غیر حاضری میں اس عورت کے سسرال (میں) حمل ٹھہر گیا تھا جب میعاد حمل آٹھ ماہ ہو گئی اس کا نکاح اس کے خاوند کے برادر کلاں سے کر دیا اور جب قاضی صاحب کو عام محفل اسلام کے روبرو بلا کر پوچھا گیا تو اس نے یہ کہا کہ میں اسی طرح کروں گا کیونکہ ایسا نکاح کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(۳) ایک لڑکی کا شرعی ایجاب ہوا تھا پھر گھر والوں کی بے ایمانی سے کسی دوسری جگہ قاضی نے نکاح کرا دیا، حالاں کہ شرعی ایجاب عام مجلس اسلام کے روبرو ہوا تھا۔

(۴) کسی ملک میں اہل ہنود کی یہ رسم ہے کہ ایام تیساں میں تمام گاؤں کے ہنود کی عورتیں گاؤں سے باہر ایک میدان میں جمع ہوتی ہیں اور مختلف اقسام سے فحش گفتگو ان سے سرزد ہوتی ہیں جو کہ اہل شرع لوگ ہیں گفتگو کو سن کر حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ ایسے قول وفعل والی مستورات کا کیا حشر ہوگا؟ اس

نے اپنی بالغہ دختران کو وہاں جانے کی اجازت دے دی ہے، طرفہ یہ ہے کہ شہر کا قاضی ہونے کا دم مارے اور کام ایسے کرے، اور شادیوں میں عورتوں کے ہمراہ اس کی لڑکیاں راگ گاتی ہیں۔

(۵) ایام محرم میں مستورات کے ہمراہ جا کر قاضی صاحب کی دختران بالغہ اماموں کے نام لے کر ماتم کرتی ہیں اور وہ بالکل ان باتوں سے منع نہیں کرتا، یہ گاؤں ایک بڑا قصبہ ہے جس میں ہندو بھی اور مسلمان بھی کثرت سے ہیں اس گاؤں میں قاضی نے امسال کی عید میں ایک نیا گل کھلایا ہے جس میں اس نے اسلام میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی، ہمارے گاؤں میں عالم کامل ہونے کے علاوہ تفسیر کے علم سے بھی بخوبی واقف ہیں، ہمیشہ لوگ اس کے پیچھے باجماعت نماز گذارتے ہیں، قاضی صاحب ممدوح نے برموقع نمازِ عید دس پندرہ آدمی لے کر علیحدہ جماعت کرنی شروع کردی، قاضی علم قرآن شریف سے بالکل ناواقف ہے، دو چار آدمیوں نے کہا: نماز ساتھ پڑھ لو مگر قاضی نے ایک نہ مانی اور کہنے لگا: میرے رزق میں فرق آتا ہے گویا اس کی روزی کا ذریعہ یہی ہے، جس شخص کے ایسے حالات ہوں اس کی امامت جائز ہے یا ناجائز؟ (۱۹۰۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایسا شخص جس کے افعال اوپر مذکور ہیں لائق امامت کے نہیں ہے، اور اہل نکاح خوانی کا شرعاً نہیں ہے، اور میل ملاپ بھی ایسے شخص سے اچھا نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۹) اگر کوئی قاضی کسی شخص پر دباؤ دے کر اس کی زوجہ کو طلاق دلا دے، اور مطلقہ کا نکاح بدون گذرنے عدت کے دوسرے شخص سے کرادے ایسی صورت میں وہ قاضی اور متولی ہونے کے لائق ہے یا نہیں؟ (۵۷۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق ہے لائق قاضی ہونے کے نہیں ہے اور متولی بنانے کے (بھی) لائق نہیں ہے۔ فقط

تعزیہ بنانے والے کو قاضی بنانا

سوال: (۲۰) یہاں کا شہر قاضی اپنے ہاتھ سے تعزیہ بناتا ہے اس کو قاضی بنانا اور نکاح پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۴۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: تعزیہ بنانا حرام ہے اس کا مرتکب فاسق اور مبتدع ہے، ایسے شخص سے قطع تعلق کردینا

چاہیے وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ نکاح خوانی اور عہدۂ قضا پر بحال رکھا جائے، لیکن اگر یہ کسی کا نکاح پڑھ دے تو وہ ہو جائے گا۔

منصبِ قضا میں وراثت نہیں چلتی، بلکہ اہلیت شرط ہے

سوال: (۲۱) اسلامی بادشاہت کے زمانے میں جو لوگ قاضی مقرر ہوئے، ہندوستان میں کہیں کہیں ان کی نسل کے لوگ موجود ہیں تو کیا وراثۃً یہ لوگ بھی منصب قضا کے مستحق ہیں یا اہلیت قضا کی ضرورت ہے؟ (۴۸۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس میں وراثت نہیں ہے البتہ اگر اہل اسلام ان سے نکاح پڑھاویں اور ان کو ان کے حقوق ادا کریں تو یہ درست ہے باقی ان کا کچھ حق لازمی نہیں ہے۔

سوال: (۲۲) آیا وہ شخص قاضی ہوسکتا ہے کہ نہ علم عربی سے اور نہ مسائل شرعیہ سے واقف ہو، یا وہ شخص ہوسکتا ہے کہ جو علم عربی سے واقف اور مسائل شرعیہ ضرور یہ لوگوں کو بتلائے؟ آیا قاضی کے ہونے میں وراثت جاری ہوگی یا لیاقت علمی شرعیہ ضروری ہے؟ (۲۱۸۳/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: امام اور نکاح خواں کے لیے اس کی ضرورت ہے کہ مسائل نماز سے واقف ہو نکاح خوانی اور خطبہ خوانی کو انجام دے سکتا ہو، صالح و متدین ہو، علم عربی ہونا ضروری نہیں ہے، اگر اردو کتابوں میں سے نماز کے مسائل سے اور نکاح کے مسائل سے واقفیت حاصل کر لیوے تو وہ بھی امام وقاضی ہوسکتا ہے، اور امام وقاضی کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ فاسق و غیر مقلد نہ ہو کیونکہ امامت فاسق سود خوار وغیرہ کی مکروہ تحریمی ہے، اور غیر مقلد حنفیوں کا امام نہیں ہوسکتا۔ فقط

فاسق قاضی کو معزول کرنا

سوال: (۲۳) مسلمانوں نے نماز اور نکاح کے لیے ایک قاضی مقرر کیا بعد میں یہ معلوم ہوا کہ وہ بالکل جاہل ہے، اور زانی ہے میت کو بلا نماز پڑھے دفن کر دیتا ہے، اور غیر مسلموں کی صحبت میں اکثر رہتا ہے، اور در بدر گداگری کرتا پھرتا ہے تو کیسا قاضی ہونا چاہیے؟ اور ایسے قاضی کو معزول کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۷۴۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایسا شخص فاسق ہے نماز اس کے پیچھے مکروہ ہے اور وہ قاضی ومقتدا بنانے کے لائق نہیں ہے، اس کو معزول کر کے دوسرا قاضی مسلمانوں کو مقرر کرنا ضروری ہے، البتہ اگر وہ توبہ کرے افعال ناشائستہ محرمہ سے تو پھر اس کو ہی امام وقاضی رکھا جاوے۔ فقط

کیا اونچا سننے والا شخص قاضی بن سکتا ہے؟ اور اَطرش واَصم میں فرق

سوال: (۲۴) ایک شخص کی سماعت میں اس قدر خلل ہے کہ جب تک اس کے کانوں میں زور سے آواز نہ دی جائے بات اس کو سنائی نہیں دیتی آیا شخص مذکور فیصلۂ نکاح میں حکم یا قاضی بن سکتا ہے اور اطرش اور اصم میں کیا فرق ہے؟ (۱۳۴۲/۱۳۱۵ھ)

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ شخص مذکور حکم اور قاضی ہوسکتا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے **و أما الأطرش وهو من يسمع الصوت القوى فالأصح الصحة بخلاف الأصم الخ قوله فالأصح الصحة لأنه يفرق بين المدعى والمدعٰى عليه وقيل: لايجوز، لأنه لايسمع الإقرار فيضيع حقوق الناس بخلاف الأصم الخ** (۱) اطرش اور اصم کے فرق کے بارے میں عبارت درمختار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اطرش صوت قوی کو سنتا ہے بخلاف اصم کے کہ وہ بالکل نہیں سنتا۔ صاحب قاموس کی تحقیق سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے وہ لکھتے ہیں: **الطَرَشُ: أهون الصمم** (۲) اور بعض کتب لغات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ طرش صمم سے زیادہ بہرا پن ہے، اور عبارت شامی سے بھی کچھ ایسا ہی مفہوم ہوتا ہے۔ **فرائد اللغة** میں ہے: **(وقر) ثقل أو ذهاب السمع ، فإذا زاد فهو "صمم" فإذا زاد فهو "طرش" فإذا زاد حتى لايسمع الرعد فهو "صلخ"** (۳) بہر حال سوال میں جو صورت ہے کہ زور کی آواز کو وہ شخص سن لیتا ہے تو سن لینے کے بعد جو کچھ وہ فیصلہ اور محکم کرے گا صحیح ہوگا، اور ظاہر ہے کہ جب اس کو حکم یا قاضی

---

(۱) الدر والشامي ۸/۲۹-۳۰ كتاب القضاء، مطلب في قضاء العدو على عدوہ.

(۲) القاموس المحيط للشيخ محمد بن يعقوب الفيروز ابادى الشيرازى ۱/۵۷۴ باب الشين — فصل الطاء.

(۳) فرائد اللغة للأب هنويكوس لامِّنس اليسوعي الجزء الأوّل في الفروق ص: ۱۶۴ باب الصاد — ۶۱۷: صمم و وقر وطرش و صلخ، المطبوعة: المطبعة الكاثوليكية للآباء اليسوعيين، بيروت. سنة: ۱۸۸۹ـ

بنایا جائے گا تو کلام فریقین کے سننے کی کوشش کرے گا اور وہ صورت اختیار کرے گا جس سے فریقین کا کلام اس کو مسموع ہو اور فریقین میں سے ہر ایک کو پاس بلا کر زور سے کہنے کا حکم کرے گا اور اس وقت وہ مثل اُصحاء کے ہو جائے گا۔ فقط

قاضی اور حکم کا فیصلہ کرنے پر اجرت لینا

سوال: (۲۵) در اکثر اطراف دستور است کہ چوں متخاصمین برائے فیصل خصومت حکم سازند و بہ حکم او راضی شوند، حکم از وشاں روپیہ می گیرد و الا بخانہ او نمی رود۔ ایں را بار برداری می گویند۔ ایں گرفت جائز است یا نہ؟ (۱۳۴۳/۳۹۸ھ)

الجواب: در کتب فقہ مسطور است کہ اگر قاضی را از بیت المال چیزے وصول نہ شود او را بقدر اجر مثل گرفتن جائز است، پس ہمیں حکم برائے محکّم است (۱)

ترجمہ: سوال: (۲۵) اکثر علاقوں میں یہ رواج ہے کہ جب فریقین جھگڑے کے فیصلے کے لیے کسی کو حکم بناتے ہیں اور اس کا فیصلہ ماننے پر راضی ہو جاتے ہیں؛ تو حکم ان سے روپیہ لیتا ہے ورنہ ان کے گھر نہیں جاتا ہے، اور اسے بار برداری کہتے ہیں؛ یہ روپیہ لینا جائز ہے یا نہ؟

الجواب: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر قاضی کو بیت المال سے کچھ نہ ملتا ہو تو اس کو اجر مثل کے بقدر لینا جائز ہے، لہٰذا یہی حکم محکّم کے لیے بھی ہوگا۔

فریقین سے روپیہ لے کر فیصلہ کرنا

سوال: (۲۶) ایک حکم نے فریقین سے سو روپیہ لے کر فیصلہ کیا، یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیا کرنا چاہیے؟ اور اس شخص کو یہودی اور نصرانی کہنا درست ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۴۸۷ھ)

الجواب: قال في الشامي: ويؤيد الأوّل ما مرعن الفتح من أن تعليل النبى صلّى الله

---

(۱) وليس له أجرٌ و إن كان قاسمًا ۞ و إن لم يكن من بيت مالٍ مقرر
ورخّص بعض لانعدام مقرر ۞ وفي عصرنا فالقول الأوّل ينصر
(الدرالمختارمع الشامي ۱۵۲/۸ كتاب القضاء، قبيل كتاب الشهادات)

عليه وسلم دليل على تحريم الهدية التي سببها الولاية. وكذا قوله : وكل من عَمِلَ للمسلمين عـملاً حـكمه في الهدية حكم القاضى(۱) وفـي الدر المختار في باب التحكيم : و ينبغي أن لايـجـوز إن أهـدى إليه وقت التحكيم (۲) ان روایات سے قاضی وحکم کو ہدیہ متخاصمین سے لینے کی حرمت ثابت ہوئی، اور صورت مذکورہ میں جو ثالث یعنی حکم نے سو روپیہ فریقین سے لیے یہ صریح رشوت ہے، اس کی حرمت اور عدمِ جواز میں کچھ تردد نہیں ہے، اور رشوت لے کر جو شخص فیصلہ کرے اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوتا، اور رد کرنا رشوت کا لازم ہے: في الدر المختار: أو ارتشى......وحكم لا ينفذ حكمه. وفـي الشـامـى عـن الـفتـح: ثـم الرشوة على أربعة أقسام: منها ما هو حرام على الآخذ والمعطى وهـو الـرشوة على تقليد القضاء والإمارة. الثاني: ارتشاء القاضى ليحكم وهو كذلك ولو القضاء بحق لأنه واجب عليه الخ وفي القنية: الرشوة يجب ردها ولا تملك (۳) پس اس ثالث کو لازم ہے کہ روپیہ فریقین کا واپس کردے، ورنہ حقوق عباد کے مؤاخذہ میں گرفتار ہوگا، باقی یہودی اور نصرانی ہونے کی نسبت اس کی طرف نہ کی جاوے کہ یہ فعل اس کا موجب فسق ہے، نہ موجب کفر وارتداد (۴) فقط

قاضی یا مفتی کا ہدیہ لینا اور خاص دعوت قبول کرنا اور قاضی ومفتی میں فرق

سوال:(۲۷) هـل يجوز للقاضى أو المفتى قبول الهدية و إجابة الدعوة المخصوصة مـن الـمـدعى أو الـمـدعى عـليه ليقضى بينهما. وأخذ الروبية منهما بأن يقال لأحدهما إن أعطيتنى كذا و كذا فأقضى لك وإلا فلا. وما الفرق بين القاضى والمفتي؟(۲۴۸۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب:لايـجـوز لـلقاضى قبول الهدية والدعوة الخاصة (۵) وفـي المفتى تفصيل

---

(۱) الشامي ۸/۴٦ كتاب القضاء – مطلب في هدية القاضى .

(۲) الدرمع الرد ۸/۱۱۷ كتاب القضاء – آخر باب التحكيم .

(۳) الدر والرد ۸/۳۳ كتاب القضاء – مطلب في الكلام على الرشوة والهدية .

(۴) حکم نے فریقین سے جو روپیہ لیا ہے اگر اس کو اجرت قرار دیا جائے؛ تو حکم دوسرا ہوگا، جیسا کہ گذشتہ سوال (۲۵) کے جواب میں گذرا، کیونکہ حکم کو حکومت کی طرف سے کچھ نہیں ملتا، برخلاف قاضی کے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۵) و يـقضى في المسجد......أو في دارہ و يأذن عمومًا ، ويرد هديةً. التنكير للتقليل ابن كمال. وهى مـا يُعطى بلاشرط إعانة ، بخلاف الرشوة...... ويرد إجابة دعوة خاصة وهى التى لا يتخذها صاحبها لو لاحضور القاضى(الدرمع الرد ۸/۴۵-۴۸ كتاب القضاء ــ مطلب في هدية القاضى)

ذکره في الشامي (۱) ولایجوز أخذ الفلوس علی القضاء بالکیفیة المذکورة. قال في الدرالمختار: المفتی یفتی بالدیانة والقاضی یقضی بالظاهر الخ وقال في الشامی: قوله (المفتی یفتی بالدیانة والقاضی یقضی بالظاهر إلخ) مثلاً إذا قال رجل: قلت لزوجتی: أنتِ طالق قاصدًا بذٰلك الإخبار کاذبًا. فإن المفتی یفتیه بعدم الوقوع والقاضی یحکم علیه بالوقوع لأنه یحکم بالظاهر (۲)فقط

ترجمہ: سوال:(۲۷) کیا قاضی یا مفتی کے لیے جائز ہے مدعی یا مدعا علیہ سے ہدیہ اور خاص دعوت قبول کرنا؟ تاکہ ان دونوں کے درمیان فیصلہ کرے، اور (کیا جائز ہے) ان دونوں سے روپیہ لینا؟ اس طرح کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو کہا جائے کہ اگر تم مجھے اتنا اتنا دوگے تو میں تمہارے حق میں فیصلہ کروں گا ورنہ نہیں، نیز قاضی اور مفتی کے درمیان کیا فرق ہے؟

الجواب: قاضی کے لیے جائز نہیں ہے ہدیہ اور خاص دعوت قبول کرنا، اور مفتی کے بارے میں تفصیل ہے جو شامی میں ہے، اور مذکورہ بالا کیفیت کے ساتھ فیصلہ کرنے پر پیسہ لینا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے کہ مفتی دیانت پر فتوی دیتا ہے اور قاضی ظاہر پر فیصلہ کرتا ہے اور شامی میں ماتن کے قول **المفتی یفتی بالدیانة والقاضی یقضی بالظاهر الخ** کے تحت فرمایا ہے: مثلاً جب کسی آدمی نے کہا: میں نے اپنی بیوی سے کہا: أنْتِ طَالِقٌ درانحالیکہ وہ اس سے جھوٹی خبر دینے کا ارادہ کرنے والا ہے، تو مفتی طلاق واقع نہ ہونے کا فتوی دے گا اور قاضی طلاق واقع ہونے کا فیصلہ کرے گا، اس لیے کہ قاضی ظاہر پر فیصلہ کرتا ہے۔

---

(۱) قال في الدرالمختار: وفیها (التتارخانیة): یجوز للإمام والمفتی والواعظ قبول الهدیة الخ. وفي ردالمحتار: في الخانیة: من أنه یجوز للإمام والمفتی قبول الهدیة و إجابة الدعوة الخاصة، ثم قال: إلا أن یراد بالإمام إمام الجامع إلخ...... والأولی في حقهم إن کانت الهدیة لأجل ما یحصل منهم من الإفتاء والوعظ والتعلیم عدم القبول لیکون علمهم خالصًا للّٰه تعالیٰ، و إن أهدی إلیهم تحببًا وتوددًا لعلمهم وصلاحهم فالأولی القبول إلخ (الدر والرد ۸/ ۴۶-۴۷ کتاب القضاء، مطلب في حکم الهدیّة للمفتی)

(۲) الدر والرد ۸/ ۳۷ کتاب القضاء – مطلب في الاجتهاد وشروطه.

تنخواہ دار قاضی کا رعایا سے حقِ نکاح خوانی لینا

سوال: (۲۸) جس قاضی کو بغرض ادائے خدمت منجانب سرکار جاگیر و ماہوار مقرر ہو اس قاضی کو رعایا سے حق نکاح خوانی لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۲/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر بخوشئ خاطر لوگ اس کو کچھ ہدیہ دیویں درست ہے اور حلال ہے لإطلاق الحدیث: تھادوا تحابّوا (۱) اور جبر کرنا اور جبرًا کچھ لینا اس کو درست نہیں ہے کما ورد: لایحل مال امرئٍ مسلمٍ إلا بطیب نفس منه الحدیث (۲) فقط

قضائے قاضی ٹوٹ سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۹) قضائے قاضی ٹوٹ سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۲۰۲/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ مسئلہ معروف ہے کہ قضائے قاضی ٹوٹ نہیں سکتی مگر جب کہ وہ حکم خلاف کتاب وسنت مشہورہ واجماع کے ہو یا یہ کہ مسئلہ مجتہد فیہا میں اپنے مذہب کے خلاف حکم کیا ہو: قضی في مجتهد فیه بخلاف رأیه أی مذهبه......لا ینفذ مطلقًا إلخ وبه یفتی. قضی من لیس مجتهدًا کحنفیة زماننا بخلاف مذهبه عامدًا لاینفذ إتفاقًا وکذا ناسیًا عندهما ولو قیده السلطان بصحیح مذهبه کزماننا تقید بلاخلاف إلخ (۳) وفیه تفصیل

سوال: (۳۰) ایک حادثہ میں قاضی نے قضا کی اور صحیح کی، کیا بعد قضائے صحیح کے کوئی شخص کسی

---

(۱) عن أبی هریرة رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: تهادوا تحابوا (شعب الإیمان للبیهقی ۶/ ۴۷۹ الباب الحادی والستون باب في مقاربة أهل الدین وموادتهم الخ. فصل في المصافحة والمعانقة عند الالتقاء – المطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت)

(۲) عن أبی حرة الرقاشی عن عمه أن رسول الله صلّی الله علیه وسلّم قال: لایحل مال امرئ مسلم إلا بطیب نفس منه (شعب الإیمان للبیهقی ۴/ ۳۸۷ الباب الثامن والثلاثون: باب في قبض الید عن الأموال المحرمة ویدخل فیه تحریم السَّرقة وقطع الطریق –المطبوعة: دارالکتب العلمیة)

(۳) الدرالمختار مع الشامی ۸/ ۸۸-۸۹ کتاب القضاء – مطلب في قضاء القاضی بغیر مذهبه.

دنیا دار کے لحاظ سے حکم فسخ کا دے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ جملہ جو ہدایہ میں مسطور ہے فإن حکم بشهادتهم ثم رجعوا لم یفسخ الحکم (۱) صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۱۳۰ھ)

الجواب: اگر شرائط نفاذ قضا پائی گئیں تو وہ قضا منقوض نہ ہوگی والتفصیل یطلب من الشامی حیث قال: ثم اعلم أنهم قسّموا الحکمَ ثلاثةَ اقسامٍ: قسم: یُرَدُّ بکل حال الخ وقسم: یَمْضِیْ بکل حال الخ وقِسمٌ: اختلفوا فیه الخ (۲) (کتاب القضاء جلد رابع شامی) فقط

بہ وقت ضرورت قضا علی الغائب نافذ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں: ہندہ کا نکاح اس کے والدین نے بحالت نابالغیٔ ہندہ زید سے کرادیا تھا، بعد بلوغت ہندہ؛ والدین ہندہ نے چاہا کہ زید ووالد زید ہندہ کو رخصت کرا کر لے جائیں، چند سال تک والد زید اور زید ٹلاتے رہے، انجام ان سے یہ کہا گیا یا تو حسب دستور تم رخصت کرا کر ہندہ کو اپنے گھر لے جاؤ یا طلاق دیدو تا کہ بعد طلاق کے کسی اور جگہ انتظام کردیا جائے، مگر اس کو بھی انہوں نے نہیں مانا کہ طلاق دیں، رخصت کے بارے میں دیری کرتے رہے، انجام عدالت ریاست میں دعوی من جانب زوجہ دائر کیا گیا کہ یا تو رخصت کرا کر لے جائیں اور نان ونفقۂ ہندہ دیں یا تنسیخ نکاح کیا جائے، عرصہ دو سال سے زائد ہوا کہ زید زوج اور والد زوج روپوش ہیں، کام معماری سے مختلف اضلاع میں رہ کر گزراوقات کرتے ہیں جہاں ان کا پتا معلوم ہوا سمن (۳) بھیجا گیا، تعمیل سمن نہیں ہونے دیتے ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں، بنابرلاچاری حاکم مسلمان عدالت نے حکم تنسیخ نکاح کا بوجہ عدم حاضری عدالت یک طرفہ ڈگری دے کر جاری کردیا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حکم فسخ نکاح شرعاً نافذ ہے؟ اس حکم عدالت کی وجہ سے جو بہ مجبوری بلا حاضری مدعا علیہ دیا گیا ہے، حقیقۃً نکاح فسخ ہوگیا، اب عورت کو شرعاً اختیار ہے کہ دوسری جگہ نکاح کرلے، اگر حاکم مسلمان کا یہ حکم تنسیخ نکاح شرعاً نافذ نہیں تو ایسی صورت میں کہ زوج نہ نان نفقہ دیتا ہے، نہ حقوق

---

(۱) الهدایة ۱۷۳/۳ کتاب الرجوع عن الشهادات .

(۲) الشامی ۷۲/۸ کتاب القضاء ، مطلب: ما ینفذ من القضاء وما لا ینفذ .

(۳) سَمَنُ (SUMMON): حاضر عدالت ہونے کا تحریری حکم، پروانۂ طلبی (فیروز اللغات)

زوجیت ادا کرتا ہے، نہ دیدہ ودانستہ حاضر عدالت ہوتا ہے، جابجا روپوش ہوا پھرتا ہے۔ ایسی صورت میں عورت کی مخلصی کی کیا صورت ہو کہ اس قید بے جا سے نجات ہو، ائمہ اربعہ میں سے کسی نے بوقت ضرورت ومجبوری قضا علی الغائب کو جائز رکھا ہے؟ جو بوقت ضرورت مثل دیگر مسائل کے اس پر عمل کیا جائے؟ بینوا توجروا۔ (۱۳۴۲/۴۱۵ھ)

الجواب: اصل مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ قضا علی الغائب جائز نہیں ہے اور بصورت غائب ہونے زوج کے اور نفقہ نہ دینے کے زوجین میں تفریق نہیں کی جاسکتی، لیکن بہ ضرورت حنفیہ نے اس کو جائز رکھا ہے کہ دوسرے امام کے مذہب پر عمل کیا جائے، اور زوجین میں تفریق کرادی جائے درمختار میں ہے:

ولایفرّق بینهما بعجزه عنها بأنواعها الثلاثة ولابعدم إیفائه لوغائبًا حقها ولوموسرًا وجوّزه الشافعی بإعسار الزوج وبتضررها بغیبته، ولوقضی به حنفی لم ینفذ، نعم! لوأمر شافعیًا فقضی به نفذ إلخ وفي الشامی بعد نقل الخلاف: نعم! یصح الثانی عند أحمدؒ ...... وعلیه یحمل مافي فتاوی قارئ الهدایة حیث سئل عمن غاب زوجها ولم یترك لها نفقة، فأجاب: إذ أقامت بینة علی ذلك وطلبت فسخ النكاح من قاضٍ یراه ففسخ نفذ وهوقضاء علی الغائب. وفي نفاذ القضاء علی الغائب روایتان عندنا، فعلی القول بنفاذه یسوغ للحنفی أن یزوّجها من الغیر بعدالعدة و إذا حضر الزوج الأول وبرهن علی خلاف ما ادعت من تركها بلا نفقة لا تقبل بینته لأن البینة الأولی ترجحت بالقضاء . فلا تبطل بالثانیة الخ (۱)(شامي، باب النفقة)وفي كتاب القضاء منه: وقال في جامع الفصولین: قداضطربت آراؤهم وبیانهم في مسائل الحكم للغائب وعلیه ، ولم یصف ولم ینقل عنهم أصل قوی ظاهر یبنی علیه الفروع ـــــ إلی أن قال ـــــ ففي مثل هذا لوبرهن علی الغائب وغلب علی ظن القاضی أنه حق لا تزویر ولاحیلة فیه ، فینبغی أن یحكم علیه وله وكذاللمفتی أن یفتی بجوازه دفعًا للحرج والضرورات وصیانةً للحقوق عن الضیاع ، مع أنه مجتهد فیه ، ذهب إلیه الأئمة الثلاثة وفیه روایتان عن أصحابنا وینبغی أن یُنصب عن الغائب وكیل یُعرف أنه

---

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۲۴۳/۵-۲۴۴ كتاب الطلاق، باب النفقة ، مطلب في فسخ النكاح بالعجزعن النفقة و بالغیبة .

يراعي جانب الغائب ولايفرط في حقه اهـ وأقره في نور العين. قلت: ويؤيده مايأتي قريبًا في المسخر وكذا مافي الفتح من باب المفقود: لايجوز القضاء على الغائب إلا إذا رأى القاضي مصلحةً في الحكم له وعليه فحكم فإنه ينفذ لأنه مجتهد فيه اهـ قلت: وظاهره ولوكان القاضي حنفيًا ولوفي زماننا ولا ينافي مامرلأن تجويز هذاللمصلحة والضرورة انتهى (۱)(شامي) ان روایات سے واضح ہوا کہ صورت مسئولہ میں حکم فسخ نکاح صحیح ہوگیا اور عورت کو اختیار ہے کہ عدت کے بعد دوسرا نکاح کرلے۔ فقط۔

حَکَم کے فیصلہ کرنے کے بعد ایک فریق کا فیصلہ ماننے سے انکار کرنا

سوال: (۳۲) عبدالرحیم وکریم بخش مدعی، جانو دختر کریم بخش مدعا علیہا، فریقین مذکورین کے مابین عقد نکاح متنازع فیہ ہے۔ عبدالرحیم کہتا ہے کہ جانو کے ساتھ میرا عقد ہوا اور جانو مذکورہ اس انعقاد عقد نکاح سے منکرہ ہے، فریقین نے باقاعدہ مولوی محمد غازی صاحب کو جو ایک مذہبی فاضل ہیں حکم و ثالث تسلیم کیا، حکم مذکور نے مدعی کے چار گواہان کی شہادت صحیحہ پر یہ حکم صادر کیا کہ یہ عقد نکاح ثابت ہے، اور تا ظہور محکم، فریقین مذکورین میں سے کسی فریق نے محمد غازی صاحب حکم کی حکمیت سے انکار نہ کیا، لیکن بعد ظہور محکم مدعا علیہا مذکورہ نے بولایت کریم بخش باپ خود تسلیم فیصلہ مذکورہ سے انکار کیا، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ حکم مذکور کا یہ محکم مذکور فریقین مذکورین کے لیے لازم ہے یا کوئی صورت اس محکم کے نقض کی ہوسکتی ہے؟ (۹۰۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: از مولوی مفتی غلام مرتضی میانوی ضلع شاہ پور۔ حکم مذکور کا فیصلہ فریقین کے لیے لازم ہے، پس جو شخص بغیر طلاق یا موت عبدالرحیم مذکور کے جانو کا کسی اور سے نکاح کرے گا بغیر استحلال کے، وہ نکاح خواں فاسق ہے اور اگر یہ نکاح خواں مستحل ہے تب وہ کافر ہے۔

الجواب: أقول وبالله التوفيق یہ صحیح ہے کہ فریقین نے اگر کسی کو حکم تسلیم کرلیا اور قبل محکم کسی نے ان میں سے حکم مذکور کی حکومت سے رجوع نہ کیا تو محکم اس کا جو کہ مبنی ہو قواعد شرعیہ پر نافذ و صحیح

(۱) ردالمحتار ۹۶/۸-۹۷ كتاب القضاء في أواخر مطلب : المسائل التي يكون القضاء فيها على الحاضر قضاء على الغائب .

ہوجاتا ہے: قوله ورضيا بحكمه أى إلى أن حكم كذا في الفتح فأفاد أنه احترزعما لورجعا عن تحكيمه قبل الحكم أوعمالورضى أحدهما فقط الخ(۱)(شامی)اور کسی فعل حرام کے مستحل کوکافر کہنے میں یہ تفصیل ہے جوکہ شامی میں نورالعین سے منقول ہے إذا لم تكن الآية، أوالخبر المتواتر قطعى الدلالة أولم يكن الخبر متواترًا أو كان قطعيًا لكن فيه شبهة أو لم يكن الإجماع إجماع الجميع أو كان ولم يكن الإجماع إجماع الصحابة أو كان ولم يكن إجماع جميع الصحابة أو كان إجماع جيمع الصحابة ولم يكن قطعيًا بأن لم يثبت بطريق التواتر أو كان قطعيًا لكن كان إجماعًا سكوتيًا ففي كل من هذه الصور لايكون الجحود كفرًا ـــــ إلى أن قال ـــــ تنبيه: في البحر والأصل أن من اعتقد الحرام حلالاً فإن كان حرامًا لغيره كمال الغير لايكفر وإن كان لعينه فإن كان دليله قطعيًا كفر وإلا فلا إلخ (۲) (شامی)فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فریقین سے شہادت لینے کے بعد ثالثوں نے مقدمہ کو فیصلے کے واسطے عالم کے سپرد کردیا تواب ان کی ثالثی کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۳۳)زید وبکر متخاصمین نے اپنے تصفیہ کے لیے چار ثالث مقرر کرکے ان کولکھ دیا کہ جو فیصلہ آپ کریں گے ہمیں منظور ہوگا، ثالثان مذکورین نے فریقین سے شہادت لے کر مقدمہ کو فیصلہ کے لیے ایک عالم شرعی کے پاس بھیج دیا۔اس صورت میں ان کی ثالثی قائم رہی یا وہ فیصلہ شرعی پر یا کاغذات پر کسی فریق کے حق میں دستخط یا کچھ اور لکھنے کے مجاز ہیں؟(۱۳۴۵/۳۰۲)

الجواب: درمختار میں ہے و ليس له أى للمُحَكّم تفويض التحكيم إلى غيره الخ. قال في الشامي: فلو فوض و حكم الثانى بلا رضاهما فأجازه القاضى لم يجز إلا أن يجيزاه بعد الحكم و قيل:ينبغى أن يكون كالوكيل الأول إذا أجاز فعل الوكيل الثانى فتح(۳)(شامی)

(۱) الشامي ۱۱۳/۸كتاب القضاء، باب التحكيم،مطلب:حكم بينهما قبل تحكيمه ثم أجازاه جاز.
(۲) ردالمحتار ۲۷۱/۶ كتاب الجهاد، باب المرتد، مطلب في منكر الإجماع.
(۳) الدر والرد ۱۱۶/۸ كتاب القضاء، باب التحكيم، مطلبٌ:حكم بينهما قبل تحكيمه ثم أجازاه جاز.

اور کتاب الوکالہ میں یہ لکھا ہے: الوکیل لا یوکل إلا بإذن آمرہ إلخ فإن وکل الوکیل غیرہ بدونھما أی بدون إذن و تفویض ففعل الثانی بحضرتہ أو غیبتہ فأجازہ الوکیل الأول صح إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جس عالم کے سپرد ثالثوں نے برضائے فریقین مقدمہ مذکورہ (تفویض) کیا ہے، اگر اس نے ثالثوں کی رضا و اجازت سے مقدمہ فیصل کیا تو وہ صحیح ہے اور لازم ہے اور ثالثان اس وجہ سے معزول نہیں ہوئے۔

کیا قاضی یا حکم فریقین کے بیان وشہادت کے بغیر فیصلہ کرسکتا ہے؟

سوال: (۳۴) بلا حضور فریقین و بلا حضور گواہان قاضی اگر قضا کرے تو جائز ہے یا نہ؟
(۱۳۴۳/۱۷۳ھ)

الجواب: یہ قضا صحیح نہ ہوگی۔ وتفصیلہ في کتب الفقہ (۲)

سوال: (۳۵) زید کسی مقدمہ میں ثالث مقرر ہوا اور اس نے مدعی و مدعا علیہ کو روبرو اپنے حاضر نہ کیا اور نہ ان کا اظہار لیا (۳) اور نہ گواہان سے شہادت لی اور نہ ان کی عرضی و درخواست پر التفات کیا بلکہ ویسے ہی مقدمہ فیصل کر دیا، کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۲۴۵۹ھ)

الجواب: اس طرح فیصلہ کرنا شرعاً درست نہیں ہے اور یہ فیصلہ اس ثالث کا موافق شریعت کے نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۳۶) محکم مقبول فریقین بغیر بیان فریقین وشہادت کے فیصلہ کرسکتا ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۳-۳۲/۱۰۵ھ)

الجواب: محکم مقبول فریقین بدون بیان فریقین و بدون شہادت یا اقرار یا نکول فیصلہ نہیں کرسکتا۔

قاضی کو بغیر دعوی کے کسی کا حق کسی کے ذمے ثابت کرنے کا حق نہیں

سوال: (۳۷) قاضی بغیر دعویٰ کے کسی کا حق کسی کے ذمے ثابت کرسکتا ہے یا نہیں؟
(۱۳۳۳-۳۲/۱۰۵ھ)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۲۳۴/۸ کتاب الوکالۃ — قبیل باب الوکالۃ بالخصومۃ والقبض.
(۲) راجع للتفصیل إلی الشامي ۲۳/۸ کتاب القضاء، مطلب: الحکم الفعلي.
(۳) اظہار لینا: اہل مقدمہ سے مقدمہ کے حالات سننا، بیان لینا (فیروز اللغات)

الجواب: بدون دعویٰ کے اور بدون بینہ وغیرہ کے کوئی حق کسی کے ذمہ ثابت نہیں کرسکتا: قال في الدر المختار: حَكّمَا رجلاً فحكم بينهما ببينة أو إقرار أو نكول ورضيًا بحكمه (أى إلى أن حكم) صح الخ (۱)

ایک قاضی کے فیصلے کو دوسرا قاضی رد کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۸) اگر کسی مسئلے میں ایک قاضی حکم کرچکا ہو تو دوسرا قاضی اس کو رد کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۵۵۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: دوسرا قاضی اس کو رد نہیں کرسکتا۔

قاضی اور حَکَم کے ذمے کتاب کا حوالہ دینا ضروری نہیں

سوال: (۳۹) جس کتاب سے قاضی اور محکم نے فیصلہ شرعی کیا ہے نقل کتاب کی عبارت اور حوالہ کتاب ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نقل عبارت اور حوالۂ کتاب ضروری نہیں ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ وہ حکم موافق مذہب کے ہو، غرض یہ ہے کہ محکّم سوائے چند مسائل کے مثل قاضی کے ہے، جس طرح اور جس موقع میں قاضی کا حکم نافذ ہوگا محکّم کا بھی ہوگا: والحاصل أنه كالقاضى إلا في مسائل الخ (۲) (درمختار) فقط

عہدۂ قضا میں اختلاف ہوجائے تو کس کو ترجیح دی جائے گی؟

سوال: (۴۰) زید و بکر ایک علاقہ کے استحقاق نکاح خوانی، عہدۂ قضا کے مدعی ہیں، زید کا یہ استحقاق بہ مقابلہ بکر کے بوجوہات ذیل فائق و مرجح تسلیم کیا جاتا ہے۔

(۱) مورثان زید زمانۂ قدیم سے یکے بعد دیگرے عہدۂ مذکورہ پر قابض رہے۔

---

(۱) الدر والرد ۱۱۳/۸ کتاب القضاء باب التحکیم، مطلب: حکم بینهما قبل تحکیمه ثم أجازاه جاز.

(۲) الدر المختار مع الشامی ۱۱۶/۸ کتاب القضاء باب التحکیم، مطلب: حکم بینهما قبل تحکیمه ثم أجازاه جاز.

(۲) زید علاوہ استحقاق و اعزاز خاندانی کے نہایت شریف و نجیب الطرفین تعلیم یافتہ متبع شریعت ہے۔

(۳) بکر کی نسبت مشہور ہے اور عموماً باور کیا جاتا ہے کہ وہ اور اس کے دیگر برادران رنڈی زادہ و مخلوط النسل وولد الزنا ہیں جو محض جاہل اور آوارہ منش منافق و بدصحبت ہیں اور اپنے گروہ کے لوگوں کی ترغیب واعانت و نیز زید کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مدعیٔ عہدۂ قضا ہیں، اور زید کے اس قدر موروثی و قدیم حق کو پامال اور غصب کر لینے کے لیے کوشاں ہیں تو شرعاً بکر و برادران بکر مسلمانوں میں نکاح خوانی کا کوئی حق شرعاً رکھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز جائز ہے؟ اور مسلمانوں کا انتخاب وتجویز مناسب متذکرہ متعلق زید شرعاً جائز و درست ہے؟ (۳۴۶/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں زید جس کو قوم نے عہدۂ قضا نکاح خوانی وامامت کے لیے منتخب کیا زیادہ حق دار ہے۔ اس کے مقابلے میں بکر جس کے حالات سوال میں مذکور ہیں بحالت موجودہ لائق قضا نکاح خوانی وامامت کے نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۴۱) قاضی ''الف'' نے ایک طوائف پیشہ ور سے نکاح کیا اور مسمی ''ب'' بہ عمر ۴/۵ سالہ اپنی ماں کے ہمراہ آیا۔ ''الف'' کے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ ''الف'' نے ''ث'' خواہر زادہ (بھانجا) حقیقی کو اپنا بیٹا اور جانشین بنایا، بعد انتقال قاضی ''الف'' کے ''ث'' امامت عیدین وجمعہ ونماز پنج گانہ ونکاح خوانی حسب رضامندی عام مسلمان بلاکراہت کرتا رہا، اور اب تک کر رہا ہے۔ مسمی ''ب'' ربیب اب عہدۂ قضا پر دعوے دار ہے، لیکن ولد الزنا ہونے کی وجہ سے عام مسلمان اس سے ناراض ہیں۔ اس صورت میں ''ب'' بموجودگی ''ث'' کے قاضی اور امام ہونے کا مستحق ہے اور دعویٰ اس کا صحیح ہے یا نہیں؟

(۱۵۰۱/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں مسمی ''ب'' ربیب کا دعویٰ امامت و نکاح خوانی وغیرہ کرنے کا بموجودگی قاضی ''ث'' امام مسلّم اہل اسلام کے جائز نہیں ہے۔

قومی پنچ کی شرائط

سوال: (۴۲) اسلام میں قومی پنچ کے لیے کیا کیا شرائط ہیں؟ (۶۵۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: پنچ ایسے لوگوں کو بنایا جاوے جن کی دین داری اور دیانت وتقوی اور سمجھ وفراست پر لوگوں کو اطمینان ہو اور دین اور دنیا کی سمجھ ان کو اللہ تعالیٰ نے دی ہو۔

مقدمات کی کارروائی کے کچھ طریقے اور ان کا حکم

سوال: (۴۳) قومی پنچایت مقدمات کی کارروائی حسب ذیل طریقوں پر کرتی ہے شرعًا جو حکم ہو مطلع فرماویں:

(۱) ہر درخواست کے لیے مہر شدہ کاغذ ہونا ضروری ہے جس کی قیمت متعین ہے، اور یہ رقم خلافت کمیٹی میں داخل ہوتی ہے۔

(۲) ہر ایک درخواست وتحریر میں نقل بیانات وتجویز کے لیے ایک فیس مقرر ہے، جو محرر کو دینا ضروری ہے۔

(۳) درخواست خود لکھے یا محرر جو اس کام کے لیے مقرر ہے۔

(۴) فریقین کے گواہان کے بیانات پر فیصلہ ہوتا ہے۔

(۵) فریقین سے ایک مطبوعہ فارم پر معاہدہ لیا جاتا ہے کہ جو فیصلہ ہوگا منظور ہے۔

(۶) رسوم اور طلبانہ(۱) کی بھی معینہ رقم لی جاتی ہے۔

(۷) ارتکاب جرائم مثل شراب خواری وقمار بازی پر جرمانہ لیا جاتا ہے۔ اور داخل آمدنیٔ کمیٹی ہوتا ہے۔

(۸) خلافت کمیٹی کی آمدنی سے تنخواہ محرر دفتر ورضا کاران وکاغذ وغیرہ دیگر ضروریات میں صرف ہوتی ہے، غرضیکہ پنچان ایک پیسہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے محض مذہبی وقومی خدمت کے لیے اپنا عزیز وقت اور مال صرف کرتے ہیں۔

(۹) بے نمازیوں کا بھی فیصلہ ہوتا ہے، اس میں جرمانہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۰/۱۴۴۵ھ)

الجواب: (۱) شرعًا اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(۲) اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے۔

---

(۱) طلبانہ: وہ روپیہ جو گواہ کو عدالت میں طلب کرنے کے واسطے لیا جائے (فیروز اللغات)

(۳) درست ہے۔

(۴) مدعی سے گواہ لینے چاہییے اور مدعا علیہ سے حلف۔

(۵) اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

(۶) حسب ضرورت و مصلحت کیا جاوے۔

(۷) جرمانہ مالی میں شرعاً کلام ہے اور تفصیل ہے، اس میں احتیاط کرنی چاہیے۔

(۸) یہ بہت اچھا ہے اور درست ہے۔

(۹) جرمانے کے سوا دوسری تدابیر مثل ترک تعلقات وغیرہ کے کی جاویں۔ فقط

مدعا علیہ سے مقدمہ کا خرچ لینا

سوال: (۴۴)......(الف) مدعا علیہ سے مقدمہ کا خرچہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) سرکار میں نالش کرتے وقت فی روپیہ چار آنہ کے حساب سے جس کو عرف بنگلہ میں ''کھیتی پرن'' بولتے ہیں لینا جائز ہے یا نہیں؟ بایں وجہ لیا جاتا ہے کہ نالش میں جو بیجا خرچ ہوتا ہے اس سے اس کی تلافی کی جاتی ہے۔ (۱۳۳۷/۱۵۵ھ)

الجواب: (الف) مدعا علیہ متعنت سے خرچہ لینا درست ہے (۱)

(ب) یہ سود کی صورت ہے اس طرح زائد لینا درست نہیں ہے۔

سوال: (۴۵) اگر مدعا علیہ مدعیان کا حق کسی طرح نہ دیوے اور مدعیان مجبور ولاچار ہو کر مقدمہ دائر کریں اور عدالت سے فیصلہ کے لیے مقدمہ ثالث کے سپرد کر دیا جائے تو مقدمہ کا خرچہ شرعاً مدعا علیہ کے ذمہ ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۶۰۹ھ)

الجواب: جب کہ مدعی علیہ کا تمرد ثابت ہے تو خرچہ حکومت اسی کے ذمہ ہے کما في الشامي: وفي منية المفتي: مؤنة المشخص قيل في بيت المال، وفي الأصح على المتمرد اهـ وهذا مافي الخانية وقال قبيله وفي البزازية: ويستعين بأعوان الوالى على الإحضار وأجرة الاشخاص في بيت المال، وقيل: على المتمرد الخ شافي، وفي الدرالمختار: وأجرة المحضر

---

(۱) اس کی تفصیل آئندہ سوال (۴۵) کے جواب میں ہے۔

على المدعى هو الأصح. بحر عن البزازية. وفي الخانية: على المتمرد وهو الصحيح (۱)
الحاصل اس میں اختلاف تصحیح ہے اور تفصیل ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ بصورت تمرد مدعی علیہ خرچہ حکومت کا اسی پر ڈالا جائے۔ فقط

سوال: (۴۶) آج کل جو نالشیں عدالت میں دائر ہوتی ہیں اور اس میں مدعی کا صرفہ وکیل اور گواہ وغیرہ میں بہت کچھ ہوتا ہے اور مدعا علیہ پر ڈگری اس کے خرچ کی ہوتی ہے تو مدعی کو اصل رقم کے علاوہ صرفہ کی رقم کی جو ڈگری ملتی ہے وہ مدعی کو لینا جائز ہے یا نہ؟ (۱۵۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ اخراجات دراصل بذمہ مدعی ہیں، لیکن مدعا علیہ کے تمرد کی وجہ سے نالش کرنی پڑی، تو مدعا علیہ سے لینا جائز ہے جو واقعی خرچ ہے وہ لے باقی واپس کردے۔ فقط

ترکہ کی تقسیم میں حکم بنانا اور تقسیم کے بعد بعض ورثاء کا ناراضگی ظاہر کرنا

سوال: (۴۷)...... (الف) زید و ہندہ میاں بیوی دونوں انتقال کر گئے، متروکہ مادری و پدری کی بابت باہم ورثہ میں نزاع ہو کر حکم یعنی پنچایت سے فیصلہ قرار پایا اور اس مضمون کا اقرار نامہ باہم ورثہ نے لکھ کر عدالت شریعت میں تصدیق کرادیا کہ عمرو بکر جو کچھ فیصلہ دیں گے وہ ہم کو منظور ہو کر ہر ایک عدالت یعنی عدالت شریعت و دیوانی وغیرہ میں مقبول ہوگا، اس پر پنچان نے جو کچھ اور جس قدر حصہ مطابق شریعت قرار دیا وہ عدالت شریعت میں بروئے احکام شرعی قابل تسلیم ہوگا یا نہیں؟

(ب) اگر پنچان نے جائداد منقولہ کو اندازہ سے اور جائداد غیر منقولہ کو نظری طور پر اندازہ کر کے ذکور کو دوہرا اور اناث کو تیسرا حصہ جیسا کہ شریعت کا حکم ہے دے کر قبضہ کرادیا تو اقرار نامہ مصدقہ کے مطابق قابل تسلیم ہوگا یا نہیں؟

(ج) ہر دو صورت متذکرہ صور میں سے کسی شکل کے ساتھ فیصلہ ہوا، اور من جملہ ورثہ کے حامد و محمود، دو وارث اپنا اپنا حصہ جو پنچایت کے فیصلے کی رو سے ان کو ملا ہو بیع یا ہبہ کسی کو کردیں، اور اس کے بعد فیصلہ سے نارضامندی ظاہر کریں تو اس صورت میں ان کے عذرات مطابق احکام شریعت سنے

---

(۱) الدر والرد ۸/۴۵ كتاب القضاء، مطلب في أجرة المحضر.

جا سکتے ہیں اور یہ پنچایت کا فیصلہ اس صورت میں مسترد ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۵۱/ ۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) اگر حکم نے موافق شریعت غراء کے فیصلہ کیا ہے اور جو کچھ حصص ہر ایک وارث کے ازروئے فرائض اللہ ہوتے ہیں اسی کے موافق فیصلہ کیا ہے اور حصص تقسیم کیے ہیں تو وہ فیصلہ نافذ وصحیح ہوگا اور قابل تسلیم ہوگا۔ حکم کو لازم ہے کہ فرائض نکلوا کر اس کے موافق حصص جملہ ورثہ کے قائم کرے۔

(ب) یہ قاعدہ صحیح ہے اور مطابق شریعت کے ہے کہ مورث کی اولاد میں ذکور کو دوہرا حصہ اور اناث کو اکہرا حصہ دیا جائے، باقی جائداد کے متعلق تحقیقی طور سے اندازہ کر کے تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر تقسیم جائداد صحیح طور سے نہ ہوئی اور کمی وبیشی ظاہر ہوئی تو حصص داران عذر کر سکتے ہیں اور ازسرنو تقسیم کی جاوے گی۔

(ج) درمختار میں ہے کہ اگر تقسیم میں غبن فاحش ظاہر ہو تو وہ تقسیم باطل ہو جاتی ہے پھر ازسرنو تقسیم کی جائے **ولو ظهر غبن فاحش لايدخل تحت التقويم في القسمة فإن كانت بقضاء بطلت اتفاقًا، لأن تصرف القاضي مقيد بالعدل ولم يوجد ولو وقعت بالتراضي تبطل أيضًا في الأصح** (۱) فقط

نائب قاضی سبکدوش ہونے کے بعد دوبارہ بحال ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۸) کوئی نائب قاضی فسخ نکاح کے جرم میں خدمت نیابت سے سبکدوش کر دیا گیا ہو۔ آیا پھر وہی نائب قاضی خدمت نیابت کو انجام دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۸۹۰/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: نائب قاضی مذکور پھر نائب قاضی کی خدمت کو انجام دے سکتا ہے۔ شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

ہندوستان میں منصب قضا قائم کرنے سے متعلق چند اہم سوالات کے جوابات

سوال: (۴۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ آج کل بعض مسلمان ممبران کونسل،

(۱) الدر المختار مع الشامی ۹/ ۳۲۱ كتاب القسمة، مطلب: في الرجوع عن القرعة.

گورنمنٹ سے یہ درخواست کرنے والے ہیں کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لیے منصب قضا قائم کر دیا جائے اس کے متعلق چند امور دریافت طلب ہیں:

(الف) کیا شرعاً مسلمانوں کے لیے نصب قاضی ضروری ہے؟

(ب) قاضی کی تعریف کیا ہے اور کون شخص قاضی بن سکتا ہے؟

(ج) کن کن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے؟

(د) جن معاملات میں قاضی کی ضرورت ہے ان میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ معتبر ہے یا نہیں؟

(ھ) اگر کسی جگہ کے مسلمان بطور خود اتفاق کر کے فسخ نکاح وغیرہ کے لیے کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی شرعی ہوگا یا نہیں؟ اور اس کے فیصلے ان معاملات میں جن میں قاضی کی ضرورت ہے معتبر ہوں گے یا نہیں؟

(و) اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے ہندوستان میں کسی مسلمان کو فسخ نکاح وغیرہ کے لیے قاضی بنادے تو وہ قاضی شرعی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور اس کے فیصلے فسخ نکاح وغیرہ میں معتبر ہوں گے یا نہیں؟

(ز) مسلم ممبران کونسل جو درخواست نصب قاضی کے متعلق کونسل میں پیش کرنے والے ہیں اس میں عامۂ مسلمین کو ان کے ساتھ اتفاق کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور اس معاملے میں ہم کو کوشش کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۳۳۱۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا قائم کرنا مسلمانوں کے ذمے فرض ہے جہاں قدرت ہو، جیسے دارالاسلام اور جہاں قدرت نہ ہو جیسے ہندوستان تو وہاں حکومت سے اس کے متعلق درخواست کرنا ضروری ہے۔

قال في البدائع: فنصب القاضی فرض لأنه ینصب لإقامة أمرٍ مفروض وهو القضاء...... قال تبارك وتعالٰی لنبینا المکرم علیه أفضل الصلوة والسلام: ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ والقضاء هو الحکم بین الناس بالحق والحکم بما أنزل اللّٰه عزّ وجلّ فکان نصب القاضی لإقامة الفرض فکان فرضًا ضرورة......وقد سماه محمد رحمه اللّٰه فریضة محکمة لأنه لایحتمل النسخ لکونه من الأحکام التی عرف وجوبها بالعقل والحکم العقلی لایحتمل الانتساخ واللّٰه تعالٰی أعلم (۱) ملخصًا.

(۱) بدائع الصنائع ۵/۴۳۸ کتاب آداب القاضی .

بدائع میں بیان کیا ہے کہ قاضی کا مقرر کرنا فرض ہے اس لیے کہ قاضی ایک فرض امر یعنی قضا کے لیے مقرر کیا جاتا ہے، حق تعالیٰ نے حضور ﷺ سے ارشاد فرمایا کہ لوگوں میں ان احکام سے فیصلہ کیجئے جو خدائے تعالیٰ نے نازل فرمائے، اور قضا لوگوں میں حق بات اور ما اَنزل اللّٰہ کا امر کرنا ہے، پس قاضی کا مقرر کرنا بغرض اقامتِ فرض ہے؛ اس لیے فرض ہے...... اور امام محمد نے تو نصب قاضی کو فرض محکم فرمایا ہے جو نسخ کو بھی محتمل نہیں کیونکہ نصب قاضی ان احکام سے ہے جن کا ضروری ہونا عقل سے بھی معلوم ہوا اور احکام عقلیہ محتمل نسخ ہوتے نہیں واللہ اعلم۔

(ب) في العالمغيرية : والقضاء في الشرع: قول ملزم يصدر عن ولاية عامة كذا في خزانة المفتيين ...... ولا تصح ولاية القاضى حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة كذا في الهداية: من الإسلام والتكليف والحرية وكونه غير أعمى ولامحدودًا في قذف ولا أصم ولا أخرس وأما الأطرش وهو الذى يسمع القوى من الأصوات فالأصح جواز توليته كذا في النهر الفائق اهـ (۱)(۶۰/۷)

عالمگیری میں ہے: شریعت میں قضا ایک ایسا قول ملزم ہے جو صادر ہوتا ہے ایسے شخص سے جس کو ولایت عامہ (حاصل) ہو اسی طرح خزانۃ المفتین میں ہے، اور قاضی کی ولایت اس وقت تک صحیح نہ ہوگی تاوقتیکہ اس میں شہادت کی شرائط نہ موجود ہوں اسی طرح ہدایہ میں ہے (۱) اسلام (۲) مکلّف ہونا (۳) آزاد ہونا (۴) نابینا نہ ہونا (۵) تہمت زنا میں سزا یافتہ نہ ہونا (۶) اور گونگا بہرا نہ ہونا لیکن وہ بہرا جو زور کی آوازوں کو سن سکتا ہو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی تولیت جائز ہے۔

وفي الدرالمختار : القضاء شرعًا : فصل الخصومات و قطع المنازعات ...... و أركانه ستة ......حكم ومحكوم به وله ومحكوم عليه وحاكم وطريق وأهله أهل الشهادة...... والفاسق أهلها فيكون أهله لكنه لا يقلّد وجوبًا ويأثم مقلده كقابل شهادته به يفتى اهـ(۲)(۴۶۴/۴)

اور درمختار میں ہے: قضا شرع میں خصومات فیصلہ کرنے ومنازعات کے توڑنے کا نام ہے......اور

(۱) الفتاوى الهندية ۳۰۶/۳-۳۰۷ كتاب أدب القاضى ، الباب الأوّل في تفسير معنى الأدب والقضاء وأقسامه الخ .

(۲) الدرالمختار مع ردالمحتار ۲۰/۸-۲۵ كتاب القضاء .

اس کے چھ ارکان ہیں...... (۱) حکم (۲) اور محکوم بہ (۳) اور محکوم لہ یعنی مدعی (۴) اور محکوم علیہ یعنی مدعا علیہ (۵) اور حاکم (۶) اور قضا کا طریق اور قضا کے اہل؛ اہلِ شہادت ہیں......اور فاسق شہادت کا اہل ہے تو قضا کا بھی اہل ہوگا یعنی قاضی بنا دیا جائے تو اس کا حکم نافذ ہو جائے گا لیکن واجب ہے کہ فاسق کو قاضی نہ بنایا جائے اور بنانے والا گنہ گار ہوگا جیسے فاسق کی شہادت قبول کرنے والا۔

اس سے معلوم ہوا کہ قاضی یعنی حاکم مسلم کے لیے صاحب حکومت ہونا رکن قضا ہے کہ جس مقام پر وہ قضا کرتا ہے وہاں پر اس کی ولایت اور حکومت عام ہو، گو کسی خاص فرقہ ہی پر ہو اور گو خاص خاص معاملات میں ہی ہو

قال في ردالمحتار : ثم القاضی تتقید ولایته بالزمان و المکان و الحوادث. اهـ (۱) (۴۶۲/۴)

ردالمحتار میں کہا کہ قاضی کی ولایت زمان و مکان و حوادث کے ساتھ مقید ہوتی ہے۔

غیر صاحب حکومت قاضی نہ ہوگا اور صحت قضا کے لیے قاضی میں ان اوصاف کا ہونا ضروری ہے: مسلمان ہو، کافر نہ ہو، عاقل بالغ ہو، آزاد ہو، غلام نہ ہو، آنکھ والا ہو، اندھا نہ ہو، محدود فی القذف نہ ہو، اور بہرا گونگا نہ ہو، باقی اونچا سنتا ہو تو اس کا مضائقہ نہیں، اور ضروری ہے کہ قاضی عالم بھی ہو اگر مسلمان کو جو جاہل ہے قاضی بنا دیا جائے اور وہ مقدمات میں علماء سے استفتا کر کے فیصلہ کر دے یہ بھی ممکن ہے مگر بہتر نہیں، کیونکہ علماء کے جواب کو بخوبی سمجھنے میں جاہل سے کوتاہی ہوگی اور غلطی کرے گا اور عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کو قاضی بنا لینے سے مسلمان گنہ گار ہوں گے جب کہ حکومت کی طرف سے ان کو انتخاب کا حق دیا جائے، اور اگر فاسق کو قاضی بنا دیا جائے تو وہ قاضی ہو جائے گا، مگر فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں، اور فاسق وہ ہے جو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو، اور توبہ نہ کرے یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہو باقی جن مسائل میں قضائے قاضی یعنی حاکم مسلم کا ہونا شرط ہے جن کا ذکر آتا ہے ایسے مسائل میں حاکم کافر کا فیصلہ ہرگز کافی نہیں حاکم کافر کے فیصلے سے نہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے، نہ طلاق واقع ہو سکتی ہے، نہ ثبوت نسب ہو سکتا ہے، نہ مفقود کو میت کہا جا سکتا ہے وغیر ذلک۔

(ج-د) شریعت محمدیہ اور ملت اسلامیہ میں بعض معاملات ایسے ہیں جن میں قاضی شرعی یعنی

---

(۱) الشامی ۲۳/۸ کتاب القضاء – مطلب: الحکم الفعلي .

حاکم مسلم کا فیصلہ معاملہ کو فیصل کرسکتا ہے، حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کسی وجہ میں مفید نہیں ہوسکتا، بلکہ شرعًا حاکم غیر مسلم کا فیصلہ ان معاملات میں کالعدم اور غیر قابل اعتبار ہے نمونہ کے لیے میں چند مسائل کا ذکر کرتا ہوں جن میں مسلمانان ہند کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کی سخت ضرورت پڑتی ہے:

(۱) کسی لڑکی کا نکاح بلوغ سے پہلے اس کے ولی نے جو باپ دادا کے سوا ہو؛ کردیا اور بالغ ہونے پر لڑکی اس نکاح سے راضی نہیں تو اس نکاح کو قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم چند شرائط کے ساتھ فسخ کرسکتا ہے حاکم (غیر) مسلم اگر فسخ کرے گا تو وہ فسخ معتبر نہ ہوگا(۱) (شامی معہ درمختار ۲/ ۴۸۶۔ ہدایہ ۲/ ۲۹۷)

(۲) کسی بالغ عورت نے اپنا نکاح خاندانی مہر سے کم مقدار پر یا کسی غیر کفو سے بدون رضائے ولی کے خود کرلیا تو اصل مذہب میں خاندان والوں کو حق دیا گیا ہے کہ وہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں دعوی کرکے پہلی صورت میں مہر پورا کرائیں اور دوسری صورت میں نکاح کو فسخ کرادیں(۲) (شامی معہ درمختار ۲/ ۴۸۶، ۲/ ۵۳۱) فسخ کرنا قاضی ہی کا یعنی حاکم مسلم کا کام ہے دوسرے کا نہیں۔

(۳) کسی شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی سے زنا کیا یا بدنیتی سے ہاتھ لگایا تو یہ عورت اپنے شوہر کے لیے حلال نہیں رہی، مگر نکاح اس وقت نہیں ٹوٹتا جب تک قاضی یعنی حاکم مسلم نکاح کو فسخ نہ کردے

---

(۱) وحاصله أنه إذا كان المزوّج للصغير والصغيرة غير الأب والجدّ ، فلهما الخيار بالبلوغ أو العلم به ، فإن اختار الفسخ لايثبت الفسخ إلا بشرط القضاء (الشامی : ۴/ ۱۳۱ كتاب النكاح ، مطلب مهم: هل للعصبة تزويج الصغير امرأةً غيرَ كفء له ؟)

و إن زوّجهما غير الأب والجد فلكل واحدٍ منهما الخيار إذا بلغ، إن شاء أقام على النكاح وإن شاء فسخ ...... ويشترط فيه القضاء (الهداية ۲/ ۳۱۷ كتاب النكاح ــ باب في الأولياء والأكفاء)

(۲) وله أي للولي إذا كان عصبة ...... والقاضى الاعتراض في غير الكفء ، فيفسخه القاضي ويتجدّد بتجدد النكاح ...... ويفتى في غير الكفء بعدم جوازه أصلا وهو المختار للفتوى لفساد الزمان (الدرالمختار) وفي الشامي: قوله: (ويفتى في غير الكفء الخ) قيد بذلك ...... للاحتراز عما لو تزوجت بدون مهر المثل، فقد علمتَ أن للولي الاعتراض أيضًا، والظاهر أنه لاخلاف في صحة العقد، وأن هذا القول المفتى به خاص بغير الكفء كما أشار إليه الشارح ، ولم أر من أجرى هذا القول في المسألتين ، والفرق إمكان الاستدراك بإتمام مهر المثل ، فلذا قالوا: له الاعتراض حتى يتم مهر المثل أو يفرّق القاضي ، فإذا أتمّ المهر زال سبب الاعتراض، بخلاف عدم الكفاءة (الدر والرد ۴/ ۱۱۶-۱۱۷ كتاب النكاح ، باب الولي)

یا زوجین خود قطع تعلق نہ کردیں، اور آج کل بعض دفعہ شوہر قطع تعلق نہیں کرتا تو بدون قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے ایسی عورت کو سخت تکلیف ہوتی ہے(۱) (شامی معہ درمختار۲/۴۶۳)

(۴) شوہر نامرد ہو اور بیوی کو طلاق بھی نہ دیتا ہو تو اس نکاح کو ایک سال کی مہلت دینے کے بعد قاضی یعنی حاکم مسلم فسخ کرسکتا ہے(۲) (عالمگیری۲/ ۱۵۷) بدون قاضی یعنی حاکم مسلم کے ایسی صورت میں عنین کی بیوی کو سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

(۵) اسی طرح شوہر مجنون ہوجائے تو اس کے نکاح کو بھی قاضی یعنی حاکم مسلم ہی فسخ کرسکتا ہے(۳) (عالمگیری۲/ ۱۵۷)

(۶) کسی عورت کا خاوند لاپتا ہوجائے تو اس کی بیوی کو ایک خاص مدت کے بعد جس کی تحقیق کتب مذہب میں ہے قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم ہی مفقود کے نکاح سے خارج کرسکتا ہے(۴) (عالمگیری۳/ ۱۷۶)

---

(۱) وبحرمة المصاهرة لایرتفع النکاح حتی لایحلّ لها التزوّج بآخر إلابعد المتارکة وانقضاء العدة (الدر) وفي الشامي : قوله : (إلا بعد المتارکة) أي و إن مضٰی علیه سنون کما في البزّازیّة ، وعبارة الحاوي : إلابعد تفریق القاضی أو بعد المتارکة اهـ (الدر والرد۴/ ۹۱-۹۲ کتاب النکاح ــ فصل في المحرمات)

(۲) و جاء ت المرأة إلی القاضي بعد مضي الأجل و ادّعت أنه لم یصل إلیها و ادّعی الزوّج بهٖ الوصول، فإن کانت ثیّبا في الأصل کان القول قوله مع الیمین ، فإن حلف بطل حقّها . وإن نکل خیرها القاضي ...... إن اختارت الفرقة أمر القاضی أن یطلقها طلقة بائنة . فإن أبٰی فرّق بینهما. هٰکذا ذکر محمد رحمه اللّٰه تعالٰی في الأصل. کذا في التبیین. والفرقة تطلیقة بائنة کذا في الکافي (الفتاوی الهندیة ۱/ ۵۲۴ کتاب الطلاق ــ الباب الثانی عشر في العنین)

(۳) و إذا کان بالزوج جنون أو برص أو جذام فلا خیار لها کذا في الکافي . قال محمد رحمه اللّٰه تعالٰی:إن کان الجنون حادثا ؛ یؤجّله سنة کالعنة ، ثم یخیّر المرأة بعد الحول إذا لم یبرأ ، وإن کان مطبقا ؛ فهو کالجبّ ؛ وبهٖ نأخذ. کذا في الحاوی القدسی (الفتاوی الهندیة ۱/ ۵۲۶ کتاب الطلاق ــ الباب الثانی عشر في العنین)

(۴) لایفرّق بینه وبین امرأتهٖ وحکم بموتهٖ بمضی تسعین سنة وعلیه الفتوی. وفي ظاهر الروایة : یقدر بموت أقرانهٖ ، فإذا لم یبق أحد من أقرانهٖ حیاحکم بموتهٖ ویعتبر موت أقرانهٖ في أهل بلدهٖ کذا في الکافي والمختار أنه یفوّض إلی رأي الإمام کذا في التبیین (الفتاوی العالمغیریة ۲/ ۳۰۰ کتاب المفقود) =

(۷) اگر شوہر کسی وقت اپنی بیوی کو زنا سے متہم کرے یا اس کی اولاد کو غیر مرد کی بتلائے تو عورت عدالت قاضی میں یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں مرافعہ کر کے لعان کر سکتی ہے اور اپنی ہتک حرمت کا بدلہ لے سکتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو شوہر کو اگر وہ جھوٹا ہوا اس تہمت کی سزا ملے گی یا نکاح فسخ کرادیا جائے گا(۱) (عالمگیری ۲/ ۱۵۱-۱۵۲)

(۸) اگر کسی نابالغ لڑکی کا کوئی ولی نہ ہو اور پرورش کے لیے جلدی نکاح کرنے کی ضرورت ہو تو ایسی لاوارث لڑکیوں کا ولی قاضی یعنی حاکم مسلم ہوگا (۲) (عالمگیری ۲/ ۱۱) قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے ان مسائل میں مسلمانان ہند کو بڑی دقت کا سامنا ہوتا ہے، ہم نے مدارس عربیہ میں ایسے سوالات کے جوابات میں علماء کو یہی لکھتے دیکھا ہے کہ اگر قاضی یعنی حاکم مسلم مفقود کی موت کا حکم کردے یا عنین کا نکاح فسخ کردے تو عورت دوسرے مرد سے نکاح کر سکتی ہے اور قاضی شرعی نہ ہو یعنی حاکم مسلم نہ ہو تو

= ولا يفرّق بينه وبينها ولو بعد مضي أربع سنين خلافًا لمالك (الدر) وفي الشامي: قوله: (خلافًا لمالك) فإن عنده تعتدّ زوجة المفقود عدة الوفاة بعد مضي أربع سنين، وهو مذهب الشافعي القديم، وأما الميراث فمذهبهما كمذهبنا في التقدير بتسعين سنة أو الرجوع إلى رأي الحاكم و عند أحمد: إن كان يغلب على حاله الهلاك كمن فقد بين الصفين أو في مركب قد انكسر أو خرج لحاجة قريبة فلم يرجع ولم يعلم خبره فهذا بعد أربع سنين يقسم ماله وتعتدّ زوجته، بخلاف ما إذا لم يغلب عليه الهلاك كالمسافر لتجارة أو لسياحة، فإنه يفوّض للحاكم في رواية عنه، وفي أخرى: يقدر بتسعين من مولده ...... وقد قال في البزّازيّة: الفتوى في زماننا على قول مالك رحمه الله الخ (الدر المختار و رد المحتار ۶/ ۳۵۷-۳۵۸ كتاب المفقود – مطلب في الإفتاء بمذهب مالك رحمه الله في زوجة المفقود)

(۱) و إن قال لها: زنيت وهذا الحمل من الزنا، تلاعنا لوجود القذف حيث ذكر الزنا صريحا ولم ينف القاضی الحمل كذا في الهداية۔ وفيه أيضًا قبله: إذا التعنا فرّق الحاكم بينهما ولا تقع الفرقة حتی يقضی بالفرقة على الزوج فيفارقها بالطلاق. فإن امتنع فرّق القاضي بينهما وقبل أن يفرّق الحاكم لا تقع الفرقة والزوجية قائمة الخ (الفتاوی العالمغيرية: ۱/ ۵۱۸ و ۵۱۶ كتاب الطلاق – الباب الحادی عشر في اللعان)

(۲) القاضی إنما يملك إنكاح من يحتاج إلى الولي إذا كان ذلك في عهده ومنشوره (الفتاوی الهندية ۱/ ۲۸۴ كتاب النكاح۔ الباب الرابع في الأولياء)

عورت کو بجز صبر کچھ چارہ نہیں۔

(۹) اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو تین طلاق دے کر یہ دعوی کرے کہ میں نے ہوش وہواس کی حالت میں طلاق نہیں دی بلکہ میں مدہوش یا مغلوب الغضب تھا تو اس صورت میں عورت کو شوہر کے اس قول کی تصدیق جائز نہیں بلکہ اس مقدمہ کا مرافعہ قاضی یعنی حاکم مسلم کی عدالت میں لازم ہے اگر وہ اس طلاق کو طلاق تسلیم نہ کرے جس کی خاص شرائط ہیں تب تو عورت شوہر کے پاس رہ سکتی ہے ورنہ نہیں رہ سکتی (۱) (شامی معہ الدر باب طلاق المدهوش ج: ۲)

(۱۰) کسی نے نکاح فاسد کرلیا تو اس نکاح کو قاضی یعنی حاکم مسلم فسخ کرسکتا ہے یا شوہر بیوی کو خود چھوڑ دے (۲) (عالمگیری ۲/۴) اگر وہ نہ چھوڑے تو بدون قاضی یعنی حاکم مسلم کے؛ عورتوں کو اس حالت میں سخت مصیبت کا سامنا ہے۔

یہ چند مسائل صرف باب نکاح کے بطور نمونہ کے عرض کیے گئے ہیں باقی ابواب نسب، وقف، میراث وغیرہ میں جو مسائل قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کے وجود پر موقوف ہیں وہ اس سے زیادہ ہیں جن میں بدون قاضی کے یعنی حاکم مسلم کے مسلمانان ہند کو سخت تکلیف ہے اور اس تکلیف کو وہ بدون گورنمنٹ کی امداد کے حل نہیں کرسکتے کیونکہ قاضی یعنی حاکم کے لیے مسلم ہونے کے ساتھ صاحب حکومت ہونا بھی ضروری ہے اگر کسی جگہ کے مسلمان ازخود کسی کو قاضی بنانا چاہیں تو وہ قاضی نہ ہوگا محض حکم اور ثالث ہوگا جس کا فیصلہ اسی وقت مفید ہوسکتا ہے جب کہ مدعی و مدعا علیہ دونوں اپنا معاملہ اس کے

---

(۱) ولا يقع طلاق المولٰى على امرأة عبده و المجنون و الصبي و المعتوه و المغمٰى عليه والمدهوش والنائم لانتفاء الإرادة (درمختار) وفي الشامي : وللحافظ ابن القيم الحنبلي رسالة في طلاق الغضبان . قال فيها : إنه علٰى ثلاثة أقسام . أحدها: أن يحصل له مبادى الغضب بحيث لايتغير عقله ويعلم ما يقول ويقصده وهذا لا إشكال فيه. الثانى: أن يبلغ النهاية ، فلا يعلم ما يقول ولايريده فهذا لاريب أنه لاينفذ شيء من أقواله الخ (الدرمع الرد ۴/۳۳۱-۳۳۴ كتاب الطلاق ، مطلب في طلاق المدهوش)

(۲) إذا وقع النكاح فاسدًا فرّق القاضي بين الزوج والمرأة ......والمتاركة في الفاسد بعد الدخول لا تكون إلا بالقول كخليت سبيلك أو تركتك إلخ (الفتاوى الهندية ۱/۳۳۰ كتاب النكاح – الباب الثامن في النكاح الفاسد وأحكامه)

سپرد کردیں اور اگر ایک فریق سپرد کرنا چاہے، اور دوسرا نہ کرنا چاہے تو اس صورت میں ثالث اور حکم کا فیصلہ کسی درجے میں معتبر نہیں۔

(ہ،و) قال في العالمغيرية: والقضاء في الشرع: قول ملزم يصدر عن ولاية عامة...... ولا تصح ولاية القاضي حتى يجتمع في المولى شرائط الشهادة كذا في الهداية من الإسلام والتكليف والحرية الخ(۱)(۱۶۰/۴) وفيه أيضًا: وإذا اجتمع أهل بلدة على رجل وجعلوه قاضيًا يقضي فيما بينهم لايصير قاضيًا الخ(۲)(۱۶۴/۴)

عالمگیری میں ہے: شریعت میں قضا ایسے قول واجب العمل کا نام ہے جس کا صدور ولایت عامہ سے ہو اور قاضی کی ولایت صحیح نہیں ہوتی جب تک کہ اس میں شہادت کے شرائط موجود نہ ہوں جیسا کہ ہدایہ میں ہے: اسلام اور تکلیف اور حریت الخ (۱۰۴/۴) اسی عالمگیری میں ہے: جب ایک شہر والے کسی آدمی پر متفق ہوکر اسے قاضی بنالیں جو ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اس کارروائی سے وہ قاضی نہیں بنتا۔

ان عبارات میں تصریح ہے کہ قاضی کے لیے مسلم ہونا، صاحب حکومت ہونا شرط ہے۔ اور یہ کہ کسی جگہ کے مسلمان ازخود کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا، اور ظاہر ہے کہ صاحب حکومت قاضی وہی ہوسکتا ہے جو سلطنت کی طرف سے مقرر کیا جائے اسی لیے گورنمنٹ کی امداد کے اس مسئلے میں مسلمانان ہند سخت محتاج ہیں، کیونکہ بدون قاضی یعنی حاکم مسلم کے فیصلہ محض لغو اور کالعدم ہے، اس لیے مسلمانوں کو پوری مستعدی کے ساتھ گورنمنٹ سے درخواست کرنا چاہیے کہ وہ ہندوستان میں منصب قضا کو قائم کرکے اپنی مسلم رعایا کو ان مشکلات سے نجات دے اور جب تک منصب قضا کی تجویز مکمل ہو اس وقت تک کے لیے کم ازکم یہی قانون کردیا جائے کہ جو مسائل قضائے قاضی کے محتاج ہیں ان کا فیصلہ غیر مسلم حکام نہ کریں بلکہ ایسے مقدمات مسلم حکام ہی کے سپرد ہوں اور مسلم حکام کو ہدایت کی جائے کہ ان مسائل میں علماء سے صورت مقدمہ بیان کرکے شرعی حکم حاصل کریں اور شرعی فتوی کے مطابق مقدمہ کا فیصلہ کردیں اور اپنے فیصلہ کے ساتھ عالم کے فتوی کو بھی منسلک کردیں جیسا کہ تقسیم میراث وترکہ کے

---

(۱) الفتاوى الهندية ۳/۳۰۶-۳۰۷ كتاب أدب القاضي، الباب الأول في تفسير معنى الأدب والقضاء إلخ.

(۲) الفتاوى العالمغيرية ۳/۳۱۵ كتاب أدب القاضي، الباب الخامس في التقليد والعزل.

مقدمات میں کبھی ایسا ہی کیا جاتا ہے اگر یہ صورت بھی ہوجائے تو مسلمانان ہند کی مشکلات میں کچھ کمی ہوجائے گی، ہمیں قوی امید ہے کہ گورنمنٹ ہماری اس درخواست پر ضرور توجہ کرے گی اور اپنی رعایا کو شکرو امتنان کا موقع دے گی **واللّٰہ المستعان في کل باب، ہو المیسر لکل صعاب.**

قال في الدر: ویجوز تقلد القضاء من السلطان العادل والجائر ولو کافرًا ذکرہ مسکین وغیرہ إلا إذا کان یمنعه عن القضاء بالحق فیحرم اھـ(۱) (۴/۴۶۸) وفي العالمغیریة: والإسلام لیس بشرط فیه أي في السلطان الذی یقلّد کذا في التتارخانیة اھـ(۲) (۴/۱۶۰)

درمختار میں ہے: عہدہ قضا کا عادل بادشاہ اور ظالم دونوں سے قبول کرنا جائز ہے اگر چہ وہ کافر کیوں نہ ہو، ملا مسکین وغیرہ نے صراحۃً ذکر کیا ہے، مگر جب کہ وہ بادشاہ اس کو حق پر قضا کرنے سے روکے تب وہ عہدہ حرام ہے، عالمگیری میں ہے کہ اسلام شرط نہیں ہے اس بادشاہ کے اندر جو کسی کو قاضی بنائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اگر گورنمنٹ اپنی طرف سے کسی مسلمان کو قاضی بناوے اور جن مسائل میں قضائے قاضی یعنی مسلم حاکم کے فیصلہ کی ضرورت ہے ان میں اس کو فیصلہ کا اختیار دیدے تو وہ شرعی قاضی ہوجائے گا، اور اس کے فیصلے فسخ نکاح وایقاع طلاق وثبوت نسب وحکم موت مفقود وغیرہ میں نافذ ہوں گے بشرطیکہ فیصلہ پر مجبور نہ کیا جائے۔

قال في العالمغیریة: وإذا اجتمع أہل بلدة علی رجل وجعلوہ قاضیًا یقضی فیما بینہم، لایصیر قاضیًا(۳) (۴/۱۶۴)

عالمگیری میں ہے: جب ایک شہر والے کسی قاضی پر متفق ہوں اور اس کو اپنے مابین قضا کے لیے قاضی بنالیں تو اس سے قاضی نہیں بنتا۔

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۸/۴۱-۴۲ کتاب القضاء ، مطلب : أبو حنیفة دعی إلی القضاء ثلاث مرات ، فأبیٰ .

(۲) الفتاوی الہندیة ۳/۳۰۷ کتاب أدب القاضی. الباب الأول في تفسیر معنی الأدب والقضاء وأقسامه وشرائطه الخ .

(۳) الفتاوی العالمغیریة ۳/۳۱۵ کتاب أدب القاضی . الباب الخامس في التقلید والعزل .

اس سے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں کسی جگہ کے مسلمان بطور خود بدون گورنمنٹ کی اجازت کے اگر کسی کو قاضی بنالیں تو وہ قاضی نہ ہوگا کیوں کہ اس کی ولایت عامہ نہ ہوگی البتہ حَکَم ہوجائے گا جس کا فیصلہ اسی وقت معتبر ہوگا جب کہ مدعی و مدعا علیہ دونوں رضا مندی سے اپنے معاملہ کو اس کے سپرد کردیں اور اگر ایک نے سپرد کیا اور دوسرے نے سپرد نہ کیا تو اس صورت میں حکم کا فیصلہ کالعدم ہے، اور فریقین باہمی رضامندی سے اگر کسی کو حاکم بنالیں اور وہ موافق حکم شرع فیصلہ کردے تو اسے بھی فسخ نکاح وغیرہ کا اختیار ہوگا، اور اس کے فسخ سے بھی نکاح فسخ ہوجائے گا یعنی جب معاملہ سپرد کردیا گیا اور فیصلہ تک تحکم سے کسی فریق نے رجوع نہ کیا تو اب حکم کا فیصلہ بھی مثل فیصلہ قاضی کے لازم و نافذ ہوجائے گا، پھر کوئی فریق اس کو توڑ نہیں سکتا بشرطیکہ فیصلہ موافق حکم شرع ہو۔

قال الشامي : أما المُحَكَّم فشرطه أهلية القضاء و يقضي فيما سوا الحدود والقصاص اهـ(۱) (۴/۴۶۲) و فيه أيضًا: (التحكيم) عرفًا: تولية الخصمين حاكمًا يحكم بينهما......فحكم بينهما ببينة أو إقرار أونكولٍ ورضيا بحكمه (الدر) أي إلى أن حكم ...... فأفاد أنه احترز عما لو رجعا عن تحكيمه قبل الحكم أو عما لورضي أحدهما فقط (شامي) صح لوفي غير حد وقود ودية على عاقلة،الأصل أن حكم المحكم بمنزلة الصلح وهذه لا تجوز بالصلح، فلا تجوزبالتحكيم وينفرد أحدهما بنقضه أي التحكيم بعد وقوعه...... فإن حكم لزمهما ولا يبطل حكمه بعزلهما لصدوره عن ولايةٍ شرعية (۲)(۴/۵۴۰)

شامی میں ہے: حکم کے لیے شرط ہے کہ وہ قضا کا اہل ہو ماسوا حدود اور قصاص میں قضا کرے۔ اسی شامی میں ہے: سرپنچ بنانا مدعی اور مدعا علیہ کا کسی کو اپنے اوپر حاکم مان لینا ہے کہ وہ سرپنچ ان کے درمیان بینہ یا اقرار یا انکار کی بناء پر فیصلہ کرے، اور وہ دونوں اس کے فیصلے پر راضی ہوں، اگر اس سرپنچ کے فیصلہ کرنے سے پیشتر اس کے حکم ہونے سے رجوع کریں یا خالی ایک ہی راضی رہے ایک نہ رہے تو یہ فیصلہ نافذ نہ ہوگا (شامی) حکم کا فیصلہ قصاص اور دیت کے سوا نافذ ہوگا کیونکہ حکم یعنی سرپنچ کا حکم بہ منزلہ صلح کے ہوتا ہے، ان امور میں صلح جائز نہیں تو سرپنچ بنانا بھی جائز نہ ہوگا، اور اگر ایک شخص سرپنچ کو

---

(۱) الشامي ۸/۲۳ كتاب القضاء – مطلب : الحكم الفعلي .

(۲) الدر والرد ۸/۱۱۲-۱۱۴ كتاب القضاء . الباب الأول : باب التحكيم .

توڑ دے بعد تسلیم کر لینے کے تو اس سے سرپنچی ٹوٹ جائے گی، لیکن اگر نقض سے قبل اس نے فیصلہ کر دیا تو فریقین پر لازم ہوگا اور اب ان کے معزول کرنے کی وجہ سے اس کا حکم باطل نہ ہوگا کیونکہ وہ حکم ولایت شرعیہ سے صادر ہوا ہے۔

(ز) جب یہ معلوم ہو چکا کہ قاضی شرعی یعنی حاکم مسلم کا قائم کرنا مسلمانوں کے ذمے فرض ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ بعض معاملات میں حاکم غیر مسلم کا فیصلہ شرعاً معتبر نہیں بلکہ حاکم مسلم کا فیصلہ ضروری ہے تو عامۂ مسلمین پر ضروری ہے کہ وہ اپنی اسی شرعی ضرورت کو گورنمنٹ کے سامنے پیش کر کے درخواست کریں کہ ہندوستان میں منصب قضا کو قائم فرما کر اپنی مسلم رعایا کو مشکلات سے نجات دے، چونکہ گورنمنٹ اپنی رعایا کی راحت رسانی اور بالخصوص مذہبی معاملات میں ہر طرح کی آسانی بہم پہنچانے کی ذمے دار ہے اس لیے قوی امید ہے کہ یہ درخواست منظور ہوگی۔

نیز جو مسلم ممبران کونسل اس مسئلہ کو کونسل میں پیش کرنے والے ہیں ان کے ساتھ سب مسلمانوں کو اتفاق رائے ظاہر کرنا چاہیے، اور ہر ضلع کے مسلمانوں کو اپنی طرف سے الگ الگ اس مسئلہ کی ضرورت ظاہر کرنا چاہیے، کیونکہ گورنمنٹ کی طرف سے جو بے توجہی اب تک اس مسئلہ پر ہوئی ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ اس کو ہنوز ضرورت کی اطلاع اہمیت کے ساتھ کسی نے نہیں کی، ضرورت پر مطلع ہو کر امید ہے کہ گورنمنٹ بہت جلد مسلمانوں کے حال پر توجہ فرمائے گی۔ فقط

کتبہ الاحقر (مولانا) عبدالکریم گمتھلوی کرنالی عفی عنہ

ھو الموفق: مسلمانوں کو ان منازعات باہمی رفع کرنے کے لیے جن میں قاضی کا حکم کرنا شرائط سے ہے، قاضی یعنی حاکم مسلم کا مقرر کرنا نہایت ضروری ہے اور قاضی کے لیے ضروری ہے کہ صاحب حکومت ہو، پس جس کو مسلمان باہمی اتفاق کے ساتھ قاضی بنائیں گے وہ قاضی نہ کہلائے گا، ہاں گورنمنٹ کا مقرر کردہ حاکم مسلم قاضی شرعی کے حکم میں ہوگا، اور اس کے احکام شرعاً قابل نفاذ ہوں گے، لیکن چونکہ قاضی بنائے جانے کا وہی اہل ہے جو شاہد بننے کی صلاحیت رکھتا ہے: بد مذہب اگر مقرر کیا گیا تو وہ صحیح معنی میں قاضی نہ کہلائے گا، اس لیے نہایت ضروری ہے کہ اس کا انتخاب علمائے اہل سنت والجماعت کے ہاتھ میں ہوتا کہ وہ باہمی اتفاق کے ساتھ ایسے شخص کو پیش کر سکیں جو قاضی ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

(مولانا) محمد مظہر اللہ غفرلہٗ امام مسجد فتح پوری دہلی ۲۳/صفر المظفر ۴۷ھ

ھو الموفق: ہندوستان میں نصب قاضی کا مسئلہ نہایت اہم ہے اور محکمۂ قضا قائم نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو بہت سے مذہبی اور معاشرتی معاملات میں جو ہولناک مصائب پیش آرہے ہیں ان کا احصاء دشوار ہے، جوابوں میں نمونہ کے طور پر چند شعبوں کا ذکر کیا گیا ہے یہ صحیح ہے کہ مسلمانوں نے بھی نصب قضا کے لیے اب تک کوئی منظّم سعی نہیں کی، مگر اب ضرورت اتنی روشن ہوگئی ہے کہ مسلمانوں کو گورنمنٹ سے پرزور درخواست کرنے اور گورنمنٹ کی جانب سے اس کے منظور اور جاری کرنے میں مزید توقف کا ہرگز موقعہ باقی نہیں رہا، ہزاروں عورتوں کی جانیں خطرے میں ہیں جن کا علاج محکمۂ قضا کے سوا کوئی قطعی طور پر نہیں ہوسکتا۔

(مولانا) محمد کفایت اللہ غفرلہ مدرسہ امینیہ دہلی ۲۲/صفر المظفر ۱۳۴۷ھ

بے شک ہندوستان میں مسلمان قاضی کا مقرر ہونا نہایت ضروری ہے، جمعیت علماء نے باتفاق آراء اپنے اجلاس ہائے کلکتہ وغیرہ میں اس کی ضرورت کو نہایت وضاحت سے دکھلایا ہے، اور بارہا اس کے اجراء کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دلائی ہے، مسلمانوں کو پرزور طریقہ پر اس کا مطالبہ کرنا لازم ہے، جمعیۃ العلماء کے ریکارڈوں میں اس کی تجاویز موجود ہیں، اور الجمعیۃ کے کالموں میں اس کے متعلق مفصل ابحاث آچکی ہیں۔ واللہ اعلم

ننگ اکابر (مولانا) حسین احمد غفرلہٗ۔

الجواب صحیح بندہ (مولانا) محمد مرتضی حسن عفی عنہ۔ الجواب صواب: بندہ (علامہ) محمد ابراہیم عفی عنہ۔

ہندوستان میں نصب قضا نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو اپنے معاشرتی، تمدنی، دینی جو مصائب پیش آرہے ہیں وہ ان کی مذہبی روح کے لیے مہلک سے کم نہیں، یہ غلط ہے کہ انہوں نے اس ضرورت کا احساس نہیں کیا یا مشکلات نے ان کو پریشان نہیں کیا وہ ہر زمانے میں اس مصیبت کی وجہ سے پریشان رہے، اس کی دلیل میں وہ فتاوی پیش کیے جاسکتے ہیں جو ہزاروں کی تعداد میں لکھے جاتے رہے جن میں بدرجہ مجبوری یہی لکھ دیا جاتا تھا کہ کسی مسلم ریاست میں جاکر فیصلہ کرالیا جائے، اگر تفحص کیا جائے تو اس قسم کے فتاوی ہزاروں کی تعداد میں ملیں گے، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس خاص طریقہ سے مسلمانوں نے اب تک درخواست نہیں کی تو ظاہر ہے کہ کسی ایک مصیبت زدہ کا عرصہ تک مصیبت میں گرفتار رہ کر ازالۂ مصیبت کے طریقے سے ناواقف ہونے یا کسی دوسری وجہ سے ازالۂ مصیبت کی خاص تدبیر پر عمل نہ کرنا

اس کی دلیل نہیں ہے کہ اس کی مصیبت کا ازالہ بھی نہ کیا جائے یا اس کو مصیبت پر راضی مان لیا جائے، بناء علیہ میں مسلمانوں سے عموماً اور قوانین رائج الوقت سے واقف کار حضرات کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ گورنمنٹ کو توجہ دلائیں کہ مسلمانوں پر اس احسان کے کرنے میں تامل نہ کرے۔

(مولانا) محمد اعزاز علی غفرلہٗ مدرس دارالعلوم دیوبند ۶/ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ۔

قاضی ووالی کا مطالبہ اور قاضی کے اختیارات

سوال: (۵۰)......(الف) مسلمانوں پر شرعاً طلبِ قاضی ضروری ہے یا نہیں؟

(ب) طلب والی جس کو واجب؛ غلبہ کفار کے وقت لکھا ہے اس کا کیا مفہوم ہے؟ اور ہندوستان میں طلب والی کی کیا صورت ہے؟

(ج) قاضی جو سرکار سے طلب کیا جائے تو اس کو غالباً جملہ اختیارات منجانب سرکار حاصل نہ ہوں گے بلکہ فسخ نکاح، حکم موت، مفقود الخبر، تزویج ایامی و ایتام، تفریق زوجین وغیرہ اس قسم کے اختیارات ہوں گے تو یہ شخص شرعی قاضی سمجھا جائے گا یا نہیں؟

(د) ثم القاضی تتقید ولایته بالزمان والمکان والحوادث إلخ (۱) (شامي) سے کیا مراد ہے؟ (۱۳۴۳/۱۷/۲ھ)

الجواب: (الف) ضروری ہے اور مفید تر ہے اگر چہ یہ ضرورت یوں بھی مرتفع ہوسکتی ہے کہ جو معاملہ پیش آئے اس میں حکم مقرر کرلیا جائے۔

(ب) طلب والی ظاہر ہے کہ سہل کام نہیں ہے لہٰذا قاضی کا مقرر کرنا اور مقرر ہوجانا کافی ہے۔

(ج، د) اس قسم کی تقیید صحت قضا کے لیے مضر نہیں ہے اور حوادث کی تقیید سے یہی مراد ہے کہ جن احکام کی قضا کا اختیار دیا جائے انہیں احکام میں وہ قاضی ہے۔ فقط

مشورہ کے بعد فیصلہ میں کثرتِ رائے کا اتباع لازم ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۱) امیر یا امام یا صدر قوم کو شرعاً مسلمانوں کا مشورہ لینے کے بعد کثرت رائے کا اتباع

(۱) الشامی ۲۳/۸ کتاب القضاء، مطلبٌ: الحکم الفعلي.

امور شرعیہ میں لازمی ہے یا نہ؟ اور امور شرعیہ میں قلت اور کثرت رائے کو دخل ہے یا نہیں؟ اور مجلس کے ممبران کی کثرت رائے کو اجماع کہنا صحیح ہے یا نہ؟ (۹۱/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امور شرعیہ میں موافق حکم شرع عمل کرنا لازم ہے، اس میں کثرت وقلت رائے کا اعتبار نہیں ہے، اور امور دنیاویہ میں جیسی مصلحت ہو کیا جاوے اور اس رائے ممبران کی کثرت کو اجماع کہنا غلط ہے۔

قاضی کا اپنے آپ کو قاضی القضاۃ، رفیع الدرجات کافی المہمات سلمہ اللہ تعالیٰ لکھنا

سوال: (۵۲) ایک شخص قاضیٔ دِہ اپنے آپ کو اس نام سے سرفراز کرتا ہے: قاضی القضاۃ، رفیع الدرجات، کافی المہمات سلمہ اللہ تعالیٰ، بار بار روکا گیا مگر باز نہیں آتا ایسے شخص کے بارے میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۳۴۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وہ شخص جاہل اور متکبر ہے خود ذلیل ہوگا، حکومت اسلام نہیں ہے جو اس کو تعزیر کی جائے اور سزا دی جائے، ایسے شخص کے بارے میں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے ایسے متکبر اور اپنی بڑائی کرنے والے خود ذلیل ہوا کرتے ہیں، یہ غنیمت ہے کہ صراحۃً تو وہ خدائی کا دعوی نہیں کرتا اگر ایسا بھی کرے تو اس زمانے میں کون اس کو روک سکتا ہے؟ فقط

قاضی شاہد بن سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۳) کیا شاہد قاضی ہوسکتا ہے؟ (۱۲۱۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قاضی جو کہ شہادت شہود پر قضا کرتا ہے وہ خود شاہد اس معاملہ میں نہیں ہوسکتا، البتہ اہلیتِ شہادت اس میں ضرور ہے کما قالوا: أهله أهل الشهادة (۱) اور یہ بھی مسلم ہے کہ قاضی اپنے

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۲۳/۸ کتاب القضاء.

علم پر فیصلہ کرسکتا ہے۔ کما بینه في كتب الفقه (۱) فقط

قوم کا سردار کیسا ہونا چاہیے؟

سوال: (۵۴) سرگروہ قوم کے لیے کیسے شخص کو سردار ہونا چاہیے؟ زید کہتا ہے کہ ہدایت و سردار قومی کے لیے ایسا شخص ہونا چاہیے کہ مسائل ضروریہ شرعیہ سے واقف ہو اور خود صوم وصلاۃ کا پابند ہو، منصف ہو، نفس پرور نہ ہو، جھوٹا نہ ہو، نجیب الطرفین ہو اور بوقت ضرورت عالم سے دریافت کرکے اس پر عمل درآمد کرے، رسم ورواج پر کوئی فیصلہ یا حکم نہ سنائے۔ بکر کہتا ہے کہ ایسا شخص زمانۂ حال کے موافق مثل قاضی کے سمجھا جائے گا، لہٰذا ایسے شخص کے لیے لازمی ہے کہ وہ موافق قول زید کے ہر بات کا پابند ہو اور جس میں وہ کامل باتیں نہ ہوں وہ قابل سرداری کے نہیں، کیونکہ وہ تو خود فاسق اور گمراہ ہے پس قول فیصل اس بارے میں کیا ہے؟ (۱۳۴۲/۱۱۳۵ھ)

الجواب: بات یہ ہے کہ یہ سب امور اس قسم کے بوجہ جہل کے اور علم شریعت سے واقف نہ ہونے کے ہے، پس ضروری ہے کہ جس کو بڑا بنایا جائے اور مقتدا سمجھا جائے کہ اس کی آراء پر فیصلہ ہوتا ہو وہ ایسا ہو کہ علم شریعت رکھتا ہو، متقی ہو، صالح ہو، منصف مزاج ہو، اور اگر خود علم شریعت میں ماہر نہ ہو تو علمائے حقانی کی طرف رجوع کرتا ہو، تاکہ جو فیصلہ وہ کرے وہ موافق شریعت کے ہو، اور عام اہل اسلام اور تمام برادریوں کو چاہیے کہ اپنے معاملات کے فیصلے موافق شریعت کے کریں، اور جو واقعہ پیش آئے اسی وقت اس کا حکم شریعت سے دریافت کرلیا جائے، اور اسی کے موافق فیصلہ کیا جائے، پس اس حکم کلی

---

(۱) طريق القاضي إلى الحكم يختلف بحسب اختلاف المحكوم به ، والطريق فيما يرجع إلى حقوق العباد المحضة عبارة عن الدعوى والحجة : وهي إما البينة أو الإقرار أواليمين أوالنكول عنه أو القسامة أو علم القاضي بما يريد أن يحكم به أو القرائن الواضحة التي تصير الأمر في حيز المقطوع به . (الشامی ۲۳/۸ كتاب القضاء ، مطلب: الحكم الفعلی)

واعلم أن الكتابة بعلمه كالقضاء بعلمه في الأصح "بحر"، فمن جوزه جوزها ومن لا فلا. قوله: (فمن جوزه جوزها) وشرط جوازه عند الإمام أن يعلم في حال قضاء ه في المصر الذي هو قاضيه بحق غير حدخالص لله تعالىٰ من قرض أوبيع أوغصب أوتطليق أو قتل عمد أوحد قذف الخ (الدرالمختار و ردالمختار ۱۲۵/۸ كتاب القضاء ، مطلب في قضاء القاضی بعلمه)

کے معلوم کرنے کے بعد خاص جزئیات کی بحث کی ضرورت نہیں ہے قَالَ اللّٰهُ: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ٦٥) حاصل اس آیت کریمہ کا یہ ہے کہ کوئی شخص مؤمن نہ ہوگا جب تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اور ان کے بعد ان کی شریعت کو حکم اور فیصلہ کنندہ اپنے باہمی نزاعات اور اختلافات ومعاملات میں نہ بنائے، اور اس پر دل سے راضی نہ ہو جائے۔ فقط

افیون وگانجا کے تاجر کو سردار بنانا

سوال: (۵۵) ایک شخص تجارت افیون وگانجا کرتا ہے اس کو پنچایت کی طرف سے سردار بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۳۲۵ھ)

الجواب: درمختار میں مذکور ہے کہ افیون وغیرہ کی بیع وشراء صحیح ہے سوائے خمر کے کہ اس کی بیع و شراء درست نہیں ہے۔ شامی میں کہا کہ یہ مذہب جواز بیع افیون کا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے، اور صاحبین رحمہما اللہ ناجائز فرماتے ہیں لیکن فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے کہ بیع افیون کی جائز ہے، مگر مکروہ ہے وصح بيع غير الخمر، مما مرّ ومفاده: صحة بيع الحشيشة والأفيون (درمختار) أى عنده خلافًا لهما الخ ثم إن البيع وإن صح لكنه يكره إلخ(۱) (شامی) پس بصورت جواز تجارت افیون اس کو سردار برادری کا بنا سکتے ہیں۔ فقط

---

(۱) الدر والرد ۳۴/۱۰ كتاب الأشربة .

كتاب الشهادة

گواہی کا بیان

گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے

سوال: (۱) اس زمانے میں عدالت گواہ کی ضرورت ہے یا لفظ اشہد کے ساتھ قسم پر اکتفاء کیا جائے؟ (۱۳۳۵/۳۴۲ھ)

الجواب: عادل ہونا گواہوں کا ضروری ہے (۱)

عادل گواہ میں کن باتوں کا ہونا ضروری ہے؟

سوال: (۲) شہود کی عدالت میں کیا کیا باتیں ہونا ضروری ہیں؟ (۱۳۳۸/۱۹۳ھ)

الجواب: جو شخص کبائر کا مرتکب نہ ہو اور صغائر پر مصر نہ ہو، اور کوئی فعل خلاف مروت نہ کرے وہ عادل ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: **العدالة ملكة تحمل على ملازمة التقوى والمروءة والشرط أدناها وهو ترك الكبائر والإصرار على الصغائر ومايخل بالمروءة ويلزم أن يكون**

---

(۱) والعدالة وهي شرط وجوب القبول على القاضي لاجوازه، كذا في البحرالرائق (الفتاوى الهندية ۴۵۰/۳ كتاب الشهادات — الباب الأوّل في تعريفها و ركنها وسبب أدائها و شرائطها وأقسامها)

مسلمًا، عاقلاً، بالغًا إلخ (۱) پس لحاظ اس تفصیل کا عدالت شہود میں ضروری ہے۔ فقط

جو عدالت میں جھوٹی شہادتیں دیتا ہے اس کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۳) ایک شخص قبالہ (دستاویز) نویسی کا کام کرتا ہے، اور اکثر عدالت وغیرہ میں جا کر جھوٹی شہادتیں دیتا ہے؛ عند الشرع ایسا شخص گواہ عادل ہوسکتا ہے؟ اور عند الشرع عادل گواہ کی کیا تعریف ہے؟ (۵۳۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ایسے شخص کی شہادت شرعًا معتبر نہیں۔ اتفقوا على أن الإعلان بكبيرة يمنع الشهادة إلخ (۲) (عالم گیریہ) اور جو شخص صغائر پر اصرار نہ کرے اور کبائر سے اجتناب کرے وہ شرعًا عادل ہے درمختار میں ہے: و(تقبل) من مرتكب صغيرة بلا إصرار إن اجتنب الكبائر كلها وغلب صوابه على صغائره "درر" وغيرها قال: وهو معنى العدالة الخ (۳)

گواہوں کا تزکیہ کب ضروری ہے؟

سوال: (۴) شہادت کے بارے میں جو شہود کے تزکیہ کی ضرورت ہے اس پر بھی قاضی کو لحاظ کرنا امر لازمی ہے یا نہیں؟ (۶۰/۷-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر قاضی کو گواہوں کے حال کا علم نہ ہو تو تزکیہ کی ضرورت ہے: ومحل السؤال على قولهما عند جهل القاضي بحالهم ولذا قال في الملتقط: القاضي إذا عرف الشهود بجرحٍ أو عدالةٍ (أي عن حال الشهود) لايسئل عنهم(۴) شامي. كتاب الشهادات.

---

(۱) ردالمحتار ۳/۳۱۴ كتاب الصوم . مبحث في صوم يوم الشك.

(۲) الفتاوى الهندية ۳/۴۶۶ كتاب الشهادات – الباب الثالث : الفصل الثاني في من لا تقبل شهادته لفسقه.

(۳) الدرالمختار مع الشامي ۸/۱۶۸ كتاب الشهادات – باب القبول وعدمه .

(۴) الشامي ۸/۱۵۹-۱۶۰ أوائل كتاب الشهادات.

علانیہ تزکیہ کافی نہیں، خفیہ تزکیہ ضروری ہے

سوال: (۵) عدالت نے ایک غیر معروف شخص سے تزکیہ علانیہ کرایا، ایسی صورت میں یہ تزکیہ شہادت کے واسطے کافی ہوگا یا نہیں؟ (۸۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قال في ردالمحتار : و به ظهر أن ما يفعل في زماننا من الاكتفاء بالعلانية خلاف المفتى به بل في البحر: لابد من تقديم تزكية السر على العلانية لما في الملتقط عن أبي يوسفؒ: لا أقبل تزكية العلانية حتٰى يزكى في السرّ إلخ (۱) سے یہ معلوم ہوا کہ یہ طریقۂ تزکیہ جو سوال میں درج ہے اس پر اکتفاء نہ کرنا چاہیے، پس تزکیہ سرًّا ہونا ضروری ہے۔ فقط واللہ اعلم

شہادت میں لفظ أشهد یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ کہنا ضروری ہے

سوال: (۶) ایک صاحب کہتے ہیں کہ گواہ کا قبل از گواہی لفظ أشهد — یعنی گواہی دیتا ہوں میں — بجنسہ بقید تلفظ کہنا ضروری ہے، اگر شرعًا یہ لفظ أشهد کہنا فرض یا واجب ہے تو بحوالہ جواب مرحمت ہو، اور اگر گواہ لفظ أشهد نہ کہے اور گواہی حلفیہ کسی امر کی دے تو کیا گواہی شرعًا مقطوع و خارج مانی جاوے گی اور قابل پذیرائی نہ ہوگی؟ (۶۹/۷-۱۳۳۸ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وركنها لفظ أشهد لاغير لتضمنه معنى مشاهدة وقسم وإخبار للحال فكأنه يقول: أقسم بالله لقد اطلعت على ذلك وأنا أخبربه، وهذه المعانى مفقودة في غيره فتعين الخ (۲) اور شامی میں ہے: فلذا اقتصر عليه احتياطًا واتباعًا للمأثور، ولايخلوعن معنى التعبد إذلم ينقل غيره كمابسطه في البحر (۲) اس عبارت شامی سے واضح ہوا کہ احادیث و آثار سے یہی لفظ دربارۂ شہادت وارد اور ماثور ہوا ہے، اور یہ حکم تعبدی ہے لہٰذا اسی لفظ یا اس کے ترجمہ کو اختیار کرنا لازم ہے کیونکہ احکام تعبدیہ میں تبدل و تغیر نہیں کیا جاتا۔ فقط

---

(۱) الشامى ۱۶۰/۸ كتاب الشهادات.

(۲) الدرالمختار و ردالمحتار ۱۵۴/۸، أوائل كتاب الشهادات.

سوال: (۷) کیا شہادت میں لفظ أشهد کہنا ضروری ہے؟ (۱۳۴۲/۱۸۴ھ)

الجواب: ادائے شہادت میں أشهد کا لفظ یا اس کا ترجمہ یا اس کے ہم معنی کوئی لفظ کہنا ضروری ہے کذا في الدر المختار (۱) فقط

سوال: (۸) گواہ کو گواہی کا لفظ کہنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور چونکہ گواہ ناواقف ہوتے ہیں، اس وجہ سے ان کو یہ بتلا دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۶۳۴ھ)

الجواب: گواہ کو گواہی کا لفظ کہنا بھی ضروری ہے اور گواہ کو یہ امر بتلا دینا اور جتلا دینا جائز ہے۔

سوال: (۹) اگر بوقت شہادت ناواقفی سے لفظِ أشهد نہ بولے، مگر اصلی واقعہ چشم دید بیان کردے، تو شہادت معتبر ہوگی یا نہ؟ اور مدعی ثانیًا لفظ أشهد کے اعادہ کرانے کے لیے مُحَکَّمْ کے روبرو اعادۂ شہادت کرا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۴۷۹ھ)

الجواب: أشهد کے ساتھ پھر اعادۂ شہادت ہونا چاہیے۔ و ركنها لفظ أشهد لاغير إلخ (۲) (درمختار) کیونکہ بدون أشهد یا اس کے ترجمے کے شہادت معتبر نہیں ہے۔ فقط

گواہ سے قسم کس طرح لی جائے؟

سوال: (۱۰) سلطنت اسلام میں گواہ سے حلف یا قسم کس طرح لی جائے؟ (۱۳۴۲/۱۱۲۷ھ)

الجواب: درمختار کتاب الشہادات میں ہے: وركنها لفظ أشهد لاغير لتضمنه معنى مشاهدة وقسم و إخبار للحال فكأنه يقول: أقسم بالله لقد اطلعت على ذلك وأنا أخبر به (۳)

ترجمہ: گویا کہ گواہ کہتا ہے کہ قسم کھاتا ہوں میں اللہ کی، البتہ تحقیق مطلع ہوں میں اس بات پر اور خبر دیتا ہوں میں اس کی۔

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدر مع الرد ۱۵۴/۸ كتاب الشهادات.

(۳) الدر المختار مع الشامی ۱۵۴/۸ أوائل كتاب الشهادات.

عورت نکاح کا انکار کرتی ہو تو فاسق اور متہم کی گواہی سے نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۱۱) ہندہ عاقلہ بالغہ نے جب بکر سے نکاح کا ارادہ کیا تو دو شخص کہتے ہیں کہ زید نے مرتے وقت اپنی پوتی ہندہ کا نکاح ہمارے روبرو عمر سے کرادیا ہے، اور ایک شاہد کی حالت یہ ہے کہ نماز نہیں پڑھتا اور روزے رمضان کے نہیں رکھتا، ڈاڑھی منڈاتا ہے، اور دوسرا شاہد نماز پڑھتا ہے لیکن متہم بشہادۃ الزور ہے اس صورت میں ہندہ کا نکاح عمر سے ثابت ہوگا یا نہیں؟ (۲۲/۲۷۲-۱۳۴۵ھ)

الجواب: تارک نماز وروزہ فاسق ہے، اس کی شہادت سے بصورت انکار کرنے عورت کے نکاح ثابت نہ ہوگا، اور دوسرا شاہد جو کہ نمازی ہے لیکن متہم بشہادت زور ہے تو اس کی شہادت بھی معتبر نہیں ہے، اور اگر بالفرض وہ تہمت اس پر غلط ہو، اور وہ ایسا نہ ہو تو پھر بوجہ ایک ہونے کے اس کی گواہی سے نکاح ثابت نہ ہوگا، کیونکہ نصاب شہادت دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں (ہیں) جو کہ عادل وثقہ ہوں **كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى:** ﴿وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۸۲) فقط

کھیل، تماشہ اور گانے بجانے کی محفل میں شرکت کرنے والا عادل نہیں

سوال: (۱۲) جس شخص نے کھیل تماشہ گانے بجانے کی محفل ٹھیٹر و کشتی میں شرکت کی ہو؛ تو ایسا شخص عادل ہوگا یا نہیں؟ اور یہ افعال صغیرہ ہیں یا کبیرہ؟ (۱۹۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایسا شخص عادل نہیں ہے اور یہ افعال گناہ کبیرہ ہیں۔ فقط

گواہی کس شخص کی معتبر ہے؟

سوال: (۱۳) گواہی شرعاً کس شخص کی معتبر ہے؟ (۹۶۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: گواہی عادل اور معتبر نمازی پرہیزگار کی شرعاً معتبر ہوتی ہے۔ فقط

سوال: (۱۴) ایک شخص کاذب ہے، اس کا امور شریعت میں مثلاً نکاح وغیرہ میں وکیل وگواہ

مقرر ہونا کیسا ہے؟ اور اس کی شہادت معتبر ہوسکتی ہے؟ اور اس کے پند ونصیحت قابل عمل ہے یا نہیں؟
(۲۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس کی گواہی سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے، لیکن بصورت انکار اس کی شہادت سے ثبوت نکاح نہ ہوگا۔

انعقاد نکاح کے لیے گواہوں کا عادل ہونا ضروری نہیں مگر ثبوت نکاح اور طلاق کے لیے گواہوں کا عادل ہونا ضروری ہے

سوال: (۱۵) زید اور بکر کو وقت نکاح کے گواہ بنایا گیا، اور قاضی کے سامنے شہادتیں لی گئیں، اور وقت طلاق کے زید اور بکر کی شہادتوں کو مردود کر دیا گیا بوجہ ڈاڑھی کتروانے کے، حالانکہ وقت نکاح کے جو صورت تھی وہی وقت طلاق کے تھی شرعاً مفتی کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے فتوے پر عمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۳۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: کتب فقہ میں تصریح ہے کہ نکاح کا نفس انعقاد شاہدین فاسقین سے بھی ہو جاتا ہے، لیکن تجاحد (انکار) کے وقت ان کی گواہی حجت نہیں، پس جو لوگ انعقاد نکاح کے شاہد بن سکتے ہیں ضروری نہیں کہ ثبوت طلاق کی گواہی کے بھی اہل ہوں، انعقاد کے وقت اگر چہ شاہدوں کی عدالت شرط نہیں مگر ثبوت نکاح کے لیے ــــ درانحالیکہ کسی جانب سے انکار ہو ــــ شہادت عادلین شرط ہے، اور یہی حال شہادت طلاق کا ہے۔ شامی میں ہے: **قوله ولو فاسقين اعلم أن النكاح له حكمان: حكم الانعقاد وحكم الإظهار فالأول ماذكره والثانى إنما يكون عند التجاحد فلايقبل في الإظهار إلّا شهادة من تقبل شهادته في سائر الأحكام كما في شرح الطحاوى فلذا انعقد بحضور الفاسقين إلخ و إن لم يقبل أداؤهم عند القاضى إلخ**(۱) لہٰذا مفتی کا یہ فتوی صحیح اور شریعت کے مطابق ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۶) جو شخص تارک الصلوٰۃ ہو اور افعال قبیحہ کا اعلانیہ مرتکب ہو جیسے شرب خمر و تاڑی و زنا

---

(۱) ردالمحتار ۴/۵۷ کتاب النکاح ، قبيل مطلب في عطف الخاص على العام .

کا (مرتکب ہو) اور جھوٹی گواہی دیتا ہو ایسے شخص کی گواہی نکاح و طلاق کے معاملے میں معتبر ہے یا نہیں؟ (۶۴۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایسے شخص کی گواہی سے نکاح تو منعقد ہو جاتا ہے، لیکن بصورت انکار ایسے لوگوں کی گواہی سے نکاح ثابت نہ ہوگا، اور طلاق کا ثبوت بھی ایسے لوگوں کی گواہی سے نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اہل ہوا کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷) شہادت کے لیے مسلمان مرد، آزاد، بالغ ہونا بلا قید فرقہ کے ضروری ہے یا نہیں؟ یا کسی خاص فرقہ کا ہونا ضروری ہے؟ دوسرے عقائد والوں کی مثلاً اہل قرآن، اہل حدیث، غیر مقلد، شیعہ وغیرہم کی شہادت قابل پذیرائی نہیں؟ (۱۴۰۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اہل سنت و جماعت میں جو فرقہ بھی ہو اس کی شہادت بصورت عدم فسق معتبر ہے، اور اہل ہوا مثل روافض وخوارج، اہل قرآن و اہل اعتزال و غیر مقلد وغیرہ فرقوں میں سے جن کی تکفیر نہیں کی گئی، اور ان میں فسق وغیرہ کوئی امر مانع عن الشہادت نہ ہو تو ان کی گواہی بھی مقبول ہو سکتی ہے کذا في الدر المختار (۱) فقط

قبول شہادت کے لیے مسائل دقیقہ یا غیر دقیقہ دریافت کرنا ضروری نہیں

سوال: (۱۸) ایک مقدمۂ طلاق میں دو گواہ مسلمان مرد بالغ آزاد ہیں جن کا کوئی کذب آج تک کبھی ظاہر نہیں ہوا، اور وہ اپنے آپ کو نمازی بتلاتے ہیں، عدالت نے بابت نماز ان سے کثیر سوالات اور مسائل دریافت کیے، ایک نے ہر اَدَق مسئلے کا جواب کافی دیا، لیکن دوسرے گواہ نے اکثر ضروری سوالات کا جواب دیدیا، مگر عدالت نے چند ادق اور فروعی واختلافی مسائل کے جواب کو کافی تصور نہ کر کے شہادت قبول نہ کی، اور واقعۂ طلاق کو غلط مان کر خارج کر دیا، تو کیا شرعًا مقدمۂ طلاق میں

(۱) قال في الدر المختار: تقبل من أهل الهواء أي أصحاب بدع لا تكفر كجبر وقدر و رفض و خروج وتشبيه وتعطيل. وفي الشامي: فمن وجب إكفاره منهم فالأكثر على عدم قبوله الخ (الدر و ردالمحتار ۱۶۶/۸ كتاب الشهادات ــ باب القبول وعدمه)

ایسے نمازیوں کی بھی جن کی کبھی کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو اور علوم شرع میں بھی بہت عبور رکھتے ہوں ان ہی کی گواہی مانی جائے گی یا کیا؟ (۱۴۰۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قبول شہادت کے لیے مسائل دقیقہ یا غیر دقیقہ کا سوال و جواب ضروری نہیں ہے، اور جواب نہ دینے سے شہود مردود الشہادت نہیں ہوسکتے، البتہ تارک نماز اگرچہ ایک وقت کی نماز کا بھی تارک ہو فاسق ہے، اس کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ فقط

بغیر دیکھے گواہی دینا

سوال: (۱۹) زید کا دو چار گھنٹے میں دفعۃً انتقال ہوجائے، اور لوگ اس پر کہیں کہ یہ کسی زہریلی چیز سے مرا ہے، اور عدالت میں لوگ گواہی دیں کہ اس کی بیوی بدچلن ہے فلاں شخص سے آشنائی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ اس کی بیوی نے یہ کام کیا ہے، اور زہر دے کر مارا ہے اور عورت و مرد پھنس جائیں؛ بغیر دیکھے ایسی گواہی جو لوگ دیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟ (۲۸۱۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بے دیکھے ایسی گواہی دینا درست نہیں ہے۔ باقی اگر ایسا ثابت ہوجائے کہ عورت بدچلن ہے اور اس کا تعلق ناجائز کسی مرد سے ہے اور وہ آتا جاتا ہے تو تعزیرًا و تنبیہًا ایسے لوگوں کو سزا کردینا درست ہے تاکہ اس وبال سے اہل محلّہ محفوظ رہیں۔ فقط

سماعی شہادت معتبر نہیں

سوال: (۲۰) مدعیان مرزا محمد سرور وغیرہ اپنی نانی چندو بی بی مرحومہ و دیگر قریبی رشتہ داران کی زبانی سن کر دعوے سے کہتے ہیں کہ ہمارے نانا نور محمد نے مکان نمبر: ا کی سفید زمین خرید کر خود اس پر عمارت تعمیر کرائی تھی، اور نور محمد نے اپنی سسرال کی امداد سے کل زر لاگت اپنے پاس سے ادا کیا تھا، مگر بوقت خرید زمین کاتب نے غلطی سے بجائے اصل مشتری کے بیع نامہ اس کے والد خدایار کے نام لکھ دیا، نور محمد ادب کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ سکا، اس امر کی دو سماعی شہادتیں اور ایک عینی شہادت ہے، محمد بخش پسر محمد الیاس اس مکان کو اپنے دادا خدایار کا پیدا کردہ کہتا ہے، شرعًا یہ مکان پیدا کردہ نور محمد کا قرار دیا جائے گا یا اس کے والد خدایار کا؟ (۶۰۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں سماعی شہادت معتبر نہیں اور عینی شہادت بھی اس وجہ سے ساقط الاعتبار ہے کہ ایک شاہد شہادت دیتا ہے، اور اعتراض نہ کرنا کسی کے حق کو باطل نہیں کرتا اور جب کہ محمد بخش پسر محمد الیاس کو یہ تسلیم نہیں کہ مکان مذکور نور محمد کے روپیہ سے خرید کیا ہوا ہے بلکہ اس کا خیال مثلاً یہی ہے کہ یہ ترکہ خدایار کا ہے جس کا نام کاغذات بیع نامہ پر چڑھا ہوا ہے، تو شرعاً بھی ایسا ہی سمجھا جائے گا۔ کما في المجلة العدلية ص: ۱۶۹: الکتاب کالخطاب (۱) وفیھا: الإقرار بالکتابة کالإقرار باللسان دفعہ: ۱۶۰۶ (۲) نیز ظاہر حال کے موافق بھی وہ ترکہ خدایار کا ہی سمجھا جائے گا اس لیے کہ کاغذاتِ بیع نامہ سے جو ملکیت خدایار کی سمجھ میں آتی ہے فریق مخالف اس کی تردید میں کوئی کافی دلیل پیش کرنے سے قاصر ہے، لہٰذا خدایار کی ملکیت کا ثبوت راجح سمجھا جاوے گا۔ فقط

نصابِ شہادت کافی نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱) اگر نصاب شہادت کافی نہ ہو تو وہ شہادت قابل استرداد ہوگی یا نہیں؟

(۶۰/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (اگر نصاب شہادت کافی نہ ہو تو وہ شہادت قابلِ استرداد) ہوگی (۳)

جن لوگوں نے الگ الگ وقت میں تنہا تنہا زنا کرتے دیکھا ہو، ان کی گواہی کا حکم

سوال: (۲۲) تین یا چار شخص اگر زنا کی گواہی دیں، مگر ہر ایک (نے) تنہا تنہا ایک ایک دن، ایک ایک وقت زنا کرتے دیکھا، ایک ساتھ ایک وقت نہیں دیکھا، چنانچہ ایک شخص نے ایک دن زنا کرتے دیکھا، دوسرے نے اور ایک دن، تیسرے نے اور ایک دن، چوتھے نے اور ایک دن، ایسی

(۱) شرح المجلة ۱/۴۹ المقالة الثانية في بيان القواعد الفقهية. المادة: ۶۹، دار الكتب العلمية، بيروت. (۲) شرح المجلة ۲/۹۰۰ الباب الرابع في بيان الإقرار بالكتابة – المادة: ۱۶۰۶.

(۳) و نصابها ...... رجلان ...... أو رجل و امرأتان ولايفرق بينهما لقوله تعالىٰ: "فَتُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَا الْأُخْرىٰ" ولا تقبل شهادة أربع بلا رجلٍ الخ (الدر المختار مع الشامي ۸/۱۵۸ - كتاب الشهادات)

حالت میں گواہی ان کی مقبول ہوگی یا نہیں؟ (۹۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ویثبت بشهادة أربعة رجال في مجلس واحد فلو جاؤوا متفرقين حدّوا إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ تنہا تنہا شخص کی گواہی سے زنا ثابت نہ ہوگا اوران گواہوں کو حد قذف لگائی جاوے گی۔ فقط

مدعی کا بھائی مدعا علیہ کے خلاف گواہی دے سکتا ہے

سوال: (۲۳) شہادت برادر مدعی مقبول است یا نہ؟ (۱۴۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شہادت برادر مدعی بر مدعی علیہ مقبول است۔

ترجمہ: سوال: (۲۳) مدعی کے بھائی کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ (۱۴۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مدعی کے بھائی کی گواہی مدعا علیہ کے خلاف مقبول ہے (۲)

اپنی بیٹی کے حق میں ماں کی گواہی اور نابالغ کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۲۴) زوجین میں تنازع ہوا، عورت کہتی ہے شوہر کو کہ تم نے مجھے تین طلاق دی، مرد قطعًا انکار کرتا ہے، عورت کے گواہ اس کی ماں اور چچی اور چچازاد بھائی نابالغ اور پھوپھی زاد بھائی نابالغ ہیں ان کی گواہی شرعًا معتبر ہے یا نہیں؟ یا شوہر کا حلفیہ انکار معتبر ہے؟ غرض یہ کہ اس صورت میں طلاق واقع اور ثابت ہے یا نہیں؟ (۴۷۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ماں کی گواہی اپنی دختر کے لیے شرعًا معتبر نہیں ہے (۳) اور نصاب شہادت بھی پورا نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے، کیونکہ نابالغ کی گواہی معتبر نہیں ہے (۴) اور تنہا عورتوں کی گواہی سے بھی طلاق

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۶/۹ کتاب الحدود، مطلب: الزنا شرعًا لا یختص بما یوجب الحدَّ بل أعمُّ

(۲) وتقبل شهادة الرجل لأخيه وعمه لانعدام التهمة (الهداية ۳/۱۶۲ کتاب الشهادة — باب: من يقبل شهادته ومن لا يقبل)

(۳) لا تقبل من ...... الفرع لأصله وبالعكس للتهمة (الدر مع الرد ۸/۱۷۴ کتاب الشهادات — باب القبول وعدمه)

(۴) لا تقبل من أعمى مطلقًا و مرتد ومملوك وصبي (الدر مع الرد ۸/۱۷۲ کتاب الشهادات — باب القبول وعدمه)

ثابت نہیں ہوتی(۱) لہٰذا اس صورت میں جب کہ شوہر طلاق سے منکر ہے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ فقط

ماں باپ اور ملازم وخدمت گار کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۲۵) طلاق کے شاہد گھر والے بھی ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ باپ یا بھائی یا ماں اور ہمشیرہ، ملازم اور خدمت گار بھی شہادت میں قاضی کے سامنے پیش ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳۴۱/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ماں باپ کی گواہی معتبر نہیں ہے والفرع لأصله وبالعكس للتهمة (۲) (درمختار) اور بھائی بہن کی گواہی معتبر ہو سکتی ہے، اور ملازم وخدمت گار کی شہادت بھی معتبر نہیں ہے والأجير الخاص لمستأجره (۳) (درمختار) فقط

شرابی، زانی اور فاسق کی شہادت وامامت کا حکم

سوال: (۲۶) ایک شخص نے چند دفعہ عمداً وقصداً متواتر شراب خواری کی ہے، اور چند مدت پیشہ دُزدی (چوری) اختیار کیا ہے، اور ایک دختر کے حمل حرام پر شخص مذکور خود مقر ہوا ہے کہ یہ حمل میرا ہے، اور بازاری فاحشہ عورتوں کے ساتھ ہمبستر ہوتا ہے، شخص مذکور کی امامت جائز اور گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۳/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: شخص مذکور فاسق ہے، لائق امام بنانے اور شہادت کے نہیں ہے، تاوقتیکہ توبہ نہ کرے امام نہ بنایا جاوے اور گواہی اس کی نہ سنی جاوے اور اعتبار نہ کیا جاوے کیوں کہ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ كما صرح به في الشامي (۴) اور فاسق کی گواہی بھی معتبر نہیں ہوتی۔

---

(۱) ونصابها ...... رجلان ...... أو رجل وامرأتان ولا يفرق بينهما لقوله تعالىٰ: ﴿فَتُذَكِّرَ اِحْدَاهُمَا الْاُخْرىٰ﴾ ولا تقبل شهادة أربع بلا رجلٍ الخ (الدرالمختار مع الشامی ۸/ ۱۵۸ کتاب الشهادات)

(۲) الدر مع الرد ۸/ ۱۷۴-۱۷۵ کتاب الشهادات ــ باب القبول وعدمه.

(۳) الدر مع الرد ۸/ ۱۷۵ کتاب الشهادات ــ باب القبول وعدمه.

(۴) وأما الفاسق فقد عللوا كراهة تقديمه بأنه لا يهتم لأمر دينه ، وبأن في تقديمه للإمامة تعظيمه، وقد وجب عليهم إهانته شرعًا ، ولايخفى أنه إذا كان أعلم من غيره لاتزول العلة ، فإنه لايؤمن أن يصلي بهم بغير طهارة ، فهو كالمبتدع تكره إمامته بكل حالٍ، بل مشىٰ في شرح المنية علىٰ أن كراهة تقديمه كراهة تحريم لما ذكرنا (الشامی ۲/ ۲۵۵ کتاب الصلاة، باب الإمامة ــ قبيل مطلب: البدعة خمسة أقسامٍ)

كما صرح به الفقهاء(۱) فقط

سوال: (۲۷) فاسق گواہ کو قسم دینا ضروری ہے یا نہیں؟ (۳۴۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: فاسق گواہ کی گواہی معتبر ہی نہیں ہے خواہ وہ قسم کھا کر کہے یا نہ کہے بہرحال شہادت اس کی معتبر نہیں ہے (۲)

سوال: (۲۸) زانی شرابی وغیرہ فاجر وفاسق کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ اور ان کی گواہی پر قاضی یا حکم کو حکم کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۳۴۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسے لوگوں کی گواہی معتبر نہیں ہے اور قاضی وحکم کو ان کی گواہی پر حکم کرنا درست نہیں ہے۔

رشوت دینے والے کی گواہی مقبول نہیں

سوال: (۲۹) شہادت راشی بحق مرتشی درست ہے یا نہ؟ (۴۳۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: راشی کی شہادت بوجہ فسق کے مقبول نہیں ہے۔

ڈاڑھی منڈانے اور کتروانے والے شخص کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۳۰) ایک مرد دعوی سپردگی عورت کا کرتا ہے، عورت کہتی ہے کہ میرے خاوند نے طلاق دیدی، اور اس کے ثبوت میں تین گواہ پیش کیے، جن میں سے ایک گواہ کی ڈاڑھی منڈی ہوئی ہے، اور دو گواہوں کی ڈاڑھی گندم اور جو برابر ہے، وہ دونوں کترواتے ہیں؛ ایسے گواہوں کی شہادت قابل قبول ہے یا نہیں اور طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟ (۲۶۳۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: گواہان مندرجہ سوال کی گواہی شرعًا معتبر نہیں ہے، اور ان کی گواہی سے طلاق ثابت نہ ہوگی، کیونکہ عدالت شہود ضروری ہے؛ یعنی یہ کہ گواہاں پرہیزگار اور نمازی ہوں اور امر حرام

---

(۱) اتفقوا على أن الإعلان بكبيرة يمنع الشهادة وفي الصغائر إن كان معلنا بنوع فسق مستشنع يسميه الناس بذلك فاسقا مطلقا لا تقبل شهادته (الفتاوى الهندية ۴۶۶/۳ كتاب الشهادات ــ الباب الرابع فيمن تقبل شهادته ومن لا تقبل ، الفصل الثاني فيمن لا تقبل شهادته لفسقه)

(۲) حوالۂ سابقہ۔

کے مرتکب نہ ہوں(۱)

دوستی غایت درجہ کی ہوتو گواہی معتبر نہیں

سوال: (۳۱) مسماۃ بی بی امید نے اپنے شوہر پر تین طلاق کا دعوی کیا ہے اور تین گواہ پیش کیے، مگر گواہ مذکور بسبب اختلاف مردود ہوگئے۔ اب مسماۃ مذکورہ نے مسمی امرعلی جس کی مسماۃ پروردہ ہے گواہ بنایا، آیا اس کی گواہی اس کے حق میں مقبول ہوگی یا نہیں؟ (۱۴۴۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ صدیق کی شہادت مقبول ہے، مگر جب کہ صداقت غایت درجہ کی ہو بحیث یتصرف کل في مال الآخر. وأما الصديق لصديقه فتقبل إلا إذا كانت الصداقة متناهية بحيث يتصرف كل في مال الآخر إلخ(۲) وفي الدرالمختار: ومن التهمة المانعة أن يجر الشاهد بشهادته إلى نفسه نفعًا أو يدفع عن نفسه مغرمًا خانية (۳) فقط

دشمن کی اور یتیموں کا مال کھانے والے کی گواہی مقبول نہیں

سوال: (۳۲) گواہی دشمن بر دشمن دنیاوی جائز است یا نہ؟ مال یتیم خورندہ گواہی دادن جائز است یا نہ؟ (۱۲۳۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: شہادت دشمن بر دشمن کہ مابین شاں عداوت دنیاویہ باشد مقبول نیست (۴) (درمختار) وہم چنیں شہادت آکل مال یتیم معتبر ومقبول نیست قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَأْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتَامٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَأْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِہِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۰) فقط

---

(۱) قال في الشامي: قال في الذخيرة : وأحسن ماقيل في تفسير العدالة أن يكون مجتنبًا للكبائر، ولايكون مصرًا على الصغائر، ويكون صلاحه أكثرمن فساده و صوابه أكثر من خطئه (الشامي ۸/۱۵۸ كتاب الشهادات)

(۲) الدرمع الشامي ۸/۱۶۸ كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه.

(۳) الشامي ۸/۱۶۷ كتاب الشهادات، أوائل باب القبول وعدمه .

(۴) و تقبل من عدوّ بسبب الدين، لأنها من التديّن بخلاف الدنيوية ، فإنه لا يأمن من التقول (الدرمع الرد۸/ ۱۶۸ كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه)

ترجمہ: سوال: (۳۲) دنیاوی دشمن کی گواہی دشمن کے خلاف جائز ہے یا نہیں؟ اور یتیموں کا مال کھانے والے کا گواہی دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: آپس میں دنیاوی دشمنی ہونے کی حالت میں دشمن کے خلاف دشمن کی گواہی مقبول نہیں ہے، اور اسی طرح یتیموں کا مال کھانے والے شخص کی گواہی معتبر و مقبول نہیں ہے۔

جو شخص اپنی بیوی کا فرض روزہ مار کر تڑوا دیتا ہو اس کی شہادت معتبر نہیں

سوال: (۳۳) عورت حاملہ روزہ رمضان کا رکھتی تھی اس کا شوہر منع کرتا تھا اور مار کر وقت بے وقت روزہ تڑوا دیتا تھا ایسے شخص کی شہادت جائز ہے یا نہیں؟ (۴۵۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ایسا شخص جو اپنی زوجہ کو روزۂ رمضان شریف سے منع کرے اور اس کا روزہ فرض تڑوا دے اور خود بھی روزہ رمضان شریف کا نہ رکھے فاسق ہے اور فاسق کی شہادت شرعاً معتبر نہیں ہے (۱)

چوری کرنے والے کا اقرار معتبر ہے اور گواہی غیر معتبر

سوال: (۳۴) چار شخصوں نے مل کر چوری کی، ان میں سے دو شخص اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور باقی ساتھیوں پر گواہی دیتے ہیں، یہ گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ (۳۴۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اقرار کرنے والوں کا اقرار اپنے نفس پر معتبر ہے اور گواہی ایسے لوگوں کی معتبر نہیں ہے۔

سزا یافتہ چور کی گواہی سے نکاح اور طلاق ثابت ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۳۵) زید پر دو چار مرتبہ سرقہ ثابت ہوا، اور سزا بھی پائی اس شخص کی شہادت سے نکاح وطلاق ثابت ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۹۸۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر وہ تائب نہیں ہوا تو اس کی شہادت سے نکاح وطلاق ثابت نہ ہوگی۔ فقط

---

(۱) قال في الشامي: والفاسق إنما ترد شهادته بتهمة الكذب (ردالمحتار ۸/ ۱۶۷ کتاب الشهادات، باب القبول وعدمه)

جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینا کبیرہ گناہ ہے

سوال: (۳۶) جان بوجھ کر جھوٹی گواہی دینا کیسا ہے؟ (۳۳/۷۲۵-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے، حدیث شریف میں ہے: آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: **الکبائر الإشراك باللّٰہ، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس رواه البخاري. وفي رواية أنس "وشهادة الزور" بدل "اليمين الغموس"** (۱) فقط

جھوٹی شہادت دینے والے کے لیے کیا سزا ہے؟

سوال: (۳۷) جو شخص جھوٹی شہادت دے اس کے لیے کیا سزا ہے؟ (۱۱۲۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جو شخص جھوٹی شہادت دے وہ فاسق فاجر اور سخت گنہگار ہے۔ **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ﴾** (سورۂ حج، آیت: ۳۰-۳۱) ایسے شخص سے جب تک وہ توبہ نہ کرے تعلقات منقطع کر دیئے جائیں۔ فقط

سوال: (۳۸) ہنود نے شدھی کے فساد کی وجہ سے صوبہ دار صاحب پر جھوٹا دعوی کیا، اور چند مسلمانوں نے جھوٹی شہادتیں روپیہ لے کر مسلمانوں کے خلاف دیں، ان کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۵۰۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جھوٹی شہادت گناہ کبیرہ ہے، اور اس کو قرآن شریف میں شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے **قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهِ الآية﴾** (سورۂ حج، آیت: ۳۰-۳۱) اور حدیث شریف میں وارد ہے: **الكبائر الإشراك بالله، وعقوق الوالدين، وقتل النفس، واليمين الغموس، رواه البخارى. وفي رواية أنس: "وشهادة الزور" بدل "اليمين الغموس" الحديث** (۱) **وفي رواية: عُدلت شهادة الزور بالإشراك بالله ثلث مرات ثم قرأ: فَاجْتَنِبُوْا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَ اجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ** (۲) **الغرض**

---

(۱) مشكاة المصابيح ص: ۱۷ كتاب الإيمان – باب الكبائر وعلامات النفاق.

(۲) عن خريم بن فاتك رضى الله عنه قال: صلّى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم صلوةَ الصبح، فلما انصرف قام قائمًا فقال: عدلت شهادة الزُّور الحديث (سنن أبي داوٗد ۵۰۶-۵۰۷ كتاب القضاء، باب في شهادة الزُّور)

وہ لوگ جنہوں نے فعل مذکور کیا، فاسق و عاصی ہیں اگر وہ توبہ نہ کریں تو ان سے مقاطعت (بائیکاٹ) کر دینا چاہیے۔ فقط

سوال: (۳۹) جو شخص سچی شہادت سے گریز کرے اور جھوٹی شہادت دے اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۹۸۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جھوٹی شہادت دینا گناہ کبیرہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جھوٹی شہادت شرک کے برابر ہے(۱) کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ الآية﴾ (سورۂ حج، آیت: ۳۰-۳۱) فقط

جھوٹی شہادت دینے والے کو حکم اور فیصل بنانا

سوال: (۴۰) جھوٹی شہادت دینے والے کا کیا حکم ہے؟ اور ایسے شخص کو حکم، فیصل بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۹۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جھوٹی شہادت دینے والا سخت عاصی اور فاسق ہے اس کی شہادت آئندہ کو معتبر نہیں ہے، مگر یہ کہ توبہ کرے، اور ایسا شخص لائق اس کے نہیں کہ اس کو حکم، فیصل کنندہ مقرر کیا جائے۔ فقط

رفع ظلم کے لیے بہ ظاہر جھوٹی گواہی دینا

سوال: (۴۱) احقاق حق و رفع ظلم کے لیے ظاہراً جھوٹی گواہی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۸۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: احقاق حق ذی حق و رفع ظلم کے لیے ایسی گواہی دینا جس کا ظاہر کذب ہو اور فی الواقع سچی ہو درست ہے۔

عداوت قبولِ شہادت کے لیے مانع ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۲) عداوت دینی ہو خواہ دنیوی شہادت کو مانع ہے یا نہیں؟ اگر مشہود علیہ گواہ کے

---

(۱) عن خريم بن فاتك رضى الله عنه قال: صلّى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم صلوةَ الصبح، فلما انصرف قام قائمًا فقال: عدلت شهادة الزُّور بالإشراك بالله الحديث (سنن أبى داوٗد: ۵۰۶ كتاب القضاء ـ باب في شهادة الزُّور)

مقابلے میں دعوی عداوت کا کرے تو اس کا دعوی کافی ہوگا یا ثبوت کی ضرورت ہے؟ (۱۶۳۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وتقبل من عدو بسبب الدين لأنها من التديّن بخلاف الدنيوية إلخ** (۱) اس سے معلوم ہوا کہ عداوت دینی مانع قبول شہادت سے نہیں ہے، البتہ عداوت دنیاویہ مانع ہے قبول سے، اور عداوت کا ثابت کرنا ضروری ہے، مجرد دعوے سے عداوت ثابت نہ ہوگی۔

سوال: (۴۳) میری ہمشیرہ کو میرے بہنوئی نے بہکا کر اس کی رقم مہر ہضم کرنے کی خاطر اس سے رسید لکھائی اور زمین مرہونہ مہر فک کرائی (چھڑائی) اس لیے میرے اور ان کے درمیان سخت رنجش ہے، اور وہ ہمارے ماتموں میں بھی نہیں آتے، ایسے سخت دشمنوں کی گواہی شرعًا قابل سماعت ہے اور حجت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۹۷۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ایسے دشمنوں کی شہادت مقبول نہیں ہے۔ **كما مرّ.**

دشمن کی شہادت سے طلاق ثابت نہ ہوگی

سوال: (۴۴) چند اشخاص نے جن کو ملّا اسحاق سے کچھ عداوت دنیاوی تھی ملا اسحاق کے خلاف شہادت طلاق کی دے کر اس کی منکوحہ کو طلاق مغلظہ سے حرام اور جدا کرائی۔ شرعًا شہادت عدو (دشمن) نافذ ہو کر ملا اسحاق کی منکوحہ حرام مغلظہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۴۹۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: **قال في الدر المختار: وتقبل من عدو بسبب الدين لأنها من التديّن بخلاف الدنيوية، فإنه لايأمن من التقول عليه إلخ** (۱) پس معلوم ہوا کہ دنیاوی دشمن کی شہادت معتبر نہیں ہے اور اس سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔ فقط

مدعی اور مدعا علیہ دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ معتبر ہوں گے؟

سوال: (۴۵) ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق معلق بالشرط دی پھر تقدیرًا شرط پائی گئی، معلق کرنے والا بیان کرتا ہے کہ تعلیق بالثلاث نہیں کی، مخالف اس کا بیان کرتا ہے کہ تم نے تعلیق بالثلاث کی

---

(۱) **الدر المختار مع رد المحتار ۱۶۸/۸ كتاب الشهادات ــ باب القبول وعدمه.**

ہے، دونوں گواہ پیش کرتے ہیں تو اس صورت میں کس کے گواہ معتبر ہوں گے؟ (۱۸۰۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں جو شخص یہ کہتا ہے کہ شوہر نے طلاق ثلاثہ کے ساتھ تعلیق کی ہے وہ مدعی ہے اس کو اپنے دعوے پر گواہ پیش کرنے چاہئیں، اور جب کہ اس کے پاس دو گواہ عادل وثقہ موجود ہیں تو ان کی گواہی معتبر ہوگی اور دعویٰ ثابت ہوجائے گا، اور بوقت تحقق شرط طلاق ثلاثہ واقع ہوجائے گی درمختار میں ہے: **وتنحل اليمين بعد وجود الشرط مطلقًا إلخ** (۱) اورحدیث شریف میں ہے: **البينة على المدعی واليمين على من أنكر الحديث** (۲) فقط

مدعا علیہ گواہوں کا فسق ثابت کردے تو ان کی گواہی معتبر نہ رہے گی

سوال: (۴۶) اگر مدعا علیہ مدعی کے گواہوں کا فسق وفجور ثابت کردیوے تو گواہی ان کی معتبر ہوگی یا نہیں؟ (۳۴۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر مدعا علیہ ثابت کردیوے فسق گواہوں کا تو گواہی ان گواہوں کی معتبر نہ رہے گی۔

اس اقرار کے بعد کہ میرا اور کوئی گواہ نہیں: دوبارہ گواہ پیش کرنا

سوال: (۴۷) عورت (مدعیہ) محکمۂ قضا میں اقرار کرچکی ہے کہ میرا اور کوئی شاہد نہیں ہے، تو بعد رد ہونے شہادت کے دوبارہ شاہد (پیش کرنا) معتبر ہے یا نہیں؟ اور فی زمانہ جو مروج ہے کہ کوئی ڈاڑھی کترواتا ہے اور کوئی منڈواتا ہے اور کوئی پاجامہ خلاف شرع پہنتا ہے اور کوئی مسجد میں بالکل نماز کو نہیں آتا اور شراب خوار وغیرہ، ان لوگوں کی شہادت عندالشرع معتبر ہے یا نہیں؟ (۶۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بعد اقرار کرنے مدعیہ کے کہ میرا اور کوئی شاہد نہیں ہے اگر دوبارہ گواہ پیش کرے معتبر ہے۔ **قال: لابينة لی وطلب يمينه فحلفه القاضی ثم برهن على دعواه بعد اليمين قبل ذلك**

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمختار ۴/۶۶۰ كتاب الطلاق، مطلب مهمٌّ: الإضافة للتعريف لا للتقييد فيما لو قال: لاتخرج امرأتی من الدار .

(۲) عن ابن عباس رضی الله عنه مرفوعًا: لكن البينة على المدعی، و اليمين على من أنكر (مشكاة المصابيح ص: ۳۲۶ باب الأقضية والشهادات ــ الفصل الأوّل)

البرهان إلخ (۱) (درمختار) اوراشخاص مذکورین فی السوال کی شہادت معتبر نہیں ہے۔ هكذا في عامة كتب الفقه (۲)

گواہوں کو نا قابلِ شہادت قرار دیا جائے تو مدعی دوسرے گواہ پیش کرسکتا ہے

سوال: (۴۸) مدعی نے بینہ کسی دعوے میں پیش کیا، وہ بینہ بوجہ عذر شرعی غیر مزکی ہو گئے اور نا قابل شہادت ہوئے، اب مدعی پھر دوسرے بینہ پیش کرنا چاہتا ہے؛ دریافت طلب یہ امر ہے کہ مدعی کی یہ استدعا مقبول ہے یا نہیں؟ (۱۲۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: دوسرے بینہ پیش کرسکتا ہے كمافي الدرالمختار: شهادة قاصرة يتمها غيرهم تقبل. كتاب الشهادات، باب القبول وعدمه (۳) (شامي ۴/۳۸۸) وفي كتاب الدعوى: قال: لابينة لی وطلب يمينه فحلفه القاضی ثم برهن علی دعواه بعد اليمين قبل ذٰلك البرهان عندالإمام منه وكذا لوقال المدعی: كل بينة آتی بها فهی شهود زور أو قال: إذاحلفت فأنت برئ من المال، فحلف ثم برهن على الحق قبل. خانية. وبه جزم في السراج كما مرّ (۴) (درمختار، ج: ۴/ كتاب الدعوى) (۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدرالمختارمع الشامی ۸/۲٦٦ كتاب الدعوى – قبل باب التحالف.

(۲) کتاب الشہادت سوال (۳) کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) الدرمع الرد ۸/۱۸۹ كتاب الشهادات ، قبيل باب الاختلاف في الشهادة الخ .

(۴) الدرمع الرد ۸/۲٦٦ كتاب الدعوى – قبل باب التحالف .

(۵) ترجمہ: درمختار میں کتاب الشہادات کے باب القبول وعدمہ میں ہے کہ شہادت قاصرہ کو دوسرے گواہوں نے مکمل کر دیا تو مقبول ہوگی (مثلاً دو شخصوں نے بلا ذکر حدود، ملک کی گواہی دی اور ان کے علاوہ دوسرے دو شاہدوں نے حدود کی گواہی دی تو دونوں گواہیاں مل کر مقبول ہیں) اور درمختار کی کتاب الدعوی میں ہے: مدعی نے کہا: میرے پاس گواہ نہیں اور اُس نے مدعا علیہ سے قسم طلب کی، چنانچہ قاضی نے اس سے قسم لی، پھر مدعی قسم لینے کے بعد اپنے دعوی پر گواہ لایا، تو یہ گواہ مدعی کی جانب سے امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک مقبول ہیں، اور اسی طرح اگر مدعی نے کہا: جو گواہ میں پیش کروں گا وہ جھوٹے گواہ ہیں، یا (مدعا علیہ سے) کہا کہ جب تو قسم کھائے تو تو مال سے بری الذمہ ہے، پس مدعا علیہ نے قسم کھائی، پھر مدعی اپنے حق پر گواہ لایا تو مقبول ہیں جیسا کہ خانیہ میں ہے اور سراج میں اسی پر یقین کیا ہے، جیسا کہ گذرا۔

ہندو چمار کی گواہی شرعاً معتبر نہیں

سوال: (۴۹) ایک شخص نے سود کے لین دین کے متعلق گفتگو کی جس کا شاہد ایک چمار ہے اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۹۹۱/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ہندو چمار کی گواہی بے شک شریعت میں معتبر نہیں ہے، اور ایک گواہ کی گواہی بھی معتبر نہیں ہے، بہر حال اس شخص کو ہدایت کردی جائے کہ وہ آئندہ کبھی سود کے متعلق گفتگو نہ کرے لین دین تو در کنار رہے، اس کے سوا اور کسی قسم کی سختی اور تشدد کرنا اس پر روا نہیں ہے۔ فقط

فوت شدہ اور نابینا گواہوں کی گواہی کا اعتبار نہیں

سوال: (۵۰) زید کا نکاح ہوا، اور چار سو روپیہ مہر معجّل باندھے گئے کچھ عرصے کے بعد زید کی زوجہ نے مہر طلب کیا، زید نے دینے سے انکار کیا، اس پر زید کی زوجہ نے ایک سو روپیہ چھوڑ کر تین سو روپیہ کا دعویٰ کیا، وکیل اور گواہ نے چار سو روپیہ جب چاہے لینے کا بیان کیا، زید نے ایسے گواہ بتلائے جو فوت ہو چکے ہیں ان میں ایک نابینا تھا اور تین گواہوں نے ایک سو پچیس روپے مہر کے بتلائے، اس صورت میں کس قدر مہر ثابت ہوگا؟ اور اندھے کی گواہی معتبر ہوگی یا نہیں؟ (۱۲۲۱/ ۱۳۴۲ھ)

الجواب: جو مہر دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت ہوگا وہ واجب الاداء ہے، اور فوت شدہ گواہوں کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے(۱) اور نابینا کی گواہی کا بھی اعتبار نہیں ہے(۲)

حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لیے دو عادل گواہ کافی ہیں

سوال: (۵۱) ایک شخص نے اپنے بیٹے کی بی بی سے زنا کیا، صرف تین شاہد ہیں تین گواہوں

---

(۱) اس لیے کہ گواہی کے لیے خود گواہ کا قاضی کی مجلس میں حاضر ہونا شرط ہے اور فوت شدہ آدمی حاضر ہونے پر قادر نہیں۔ وأما الذي يخص المكان فواحدٌ وهو مجلس القاضي، لأن الشهادة لاتصير حجةً ملزمةً إلا بقضاء القاضي، فتخص بمجلس القضاء. والله سبحانه وتعالٰى أعلم (بدائع الصنائع ۵/ ۴۱۷ كتاب الشهادة – الشرائط اللتى تخص بعض الشهادات دون البعض)

(۲) ولايقبل شهادة الأعمى مطلقًا، سواء عمي قبل التحمل أو بعده فيما تجوز الشهادة فيه بالتسامع أو لا تجوز (الهندية ۳/ ۴۶۴ كتاب الشهادات – الباب الرابع فيمن تقبل شهادته ومن لا تقبل)

سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟ ایک عالم فرماتے ہیں کہ حد قائم کرنے کے واسطے چار گواہ کی ضرورت ہے ثبوت حرمت کے لیے صرف دو گواہ کافی ہیں، یہ صحیح ہے یا نہ؟ (۱۴۰۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: بے شک حرمت مصاہرت دو شاہد عادل کی شہادت سے ثابت ہو جاوے گی (۱) فقط

زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ کیوں ضروری ہیں؟

سوال: (۵۲) جب کہ ہر ایک جرم کے ثبوت میں دو کس شہادت پر مدار ہے تو زنا کے ثبوت میں اربع شہادات کیوں ضروری ہیں؟ (۱۰۳۵/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زنا چونکہ سنگین جرم ہے اور اس کی سزا بھی بہت سخت اور شدید ہے؛ یعنی زانی محصن کی سزا سنگسار کرنا ہے اور غیر محصن کو سو کوڑے، لہٰذا حکمت حق تعالیٰ اس کو مقتضی ہوئی کہ اس کی شہادت میں بھی کچھ شدت رکھی جاوے تاکہ اشاعت فاحشہ بین المؤمنین میں کمی ہو۔

چند مرد الفاظ کنائی کی گواہی دیں اور شوہر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کا انکار کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۳) اگر چند گواہ ایسے الفاظ کی شہادت دیں جن کا تعلق اور فیصلہ شوہر کی نیت پر مبنی ہو مثلاً چند شاہد یہ کہیں کہ فلاں شخص نے اپنی زوجہ کو ہمارے مواجہہ (روبرو) میں یہ کہا کہ ''تو میری ماں بہن کی برابر ہے'' اور شوہر ان الفاظ سے طلاق کی نیت کا قطعًا انکار کرتا ہے اس صورت میں طلاق ہوگی یا نہیں؟ اور اگر ایک گواہ یہ کہے کہ میرے روبرو فلاں شخص نے صریح الفاظ میں اپنی زوجہ کو طلاق دی تو ایسی صورت میں اس ایک شخص کی شہادت کو کامل النصاب گردان کر طلاق واقع ہونے کا فیصلہ کریں گے یا نہیں؟ (۶۰/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں طلاق نہ ہوگی شوہر کا قول معتبر ہوگا اور ایک گواہ صریح طلاق کا کافی

---

(۱) ونصابها للزنا أربعة رجال...... ولغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً أوغيره كنكاح و طلاق و وكالة ووصية واستهلال صبي ولو للإرث رجلان أو رجل وامرأتان ولايفرق بينهمالقوله تعالىٰ: فتذكر إحداهما الأخرى (تنوير الأبصار مع الدر المختار والشامی ۸/ ۱۵۶-۱۵۸ كتاب الشهادات)

نہیں ہے اور اس کی شہادت سے طلاق ثابت نہ ہوگی۔

ایک شخص کی گواہی اور قسم سے چوری کا ثبوت نہیں ہوسکتا

سوال: (۵۴) ایک شخص کی قسم یا گواہی سے چوری ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایک کے اقرار اور قسم سے دوسرے شخص پر چوری کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔

حاضرین مجلس میں سے دو شخص طلاق دینے کی اور دیگر حاضرین طلاق نہ دینے کی گواہی دیں تو کس کی گواہی معتبر ہوگی؟

سوال: (۵۵) دو گواہوں نے گواہی دی کہ زید نے ہمارے روبرو مثلاً مولانا اشرف علی صاحب کی مجلس میں اپنی زوجہ کو تین طلاق دی، اور زید منکر ہے، اور مولانا موصوف و دیگر حاضرین مجلس بالکل انکار کرتے ہیں کہ ہمارے سامنے زید نے اپنی زوجہ کو طلاق نہیں دی، اور فی الواقع گواہان طلاق کاذب ہوں تو اس صورت میں گواہوں کا قول شرعًا معتبر ہوگا یا مولانا موصوف و دیگر حاضرین مجلس کا قول معتبر ہے؟ (۹۰۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قال في الدرالمختار: ونصابها لغيرها من الحقوق سواء كان الحق مالاً أو غيره كنكاح وطلاق الخ رجلان الخ أو رجل و امرأتان الخ ولزم في الكل الخ لفظ أشهد لقبولها والعدالة لوجوبه إلخ (۱) (درمختار ملخصًا) وذكر في الهامش في النوادر عن الثاني: شهدا عليه بقول أو فعل يلزم عليه بذلك إجارة أو بيع أو كتابة أو طلاق أوعتاق أو قتل أو قصاص في مكان أو زمان وصفات فبرهن المشهود عليه أنه لم يكن ثمه يومئذٍ لا تقبل إلخ (۲) (ردالمحتار ۴/ ۳۸۸) پس معلوم ہوا کہ اگر دو گواہ طلاق کے بظاہر عادل وثقہ ہیں اور ان کی شہادت میں کوئی نقص شرعی نہیں ہے تو ان کی شہادت سے طلاق ثابت ہوجائے گی، اور جس مجلس اور

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۸/ ۱۵۸ كتاب الشهادات .

(۲) ردالمحتار ۸/ ۱۹۰ كتاب الشهادات . قبيل باب الاختلاف في الشهادة إلخ .

مکان میں شاہدین طلاق دینا بیان کرتے ہیں اگر حاضرین مجلس یہ کہیں کہ ہمارے سامنے طلاق نہیں دی، تو اس انکار سے طلاق منفی نہ ہوگی کیونکہ نفی پر شہادت معتبر نہیں ہوتی، مگر جب کہ متواتر ہوجائے شهادة النفي المتواتر مقبولة بخلاف غيره فلا يقبل سواء كان نفيًا صورةً أو معنىً وسواء أحاط به علم الشاهد أولا كما مر في باب اليمين في البيع والشراء إلخ (۱) (ردالمحتار) فقط

قرآن شریف کا حلف اٹھا کر گواہی دینا

سوال: (۵۶) کسی واقعہ کے متعلق دو گواہوں نے بہ حلف قرآن شریف گواہی دی، جو شخص ان کی گواہی کو معتبر نہ مانے وہ توہین کرنے والا قرآن شریف کا ہے یا نہیں؟ (۱۶۴/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر وہ ہر دو شاہد عادل ہیں، اور انہوں نے حلف قرآن شریف کا اٹھا کر گواہی دی تو گواہی ان کی عندالشرع معتبر ہے، اور حاکم وقاضی پر ان کی گواہی پر حکم کرنا ضروری ہے، کسی شخص کا ان کی گواہی کو بلا وجہ شرعی معتبر نہ سمجھنا اس بارے میں کچھ مؤثر نہیں ہے اور توہین اس میں کچھ نہیں ہے، اگر بعد حلف لینے کے کوئی وجہ شرعی عدم سماعت وعدم قبول شہادت کی شرعًا موجود ہوگی تو وہ شہادت مسموع و مقبول نہ ہوگی اگرچہ حلف بالقرآن کے ساتھ ہو، البتہ اگر کوئی وجہ ردشہادت کی نہ ہو، اور پھر حاکم وقاضی اس کو رد کرے تو وہ عاصی ہوگا۔ وتفصيله في كتب الفقه. فقط

اقرار مقر کی ذات تک محصور رہتا ہے اور شہادت سب پر حجت ہوتی ہے

سوال: (۵۷) ایک عورت عفیفہ قسم کھا کر کہتی ہے کہ میرے خسر نے میرے ساتھ تین چار مرتبہ زنا کیا، میں شرم کی وجہ سے افشاء نہیں کرتی، اس کا خسر بھی بہ حلف کہتا ہے کہ میں ایسے فعل کا کبھی مرتکب نہیں ہوا، اس عورت کا خسر سودخوار فاسق تارک الصلاۃ ہے اس صورت میں کس کا قول معتبر ہوگا؟

(۴۵۶/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شرعًا کسی شخص کا اقرار اسی کی ذات تک محصور رہتا ہے، اور اسی کی ذات کے بارے میں

(۱) الشامي ۱۹۰/۸ كتاب الشهادات . قبيل باب الاختلاف في الشهادة إلخ .

مقبول ہوتا ہے، دوسروں پر حجت نہیں ہوتا ہے، بہ خلاف شہادت معتبرہ کے کہ جو امر شہادت شرعیہ سے ثابت ہو، وہ تمام لوگوں پر حجت ہوتا ہے لأن الإقرار حجة قاصرةٌ (۱) قال في الدر المختار: لما تقرر أن إقراره مقبول في حق نفسه فقط إلخ (۲) (درمختار) پس بناءً علیہ عورت مذکورہ کے اس اقرار کا اثر اس کے شوہر اور خسر پر کچھ مرتب نہ ہوگا؛ یعنی حرمت مصاہرت جو بحق شوہر ثابت ہوتی وہ ثابت نہ ہوگی، لہٰذا اگر اس عورت کا شوہر اس فعل شنیع کی تصدیق نہ کرے تو اس پر اس کی زوجہ یعنی وہ عورت حرام نہ ہوگی شامی میں ہے: وكذا إذا أقر بجماع أمها قبل التزوج لا يصدق في حقها إلخ (۳) (شامی ۲/۲۸۳) فقط

گواہی دینے پر اگر عدالت سے کچھ دیا جائے تو اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۸) گواہی دینے پر عدالت سے جو ملے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۳۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: قال في الدر المختار: وكذاالكاتب إذا تعين، لكن له أخذ الأجرة لاللشاهد، حتى لو أركبه بلا عذر لم تقبل وبه تقبل لحديث " أكرموا الشهود"و جوّز الثانی الأكل مطلقًا وبه يفتى إلخ (۴) پس معلوم ہوا کہ بہ ضرورت جو کچھ گواہ کو دیا جائے اس کا لینا درست ہے۔ فقط

---

(۱) ردالمحتار ۹/۲۹۶ كتاب الشفعة – مطلبٌ لاشفعة للمقِرّ له بدارٍ .

(۲) الدرمع الرد ۸/۳۴۱ كتاب الإقرار – آخر إقرار المريض.

(۳) ردالمحتار ۴/۹۳ كتاب النكاح ، فصل في المحرمات ، قبل مطلب مهم في وطئ السرارى اللاتی يؤخذن غنيمة في زماننا.

(۴) ترجمہ: درمختار میں فرمایا ہے: اور اسی طرح کاتب کا حکم ہے (یعنی معاملہ کی کتابت کرنا فرض ہے) جب کاتب متعین ہو جائے (یعنی اس کے علاوہ اور کوئی نہ ملے) لیکن کاتب کے لیے اجرت لینا جائز ہے نہ کہ شاہد کے لیے، حتی کہ اگر مدعی شاہد کو بغیر کسی عذر کے سوار کرلے گا تو اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی اور عذر سے سوار کرنے میں گواہی مقبول ہوگی حدیث کی وجہ سے کہ ''گواہوں کی تعظیم کرو'' اور امام ابو یوسفؒ نے شاہدوں کا کھانا مطلقًا (چاہے کھانا ان کے لیے بنایا گیا ہو یا نہ) جائز رکھا ہے اور اسی پر فتوی دیا جاتا ہے (الدرالمختار مع ردالمحتار ۸/۱۵۵ أوائل كتاب الشهادات)

قابض وخارج دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ معتبر ہیں؟

سوال: (۵۹) دربارۂ نتاج یا دیگر دعوی زمینات سکنائی یا زرعی میں فیصلہ قابض یا خارج کے حق میں، جب گواہ طرفین سے موجود ہوں تو کس کے گواہ معتبر ہوں گے؛ ذوالید کے یا خارج کے؟

(۱۶۳۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ملک مطلق میں بینہ خارج کے اولی ہیں، اور ملک مقید بالنتاج میں بینہ ذوالید کے معتبر ہیں۔ وبينة الخارج في الملك المطلق وهو الذي لم يذكر له سبب أحق من بينة ذي اليد لأنه المدعي والبينة له بالحديث بخلاف المقيد بسبب كنتاج ونكاح فالبينة لذي اليد إجماعا كما سيجيء (۱) (درمختار)

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار ۸/۲۵۹-۲۶۰ كتاب الدعوى.

کتاب الوکالۃ

وکالت کا بیان

وکالت کا پیشہ جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱) زید پیشۂ وکالت کرنا چاہتا ہے، لیکن اس کی حلت وحرمت میں تذبذب اور اشتباہ رکھتا ہے، اگر کوئی وکیل اپنے علم میں سچے واقعات کی پیروی کرے تو شرعًا کیا حکم ہوگا؟ اور پیشۂ وکالت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ وکالت یعنی کسی کا وکیل بننا کسی جائز کام کی انجام دہی کے لیے جائز ہے، اس میں کچھ خلاف نہیں ہے، البتہ کلام اس میں ہے کہ پیشۂ وکالت کرنا کہ جس میں ہر قسم کے دعاوی اور معاملات کی پیروی کرنی ہوتی ہے وہ جائز ہے یا نہیں؟ تو اگر کوئی وکیل احتیاط کرے کہ اپنے علم میں سوائے سچے معاملات کی پیروی کے کسی جھوٹے معاملہ کی پیروی نہ کرے گا اور سودی معاملات کی پیری نہ کرے گا تو وہ جائز ہے، اور اگر سودی معاملات کی پیروی کرے یا جھوٹے معاملات کی پیروی کرے یا گواہان کو تلقین جھوٹ وغیرہ امور خلاف شرع کی کرے، تو وہ ناجائز ہے۔ فقط

سچے مقدمہ کی پیروی کر کے اجرت یا ہدیہ لینا

سوال: (۲) سچے فریق کی طرف سے وکیل بننا اور پیروی کر کے مختتانہ ہدیہ لینا کیسا ہے؟
(۱۷۰۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں وکیل بننا اور مقدمہ کی پیروی کر کے محنتانہ وغیرہ لینا جائز ہے۔

وکالت کی آمدنی کا شرعی حکم

سوال: (۳) وکالت کی آمدنی کھانا کیسا ہے؟ جب کہ اکثر مقدمات جھوٹے ہوں۔

(۲۰۲۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تقوی اس سے بچنے میں ہے اور از راہ فتویٰ درست ہے۔

سوال: (۴)......(الف) وکیل عدالت و بیرسٹر کی آمدنی کا شرعًا کیا حکم ہے؟ جب کہ یہ لوگ جھوٹے اور سچے ہر قسم کے مقدمات کی پیروی کرتے ہیں۔

(ب) مذکورہ آمدنی سے ایک معلم تنخواہ پاتے ہیں ان کو تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲۲۳۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) ایسی آمدنی کو حرام قطعی نہ کہا جائے گا؛ البتہ مشتبہ ضرور ہے کہ احتراز اس سے مناسب ہے۔

(ب) معلم کو تنخواہ لینا جائز ہے اور وہ اس کے لیے حلال ہے۔

سوال: (۵) وکالت اور مختار کاری کا پیشہ کیسا ہے؟ اور اس کی آمدنی کا کیا حکم ہے؟ یہ ظاہر ہے کہ بسا اوقات مروجہ قانون کے باعث بد دیانتی اور جھوٹ سے سابقہ پڑتا ہے اور خلاف حق کی پیروی اور تائید کی جاتی ہے۔ (۷۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: احتیاط اس میں ہے کہ وکالت اور مختار کاری جس سے مروجہ قانون کی تائید ہوتی ہے، نہ کرنا چاہیے، لیکن اگر کوئی وکیل اور مختار بد دیانتی اور کذب اور ناحق کی پیروی سے بچتا رہے اور اپنی وسعت کے موافق کوئی ایسا مقدمہ نہ لیوے جو کہ اس کے علم میں جھوٹا ہو اور ناحق کی طرف داری اور پیروی نہ کرے اور صاحب حق کو اس کا حق دلوانے میں کوشش کرے تو اس کے حق میں وہ آمدنی وکالت اور مختار کاری کی حلال ہے، اور اس کو اپنے مصرف میں لا سکتا ہے۔ فقط

جھوٹے مقدمہ کی پیروی کر کے روپیہ لینا

سوال: (۶) اگر کوئی شخص جھوٹا مقدمہ عدالت میں بذریعہ وکیل یا پیروکار دائر کرے اور اس وکیل یا پیروکار کی سعی سے وہ جھوٹا مقدمہ بحق مدعی ڈگری ہو جائے ایسے جھوٹے مقدمے کی پیروی میں روپیہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۶۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ فقط

وکیل کو موکل کسی بھی وقت معزول کر سکتا ہے

سوال: (۷) موکلہ اپنے وکیل کو کب تک وکیل رکھ سکتی ہے؟ وکیل کہتا ہے کہ موکلہ مجھے ایک سال تک معزول نہیں کر سکتی؛ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۳۷۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وکیل کو جب چاہے موکل معزول کر سکتا ہے (۱) یہ قول وکیل کا کہ ایک برس تک مجھے موکلہ معزول نہیں کر سکتی بالکل بے اصل اور لغو ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سودی اور غیر سودی مقدمات کی پیروی کرنے والے وکیل کی آمدنی مشتبہ ہے

سوال: (۸) دو وکلاء اس طریقہ سے ایک عرصہ سے شریک وکالت تھے کہ ایک کو جس قدر مقدمات کی آمدنی ہوتی تھی اس کا نصف دوسرے وکیل کو دیا جاتا تھا، اور دوسرے وکیل کو جس قدر آمدنی ہوتی تھی وہ پہلے وکیل کو دے دیا کرتا تھا، دونوں وکلاء دیوانی، فوجداری، مال وغیرہ کے مقدمات لیتے تھے جن میں سودی اور کبھی جھوٹے معاملات بھی ہوتے تھے۔ ایک وکیل نے جھوٹے مقدمات اور سودی دعوی لینے سے توبہ کر لی، دوسرے وکیل نے صرف جھوٹے دعوے لینے سے پرہیز کر لیا، لیکن سودی

---

(۱) فللموكل العزل متى شاء مالم يتعلق به حق الغير .... بشرط علم الوكيل (الدر المختار مع الشامي ۸/۲۴۴-۲۴۵ كتاب الوكالة ، باب عزل الوكيل)

معاملات لینے سے عہد نہیں کیا، جو وکیل سودی مقدمات لیتا ہے اگر وہ نصف آمدنی معاہدہ سابقہ پر دوسرے وکیل کو دے تو شرعاً اس کے لیے حلال ہے یا نہیں؟ (۱۵۲۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: سودی اور غیر سودی مقدمات کی پیروی کرنے والے وکیل کی آمدنی مشتبہ ہے، پس دوسرے وکیل تائب کو اس میں سے حصہ لینا اچھا نہیں ہے اور اس سلسلہ شراکت کو منقطع کر دینا ہی اچھا ہے تا کہ توبہ کرنے والے کی آمدنی میں مشتبہ آمدنی شامل نہ ہو۔ فقط

سود کے مقدمات کی پیروی وکیلوں کے لیے جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۹) جن مقدمات میں سود وغیرہ کا بیان ہو ایسے مقدمات کی پیروی وکیلوں کو جائز ہے یا نہیں؟ (۴۱۹/۲-۲۹/۱۳۳۰ھ)

الجواب: سود کے مقدمات کی پیروی وکیلوں کو جائز نہیں، ایسے مقدمات کی پیروی نہ کرنی چاہیے۔

کتاب الدّعوی

دعوی کا بیان

ایک نزاع میں مدعی و مدعا علیہ کی تعیین

سوال: (۱) زید وعمر و بکر وغیرہ چند اشخاص ایک موضع کے مالک، اور علی قدر الحصہ شریک تھے، بکر شریک موضع اس کا نمبردار بھی تھا، جو کل حصہ داران کا روپیہ وصول کر کے ادائے مال گذاری سرکاری (زمین کا سرکاری ٹیکس) وادائے حصۂ شرکاء کا ذمہ دار تھا، اب زید وعمر، بکر پر دعوی کرتے ہیں کہ اس نے ایک فصل کا روپیہ وصول کر کے ہمارا حصہ ادا نہیں کیا، بکر اس کے جواب میں کہتا ہے کہ جس قدر رقم کا وصول کیا جانا اور میرے ذمے واجب الاداء ہونا بیان کیا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ اور یہ کہ جس قدر رقم مجھ کو وصول ہوئی اس میں سے بعد ادائے مال گذاری و اخراجات ہر ایک کا حصہ ادا کر دیا گیا۔ اب میرے ذمے کسی کا کچھ نہیں ہے۔ اس صورت میں دو امر قابل غور ہیں:

اوّل یہ کہ جس قدر رقم واجب الاداء بیان کی گئی ہے، اس سے کم کو تسلیم کرتا ہے۔

دوسرے یہ کہ جس قدر رقم مدعا علیہ بکر کے نزدیک واجب الاداء تھی، اس کو مدعا علیہ ادا کرنا بیان کرتا ہے، اس صورت اختلاف میں حسب قواعد شریعت (مدعی) کون قرار دیا جائے گا، جس کے ذمے بینہ پیش کرنا ضروری ہے؟ اور ''مدعا علیہ'' کون؟ جس کے ذمے درصورت نہ پیش ہونے بینہ کے حلف عائد ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ اگر بکر وجوب رقم کا اصل سے منکر ہوتا تو زید مدعی تھا، اور بکر مدعا علیہ، لیکن جب

کہ بکر رقم واجب الاداء کے ایک حصہ کو تسلیم کر کے ادا کرنا بیان کرتا ہے اور زید ادا سے منکر ہے، تو آیا اب بھی زید ہی مدعی رہے گا، یا بکر ادا کا مدعی قرار دیا جا کر زید جو ظاہرًا مدعی ہے اس بارے میں مدعا علیہ اور منکر بن جائے گا؟ اور جس جزو کے وجوب کو بکر تسلیم نہیں کرتا اس میں زید مدعی رہے گا جیسا کہ وہ تھا، یا اس میں بھی بکر مدعی ہو جائے گا؟ (۲۳۸۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اصل مقدار رقم واجب الاداء میں زید وعمر مدعی ہیں۔ ان کے ذمے اس مقدار کا اثبات بینہ سے لازم ہے، اور اگر وہ بینہ پیش نہ کر سکیں تو بکر جو مقدار حلف سے بیان کرے گا وہ مسلّم ہوگی۔

اور جس مقدار کو بکر تسلیم کر کے اس کا ادا کرنا اور مدعیان کو دینا بیان کرتا ہے، اس میں بکر مدعی ہے، اس کے ذمے بینہ ادا کے پیش کرنا لازم ہے اگر وہ ادا کے گواہ پیش نہ کر سکے تو اصل مدعیان سے جو اس بارے میں مدعا علیہ ہیں حسب قاعدہ حلف لیا جائے گا، وہ حلف کر لیویں گے تو مدعا علیہ کی طرف سے جو دعوی ادا کا تھا وہ باطل ہو جائے گا؛ یعنی ادائے رقم معلوم ثابت نہ ہوگی اور وہ رقم اس کے ذمے واجب الاداء ہو جائے گی۔ درمختار کتاب الدعویٰ میں ہے: **ادعى المديون الإيصال فأنكر المدعي ذلك ولا بينة له على مدعاه فطلب يمينه فقال المدعي: اجعل حقي في الختم ثم استحلفني له ذلك الخ** اور شامی میں ہے **قوله: (فأنكر المدعي) أي مدعي الدين قوله: (ولا بينة له) أي لمدعي الإيصال. قوله: (فطلب يمينه) أي يمين الدائن. قوله: (فقال المدعي) أي مدعي الدين. قوله: (اجعل حقي في الختم) أي الصك، ومعناه اكتب لي الصك بالبينة ثم استحلفني مدني، أو المراد إحضار نفس الحق في شيئ مختوم وهو الأظهر وفي حاشية الفتال عن الفتاوى الأنقروية: يعني أحضر حقي ثم استحلفني إلخ** (۱) اس عبارت درمختار اور تشریح علامہ شامی سے واضح ہو گیا کہ مدیون جو کہ مدعا علیہ تھا، اگر دعوی ادا کا کرے تو اس میں وہ مدعی ہے، اور اس کا ثابت کرنا گواہوں سے اس کے ذمے لازم ہے، اور اگر وہ گواہ پیش نہ کر سکے تو اصل مدعی دین کا جو کہ ایصال حق میں مدعا علیہ ہے، حلف کافی ہے اور اس کے حلف کے بعد مدعا علیہ کے ذمے جو کہ مدعی ہے ادائے دین کا اس دین کا ادا کرنا لازم ہوگا، کیونکہ جس امر کا اس نے دعوی کیا تھا یعنی ایصال دین کا وہ ثابت نہیں کر سکا۔ فقط

---

(۱) الدر والرد ۲۶۶/۸ کتاب الدعوى.

بغیر ثبوت کے کسی پر دعویٰ کرنا درست نہیں

سوال: (۲) زید بکر پر دعویٰ کرتا ہے کہ تم نے مجھ سے کسی زمانے میں کچھ روپیہ قرض لیا تھا، جس کی وہ مقدار بھی بتلاتا ہے، اور یہ بھی کہتا ہے کہ تمہاری تحریر اور رسید وصول یابی میرے پاس موجود ہے، لیکن وہ تحریر پیش نہیں کرتا، اور بکر حلفیہ بیان کرتا ہے کہ مجھے قطعًا لینا یاد نہیں ہے، اور اپنی تحریر مدعی سے طلب کرتا ہے مگر مدعی تحریر پیش نہیں کرتا، اس صورت میں زید کا دعویٰ مسموع ہے؟ اور بکر کو وہ رقم ادا کرنی ضروری ہے یا نہیں؟ اور بکر کو غاصب کہنا اور اس کی تذلیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۸۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں چونکہ زید کوئی ثبوت پیش نہیں کرتا تو بکر پر ادا کرنا رقم مذکور کا لازم نہیں ہے، کیوں کہ ثبوت حق اور صحت دعویٰ کی دو ہی صورتیں ہیں کہ یا مدعی گواہ پیش کرے یا مدعا علیہ اقرار کرے، ورنہ بصورت نہ یاد آنے مدعا علیہ کے اور انکار کرنے کے، دعویٰ مدعی کا ثابت نہ ہوگا بحدیث مشہور **البینة علی المدعی، والیمین علی من أنکر** (۱) پس جب کہ مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو اگر بکر کو وہ تحریر دیکھ کر یاد آجائے اور وہ اقرار کرلے تو بموجب حکم **المرء یؤخذ بإقرارہ** (۲) بکر کے ذمے ادا کرنا اس رقم کا لازم ہوگا۔ اور بدون اس کے نہ دعویٰ زید کا صحیح ہے اور نہ بکر پر رقم مذکور واجب الاداء ہے اور اس حالت میں بکر کو غاصب وخائن کہنا اور اس کی تذلیل وتحقیر کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

ثبوت دعوی میں غیر مسلم کی شہادت مقبول نہیں

سوال: (۳) ہندہ غیر مسلمہ غیر محصنہ نے عدالت میں دعوی کیا کہ زید مسلم غیر محصن نے مجھ کو پھسلا کر بیوی بنانے کے لیے خالد وخالدہ زوجین غیر مسلمین کے گھر رکھا تھا، زوجین مذکور نے بھی گواہی

---

(۱) عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما أن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال: لو یعطی الناس بدعواہم، لادعی رجال أموال قوم ودماؤہم ولکن البینة علی المدعی والیمین علی من أنکر (السنن الکبری للبیهقی ۱۰/ ۴۲۷ کتاب الدعوی والبینات، باب: البینة علی المدعی والیمین علی المدعیٰ علیہ، المطبوعة: دارالکتب العلمیة، بیروت، لبنان)

(۲) قواعدالفقہ ص: ۱۲۰- القاعدة: ۳۱۴ ولفظہ: المرء مؤاخذ بإقرارہ.

ہندہ کے موافق دی، جس کے باعث حاکم نے تین ماہ کی قید کا حکم دے دیا، حالانکہ زید بالکل منکر تھا، کیا شرعاً زید مجرم ہوگا؟ (۲۰۷۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: بصورت انکار زید، شہادت کفار سے کہ وہ بھی ناتمام ہے، زید پر دعوی مذکور ثابت نہ ہوگا، اور وہ مجرم شرعی نہیں ہے (۱) فقط

مدعا علیہ مسلمان کے مقابلہ میں ہندوؤں کی گواہی معتبر نہیں

سوال: (۴) مدعی اور اس کے شاہد ہندو ہیں مدعا علیہ مسلمان ہے، اس صورت میں مدعا علیہ مسلمان پر مدعی ہندو کا دعویٰ اور شہادت قابل سماعت ہے یا نہیں؟ حکم کو کیا فیصلہ کرنا چاہیے؟

(۱۴۹۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مدعا علیہ مسلمان کے مقابلہ میں ہندوؤں کی شہادت سے فیصلہ نہیں ہوسکتا، ایسی حالت میں مدعا علیہ پر یمین عائد ہوگی، حکم مسلم کو اسی طرح سے فیصلہ کرنا چاہیے۔

مدعی کی غیر موجودگی میں مدعا علیہ سے حلف لینا

سوال: (۵) قاضی نے مجلس قضا میں مدعا علیہ سے حلف لے لیا مگر مدعی کو نہیں بلایا، مدعی کی غیبوبت میں حلف مدعا علیہ کا معتبر ہے یا نہیں؟ (۱۳۹۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مدعا علیہ پر یمین مدعی کے طلب کرنے سے لازم ہوتی ہے: **كما في الدر المختار: وإلا يبرهن حلفه الحاكم بعد طلبه إذ لابد من طلبه اليمين في جميع الدعاوى إلا عند الثاني في أربع إلخ** (۲) پس جب کہ طلب کرنا مدعی کا شرط ہے تو معلوم ہوا کہ مدعی کا یا اس کے وکیل کا موجود ہونا شرط ہے۔

---

(۱) شرطها العقل الكامل ...... والضبط والولاية فيشترط الإسلام لو المدعى عليه مسلمًا (الدر المختار مع رد المحتار ۱۱/۷۱-۷۳ کتاب الشهادات)

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۸/۲۵۷ کتاب الدعوى.

مدعی اور مدعا علیہ دونوں گواہ پیش کریں تو کس کے گواہ قبول کیے جائیں؟

سوال: (۶) مدعی خارج دعویٰ ملک مطلق کا کرتا ہے اور دعویٰ کر کے تاریخ بھی بیان کرتا ہے اور مدعا علیہ قابض ہے، وہ دعوی ملک مقید بسبب خرید اور شخص سے کرتا ہے اور تاریخ بھی مدعی سے سابق بیان کرتا ہے تو کس کے گواہ اولیٰ ہیں؟ (۱۳۳۸/۱۰۸۵ھ)

الجواب: اس صورت میں جس کے گواہ تاریخ مقدم بیان کریں وہ اولیٰ ہیں یعنی قابض جس کی تاریخ اقدم واسبق ہے گواہ اس کے اس صورت میں معتبر ہوں گے۔ درمختار میں ہے: **تقدم حجة خارج في ملك مطلق......على حجة ذي اليد إن وقت أحدهما (فقط)قال في الشامي: قوله: فقط، قيد بقوله: فقط لأنه لو وقتا يعتبر السابق إلخ (۱) وفي الهداية......فإن أقام الخارج البينة على ملك مؤرخ وصاحب اليد بينة على ملك أقدم تاريخًا كان أولٰى إلخ (۲)**

عرصۂ دراز کے بعد اپنے حق کا دعوی کرنا

سوال: (۷) زید ایک جائداد کا وارث اور قابض تھا، اس نے وہ جائداد عمرو کو اپنی زندگی میں دے ڈالی، بکر جس کے ورثاء اب دعوی کرتے ہیں وقت دینے جائداد کے موجود تھا، اور وہ کبھی اپنی زندگی میں دعوے دار نہ ہوا اور جائداد فروخت شدہ ودی ہوئی پر برابر قبضہ عمرو کا چلا آتا ہے، کیا اب بکر کے وارثوں کا دعویٰ چل سکتا ہے؟ محکمۂ شریعت میں جائداد متنازعہ کی نالش دائر کرنے کی کس قدر میعاد ہے؟ (۱۳۳۵/۱۴۹ھ)

الجواب: اگر بکر کی ملکیت اس کے ورثاء ثابت کر دیں تو ورثہ کا دعوی صحیح ہے۔ حق ملکیت کسی مدت میں شرعًا ساقط نہیں ہوتا۔ **كما في كتب الفقه : ألحق لايسقط بتقادم الزمان إلخ** (۳) (شامی) اور یہ بھی کتب فقہ میں ہے کہ عدم سماع دعویٰ کسی مدت معینہ کے بعد بر بنائے انسداد حیلہ وتزویر ہے، نہ یہ

---

(۱) الدر والرد ۸/۲۸۴-۲۸۵ كتاب الدعوى ، الباب الثاني: باب دعوى الرجلين.

(۲) الهداية ۳/۲۲۱ كتاب الدعوى ، باب مايدعيه الرجلان.

(۳) الشامي ۱۰/۳۸۸ كتاب الخنثٰى، مسائل شتّٰى .

کہ اس مدت کے بعد حق ساقط ہوجاتا ہے(۱) (کذا في الشامي جلد۵ مسائل شتّٰی) فقط واللہ اعلم

سوال: (۸) شرکتِ ملک میں اگر کوئی شریک مشترک دکان ومکان میں بہدم وبنا، تصرف کرے، دوسرا شریک بہ سبب اس کے زبردست ہونے کے مطالبہ نہ کرسکے، بعد گزرنے عرصہ دراز کے اگر مطالبہ کریں، اور دعوی کریں، تو مسموع ہوگا یا نہیں؟ (۱۰۰۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: شریک کے دعوی نہ کرنے سے اگرچہ کسی مدت تک ہو، اس کا حق ساقط نہیں ہوتا کما قالوا: إن الحق لایسقط بتقادم الزمان(۲) وتفصیله ینظر في الشامي: جلد ۵.

سوال: (۹) میراث یا دین کے دعوے کی کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں؟ نورالہدایہ میں ہے کہ پندرہ برس تک اگر بلا عذر شرعی دعوی نہ کیا تو پھر دعوی مسموع نہ ہوگا۔ دعوی کی سماعت کے لیے کوئی مدت مقرر ہے یا نہیں؟ (۳۴۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اصل قاعدہ یہ ہے کہ الحق لایسقط بتقادم الزمان یعنی کسی مدت میں حق ساقط نہیں ہوتا، اور عدم سماع دعوی کسی مدت میں، یہ بوجہ کسی عوارض کے ہوتا ہے، اور تحقیق اس کی کتب فقہ میں ہے۔

مدعی کے گواہوں کی گواہی سننے سے پنچوں کا انکار کرنا درست نہیں

سوال: (۱۰) مدعی نے مدعا علیہ پر ایک سو پچھتر روپیہ کا دعوی کیا تھا اور اب وہ مقدمہ ثالثی میں آ گیا ہے اور مدعا علیہ چھیالیس روپیہ سوا پندرہ آنہ کی رقم کا اقرار کرتا ہے اور بائیس روپیہ ساڑھے گیارہ آنہ کی رقم کا تمادی عارض(۳) کا اقرار کرتا ہے، مدعی اپنی پوری رقم کا ثبوت دینا چاہتا ہے اور ثالث ثبوت لینے سے معترض ہیں اور حلف دینا چاہتے ہیں۔ (۶۸۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) ثم اعلم أن عدم سماعها لیس مبنیا علی بطلان الحق، حتی یرد أن هذا قول مهجور، لأنه لیس ذلك حكمًا ببطلان الحق، و إنما هو امتناع من القضاة عن سماعها خوفًا من التزویر ولدلالة الحال كما دلَّ علیه التعلیل، وإلا فقد قالوا: إن الحق لایسقط بالتقادم كما في قضاء الأشباه (الشامي ۱۰/۳۸۸ كتاب الخنثیٰ. مسائل شتّٰی)

(۲) ردالمحتار ۱۰/۳۸۸ كتاب الخنثیٰ. مسائل شتّٰي .

(۳) تمادی عارض ہونا: اتنی مدت گذر جانا کہ دعوی دائر کرنے کا حق نہ رہے (فیروز اللغات)

الجواب: کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اَلْحَکَمُ کَالْقَاضِیْ (۱) یعنی فیصلہ کنندہ پنچ اور سرپنچ مثل قاضی کے ہیں ان کو مانند قاضی کے شرعی طریق سے فیصلہ کرنا چاہیے اور شرعی طریق فیصلہ کا یہ ہے کہ اگر مدعا علیہ کل رقم دعوی کا اقرار نہ کرے تو مدعی سے گواہ شرعی لیے جائیں اگر وہ دو گواہ عادل اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کردے تو دعوی اس کا ثابت ہوگیا اور اگر وہ گواہ عادل موافق شرط کے پیش نہ کرسکے تو پھر مدعا علیہ سے حلف لیا جائے، پس صورت مسئولہ میں جب کہ مدعی اپنے دعوی پر گواہ پیش کرنا چاہتا ہے تو پنچوں کا انکار کرنا گواہی کے سننے سے درست نہیں ہے۔ فقط

سرکش مدیون سے نالش کا خرچہ لینا درست ہے

سوال: (۱۱) زید نے خالد کو روپیہ قرض دیا، خالد نے روپیہ وعدہ گذر جانے پر باوجود تقاضے کے ادا نہ کیا۔ جب زید روپیہ وصول ہونے سے مایوس ہوا، مجبور ہوکر عدالت انگریزی میں دعوی کیا۔ اور مجبورانہ عدالت انگریزی میں حسب قواعد مجریہ عدالت مذکور روپیہ نالش میں خرچ کیا۔ عدالت نے خالد سے روپیہ زید کا مع خرچہ دلایا، پس زید کو زر خرچہ کہ جس کو اس نے علاوہ روپیہ مستقرضہ کے بحالت مجبوری بسبب خلاف وعدگی خالد کے اپنے پاس سے صرف کیا ہے اور حاکم نے اس کو دلایا ہے، خالد سے لینا درست ہے یا نہیں؟ (۶۷۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسی صورت میں مدیون متمرد سے خرچہ لینا درست ہے کما في الشامی: (۳۱۰/۴)
وفي منية المفتی مؤنة المُشْخِص قيل في بيت المال وفي الأصح على المتمرد إلخ (۲)
أقول: والمشخص بضم الميم وسكون الشين وكسر الخاء من الإشخاص بمعنى الإحضار ولَـمَّا كان أجر المحضر على المتمرد فكل ما كان من نقصان المدعی، فهو على المدعى عليه (۳) فقط

---

(۱) والحاصل أنه كالقاضی (الدرالمختار مع ردالمحتار ۱۱۶/۸ كتاب القضاء، باب التحكيم)
(۲) الشامی ۴۵/۸ كتاب القضاء، مطلب في أجرة المحضر.
(۳) لم نظفر بها ويمكن أن تكون هذه العبارة من فضيلة المفتی.

قرض سے زیادہ کا دعوی کرنا درست نہیں

سوال: (۱۲) ایک شخص پر مثلاً ۱۰ روپیہ قرضہ ہے، ۱۰ روپیہ کا دعوی عدالت میں کیا جائے تو اس میں سے روپیہ دو روپیہ فاضل خرچ ہوگا جو عدالت خرچہ میں نہیں ڈالتی، اس لیے اگر بجائے ۱۰ روپیہ کے ۱۲ روپیہ کی نالش کی جائے محض اپنا خرچہ وصول کرنے کی نیت سے، تو جائز ہے یا نہیں؟ (۶۷۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قرض سے زیادہ دعوی کرنا درست نہیں ہے، اور ایسا دعوی جھوٹا ہے۔

سوال: (۱۳) عدالت میں حلف بھی ہوتا ہے، عدالت کہتی ہے کہ حلف سے کہو کہ تمہارا دعوی ٹھیک ہے، تو اگر روپیہ دو روپیہ بڑھا کر دعوی کیا گیا تو یہ حلف سچ ہوگا یا جھوٹ؟ (۶۷۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ حلف جھوٹ ہوگا، زیادہ کا دعوی نہ کرنا چاہیے، البتہ بصورت سرکشی وتمرد مدیون جو خرچہ عدالت سے ملے، وہ لینا درست ہے کہ سبب اس خرچہ کا مدیون سرکش ہوا ہے، اور اس کی سرکشی وعدم ادائے قرضہ کی وجہ سے نالش دائر کی گئی ہے۔ فقط

کیا حساب فہمی کا دعوی درست ہے؟

سوال: (۱۴) دعویٰ حساب فہمی شرکت کا، اقسام دعاوی شرعیہ میں داخل ہے یا نہیں؟

(۲۸۵۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جن لوگوں کو محاسبہ کا اختیار ہے وہ اس امر کی درخواست کر سکتے ہیں کہ ہم کو اجازت حساب فہمی کی دی جائے، کیونکہ شرعاً اگرچہ اس کی ضرورت نہیں ہے، مگر قانوناً شاید وہ بلا اجازت ایسا نہ کر سکتے ہوں؛ اس لیے اجازت طلب کرتے ہیں یہی مطلب شاید اس دعویٰ کا ہوگا۔

مدعا علیہ حاضر ہو تو دعوی میں صرف اس کا نام لینا کافی ہے اشارہ ضروری نہیں

سوال: (۱۵) مردے دعوی کرد نزد قاضی و مدعا علیہ حاضر بود، وبیان کرد آں مرد مدعا علیہ را بذکر اسم او واشتبا ہے، در تعین اونشد، مگر اشارہ بطرف مدعا علیہ نکرد، آیا دریں صورت دعوی مدعی مسموع خواہد شد یا نہ؟ یعنی عدم اشارہ مدعی راڈ دعوی مدعی است یا نہ؟ (۱۳۹۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ہرگاہ مدعا علیہ حاضر بود، وبعد ذکر اسم او اشتباہ نزد قاضی نماندہ، پس در صحت دعوی مدعی وسماع آں تردد ے نیست۔ فقط

ترجمہ: سوال: (۱۵) ایک آدمی نے قاضی کے یہاں دعوی کیا اور مدعا علیہ حاضر تھا، اور مدعی نے مدعا علیہ کا نام لے کر اپنا دعوی بیان کیا اور مدعا علیہ کی تعیین میں کوئی اشتباہ نہ رہا لیکن مدعا علیہ کی طرف اشارہ نہیں کیا، تو کیا اس صورت میں مدعی کا دعوی مسموع ہوگا یا نہیں؟ یعنی مدعی کا اشارہ نہ کرنا اس کے دعوے کو رد کرنے والا ہوگا یا نہیں؟

الجواب: جب مدعا علیہ حاضر ہے اور اس کے نام لینے کے بعد قاضی کے نزدیک کوئی اشتباہ نہیں رہا؛ تو مدعی کے دعوی کی صحت میں اور اس کا دعوی سننے میں کوئی تردد نہیں ہے۔

چچا اور بھتیجے نے مشترکہ کمائی سے جو جائداد خریدی ہے اس میں چچا ملکیت کا دعوی کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶) شخصے باعم خود ہم طعام بودہ درکسب مال باوے شریک ماندہ بہ حسب قرارداد عرف بنام ہر دو جائداد خریدہ، اکنوں عمش دعوی می کند کہ ایں جائداد از کسب من است، پس دعوی او عندالشرع معتبر باشد یا نہ؟ واستحقاق ابن الاخ صحیح و درست باشد؟ درکاغذات سرکاری وتصرف ہر دو مشترک اند۔

(۳۲/۷۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: دعوی عم بجمیع مکسوبہ غیر صحیح وباطل است، بلکہ ہر دو یعنی عم وابن الاخ او شریک مساوی اند۔ **قال في الشامي: وكذلك لو اجتمع إخوة يعملون في تركة أبيهم ونما المال فهو بينهم سوية، ولو اختلفوا في العمل والرأى وفيه أيضًا قبله:**

تنبیہ: يؤخذ من هذا ما أفتى به في الخيرية في زوج امرأة و ابنها، اجتمعا في دار واحدة وأخذ كل منهما يكتسب علاحدة و يجمعان كسبهما ولا يعلم التفاوت ولا التساوى ولا التمييز فأجاب بأنه بينهما سوية إلخ(۱) (الشامي جلد: ۳. فصل في الشركة الفاسدة)

---

(۱) الشامی ۳۹۲/۶ كتاب الشركة، مطلب اجتمعا في دار واحدة واكتسبا إلخ.

ترجمہ: سوال: (۱۶) ایک آدمی اپنے چچا کے ساتھ کھانا کھاتا تھا۔ اور مال کمانے میں ان کے ساتھ شریک تھا، عرف کی قرارداد کے مطابق دونوں کے نام سے جائداد خریدی گئی تھی، اب چچا دعوی کررہا ہے کہ یہ جائداد میری کمائی کی ہے، پس اس کا دعوی شریعت میں معتبر ہوگا یا نہیں؟ اور بھتیجے کا استحقاق صحیح ودرست ہوگا؟ سرکاری کاغذات میں اور تصرف میں دونوں مشترک ہیں۔

الجواب: تمام کمائی کا چچا کا دعوی غیر صحیح اور باطل ہے، بلکہ دونوں یعنی چچا و بھتیجا اس میں یکساں شریک ہیں، جیسا کہ شامی میں ہے۔

مسجد کے پیچھے پڑی ہوئی زمین کی ملکیت کا کوئی دعوی کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷) مسجد کے پیچھے ایک افتادہ قطعہ زمین ہے، تخمیناً تیس سال سے کسی نے اپنی ملکیت کا اس پر دعویٰ نہیں کیا نہ بظاہر سرکار مدعی ہے، تقریباً تیس سال سے تاجروں کا گروہ اس پر اکثر اپنا سامان کرسی وغیرہ رکھ دیتے ہیں یا کوئی جلسہ وعظ ہوا اس کا سامان وہاں پر مہیا کرتے ہیں علاوہ ازیں اور بھی اکثر علامات تسلط تاجروں کی پائی جاتی ہیں۔ بعد ازاں یہ قصہ ہوا کہ اس قطعہ اراضی سے ملحق ایک مکان ہے اس کے مالک نے اس مکان کو ایک شخص کے ہاتھ بیع کردیا، اب مشتری کہتا ہے کہ یہ قطعہ اراضی افتادہ بھی اسی مکان مشتریٰ میں داخل ہے، مگر مالک مکان نے کبھی اس قطعہ افتادہ کا دعویٰ نہیں کیا، آیا یہ دعویٰ مشتری کا صحیح ہوسکتا ہے وآیا اس قطعہ (اراضی) پر مدرسہ دینی ومسافر خانہ بناسکتے ہیں؟ یا مسجد میں اس قطعہ کو شامل کرکے نماز پڑھنا جائز ہوگا یا نہیں؟ اگر سرکار ہی سے قیمۃً اس کو خرید لیا جائے تو نماز وغیرہ میں کچھ کراہت تو نہ ہوگی؟ (۱۱۵۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جب کہ مالک مکان مذکور نے کبھی دعویٰ اس زمین کی ملکیت کا نہیں کیا اور نہ بیع نامہ میں اس کی بیع کی تصریح کی، تو مشتری مکان مذکورہ کا دعویٰ اس زمین پر صحیح نہ ہوگا، پس وہ زمین اگر متعلق مسجد سمجھی جائے تو اس کو مسجد میں شامل کرکے نماز پڑھنا صحیح ہے یا اگر مسجد کی ملک نہ سمجھی جاتی ہو تو عام مسلمانوں کی رضامندی سے اس میں مدرسہ ومہمان سرائے وغیرہ بناسکتے ہیں اور اگر سرکار مدعی ہو تو اس سے خرید کر جس کام میں چاہیں لاسکتے ہیں۔ فقط

منگنی کے بارے میں ایک فریق کا دعوی کرنا اور دوسرے فریق کا انکار کرنا

سوال: (۱۸) زید دعوی کرتا ہے کہ عمر نے اپنی ہمشیرہ ہندہ کی میرے ساتھ نسبت کردی، عمر کہتا ہے کہ میں نے نسبت نہیں کی، زید غلط دعویٰ کرتا ہے۔ شرعاً نسبت مانی جائے گی یا نہیں؟ (۲۷۴۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: زید کے پاس اگر اپنے دعوے کے موافق دو گواہ شرعی موجود نہیں ہیں، تو قول عمر کا معتبر ہے، اور بعد ثبوت منگنی کے بھی عمر اگر مصلحت نہ سمجھے اس سے نکاح کرنے کی، اور لڑکی کے لیے وہ موقع اچھا نہ ہو، تو اس سے نکاح کردینے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔ فقط

تقسیم ترکہ سے پہلے ایک بھائی کی شادی میں زیادہ اور دوسرے کی شادی میں کم خرچ ہوا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹) زید اور عمر دو بھائی شریک رہتے تھے، ملکیت بھی مشترک رہتی تھی، باپ کا ترکہ بھی مشترک تھا زید کی شادی میں نو ہزار چار سو روپیہ خرچ ہوا اور عمر کی شادی میں تین ہزار چار سو۔ عمر کا انتقال ہوگیا، اس کے ورثہ ترکہ تقسیم کرتے وقت یہ دعوی کرتے ہیں کہ زید کی شادی میں تین ہزار چار سو روپیہ منہا کرکے جو زائد چھ ہزار خرچ ہوا ہے، وہ مال مشترکہ تھا اس میں سے مبلغ تین ہزار روپیہ عمر کے حصہ کے تھے یہ تین ہزار بھی ترکہ عمر کا ہے اس میں بھی ترکہ تقسیم ہونا چاہیے، کیا یہ دعوی صحیح ہے؟ (۱۱۸۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جب کہ زید اور عمر میں کچھ حساب نہ ہوا تھا تو ان دونوں کی زندگی میں جو کچھ دونوں کی رضامندی سے خرچ ہوا، خواہ کسی پر زیادہ ہوا خواہ کم، اب ورثہ اس کا حساب نہیں کرسکتے، لہٰذا عمر کے ورثہ کا یہ دعویٰ صحیح نہ ہوگا، بلکہ جو کچھ بعد خرچ کے باقی رہا وہ برابر تقسیم ہوگا۔ فقط

نکاح کے ثبوت کے بعد غیر ولی کا نکاح نہ ہونے کا دعوی کرنا

سوال: (۲۰) زید نے دعویٰ نکاح کا ساتھ مسماۃ ہندہ کے کیا، اور نکاح کے گواہ بھی پیش کیے،

جس نکاح کی صحت کو تمام لوگ بھی خوب جانتے تھے، مجسٹریٹ صاحب نے دعوی ثبوت نکاح کر کے نکاح زید کا ہندہ کے ساتھ صحیح وثابت رکھا، چند ماہ کے بعد ہندہ کے نانا نے جو کہ ولی نہ تھا دعوی کیا کہ نکاح زید کا مسماۃ ہندہ کے ساتھ نہیں ہوا، یہ دعوی اپیل منظور ہوا اور حاکم نے فریقین کو کہا کہ تم صلح کرلو، نانا ہندہ نے کہا کہ میں حلف قرآن اٹھاتا ہوں کہ نکاح زید کا مسماۃ ہندہ سے نہیں ہوا، زید نے کہا کہ اگر ہندہ کا نانا حلف اٹھائے تو میں کاربند (تعمیل کرنے والا) رہوں گا؛ تو زید کے اس کہنے سے کہ ''میں کاربند رہوں گا'' طلاق ہندہ پر واقع ہوئی یا نہیں؟ اور ہندہ کے نانا کا جو کہ ولی نہیں ہے دعوی مسموع ہوگا یا نہ؟ اور ہندہ غیر زید یعنی عمر کے ساتھ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۲۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ نکاح زید کا ساتھ ہندہ کے دو گواہوں سے ثابت ہوگیا تو اس کے بعد بدون طلاق دینے زید کے ہندہ زید کے نکاح سے خارج نہیں ہوسکتی، اور زید کے اس لفظ کہنے سے کہ میں ''کاربند رہوں گا'' طلاق واقع نہ ہوگی، اور دعوی نانا ہندہ کا قابل سماعت نہیں ہے، پس ہندہ کا نکاح بحالت موجودہ غیر زید مثلاً عمر کے ساتھ صحیح نہ ہوگا قال في الدر المختار: **وشرط حضور شاهدين حرين ...... ولو فاسقين أو محدودين في قذف ......قال في ردالمحتار: قوله: (ولو فاسقين) اعلم أن النكاح له حكمان، حكم الانعقاد وحكم الإظهار فالأول ما ذكره، والثاني إنمايكون عند التجاحد، فلا يقبل في الإظهار إلاشهادة من تقبل شهادته في سائر الأحكام إلخ(۱) وفي رد المحتار، باب اليمين في البيع والشراء: بل لا تقبل على النفى مطلقًا إلخ(۲)** فقط

مشتری کا انکار کرنے کے بعد ملکیت کا دعوی کرنا

سوال: (۲۱) مسمی باگڑ نے اپنے ایک عزیز مسمی نابہ سے استدعا کی کہ وہ مستدعی کو کچھ اراضی زربیع لے کر دے، چنانچہ نابہ نے اس کو منظور کیا اور اراضی کی قیمت فریقین نے طے کی، اقرار ہوا کہ جب باگڑ قیمت اراضی دے تو نابہ زمین دیدے، تھوڑے ہی دنوں بعد باگڑ کے اصرار پر نابہ مالک زمین نے عدالت میں اقرار کیا کہ وہ زربیع باگڑ خریدار سے وصول پاچکا ہے، داخل خارج کردیا جائے۔ تھوڑی

---

(۱) الدر والرد ۴/۷۳-۷۶ کتاب النكاح مطلب: الخصاف كبير في العلم يجوز الاقتداء به .

(۲) الشامی ۵/۵۱۷ کتاب الأيمان ، مطلب: شهادة النفي لاتقبل إلا في الشروط .

ہی مدت بعد اس زمین پر سرکار سے نذرانہ قائم ہوا جو نابہ سے وصول ہوا، اور آج تک جس کو عرصہ ۵۰ سال کا ہوا سالانہ سرکاری مال گذاری بھی نابہ ادا کرتا رہا، چونکہ زمین غیر آباد تھی اس لیے باگڑ نے قیمت اراضی باوجود تقاضا کرنے کے ادا نہ کی اور جواب دیا کہ میرا زمین سے کچھ مطلب نہیں ہے، اب جب کہ زمین آباد ہوگئی، تو باگڑ نے اس داخل خارج کی بنا پر جو نابہ کو یہ اطمینان دلا کر کہ قیمت ادا کردی جائے گی کرالیا تھا، عدالت میں دعوی دائر کیا ہے کہ نابہ مالک زمین سے قبضہ دلایا جائے چونکہ زمین آباد ہوگئی ہے اس لیے نابہ کو اس زمین کا دینا منظور نہیں ہے، اب اس کا عذر ہے چونکہ بروقت بیع اور داخل خارج کے زر بیع خریدار نے ادا نہیں کیا لہٰذا یہ بیع اور داخل خارج شرعاً درست نہیں ہے۔ اب جو حکم شرعی ہو، اس سے مطلع فرمادیں۔ (۲۰۸۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شرعاً جو معاملہ باگڑ اور نابہ کے درمیان ہوا تھا وہ بوجہ انکار کرنے باگڑ کے فسخ ہوگیا لہٰذا دعوی باگڑ کا دربارہ قبضہ دلانے زمین مذکور کے باطل اور ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مشتری کو نقصان پہنچانے کے لیے جھوٹا دعوی کرانا

سوال: (۲۲) دو شخص تایا بھتیجا ایک قطعہ اراضی کے مالک ہیں، تایا نے اپنا نصف حصہ فروخت کردیا، اب پانچ سال بعد اپنے بھتیجے سے استقرار حق کا دعویٰ دائر کرادیا کہ میرے تایا نے میرا حق تلف کرنے کو یہ زمین فروخت کردی ہے، حالانکہ یہ غلط ہے محض مشتری کا روپیہ مارنے کی غرض سے یہ کارروائی کی ہے۔ یہ دعویٰ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ دعویٰ شرعاً صحیح نہیں ہے، اور دعویٰ کرنے والا اور کرانے والا بغرض نقصان رسانی مشتری کے عاصی اور ظالم ہے۔ فقط

جھوٹا دعوی کرکے کسی سے روپیہ وصول کرنا

سوال: (۲۳) زید نے ایک مسماۃ پر جھوٹا دعوی کیا، اور جھوٹا حلف اٹھا کر ایک سو اسی روپیہ مسماۃ سے لیے، ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۷۹۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جھوٹا دعوی کرنا، اور جھوٹا حلف اٹھانا، اور ناحق مدعا علیہ سے روپیہ وصول کرنا، یہ جملہ

امور حرام اور گناہ کبیرہ ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ جھوٹا حلف اٹھانا قرآن شریف میں شرک کے برابر ہے کَمَاقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿ اِجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ حُنَفَاءَ لِلّٰہِ غَیْرَمُشْرِکِیْنَ بِہٖ﴾ (۱) پس وہ شخص فاسق و غاصب وظالم ہے، توبہ کرنا اس کو لازم ہے، اور جس قدر روپیہ اس نے ناحق اور ظلماً لیا ہے، اس کی واپسی یا معاف کرانا اس کے ذمہ لازم ہے، اور توبہ اس کی قبول ہونا اسی پر موقوف ہے۔ فقط

سجادہ نشین کا دعوی کرنا کہ میرے علاوہ کوئی امام نہیں بن سکتا

سوال: (۲۴) اگر سجادہ نشین یہ دعویٰ کرے کہ میں بوجہ سجادہ ہونے کے کل جائداد متوفی کا مالک ہوں، اسی وجہ سے میری موجودگی میں دوسرا شخص امام نہیں ہوسکتا، یہ دعویٰ صحیح ہے یا نہیں؟ (۳۷۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ دعویٰ اس کا صحیح نہیں ہے۔

نکاح نہ ہونے کی صورت میں منگنی کے وقت لڑکی کو دیے گئے سامان کی واپسی کا دعوی کرنا

سوال: (۲۵) زید نے اپنے لڑکے کی نسبت کے وقت کچھ زیور کپڑے بکر کی دختر کو چڑھائے اور برادری کو شکر تقسیم کی، کچھ عرصے کے بعد طرفین کی ناراضی سے نکاح کی نوبت نہ آئی اور بکر نے زیور واپس کردیا، زید نے اپنے لڑکے کا عقد دوسری جگہ کردیا اور اب زید قیمت پارچہ وہرجہ (کپڑا اور خسارے) کا دعوے دار ہے آیا قیمت پارچہ جات وشکر بھی شرعاً واپس دلائی جائے گی یا نہیں؟

(۴۱۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: زیور اور پارچہ جو لڑکی کو دیے گئے ان کی واپسی کا حق زید کو ہے اور جو کچھ زید نے مٹھائی وغیرہ کی تقسیم میں صرف کیا اس کو وہ واپس نہیں لے سکتا۔ فقط

مقروض باپ کے قرض کا دعوی باپ بیٹے دونوں پر کرنا

سوال: (۲۶) اگر کسی شخص کا باپ مقروض ہے، اور بیٹا اور باپ دونوں کمانے والے ہیں، اور بیٹا

(۱) اس حدیث کی تخریج کتاب الشہادت سوال (۳۸) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

کما کر باپ کو دیتا ہے، قرض خواہ دونوں پر دعوی کرسکتا ہے یا صرف باپ ہی پر کرے؟ (۱۴۵۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: صرف باپ پر ہی دعوی ہوسکتا ہے، بیٹے پر دعوی نہیں ہوسکتا، مگر چونکہ حدیث شریف میں ہے أنت و مالك لأبيك (۱) اور خود بیٹے نے بھی اجازت دیدی ہے اور باپ کسب کرنے میں بھی ساتھ ہے، لہٰذا باپ اپنا قرض اس میں سے ادا کرسکتا ہے۔

بیوی کے مرنے کے بعد خسر کا شوہر پر دَین مہر کا دعوی کرنا

سوال: (۲۷) نذیر احمد کی بی بی فاطمہ مرگئی، اس کے باپ مجیر الدین نے نذیر احمد پر دین مہر کا دعویٰ کیا، نذیر احمد نے کہا کہ میری بی بی نے مہر معاف کردیا تھا، لیکن وہ دو گواہ معافی مہر کے نہیں دے سکا، تو اس پر حلف آئے گا یا نہیں؟ اس معاملہ میں مدعی کون ہے اور مدعا علیہ کون؟ (۳۸۲/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں یہ قول صحیح ہے کہ نذیر احمد شوہر بی بی فاطمہ کا مدعی ہے معافی مہر کا، پس جب کہ پوری شہادت معافی مہر کی پیش نہ کرسکا اور دو مرد عادل یا ایک مرد اور دو عورتیں جو معافی مہر کی گواہی دیتے پیش نہ کرسکا، تو مجیر الدین پر حلف عائد ہوگا، اور وہ حلف کر کے مہر وصول کرلے گا لقوله عليه الصلاة والسلام: البينة على المدعى واليمين على من أنكر (۲) اور ظاہر ہے کہ مجیر الدین معافی مہر کا منکر ہے، لہٰذا حلف اس پر عائد ہے۔ هٰذا هو الصحيح. فقط

سارق پر چوری کا دعوی کرنے کی صورت میں قسم کس پر آئے گی؟

سوال: (۲۸) ایک شخص نے ایک سارق مشہور پر دعویٰ کیا کہ اس نے میری چوری کی ہے، اس

---

(۱) عن جابر بن عبدالله رضى الله عنهما أن رجلا قال: يا رسول الله ! إن لي مالا و ولدًا، و إن أبي يريد أن يجتاح مالي، فقال: أنت ومالك لأبيك (سنن ابن ماجة ص: ۱۶۵ أبواب التجارات - باب ما للرجل من مال ولده)

(۲) عن ابن عباس رضى الله عنهما أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: لو يعطى الناس بدعواهم، لادعى رجال أموال قوم ودماؤهم ولكن البينة على المدعى واليمين على من أنكر (السنن الكبرى للبيهقي ۱۰/۴۲۷ كتاب الدعوى والبينات ، باب : البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه ، المطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت ، لبنان)

صورت میں قسم سارق پر آئے گی یا مدعی پر؟ (۵۱۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: البینة علی المدعی والیمین علی من أنکر کے قاعدۂ کلیہ سے مدعی مذکور اور سارق مذکور مستثنیٰ نہیں ہے، پس مدعی کے ذمہ بینہ ہے اور حلف سارق پر۔ فقط

بیع نامہ کے فرضی ہونے کا دعوی کرنا

سوال: (۲۹) زید نے ایک اراضی بذریعہ بیع نامہ مبلغ یک صد روپیہ میں ایک شخص سے خرید کی، زید نے اپنے مرنے سے پہلے اپنی جائداد اپنے لڑکے کے نام لکھ دی مگر یہ اراضی نہیں لکھی، مگر چونکہ اسی قسم کی ایک اور جائداد بھی لکھنے سے رہ گئی تھی اس کا بھی تذکرہ نہیں کیا جو بعد وفات زید اس کی اولاد نے فروخت کی اب چونکہ مذکورہ بالا بیع نامہ کو ۳۶ سال ہوگئے تو عمر کی اولاد اور بیوی یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ یہ جائداد ہماری ہے، عمر نے محض فرضی طور پر زید کے نام کسی مصلحت سے لکھ دی تھی قیمت زید نے ادا نہیں کی بلکہ عمر نے ساٹھ روپیہ قیمت ادا کی ہے آج زید کو مرے ہوئے ۱۴ سال ہوگئے، نہ عمر نے زید سے وہ بیع نامہ اپنی حیات میں منتقل کرایا، نہ عمر کی اولاد نے کرایا، حالانکہ زید عمر کے بعد بھی چھ برس زندہ رہا، عمر کی اولاد اور ان کے عزیز یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک موقعہ پر اس اراضی متنازعہ کے خرید نے کے لیے ایک شخص خواہش مند ہوا اس وقت بھی زید نے اس شخص کو منع کر دیا اور یہ کہا کہ زمین عمر کی ہے میری نہیں ہے، اگر زید کی اولاد زید کے نام شدہ جائداد کو بلا سند شرعی نہ دیوے تو اس پر کچھ مؤاخذہ تو نہیں ہے اب نہ کوئی گواہ زندہ ہے نہ بائع و مشتری اور شرعی صورت سے اصلی مالک کون ہے؟ بینوا توجروا (۲۶۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ زید کے ورثہ کو یہ تسلیم نہیں ہے کہ بیع نامہ فرضی ہے اور عمر کے ورثہ کے پاس گواہ اس کے نہیں ہیں تو حسب ظاہر وہ زمین زید کے وارثوں کی ملک ہے، اور فروخت کرنا ان کا درست ہے عمر کے ورثاء کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور زید کے ورثا اگر اس زمین کو یا اس کی قیمت کو عمر کے ورثہ کو نہ دیں تو ان کو کچھ مؤاخذہ نہیں ہے۔ فقط

مودَع کا امانت کی رقم کے بارے میں وصیت کا دعوی کرنا

سوال: (۳۰) زید اپنا برادر حقیقی چھوڑ کر فوت ہوا، اس کا نقد روپیہ بکر کے پاس امانت رکھا تھا۔

بکر کہتا ہے کہ مجھ کو زید نے وصیت کی تھی کہ پانچ سو روپیہ تم لے لینا اور چار سو روپیہ عمر کو جو زید کا شاگرد ہے، بتدریج دیتے رہنا، آیا بکر کا وصیت کے متعلق دعویٰ کرنا جس کی وارث کو خبر اور علم نہیں ہے شرعاً کیا حکم ہے؟ (۲۴۱۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اگر وارث اس کے دعوے کی تصدیق نہ کرے، اور اس کو وصی تسلیم نہ کرے، تو مدعی مذکور کو دو گواہ عادل پیش کرنا ضروری ہے۔ فقط

دو فریقوں کا ایک ہی زمین خریدنے کا دعوی کرنا

سوال: (۳۱) ایک عورت کی ایک اراضی تھی جس کو اس نے زید کے نام بیع کر دیا زرِ ثمن بیع نامہ میں درج ہے، وہ عورت مر گئی، بیع نامہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو لکھے ہوئے ۳۶ سال ہوئے، اب عمر کے وارث زید مذکور کے ورثاء سے اس اراضی کا مطالبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اس عورت سے اراضی مذکورہ کو ۶۰/ روپیہ دے کر خرید لیا تھا مگر بیع نامہ کی تکمیل اس وجہ سے نہ ہوسکی کہ یہ اراضی زید کے نام کسی مصلحت سے کر دی گئی تھی، لیکن تعجب ہے کہ عمر نے زید سے نہ اپنی حیات میں بیع نامہ منتقل کرایا نہ عمر کی اولاد نے زید کی حیات میں، پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ایسی کیا مصلحت تھی جو زید کی حیات میں بیع نامہ منتقل کرانے سے روکتی رہی، اب جب کہ زید کے انتقال کو ۱۴ برس گذر گئے تو عمر کی اولاد اس اراضی پر اپنی ملکیت کا دعوی کرتی ہے، سوال یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ مان لیا جائے کہ عمر نے اراضی مذکورہ اس عورت سے ۶۰ روپیہ دے کر خرید لی تھی تو کیا یہ بیع تمام ہوسکتی ہے جب کہ زید مذکور کے نام بیع نامہ ہو چکا تھا، اب ان کے محض ان بیانات پر جن کے خلاف قرائن بکثرت ہیں ورثائے زید اراضی مذکورہ کے شرعاً وارث و مالک ہوئے یا یہ حقیت عمر کے ورثاء کو پہنچتی ہے؟ (۴۲۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: شرعاً کوئی دعویٰ کسی کا بدون شہادت معتبرہ کے مسموع نہیں ہوتا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے **البينة على المدعي واليمين على من أنكر** (۱) پس اگر عمر کے وارثوں کے پاس شہادت معتبرہ اس امر کی موجود ہے کہ زبانی بیع عمر کے نام زید کے نام بیع ہونے سے پہلے ہو چکی تھی یعنی دو مرد عادل یا

---

(۱) السنن الكبرى للبيهقي ۱۰/ ۴۲۷ كتاب الدعوى والبينات ، باب : البينة على المدعي واليمين على المدعى عليه ، المطبوعة: دارالكتب العلمية، بيروت ، لبنان.

ایک مرد اور دو عورتیں عادل اس بیع کی گواہی دیں تو دعویٰ عمر کے وارثوں کا صحیح ہوگا اور زید کے وارثوں سے وہ زمین لے کر عمر کے وارثوں کو دی جائے گی، اور اگر دو گواہ بیع کے موجود نہ ہوں تو زید کے ورثہ پر حلف آئے گا کہ عمر کے نام بیع نہیں ہوئی اگر وہ حلف سے انکار کریں تو دعویٰ عمر کے ورثاء کا صحیح ہوگا اور محض قبضہ چھتیس سال سے زید کا یا زید کے ورثاء کا ہونا مانع عمر کے ورثاء کے دعویٰ کو نہ ہوگا، پس اگر یہ تسلیم ہو جائے کہ عمر نے زمین مذکورہ مسماۃ مذکورہ سے بعوض ساٹھ روپیہ کے پہلے زید کے خرید نے سے خریدی تھی تو وہ زمین عمر کے ورثاء کو دلوائی جائے گی اور عمر کا اپنی حیات میں دعویٰ نہ کرنا یا اس کے ورثاء کا اب تک اس سے پہلے دعویٰ نہ کرنا ساقط کرنے والا عمر کے ورثہ کے حق کو نہ ہوگا جیسا کہ شامی میں ہے: **إن الحق لا يسقط بتقادم الزمان**(۱) فقط

کرایہ دار کا مکان کی ملکیت کا دعویٰ کرنا

سوال: (۳۲) زید ایک شخص کے مکان میں کرایہ پر رہتا تھا، جب اس نے مکان فروخت کیا یعنی مالک مکان نے، تو زید نے اپنی ملکیت کا دعویٰ کر دیا، مگر عدالت میں زید کامیاب نہ ہوا، تو یہ جھوٹا دعویٰ کیسا ہے؟ (۲/۷۷۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: گناہ کبیرہ ہے۔

مدعا علیہ سے کب حلف لیا جاتا ہے؟

سوال: (۳۳) لے پالک بھانجہ نے اپنے ماموں عمر رسیدہ کو بہ حیلۂ علاج اپنے مکان میں بلا کر مقید کر لیا اور یہ کہا کہ تم بہت بوڑھے ہو گئے ہو چند روز میں مر جاؤ گے تم اپنی معافیات میرے نام کر دو، ماموں نے انکار کیا اس پر بھانجہ نے اس کو مار ڈالنے اور قتل کر دینے کی پوری دھمکی دی، ماموں بدحواس ہو گیا اسی حالت میں بیع نامہ معافیات کا پیش کیا اور رجسٹرار کو بلا لیا اور ماموں سے دستخط کرا کر رجسٹری کرا لیا، بعد میں ماموں نے عدالت میں دعویٰ دائر کر دیا اور مدعا علیہ کہتا ہے کہ صرف مجھ سے حلف لے لیا جائے، گواہان کی کچھ ضرورت نہیں ہے اس میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۲۱۶۴/۱۳۴۲ھ)

---

(۱) الشامی ۱۰/ ۳۸۸ کتاب الخنثیٰ ، مسائل شتّٰی .

الجواب: بقاعدہ البینۃ علی المدعی والیمین علی من أنکر (۱) اس صورت میں اگر مدعی گواہ پیش نہ کرے یا وہ معتبر نہ ہوں تو مدعا علیہ پر صرف حلف ہے اگر مدعی اکراہ مثلاً دو گواہ معتبر اکراہ کے پیش کردے تو اس کا دعویٰ ثابت ہوجائے گا اس صورت میں مدعا علیہ سے حلف لینے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مدعا علیہ پر حلف بحالت گواہ نہ پیش کرنے مدعی کے ہے۔ فقط

شوہر کی وفات کے ڈیڑھ سال بعد عورت نے دوسرا نکاح کیا اور عورت کے ورثاء وفات شدہ شوہر سے حاملہ ہونے کا دعوی کریں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۴) زید فوت ہوگیا، اس کی عورت نے اب عرصہ تقریباً ڈیڑھ سال کے بعد دوسرا نکاح کرلیا ہے، عورت کے ورثہ اب یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ زید کی عورت کو زید کی وفات کے وقت حمل تھا جو عورت کے بطن میں خشک ہوگیا، اور اب تک موجود ہے، اس لیے دوسرا نکاح بیوہ کا جائز نہیں ہوا، یہ دعویٰ شرعاً جائز ہے؟ (۱۲۵۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ حمل ظاہر نہ تھا اور عورت نے عدت کے پوری ہونے کا اقرار کیا۔ تو نکاح اس کا جو بعد عدت کے ہوا شرعاً صحیح ہوگیا، ورثہ کا یہ دعویٰ بلا کسی ثبوت کے باطل ہے۔ فقط

خریدی ہوئی زمین میں تعمیر کرنے کے بعد کسی شخص کا اپنی حصہ داری کا دعوی کرنا

سوال: (۳۵) زید نے عمر سے زمین خریدی اور مکان رہنے کے لیے بنالیا، بکر نے دعوی کیا کہ عمر کی زمین میں میرا بھی حصہ ہے، بکر کا دعویٰ ثابت ہوگیا، اب زید کو قاضی کیا حکم دے گا مکان توڑنے کا حکم دے گا یا زمین کی قیمت دلائے گا؟ (۲۵۳۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: بہ حکم لاضرر ولاضرار (۲) بکر کو زمین کی قیمت دلوادی جائے گی اور مکان نہ توڑوایا

---

(۱) السنن الکبری للبیھقی ۱۰/ ۴۲۷ کتاب الدعوی والبینات.

(۲) عن عمرو بن یحیٰ المازني عن أبیه أن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم قال: لاضرر ولاضرار (الموطأ للإمام مالکؒ ص: ۳۱۱ کتاب الأقضیة، القضاء في المرفق)

جائے گا اگر قیمت زمین کی کم ہو اور بناء کی قیمت زیادہ ہو اور مکان کے توڑوانے میں عمر کا زیادہ نقصان ہو، درمختار میں ہے: ومن بنى أوغرس في أرض غيره بغير إذنه أمر بقلعه والرد لو قيمة الساحة أكثر الخ وفي الشامي: ولو قيمتها أقل فللغاصب أن يضمن له قيمتها و يأخذ ها درر عن النهاية وهٰذا على قول الكرخي و قدمنا الكلام عليه آنفًا(۱) فقط

نکاح کے گواہوں کے بیان میں اختلاف ہو تو نکاح ثابت نہ ہوگا

سوال: (۳۶) ایک شخص دعوی کرتا ہے کہ میرا نکاح فلاں عورت کے ساتھ مجمع عام میں ہوا تھا اور بہت سے گواہ پیش کرتا ہے جن کے بیانات میں بہت اختلاف ہے اور عورت نکاح سے انکار کرتی ہے اس صورت میں نکاح ثابت ہوگا یا نہیں؟ (۱۹۷۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں گواہان نکاح میں اس قدر اختلاف ہے کہ ایسے اختلاف کی صورت میں شرعًا نکاح ثابت نہیں ہوسکتا کیونکہ جب تک دو گواہ متفق نہ ہوں اس وقت تک شرعًا نکاح ثابت نہ ہوگا۔ فقط

مرد حلفیہ زنا کا دعوی کرتا ہے اور عورت حلفیہ انکار کرتی ہے تو کس کی قسم معتبر ہوگی؟

سوال: (۳۷) زید اور ایک عورت کے درمیان جھگڑا ہے زید حلفیہ کہتا ہے کہ میں نے اس عورت سے زنا کیا ہے اور گواہ زنا کے ثبوت کے ایسے پیش کرتا ہے کہ وہ غیر معتبر اور غیر مذہب اور غیر برادری کے ہیں، اور عورت بھی حلفیہ کہتی ہے کہ میرا زید سے کوئی ناجائز تعلق نہیں ہے نہ تھا، تو اب دونوں میں سے کس کی قسم شرعًا معتبر ہوگی؟ (۶۸۳-۴۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: معتبر گواہ زنا کے نہ ہونے کی صورت میں عورت کی قسم کا اعتبار ہوگا۔ فقط

---

(۱) الدر والرد ۲۳۴/۹ كتاب الغصب ، مطلب: شرى دارا وسكنها فظهرت لوقف أو يتيم وجب الأجر وهو المعتمد)

بالغہ عورت پر نکاح کا دعویٰ کرنا جب کہ عورت انکار کرتی ہے

سوال: (۳۸) ایک عورت بالغہ پر دھوکے سے نکاح کا کسی نے دعوی کر دیا اور تمام باتیں جعلی بنا کر عدالت میں دعوی کیا اور عورت بالغہ بالکل بے خبر ہے اور انکار کرتی ہے تو اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۷۳۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بالغہ کا نکاح بدون اس کی رضا واجازت کے صحیح نہیں ہوتا اور اس کے انکار سے باطل ہو جاتا ہے۔ فقط

عورت کا یہ دعوی کرنا کہ میرا شوہر عنین ہے اور شوہر کا انکار کرنا

سوال: (۳۹) اگر کوئی عورت یہ دعوی کرے کہ میرا خاوند عنین ہے اور شوہر انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس سے وطی کی ہے تو ملاحظہ عورت کا کیا جائے گا یا مرد کا؟ اگر ملاحظہ کرنے والا غیر مسلم ہو تو اس کی شہادت معتبر ہے یا نہ؟ اور ایک شخص کی شہادت معتبر ہے یا نہیں؟ اگر مرد کا عنین ہونا ثابت ہو جائے تو اس کو مہلت دی جائے گی یا نہیں؟ اور مہلت دی جائے گی تو کس وقت سے؟ (۹۹۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ولو ادعى الوطي و أنكرته فإن قالت : امرء ة ثقة و الثنتان أحوط هي بكر .... خيرت في مجلسها و إن قالت: هي ثيب أو كانت ثيبا صدق بحلفه إلخ** (۱) **و فيه قبيله: و يؤجل من وقت الخصومة إلخ** (۲) اس عبارت سے واضح ہے کہ ملاحظہ عورت کا کرایا جائے گا اور غیر مسلم کا اعتبار نہیں ہے اور ایک عورت مسلمہ ثقہ کا قول معتبر ہے اور شوہر کے عنین ہونے کے ثبوت پر شوہر کو مہلت ایک برس کی دی جائے گی اور مہلت وقت خصومت سے دی جائے گی۔ فقط

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۵/ ۱۳۸ کتاب الطلاق ، باب العنين وغيره. مطلب في طبائع فصول السنة الأربعة.

(۲) الدر مع الرد ۵/ ۱۳۷ کتاب الطلاق، باب العنين وغيره، مطلب في طبائع فصول السنة الأربعة.

مہر کی ادائیگی کے بعد بچی ہوئی جائداد میں تقسیم ترکہ کا دعوی کرنا

سوال: (۴۰) ایک شخص نے اپنی ماں کا مہر پچاس ہزار روپیہ اور پچیس تھان اشرفی کا دعویٰ کیا، اور اس کی نشاندہی میں مہر کی وصولیابی کے واسطے اپنے والد کے چار پانچ مکان پختہ اور خام بتائے، اور اس دعوے میں یہ نوٹ کیا کہ ترکہ پدری کا دعویٰ ہنوز اس وجہ سے نہیں کیا گیا کہ جائداد زرمہر کے لیے ہی کافی نہیں ہوسکتی، عدالت نے سواسو روپیہ کا مہر مدعا علیہ کے اقرار کے بہ موجب ثابت رکھا، زائد مہر کا دعویٰ ثبوت نہ ہونے کی وجہ سے مدعا علیہ سے قسم لے کر خارج کیا، اس فیصلہ کے بعد مدعی نے اسی جائداد پر جو کہ مہر کی نشاندہی میں بتلائی تھی ترکہ پدری کا دعویٰ کیا کہ یہ مکانات تقسیم کردیے جائیں، مدعا علیہ کہتا ہے کہ ترکہ کا دعوی مدعی کا صحیح نہیں ہے، اس وجہ سے کہ مدعی نے اس دعویٰ سے پہلے بدعویٰ پچاس ہزار روپیہ و پچیس تھان اشرفی کا دعویٰ عدالت ہذا میں دائر کیا تھا وہ بصراحت اقرار ہے اس امر کا کہ جس شخص پر دعوی مہر ہے اس کا مال اس تعداد پچاس ہزار روپیہ و پچیس تھان اشرفی تک قابل تقسیم بین الورثہ نہیں ہے یہی اقرار مدعی نے نوٹ کیا ہے، پس اس اقرار کے بعد جب تک پچاس ہزار روپیہ و پچیس تھان اشرفی کی قیمتی جائداد سے زیادہ متروکہ مدیون کا ثابت نہ کریں، اس وقت تک مدعی کو تقسیم ترکہ کا دعویٰ کرنے کا حق نہیں ہے کہ قابل تقسیم نہ ہونا اور ہونا دونوں قولوں میں تعارض وتخالف ہے، سو یہ دعویٰ قابل سماعت ہے یا نہیں؟

(۱۲۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں شخص مذکور نے دعوئے مہر کے بعد جو دعوی تقسیم ترکہ کا کیا ہے وہ صحیح ہے کیونکہ جب دین مہر صرف سواسو روپیہ ثابت رکھا گیا تو اب بقیہ ترکہ میں حسب حصص شرعی تمام ورثاء کا حق ہے، مدعی مہر نے عام دعوی تقسیم ترکہ کی وجہ خود یہ ظاہر کردی تھی کہ جائداد متروکہ چونکہ دین مہر ہی کی ادائیگی کے لیے کافی نہیں ہے تو تقسیم ترکہ کا دعویٰ بے سود ہے، لیکن اب جب کہ جائداد متروکہ کا بہت بڑا حصہ باقی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بین الورثاء اس کو تقسیم نہ کیا جائے پس اول تو مدعی کے قول میں کوئی تعارض نہیں، اور بالفرض اگر ہوتا بھی تب بھی اس صورت میں اس کا حق ساقط نہیں ہوسکتا۔

عورت وطی کی مدعی ہے اور شوہر ثانی منکر ہے؛ تو کس کا قول معتبر ہے؟

سوال: (۴۱) زید نے ہندہ کو تین طلاق دی، بعد انقضائے عدت بکر نے اس سے نکاح کیا، چار پانچ روز کے بعد بکر نے بھی طلاق دے دی، زید نے عدت گزرنے کے بعد پھر ہندہ سے نکاح کیا، تقریبًا ایک سال کے بعد بکر نے لوگوں میں ظاہر کیا کہ میں نے کبھی ہندہ سے وطی نہیں کی، ہندہ وطی کی مدعی ہے کس کا قول معتبر ہے؟ (۶۶۵/۱۳۴۴ھ)

الجواب: **في الشامي عن البزازية: ادعت أن الثاني جامعها وأنكر الجماع حلت للأول إلخ** (۱) (ص: ۵۴۴) اس سے معلوم ہوا کہ اس بارے میں قول عورت کا معتبر ہے اور مطلقہ مذکورہ کا نکاح زید سے صحیح ہوگیا۔ فقط

عورت چار طلاق دینے کا دعوی کرتی ہے اور شوہر انکار کرتا ہے تو کس کا قول معتبر ہوگا؟

سوال: (۴۲) شوہر اور زوجہ کا آپس میں جھگڑا ہوا بی بی اپنے رشتہ داروں میں چلی آئی وہ مدعی ہے کہ میرے خاوند نے مجھ کو چار طلاق دے دی ہیں اور حلف کرتی ہے اور شوہر منکر ہوجاتا ہے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟ (۳۲۲۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر عورت دعوی طلاق کا کرے اور شوہر طلاق سے انکار کرے تو دو گواہوں کی گواہی سے طلاق ثابت ہوگی، اگر عورت کے پاس گواہ نہ ہوں تو قول شوہر کا بہ حلف معتبر ہوگا، لہٰذا اس صورت میں جب کہ شوہر قسم کھا کر طلاق سے انکار کرتا ہے تو اس کی زوجہ پر طلاق واقع نہیں ہوئی۔ فقط

---

(۱) الشامی ۵/۴۴ کتاب الطلاق، باب الرجعة، مطلب: حيلة إسقاط التحليل بحكم شافعي بفساد النكاح الأوّل.

کتاب الإقرار

اقرار کا بیان

اپاہج، فالج زدہ اور چلنے پھرنے سے عاجز کا وارث کے لیے اقرار کرنا

سوال: (۱) جس شخص کی ٹانگیں ماری ہوئی ہوں یعنی چل پھر نہیں سکتا یا فالج زدہ ہے یا اس کو شل ہے، اور اس کو اسی حالت میں برس گذر جائیں، تو عوارض مذکورہ اس کے حق میں مرض الموت ہوں گے یا نہیں؟ اور اس حالت میں اگر وہ کسی وارث کے لیے اقرار کرے تو وہ اقرار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۸۶۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: مقعد و مفلوج و مسلول کو اگر برس گذر جائیں اسی حالت میں تو وہ مرض الموت نہیں، مگر جب کہ اس مرض کی زیادتی ہوتی رہے اور حالت متغیر ہو اور اسی حالت تغیر میں مر جاوے تو اقرار ایسی حالت کا اقرار مریض کا ہوگا (۱) (اور مرضِ موت میں اقرار کرنا) وارث کے لیے

---

(۱) وهبة مُقعد و مفلوج و أشل و مسلول ...... من كل ماله إن طالت مدته سنة ولم يخف موته منه و إلّا تطل وخيف موته فمن ثلثه ، لأنها أمراض مزمنة لاقاتلة ، قيل: مرض الموت أن لايخرج لحوائج نفسه وعليه اعتمد في التجريد . بزازية . والمختار: أنه ماكان الغالب منه الموت و إن لم يكن صاحب فراش ، قهستاني عن هبة الذخيرة . وفي الشامي: سئل صاحب المنظومة عن حد مرض الموت، فقال: كثرت فيه أقوال المشائخ ؛ واعتمادنا في ذلك على قول الفضلي ، وهو أن لايقدر أن يذهب في حوائج نفسه خارج الدار والمرأة لحاجتها داخل الدار لصعود السطح =

ناجائز ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

= ونحوه ...... أقول: والظاهر أنه مقيد بغير الأمراض المزمنة التي طالت ولم يخف منها الموت كالفالج ونحوه ، و إن صيرته ذافراش ومنعته عن الذهاب في حوائجه ، فلايخالف ماجرى عليه أصحاب المتون والشروح هنا. (الدر والرد ۱۰/۲۹۰-۲۹۱ كتاب الوصايا)

(۱) و إن أقرالمريض لوارثه بمفرده أو مع أجنبي بعين أو دين بطل ، خلافا للشافعي رحمه الله تعالىٰ ولنا حديث "لاوصية لوارث ولا إقرار له بدين" إلا أن يصدقه بقية الورثة (الدرالمختارمع الشامي ۱۲/۱۸۸ كتاب الإقرار– الباب الثاني : إقرار المريض مطلب: الإقرار للوارث موقوف إلا في ثلاث)

کتاب الصلح

صلح کا بیان

ایک شریک کے قبضے میں سکنائی زمین اور دوسرے کے قبضے میں صحرائی زمین ہے تو صلح کر لینا بہتر ہے

سوال: (۱) زید و عمر کی زمین مزروعہ و مسکونہ مشترک ہے، زید کے قبضے میں زمین مسکونہ ہے، اور عمر کے قبضے میں زمین مزروعہ ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۹۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بہتر یہ ہے کہ آپس میں صلح کر لیں تاکہ دونوں معصیت سے بچیں، اور قبضہ ہر ایک کا جائز ہو جائے، وگرنہ بدون صلح و رضا باہمی کے ہر ایک کا قبضہ دوسرے کے حصے پر ناجائز اور حرام ہے۔

صلح کنندگان کی اولاد کو صلح کے باطل کرنے کا اختیار نہیں

سوال: (۲) زید فوت ہوا، اس کے تین فرزند صلبی تھے، محل (زوجہ) اول سے دو فرزند اور محل ثانی سے ایک، ان تین فرزندوں میں نزاع تقسیمِ معاش ہو کر بہ تراضیٔ طرفین بدیں خلاصہ صلح ہوگئی کہ فرزند محل ثانی کو محاصل معاش مشروط سے فی روپیہ حصہ ۹ آنہ اور فرزندان محل اول کو محاصل معاش مذکور سے فی روپیہ حصہ ۷ آنہ مقرر پا کر یہ تحریر قلم بند کی گئی کہ اولاد جانبین کی احیاناً اس کے خلاف اگر دعوی و تقاضا کرے تو عند الشرع باطل و گنہ گار ہوں گے، سنہ ۱۲۷۸ سے تا حال بلا کسی حرکت کے یہی عمل درآمد رہا، اب بعد

انتقال صلح کنندگان کے ان کی اولاد کو اس راضی نامہ و تقسیم نامہ کے خلاف کا حق شرعاً ہے یا نہیں؟

(۲۱۹۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اولادِ صلح کنندگان کو اس صلح کے باطل کرنے کا اور تقسیم نامہ کو رد کرنے کا اختیار نہیں ہے۔ فقط

مسلم بیٹے کا ہندو باپ کو سرکاری قانون کے سہارے مصالحت کرنے پر مجبور کرنا

سوال: (۳) چونکہ ضلع ہذا (پنجاب) میں محض نو مسلموں نے اپنے ہندو باپ کی جدی جائداد سے از روئے قانون سرکاری کے، ورثہ حاصل کیا ہے، لہٰذا زید کو اپنے ہندو باپ —— جو کہ اس وقت زندہ ہے اور اپنے ہندو بیٹے کو تملیک کرنا چاہتا ہے —— پر یہ دباؤ ڈال کر کہ میں تیرے مرنے کے بعد قانوناً وارث ہو جاؤں گا، لہٰذا تو اب مجھے پورا حصہ نہ دے کچھ کم دیدے، مثلاً بجائے نصف کے ثلث دیدے تو کیا یہ مصالحت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ صورت جائز ہے۔ فقط

شرکاء میں جھگڑا ہو جائے تو مصالحت کر لینا بہتر ہے

سوال: (۴) زید و عمرو عرصہ تک باہم سوداگری کرتے رہے، اب ان میں باہم جھگڑا و تکرار ہو گیا، زید کہتا ہے کہ میرے روپیہ عمرو کی طرف چاہتے ہیں، اور عمرو کہتا ہے کہ میرے روپیہ زید کی طرف چاہتے ہیں، اب اگر وہ دونوں آپس میں یا روبرو پنچایت کے حلف وعہد کر کے اپنا اپنا حق ایک دوسرے سے لے لیں، تو جائز ہے؟ اس میں کچھ گناہ تو نہیں؟ (۴۹۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: صلح بہتر ہے، پس ہر ایک کا جو کچھ حق دوسرے کے ذمہ نکلے باہم مصالحت سے لین دین کر لیویں یا روبرو پنچایت کے جو کچھ ایک کا دوسرے کے ذمے برآمد ہو لے لے، شرعاً اس میں کچھ مؤاخذہ نہیں ہے کہ اپنا حق دوسرے سے لیوے۔ فقط

بیوی کی جانب سے شوہر کا صلح کرنا اور بیوی کا تسلیم نہ کرنا

سوال: (۵) زید نے عمرو سے صلح کی کہ تو نے جو دعوی میری بیوی کے اوپر کیا ہے اس کی صلح کر لے، عمرو نے کہا: بہت اچھا، زید نے کہا: چار گز زمین اراضی متدعویہ میں سے یا اس کی قیمت لے لے، عمرو نے کہا: میرا جو خرچہ عدالت میں صرف ہوا ہے وہ کس کے ذمے ہوگا؟ زید نے کہا: میرے ذمے، اور زید نے یہ صلح بلا مشورہ اپنی بیوی کے کی، اور یہ صلح زید کی بیوی تسلیم نہیں کرتی، تو زید کے ذمے قیمت اراضی اور خرچۂ عدالت واجب ہے یا نہ؟ اور اس صلح پر عمل نہ ہونے سے زید عنداللہ گنہ گار تو نہ ہوگا؟

(۱۸۵۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ زید کی زوجہ اس صلح کو تسلیم نہیں کرتی تو یہ صلح صحیح نہیں، اور زید کے ذمے کچھ واجب نہیں، اور نہ وہ عدم ایفائے وعدہ سے آثم ہے۔ **سيجيء في البيوع توقف عقوده ـــــ أي الفضولي ـــــ كلها إن لها مجيز حالة العقد و إلّا تبطل (۱)** درمختار۔ فقط

دو آدمیوں میں سے ہر ایک کے پاس دوسرے کا مال ہے اور دونوں میں سے ایک حساب صاف نہیں کرنا چاہتا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶)...... (الف) زید کے پاس عمر کا مال زیور کپڑا جمع ہے، اور عمر کے پاس کچھ اثاث البیت زید کا اور کچھ حصۂ اراضی صحراء زید کا ہے، عمر اس اَثاث البیت و اراضی میں زید کا شریک بھی ہے، اراضی میں عمر کی سعی سے کہ جو دوسروں کو کاشت کو دیتا ہے پھر ان سے وصول کرتا ہے اس میں کچھ آمدنی بھی ہوتی ہے، عمر دریافت کرتا ہے کہ باوجود چند مرتبہ تقاضا کرنے کے زید فیصلہ نہیں کرتا، تو اگر میں ان اشیاء کو استعمال کروں یا فروخت کر دوں، اور پھر کبھی زید نے فیصلہ چاہا اور وہ اشیائے مستعملہ بہ حصۂ زید آ گئیں تو اس کی قیمت کی ادائیگی میرے ذمے ہوگی یا نہ؟ اور استعمال کی معافی کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ پھر زید کو یہ حق تو نہ ہوگا کہ وہ کہے کہ یہ شئے تم نے ارزاں فروخت کر دی۔

---

(۱) الدرمع الرد ۴/۱۶۳-۱۶۴ كتاب النكاح، باب الكفاءة، مطلب في الوكيل والفضولي في النكاح.

(ب) اور اگر اراضی بہ حصہ زید آ گئی تو اس کی آمدنی کی واپسی بہ ذمۂ عمر واجب ہوگی یا نہ؟

(ج) اور جو آمدنی اس اراضی کی ایسی ہو کہ وہ بلا کسی کوشش کے عمر کے پاس آئی ہو، اس وقت اس کی واپسی بھی واجب ہوگی یا نہیں؟

(د) اگر عمر نے اس اراضی و اثاث البیت پر اس ہیئت سے قبضہ کر لیا کہ میں اپنے حق واجبی کے عوض اس مال پر قبضہ کرتا ہوں اور مالک ہوتا ہوں اور اپنے حق سے کم پر قبضہ کرتا ہوں اور پھر کبھی زید نے فیصلہ چاہا اور اس وقت یہ اشیاء بہ حصۂ زید گئیں تو معافی و واپسی آمدنی کی واجب ہوگی یا نہ؟

(ھ) عمر نے اپنی زوجہ کو وصیت کے بہ موجب بکر سے کہا کہ تم اپنے مکان میں پانی کا نل لگا لو، اور یہ پمپ وقف ہے اور نل ہم دیں گے، اس سے اہل محلّہ پانی بھرا کریں گے اس کا وقت معین کر دیجئے، بقیہ اوقات میں مقفل رہے، چنانچہ وہ پمپ لگا دیا اور اس پر حسب شرط عمل رہا، اب چند ماہ سے اس پمپ کا چبوترا ٹوٹ گیا، ایسی حالت میں اگر اہل محلّہ پانی بھرتے رہیں، تو بکر کے مکان کو بوجہ کثیر پانی جذب ہونے کے نقصان ہوتا ہے اس لیے بکر نے اپنے گھر کے آدمیوں سے کہہ دیا کہ با احتیاط پانی بھر لیا کرو اور اہل محلّہ کو منع کر دیا، تو بکر گنہ گار رہے یا نہ؟ اور عمر سے چبوترہ کی تعمیر کو کہا تھا اس نے کہا کہ آپ کے یہاں پانی بھرا جاتا ہے، کارِ ثواب جاری ہے، اب میں روپیہ خرچ نہیں کرتا، ایسے ہی مقفل رہے، اس صورت میں کون گنہ گار ہے بکر یا عمر؟ (۱۰۵۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف - ھ) احتیاط اور اطمینان کی بات یہ ہے کہ اول تو عمر جس طرح ہو زید سے مصالحت کرے، اور حساب صاف کرے، اور اگر زید کچھ نہ کرے تو عمر اراضی کی آمدنی کا حساب رکھے، جس قدر حصہ زید کا ہوتا ہو اس کی یادداشت رکھے تاکہ بوقت فیصلہ حساب ہو جاوے، اور کمی وبیشی کا لینا دینا یا معافی ہو جاوے، اور اثاث البیت جو زید کا ہے اس میں بدون فیصلہ کے کچھ تصرف نہ کرنا چاہیے، اور اگر کچھ تصرف کیا گیا تو اس کی اجازت اور معافی کی ضرورت ہے، جانب احتیاط اس میں یہی ہے، اگرچہ بہ ضرورت یہ بھی فتوی دیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کا کچھ حق رکھ لے، اور نہ دے تو اس کے معاوضہ میں اس کا مال لے لینا بقدر اپنے حق کے درست ہے، اور نل کے متعلق یہ ہے کہ جب کہ اہل محلّہ کے پانی بھرنے سے بکر کے مکان کو نقصان پہنچتا ہے، تو تا درستیٔ چبوترا وغیرہ اس کو مقفل رکھے اور جب کہ عمر بھی یہی کہتا ہے تو بکر پر اس میں کچھ مؤاخذہ نہیں ہے۔ فقط

صلح مع الانکار کا حکم

سوال: (۷) زید کی گائے عمر کے دروازے میں مری ہوئی پائی گئی بہ حالت عدم موجودگیٔ عمر، اب زید عمر کے ملازم پر دعوی کرتا ہے کہ تم نے میری گائے مار ڈالی، وہ برابر منکر ہے اور صدہا حلف کرتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں، میں نے اس جگہ گائے مری ہوئی دیکھی، اور زید کے پاس بینہ نہیں ہے، عمر نے بوجہ بدنامی زید سے کہا کہ تم نالش نہ کرو، میں تمہارے اس کام کا بندو بست کردوں گا یعنی قیمت گائے بقول منصفین ادا کردی جائے گی، گھر آ کر معلوم ہوا کہ ملازم نے گائے کو نہیں مارا کیونکہ حلف باللہ تعالیٰ کرتا ہے اور زید کے پاس کوئی گواہ نہیں، لیکن عمر نے محض بباعث ایفائے وعدہ اور رفع بدنامی زید کو قیمت گائے بقول عدلین مبلغ تیس روپیہ دے کر رسید وصولیابی لکھوالی، آیا صورت مسئولہ میں زید کو تاوان لینا ملازم عمر سے جائز ہے یا نہ؟ اور زید کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کا دعویٰ عمر اور اس کے ملازم پر بلا بینہ کے مسموع نہ ہوگا۔ وفي الخانية: وجد بهيمة أو دابة مقتولة فلا شيء فيها إلخ (۱) لیکن باوجود انکار کرنے عمر اور اس کے ملازم کے جو باہم صلح ہوگئی اور عمر نے از راہ مصالحت زید کو ایک رقم دی تو یہ صلح جائز ہے، اور زید کے لیے حلال ہے، کیونکہ صلح کے لیے دعویٰ صحیحہ ہونے کی شرط نہیں ہے۔ درمختار کتاب الصلح میں ہے: وحكمه وقوع البراءة عن الدعوىٰ، ووقوع الملك في مصالح عليه وعنه لو مقرًا إلخ وهو صحيح مع إقرار أو سكوت أو إنكار إلخ (۲) پھر آگے لکھا ہے کہ صلح مع الانکار مدعی علیہ کے حق میں قطع منازعت ہے (۳) پس جب کہ عمر نے زید کو تیس روپیہ قطع نزاع وفدائے یمین کے لیے دیے تو صلح صحیح ہوگئی اور زید اس رقم کا مالک ہوگیا۔ فقط

---

(۱) الدر المختار مع الرد ۱۰/۲۶۴ کتاب الديات، أواخر باب القسامة.

(۲) الدر مع الشامي ۸/۳۵۳ کتاب الصلح.

(۳) والأخيران أي الصلح بسكوت أو إنكار معاوضة في حق المدعي وفداء و قطع نزاع في حق الآخر (الدر مع الرد ۸/۳۵۴ کتاب الصلح)

کتاب الودیعة

ودیعت کا بیان

کسی کی امانت دوسرے کو سپرد کرنا جائز نہیں

سوال: (۱) زید کی امانت زید کے بھانجے بکر کے پاس رکھی ہے، اگر بکر اس امانت کو اپنی والدہ کے اس حق میں مجرا کرے جو زید پر واجب ہے، یا کسی دوسرے حقدار کو دیدیوے تو جائز ہے یا نہیں؟

(۱۹۲۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس حالت میں بکر کو وہ امانت رکھنا درست نہیں ہے اور بکر کو چاہیے کہ وہ امانت زید کے سپرد کرے اور کسی کو نہ دے۔ فقط

امانت کا روپیہ ادا نہ کر سکے تو معاف کروانا ضروری ہے

سوال: (۲) زید نے عمر کے پاس روپیہ امانت رکھا، عمر کو تجارت وغیرہ میں نقصان ہوا، اور چوری بھی ہوئی، مگر زید کا روپیہ جو امانت تھا وہ چوری نہیں ہوا، اور کچھ روپیہ عمر نے زید کو ادا بھی کر دیا تھا، اور بقیہ روپیہ کو عمر نے اپنی ضروریات خانگی میں صرف کر دیا، تو اس روپیہ کا ادا کرنا عمر کے ذمے لازم ہے یا نہیں؟ اگر ادائیگی کی صورت نہ ہو تو کیا حکم شرعاً ہوگا؟ زید کا انتقال ہو گیا، وارث موجود ہیں۔

(۸۴۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں حکم شرعی یہ ہے کہ عمر اس روپیہ کو جو زید کا اس کے ذمے باقی رہ گیا زید کے وارثوں کو ادا کرے، اور اگر ادا نہ ہو سکے تو ان سے معاف کرالیوے، کیوں کہ کسی مسلمان کا کوئی حق بدون اس کے ساقط نہیں ہوتا کہ یا اس کو ادا کرے یا معاف کراوے۔

حفاظت کے باوجود امانت کا روپیہ چوری ہوگیا تو اس کا تاوان واجب نہیں

سوال: (۳) یہاں سے پانچ آدمی منیر، ہدایت اللہ، وزیر، ایٹنا، مسماۃ فیضن حج کو گئے، اور اپنا اپنا روپیہ دہلی میں ایک سوداگر کے پاس جمع کر دیا کہ مکہ معظّمہ وصول کریں گے، وہاں پہنچ کر ایٹنا کا انتقال ہوگیا، اس کا روپیہ باقی حاجیوں نے وصول کر کے منیر کے پاس بطور امانت رکھ دیا، منیر نے ہدایت اللہ کے پاس رکھ دیا، اس نے فیضن کے سپرد کر دیا، اس نے وزیر کے پاس رکھ دیا، وزیر نے اس روپیہ کو کمر سے باندھ لیا، اور اس روپیہ کی مثل اپنے روپیہ کے حفاظت کی، دہلی کے اسٹیشن پر (واپسی میں) وہ روپیہ وزیر کے پاس سے چوری ہوگیا، اس کا معاوضہ دینا پڑے گا یا نہیں؟ اگر دینا ہوگا تو کس کو؟ متوفی کے ایک بیٹا، ایک پوتا ہے۔ (۱۳۴۵/۲۹۰ھ)

الجواب: اس صورت میں ضمان اس روپیہ کا کسی کے ذمے واجب نہیں ہے، اور وہ سب ہمراہی امانت دار ہیں، اور امین پر ضمان لازم نہیں ہوتی (۱) اور اگر وہ سب یا بعض وہ روپیہ واپس کریں، تو متوفی کے پسر کو دیں۔ فقط

امانت کی چیز دروازے میں رکھوادی اور گم ہوگئی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴) زید کی زوجہ نے بکر کی والدہ کے پاس ایک جوڑی کنگن طلائی مالیت مبلغ پانچ سو روپیہ جو کہ پرانی وضع کے بنے ہوئے تھے، معرفت ایک عورت کے بھیجی تا کہ وہ دوسری جوڑی کنگن کی نئی

---

(۱) الوديعة أمانة في يد المودع ، إذا هلكت لم يضمنها لقوله عليه السّلام : ليس على المستعير غير المغل ضمان ولا على المستودع غير المغل ضمان (الهداية ۲۷۳/۳ ، كتاب الوديعة)

و هي أمانة فلا تضمن بالهلاك مطلقًا (تنوير الأبصار مع الشامي ۳۹۵/۸، كتاب الإيداع ، وأيضًا ۳۷۰/۱۲ تتمة كتاب الإيداع)

وضع کی کسی کاریگر زرگر سے تیار کرادے، بکر کی والدہ نے کچھ دنوں وہ پرانی جوڑی اپنے پاس رکھ کر اپنی نواسی نابالغہ کے ہاتھ سے اپنے دروازہ میں رکھوادی، وہاں سے وہ جوڑی گم ہوگئی؛ ایسی صورت میں بکر کی والدہ مال مذکورہ کی ضامن ہوسکتی ہے یا نہیں؟ (۱۲۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر بکر کی والدہ نے اپنی نواسی کو کہا کہ جا اس کو مکان کے دروازے میں رکھ آ، تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس پر ضمان واجب ہے کہ یہ اضاعتِ امانت ہے اور اگر بکر کی والدہ نے اس سے یہ نہیں کہا کہ دروازے میں رکھ آ، بلکہ اس نے اپنی نواسی کو رکھنے کو دیا، اور اس نے دروازے میں رکھ دیا، تو اس صورت میں بکر کی والدہ کے ذمے ضمان نہیں ہے۔ في الدر المختار: وللمودع حفظها بنفسه و عياله كماله وهم من يسكن معه حقيقةً أو حكمًا إلخ (۱) فقط

امانت کا روپیہ اپنے روپے میں مخلوط کرنے کے بعد ادا کرنا

سوال: (۵) زید نے عمر کے پاس روپیہ امانت رکھا، عمر نے وہ روپیہ اپنے روپیہ میں مخلوط کرلیا، بعد میں دوسرا روپیہ اپنے پاس سے یا مخلوط روپیہ سے زید کا دے دیا، تو اس صورت میں زید کا روپیہ مخلوط کرنے کی وجہ سے عمر خائن تو نہ ہوگا؟ (۸۰۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جب کہ عمرو نے وہ روپیہ ادا کردیا، تو اس پر کچھ مؤاخذہ نہیں رہا۔

امانت کی رقم اپنی رقم کے ساتھ ملانے کے بعد چوری ہوجائے تو تاوان واجب ہوگا

سوال: (۶) ایک معتمد علیہ کے پاس مسافر لوگ اپنا روپیہ وغیرہ امانت رکھتے ہیں، بعض لوگ تو اپنا روپیہ معتمد علیہ کے ہاتھ میں دیدیتے ہیں، اور بعض لوگ اپنی تھیلی بجنسہٖ رکھوادیتے ہیں، اتفاق سے ایک رات امانت دار کے گھر چوری ہوگئی، صاحب خانہ اور مسافر دونوں کے روپے چوری ہوگئے، اس صورت میں امانت دار کو مسروقہ روپیہ کا ضمان دینا پڑے گا یا نہیں؟ (۳۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

(۱) الدر مع الشامي ۱۲/۳۷۱-۳۷۲ كتاب الإيداع.

الجواب: اس روپیہ میں ضمان واجب نہیں ہے جو امانت رکھنے والے کا علیحدہ رکھا رہا، خواہ امانت رکھنے والے کی تھیلی میں یا مودع معتمد علیہ نے روپیہ رکھنے والے سے لے کر اس کو علیحدہ بطور امانت کے رکھا، اور اپنے روپیہ میں نہیں ملایا، اور جو روپیہ امانت رکھنے والے کا اس معتمد علیہ نے اپنے روپیہ میں ملا لیا، اور معتمد علیہ کے روپیہ کے ساتھ وہ بھی چوری ہوا، اس کا ضمان واجب ہوگا (۱) فقط

امانت کا زیور چوری ہوجائے تو تاوان واجب نہیں

سوال: (۷) ہندہ وخالدہ نے کچھ زیورات اپنے امانۃً زید کے مکان میں بذریعہ زید کی زوجہ کے رکھے تھے، مگر وہ زیورات چوری ہوگئے، چونکہ ہندہ غریب بیوہ ہے، اس لیے زید نے ترس کھا کر ہندہ کے زیورات کی قیمت اپنے پاس سے ہندہ کو دیدی، مگر خالدہ کی ویسی حالت نہیں ہے، اس لیے زید نے خالدہ کو کچھ نہ دیا، خالدہ کا شوہر اس بنیاد پر دعوی کرتا ہے کہ جب زید نے ہندہ کو قیمت ادا کی ہے تو خالدہ کے زیورات کی قیمت بھی ادا کرنی ہوگی۔ آیا خالدہ شرعًا اپنے زیورات کی قیمت زید سے لینے کی مستحق ہے یا نہیں؟ (۱۸۶۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جب کہ وہ زیورات زید کے گھر سے چوری ہوگئے، تو زید کے یا زوجۂ زید کے ذمے ان زیورات کا ضمان واجب نہیں ہے۔ کما هو حكم الأمانات (۲) باقی اگر تبرعًا زید نے ہندہ کو بوجہ غربتِ ہندہ کے کچھ معاوضہ دیدیا، تو خالدہ کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بھی زید پر ضمان کا دعوی کرے، باقی اگر زید اس کو بھی تبرعًا دیدے تو یہ بھی جائز ہے۔ فقط

امانت کا روپیہ چوری ہوجائے تو تاوان واجب نہیں ہوتا

سوال: (۸) زید کو بکر کا کچھ روپیہ دینا ہے، اور بکر نے زید سے کہہ دیا کہ میرا روپیہ خالد کو دیدینا،

---

(۱) وكذا لو خلطها المودع بجنسها أو بغيره بماله أو مال آخر .... بغير إذن المالك بحيث لا تتميز الخ ضمنها إلخ (الدرالمختار مع الشامي: ۱۲/ ۳۸۸-۳۹۰ كتاب الإيداع)

(۲) الوديعة أمانة في يد المودع ، إذا هلكت لم يضمنها لقوله عليه السّلام : ليس على المستعير غير المغل ضمان ولا على المستودع غير المغل ضمان (الهداية ۳/۲۷۳ ، كتاب الوديعة)

وهي أمانة فلا تضمن بالهلاك مطلقًا (تنوير الأبصار مع الشامي ۸/ ۳۹۵، كتاب الإيداع ، وأيضًا فيه: ۱۲/ ۳۷۰ تتمة كتاب الإيداع)

چنانچہ زید مبلغ ۳۵ روپیہ نقد خالد کی دکان پر دے گیا، خالد موجود نہ تھا، وہ روپیہ خالد کے انتظار میں دکان پر بطور امانت رکھا رہا، اس غرض سے کہ خالد آکر بکر کے پاس وہ روپیہ بھیج دے گا، خالد ابھی تک نہیں آیا تھا کہ دکان میں مبلغ ۳۹ روپیہ نقد وطلائی کی چوری ہوئی، جس میں مبلغ ۳۵ روپیہ امانت بکر کے بھی تھے، ایک ماہ تک پولیس نے تحقیقات کی، مگر کچھ سراغ نہ چلا، بعد اس کے خالد سے بکر نے ۳۵ روپیہ وصول کیے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: شرعاً بکر کو خالد سے ۳۵ روپیہ لینا درست نہیں ہے (۱)

کسی کی چیز بلا اجازت استعمال کی، پھر گم ہوگئی تو تاوان واجب ہوگا

سوال: (۹) زید نے عمر کی مملوکہ چیز کو اس کی عدم موجودگی میں بلا اس کی اجازت کے استعمال کیا، اس میں نقصان واقع ہوا، زید نے بلا اجازت عمر کے اس کو درست کرنے کے لیے دی، درست کرنے والے نے اس چیز کو گم کر دی، اس صورت میں زید ضامن ہوگا یا نہیں؟ (۶۶۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں چونکہ زید امین نہیں ہے، اس لیے وہ ضامن ہوگا۔ فقط

امانت میں خیانت کی ہو تو معافی کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۱۰) زید نے ایک شخص کی امانت کے روپیوں میں خیانت کی، اب اس شخص سے معاف کرانا چاہیے یا نہیں؟ (۲۶۲۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جس کے روپیہ میں خیانت کی اس کو ادا کرنا یا اس سے معاف کرانا ضروری ہے۔ حق العباد اس طرح معاف ہوگا اور جو کچھ گناہ اللہ کا ہوا اس سے توبہ کرے۔

مدرس کا چندہ کی رقم میں خیانت کرنا اور مہتمم کا چشم پوشی کرنا

سوال: (۱۱) زید کانپور کے مدرسہ اسلامیہ میں مدرس تھا، لکھنؤ والوں نے اس کو چندہ دے کر یہ کہا کہ اس کو آگرہ کے مدرسہ اسلامیہ میں داخل کر دینا، لیکن زید نے وہ چندہ مدرسہ میں داخل نہیں کیا، اور

(۱) الوديعة أمانة في يد المودع ، إذا هلكت ، لم يضمنها (الهداية ۲۷۳/۳ ، كتاب الوديعة)

اب زید مدرسہ اسلامیہ آگرہ میں مدرس ہے۔ آگرہ کے مدرسہ کا محصل چندہ جب لکھنؤ آیا تو لکھنؤ والوں نے اس سے شکایت کی کہ ہم نے جو چندہ زید کی معرفت بھیجا تھا اس کی رسید نہیں آئی، اس کے ذریعہ سے مہتمم مدرسہ اسلامیہ آگرہ کو بھی اطلاع ہوئی اور زید کو بھی، زید کہتا ہے کہ میں نے فلاں طالب علم کو وہ روپیہ چندہ کا دیدیا تھا، کہ وہ مدرسہ میں داخل کردے دوبارہ تحقیق کرنے پر یہ اقرار کرتا ہے کہ بہت تھوڑی رقم چندہ کی مجھ کو دی تھی، یعنی چندہ دہندگان جو رقم بتلاتے ہیں وہ زائد ہے، اور زید اس سے بہت تھوڑی رقم تسلیم کرتا ہے، اس صورت میں زید کے ذمے کتنی رقم واجب الاداء ہے؟ اور زید خائن ہے یا نہیں؟ اور مہتمم مدرسہ کو اس امر میں زید کے بارے میں چشم پوشی کرنا کیسا ہے؟ (۴۸۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زید اس صورت میں خائن ہے، اور اس کے قول کا اعتبار نہیں ہے، تمام روپیہ کا ضمان موافق تحریر و بیان اہل لکھنؤ اس کے ذمے لازم ہے، مہتمم مدرسہ کو ایسے خائن وفاسق مدرس کے فعل سے چشم پوشی کرنا اور ضمان نہ لینا جائز نہیں ہے، اور اس سے خود مہتمم مدرسہ کی خیانت اور عدم قابلیت اہتمام ثابت ہوگی۔ فقط

زید پر جب خیانت بینۂ شرعیہ سے ثابت ہو یا کم سے کم یہ ہو کہ مہتمم مدرسہ کو اس کے باور کرنے کے قرائن موجود ہوں تو اس صورت میں زید کا عزل لازم ہے ورنہ تخمین اور حدس سے مجازفت جائز نہیں، امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ اگر الحزم سوء الظن (۱) ارشاد فرماتے ہیں تو ﴿اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ﴾ (سورۂ حجرات، آیت:۱۲) بھی موجود ہے وعلی ھذا اہل لکھنؤ و مہتمم مدرسہ دونوں پر تثبت اور تحقق واجب ہے، مجرد تخمین سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں۔ کتبہ محمد انور عفا اللہ عنہ

مہتمم یا متولی کے پاس جو چندہ کی رقم جمع ہے اس کو اپنے تصرف میں لانا یا قرض دینا

سوال: (۱۲) مدرسہ کے مہتمم یا مدرس اول کے پاس اور متولی کے پاس مدرسہ و مسجد کا چندہ جو جمع ہے اگر ضرورت کے وقت اپنے تصرف میں لائیں اور بعد رفع ضرورت اس کو پورا کر کے اپنی جگہ پر رکھ

(۱) كشف الخفاء و مزيل الإلباس ۱/۴۲۵ حرف الحاء المهملة، الرقم: ۱۱۲۹، المطبوعة: مؤسسة الرسالة، بيروت.

دیویں تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور قرض دینا بھی جائز ہے یا نہیں؟ (۶۶۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ تو ضروری ہے کہ مہتمم یا متولی یا مدرس اگر اس رقم کو صرف کر لیوے گا تو واپس کرنا اس رقم کا ان کے ذمے لازم و ضروری ہے، باقی یہ کہ ان کو صرف کر لینا درست ہے یا نہیں؟ کتب فقہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خرچ کرنا اس کا درست نہیں ہے اور قرض دینا اور تجارت میں لگانا بھی درست نہیں ہے (۱) فقط

مسجد کی امانت میں سے قرض دینا درست نہیں

سوال: (۱۳) مسجد کی تعمیر کے لیے امام مسجد کے پاس رقم بمدِ امانت جمع ہو، اگر کوئی شخص بطور قرضہ امام سے طلب کرے اور امام مسجد بوجہ وصول نہ ہونے کے نہ دے اور وہ شخص امام کے ساتھ عداوت رکھے، تو ایسے شخص کے لیے کیا حکم ہے؟ (۴۷۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: چونکہ قرض دینا امانت مسجد میں سے درست نہیں ہے، اس لیے اس بارے میں امام حق پر ہے اور اس سے دشمنی رکھنے والا اس وجہ سے ناحق پر ہے اور ظالم ہے۔

چندہ کی کچھ رقم رکھی ہوئی ہے اب اس کا مصرف ختم ہوگیا ہے اس کو کہاں صرف کیا جائے؟

سوال: (۱۴)......(الف) چندہ انگورہ وغیرہ کی کچھ رقم رکھی ہوئی ہے اس کو اب کہاں صرف کیا جاوے؟

(ب) ایک شخص کو حسب فتوی انگورہ کی رقم سے قرض دیا گیا، اب اس کا وصول ہونا ناممکن ہے،

---

(۱) اس لیے کہ مہتمم اور متولی چندہ دہندگان کی جانب سے وکیل ہوا کرتے ہیں، اور وکیل کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ جن کاموں کے لیے چندہ جمع ہوا ہے ان کے علاوہ دوسرے کاموں میں چندہ کی رقم خرچ کرے وأما حكمها: فمنه قيام الوكيل مقام الموكل في ما وَكّله به ولايجبر الوكيل في إتيان ماوكل به......و أماصفتها......ومنه أنه أمين فيمافي يده كالمودع إلخ (الفتاوى الهندية ۳/۵۶۶-۵۶۷ كتاب الوكالة، الباب الأوّل في بيان معناها شرعًاوركنهاوشرطهاوألفاظهاوحكمها وصفتهاومايتصل به)

تو قرض دینے والے سے وہ رقم وصول کی جائے یا معاف ہے؟ (۱۵۲۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: (الف، ب) مسئلہ ایسی صورت میں یہ ہے کہ چندہ دینے والوں کی اجازت سے وہ رقم دوسرے مصارف میں صرف ہوسکتی ہے، کیونکہ اس قسم کی رقوم جب تک اس مصرف میں صرف نہ ہوجاویں جس کے لیے چندہ دیا گیا ہے، اس وقت تک وہ دینے والوں کی ملک سے خارج نہیں ہوتا، لہٰذا ان کی اجازت کی ضرورت ہے، لیکن اگر یہ متعذر ہو جیسا کہ ظاہر ہے تو فقراء اور مساکین پر صدقہ کرنا چاہیے، یا مثلاً فتنۂ ارتداد کے انسداد میں صرف کردیا جاوے(۱) اور جس اہلِ حاجت کو بطور قرض دیا گیا تھا اور اس سے وصول نہ ہوسکے تو اس کا ضمان قرض دینے والے پر واجب نہیں ہے اور وہ ساقط ہے(۲) فقط

امانت کے روپے سے کوئی تجارت کرے تو نفع کس کا ہے؟

سوال: (۱۵) زید کے پاس کچھ روپیہ بابت ترکہ ورثہ امانت رکھا ہے، وارثوں کا یہ خیال ہے کہ امین مذکور اس روپیہ سے تجارت کرکے منافعہ حاصل کررہا ہے، اب ورثہ امین مذکور سے روپیہ مع منافعہ کے وصول کرسکتے ہیں یا اصل روپیہ امانت کا ہی وصول کریں؟ (۱۲۸۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس صورت میں ورثہ اصل روپیہ امانت کا وصول کرسکتے ہیں، زیادہ کا مطالبہ نہیں کرسکتے۔ فقط

امانت رکھنے والا لاپتا ہوجائے تو امانت کو کیا کرے؟

سوال: (۱۶) ایک شخص کچھ روپیہ امانت رکھ کر چلا گیا، دس سال سے اس کا پتا معلوم نہیں، اس روپیہ کو کیا کیا جائے؟ (۲۸۱۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ایسی امانت کا یہ حکم ہے کہ اس کو صدقہ کردیا جائے، اگر خود محتاج ہے تو اپنے خرچ میں صرف کرے، ورنہ فقراء ومساکین کو صاحب امانت کی طرف سے نیت کرکے صدقہ کردے، اگر وہ

(۱) کیوں کہ یہ مصرف کا ہم جنس مصرف ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری
(۲) کیوں کہ فقیر ہونے کی وجہ سے وہ بھی اس رقم کا مصرف ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

واپس آ گیا تو اس کو اختیار ہے کہ اس صدقہ کو باقی رکھے یا نہ رکھے، اگر باقی نہ رکھے گا تو اس شخص کو واپس کرنا واجب ہوگا۔ فقط

درزی کی دُکان میں امانت رکھے ہوئے کپڑے کو فروخت کر کے دُکان کا کرایہ وصول کرنا

سوال: (۱۷) ایک مسلمان درزی کے پاس مسجد کی موقوفہ دکان کرایہ پر تھی، جب دو تین ماہ کا کرایہ واجب ہوگیا تو وہ اپنے گھر چلا گیا، واپس نہیں آیا، اس کا ایک نوکر تھا، اس کی تنخواہ بھی ادا نہیں ہوئی، کمپنی والے اپنی مشین اس نوکر سے لے گئے، اس نوکر نے کچھ کپڑا ریشم جو کہ اس درزی کو کسی ہندو نے سینے کی غرض سے دیا تھا، مہتمم مسجد کو دیا کہ اس ریشم کو فروخت کر کے کچھ مجھ کو دیدو تنخواہ میں، اور کچھ دکان کے کرایہ میں رکھ لو، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۹۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس ریشم کو فروخت کر کے نوکر کی تنخواہ دینا یا مسجد کا کرایہ اس میں سے لینا درست نہیں ہے، کیونکہ وہ ریشم دوسرے شخص کی امانت ہے، اور کرایہ دکان کا اس درزی کے ذمے اس وقت تک ہے جب تک وہ دکان اس کے قبضے میں رہے، اور اس کی مشین اس میں رہے۔ فقط

سامان منگوانے کے واسطے کسی کو روپیہ دیا اور راستہ میں چوری ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۸) زید نے عمر سے کہا کہ تجھ کو چھ روپیہ دوں گا مجھ کو دوسو روپیہ کا مال دہلی سے لا دے، چنانچہ زید نے دوسو روپیہ مال لانے کے لیے، اور چھ روپیہ مزدوری کے عمر کو دیدیے، عمر نے واپس آ کر یہ جواب دیا کہ میری جیب سے اسٹیشن دہلی پر کسی نے نکال لیے۔ اب زید عمر سے دوسو روپے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۷/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں عمر کا قول معتبر ہے، اور ضمان اس سے ساقط ہے، کیونکہ وہ امین ہے۔ ولا ضمان علی الأمین . فقط

مالک کی طلب پر امانت کا روپیہ نہ دیا اور ضائع ہو گیا تو امانت دار ضامن ہوگا

سوال: (۱۹) زید وعمر ایک جائداد میں شریک تھے، زید گاؤں کی تحصیل وصول کرتا تھا اور بعد خرچ جو کچھ بچا اسے تقسیم کر کے بقدر حصہ عمر کے اس کو دیتا تھا، جو روپیہ مشترکہ آتا تھا اس کو حسب قواعد شرعیہ یہ نہیں تھا کہ وہ الگ رکھا جاتا ہو، بلکہ رواج یوں ہے کہ چند شرکاء میں جو وصول کرتا ہے وہ اس روپیہ کو اپنے مصارف میں بھی لاتا ہے اور وہ کل روپیہ کا ذمے دار بھی سمجھا جاتا ہے، زید وعمر میں نا اتفاقی ہوئی، عمر نے زید سے کہا کہ تم آئندہ کو روپیہ وصول نہ کرو، اور اس وقت تک میرا جو روپیہ ہے اسے حساب کر کے بے باق کرو، جب زید نے اس پر عمل نہ کیا تو پھر باضابطہ نوٹس دے کر اسے موقوف کرایا گیا، اس پر زید نے دس روپیہ بہ ذریعہ منی آرڈر بھیجے، عمر نے واپس کر دیے اور یہ کہا کہ میرا کل روپیہ حساب کر کے بھیج دو، میں علی الحساب نہیں لیتا نہ آئندہ کو تعلق قائم رکھنا چاہتا ہوں، اس کے بعد متعدد دفعہ تقاضا کیا مگر زید نے روپیہ نہیں دیا، بلکہ عمر نے اپنے ایک رشتہ دار بھائی جس کو کچھ روپیہ کی ضرورت تھی خط لکھ دیا کہ میرے روپے زید کے پاس ہیں، یہ خط دکھا کر اس سے روپے لے لو، جس کی مقدار دس یا پندرہ تھی، جب زید کو وہ خط دکھایا گیا تو یہ لکھ دیا کہ میرے پاس اس کا روپیہ نہیں ہے اور ایک روپیہ بھی نہ دیا، بعد مدت جب تصفیہ ہوا تو اتفاق سے اس تصفیہ کے دوران میں زید کے یہاں چوری ہوگئی، تو زید نے یہ کہا کہ وہ روپیہ مشترکہ بھی چوری ہو گیا، عمر نے کہا کہ اول تو اس کا ثبوت کہاں ہے کہ وہی روپیہ تھا؟ وہ روپیہ اب تک کہاں رہ سکتا ہے؟ دوسرے اگر وہی تھا تو بعد طلب نہ دینے سے زید غاصب ہے اس پر ضمان آئے گا، اب سوالات حسب ذیل ہیں:

(الف) جب عمر نے دس روپیہ مرسلہ زید کو واپس کر دیا تو اب عمر اپنے روپیہ کا مستحق نہ رہا یا حسب الطلب عمر کے زید کو ادا کرنا لازم نہ رہا، اور اگر عمر روپیہ کا مستحق ہے اور زید پر عند الطلب ادا کرنا واجب تھا تو بعد طلب ادا نہ کرنے سے زید غاصب ہوا، اور عمر کا روپیہ زید کے ذمے ہے چاہے بعینہٖ وہی روپیہ چوری ہوا ہو یا کوئی اور، عمر اپنے روپیہ کا زید سے مستحق ہے یا نہیں؟

(ب) اگر صورت مذکورہ میں زید غاصب نہیں تو زید کا یہ کہنا کہ مال مسروقہ میں وہ مال امانت بھی

تھا، اس کے ثبوت کے لیے فقط زید یا اس کی اولاد کا کہنا اور بیوی کی شہادت ہی کافی ہوگی یا کیا کرنا ہوگا؟
(۱۳۴۲/۳۲۵ھ)

الجواب: (الف) حکم امانات کا یہ ہے کہ مالک کے طلب کرنے کے بعد نہ دینے کی صورت میں امین ضامن ہوتا ہے، درمختار میں ہے: **ولو منعه الوديعة ظلمًا بعد طلبه لرد وديعته الخ قادرًا على تسليمها ضمن وإلابأن كان عاجزًا أوخاف على نفسه أوماله الخ لايضمن إلخ** (۱) البتہ اگر امین اس تعدی کا ازالہ کردے جو اس سے ہوئی تو ضمان بھی زائل ہوجاتا ہے۔ **في الدر المختار: وإذا تعدى عليها فلبس ثوبها أو ركب دابتها أو أخذ بعضها ثم ردعينه إلى يده حتى زال التعدّى زال مايؤدى إلى الضمان إلخ** (۲)

(ب) اس بارے میں قول امین مع الیمین معتبر ہے۔ **في الدر المختار: قال رب الوديعة للمودع: ادفع الوديعة إلى فلان. فقال: دفعت وكذبه في الدفع فلان وضاعت الوديعة صدق المودع مع يمينه لأنه أمين** (۳) **وفيه قبيله: كما لوقال له احمل إلى الوديعة فقال: أفعل ولم يفعل حتى مضى اليوم وهلكت لم يضمن الخ** (۳) فقط

مودَع کی وفات کے بعد ایک شخص ودیعت کا دعوی کرتا ہے اور ورثاء انکار کرتے ہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۰) زید کے انتقال کو آٹھ سال ہوئے، اب بکر اس بات کا دعوے دار ہے کہ پندرہ سال ہوئے میں نے پچانوے جلدیں کتب تجارتی زید کے پاس امانت رکھوائی تھیں، وہ کتابیں دو یا ان کی قیمت دو، ثبوت اس کے پاس کچھ نہیں اور نہ ورثائے زید کو امانت کا علم ہے اس صورت میں شرعًا اس امانت کا بدل ورثائے زید پر اگر واجب ہے تو زمانۂ ابتداء کی قیمت لینے کا حق ہے یا اس وقت کی؟
(۱۳۴۳/۱۹۳۳ھ)

---

(۱) الدرالمختارمع الشامي ۱۲/۳۷۶-۳۷۹ كتاب الإيداع .

(۲) الدرمع الرد ۱۲/۳۹۱ كتاب الإيداع .

(۳) الدرمع الشامي ۱۲/۴۰۸ كتاب الإيداع ، مطلب مودَع الغاصب لو استهلكها لايرجع على الغاصب إذا ضمنها الخ .

الجواب: بکر کے پاس جب کہ دو گواہ عادل اس کے دعوی پر نہیں ہیں اور زید کے وارثوں کو اس کا اقرار اور علم نہیں ہے تو زید کے وارثوں کے ذمہ اس کا بدل دینا واجب نہیں ہے، اگر اس خیال سے دے دیں کہ بکر شاید سچ کہتا ہو تو ان کو اختیار ہے اور جب کہ بدل ورثہ پر لازم نہیں ہے تو قیمت ابتدائی یا فی الحال کے دیکھنے کی بھی ضرورت نہیں ہے جو ان کا دل چاہے دیدیں، البتہ اگر امانت رکھنا ثابت ہو جاتا تو ابتدائی قیمت زمانۂ امانت کی دینا لازم ہوتا۔ فقط

امانتی زیور جہاں رکھنے کو کہا تھا وہاں نہیں رکھا اور چوری ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۱) زید نے اپنا کچھ زیور بکر کے پاس امانت رکھا اور کہا جہاں آپ اپنا زیور رکھتے ہیں، امانتی زیور بھی وہیں رکھیں؛ لیکن بکر نے دکان کے صندوق میں وہ زیور امانتی رکھ دیا۔ بکر اپنا زیور گھر کے صندوق میں رکھتا ہے، کیوں کہ دکان کے صندوق میں سے ایک دفعہ چوری ہوگئی تھی، اور موجودہ حالت صندوق کی پوری محفوظ نہیں ہے، بکر کا گھر دکان کے نیچے ہے۔ تین ماہ کے بعد کہتا ہے کہ چور دکان اور صندوق کا تالا توڑ کر امانتی زیور لے گئے ہیں باوجودیکہ بکر کی ایک مشک کی بوتل قیمتی ایک ہزار کی اور ایک روپیوں کی تھیلی چوری نہیں ہوئی، آیا زید بکر سے تاوان لے سکتا ہے؟ (۱۰۹۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس صورت میں زید بکر سے تاوان لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: **ولو قال: لا تدفع إلى عيالك أو احفظ في هذا البيت فدفعها إلى مالابدمنه أوحفظها في بيت آخر من الدار فإن كانت بيوت الدار مستويةً في الحفظ أو أحرز لم يضمن وإلّا ضمن لأن التقييد مفيد الخ . قوله (وإلا ضمن)...... كما إذا كان ظهر البيت المنهى عنه إلى السكة الخ كما في البحر(۱) (شامي)**

امانت کی چیز کو ہدیہ سمجھ کر خرچ کر لیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲) زید نے عمر کے پاس کوئی چیز روانہ کی اور یہ نہ لکھا کہ یہ چیز فلاں شخص کو دینا۔ عمر اس خیال سے کہ میرے واسطے روانہ کی ہوگی اپنے تصرف میں لے آیا، بعد چند سال کے دوسرے شخص نے آ کر کہا کہ فلاں فلاں چیز زید نے آپ کے پاس روانہ کی ہے، عمر نے کہا کہ میں نے اس کو صرف کر

---

(۱) الدر والرد ۴۰۲/۱۲-۴۰۳ كتاب الإيداع .

لیا، اب زید وعمر دونوں فوت ہوگئے وارث کا پتا نہیں تو امانت کی قیمت کو کیا کیا جائے؟ (۳۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب کہ یہ ثابت نہ ہوا کہ وہ اشیاء زید نے عمر کے لیے بھیجی تھیں، بلکہ قرائن سے معلوم ہوا کہ وہ اشیاء عمر کے لیے نہ تھیں، بلکہ کسی دوسرے شخص کی تھیں، تو عمر کے وارثوں پر وہ اشیاء یا ان کی قیمت واپس کرنا لازم ہے، مالک کا وارث قریب و بعید جو کوئی ملے اس پر واپس کی جاوے، اور اگر کوئی وارث نہ ہو تو فقراء پر صدقہ کیا جاوے۔

شوہر نے بیوی کی امانت رقم خرچ کردی تو بیوی شوہر کے ترکہ میں سے وصول کرسکتی ہے

سوال: (۲۳) زوجہ چند بیگھہ زمین فروخت نمودہ، قیمتش بدست شوہر امانت داد، شوہر قیمت زمین را در تصرف خود آوردہ انتقال نمود؛ آں قیمت از اموال شوہر وصول کردہ شود یا نہ؟ (۲۵۲۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: آں قیمت از مال زوجہ است از اموال شوہر گرفتہ شود۔

ترجمہ: سوال: (۲۴) بیوی نے چند بیگھے زمین فروخت کر کے اس کی قیمت شوہر کے پاس امانت رکھی، شوہر زمین کی قیمت کو اپنے تصرف میں لاکر انتقال کرگیا، اب وہ قیمت شوہر کے ترکہ میں سے وصول کی جائے گی یا نہیں؟

الجواب: وہ قیمت بیوی کے مال میں سے ہے، شوہر کے ترکہ میں سے لے سکتی ہے۔

امانت واپس کرنے کے سلسلہ میں ہندو کی قسم معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۴) زید نے ایک ہندو پر دعویٰ کیا کہ میں نے تمہارے پاس ۱۰۳۳ روپیہ ودیعت رکھا ہے۔ ہندو نے کہا کہ میں نے ودیعت ادا کردی ہے کچھ باقی نہیں ہے، حَکَم نے مودِع سے گواہ طلب کیے اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو ہندو مودَع کی قسم معتبر ہوگی یا نہیں؟ (۱۲۰۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وفي الأشباه كل أمين ادعى إيصال الأمانة إلى مستحقها، قبل قوله بيمينه كالمودع إذا ادعى الرد الخ** (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ مودَع کا قول

(۱) الدرمع الرد ۱۲/۴۵۱ کتاب العارية .

دربارۂ واپس کرنے ودیعت کے معہ قسم کے معتبر ہے اور صالح وطالح کا کچھ فرق نہیں ہے۔ فقط

کارِخیر میں خرچ کرنے کے لیے وکیل کے پاس جو رقم امانت رکھی تھی وہ مالک کے مرنے کے بعد ترکہ میں شامل ہوگی

سوال: (۲۵) زید نے کچھ رقم اپنی امانۃً عمر کے حوالہ کر کے یہ کہا کہ جب خالد اپنی لڑکیوں کا عقد کرے اس وقت یہ رقم واسطے انعقاد عقد خالد کو دیدی جاوے، اس کے تھوڑے زمانے کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، وہ رقم عمر کے پاس بدستور امانت رہی، لیکن بعد وفات زید اس کی والدہ نے وہ رقم اپنے بیٹے زید کے بطور ترکہ سمجھ کر عمر سے طلب کی، عمر نے وہ رقم جو امانۃً رکھی ہوئی تھی بلاسوچے سمجھے والدۂ زید کو دیدی، پس اس بارے میں دریافت طلب یہ ہے کہ عمر شرعًا اس رقم کو جو خالد کی لڑکیوں کے عقد کے واسطے زید متوفی نے امانۃً رکھوائی تھی، والدۂ زید کو دے سکتا تھا، اور زید کی والدہ بطور استحقاق اس رقم کو پاسکتی تھی، یہ فعل عمر کا شرعًا کیسا ہے؟ کیا خالد اس رقم کو جو اس کی لڑکیوں کے عقد کے واسطے زید نے امانت رکھوائی تھی، عمر سے مؤاخذہ کرسکتا ہے یا کیا؟ (۱۶۶۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: خالد اس رقم کا عمر سے مطالبہ نہیں کرسکتا، مالک اس رقم کے بعد انتقالِ زید، زید کے ورثہ ہوگئے، اور زید کی والدہ کا اس رقم کو لینا شامل ترکہ زید کرنے کے لیے، اور حسب حصص تقسیم بین الورثہ کرنے کے لیے صحیح و درست ہے، کیونکہ سوال میں کوئی وصیت زید کی منقول نہیں ہے، صرف یہ ہے کہ عمر کے پاس وہ رقم غرض مذکور کے لیے امانت تھی، اور عمر کو عقد دختران خالد میں صرف کرنے کا یا خالد کو دے دینے کا وکیل بنایا تھا، پس جب زید کا انتقال ہوگیا وہ وکالت باطل ہوگئی، اور زید کے قائم مقام زید کے وارث ہوگئے، اور اس رقم کے مالک ہوگئے۔ فقط

امانت رکھوانے والا مرتد ہوجائے تو اس کی امانت واپس کی جائے یا نہیں؟

سوال: (۲۶) ایک ہندو نے اسلام قبول کیا، اور اس ہندو کا کچھ مال ایک شخص کے پاس امانت ہے، کفار کی تعلیم سے پھر وہ مرتد ہوگیا، کیا وہ امانت مذکور اس مرتد کو واپس دی جائے یا نہیں؟ (۲۱۰۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اسی کو واپس دی جائے، کیونکہ مرتد کی ملک اس کے اموال سے اس وقت زائل ہوتی ہے کہ وہ اسی حالت ارتداد میں مرجائے یا دارالحرب میں چلا جائے، اور جب کہ خود اسلام لانا اس کا اور مرتد ہونا دارالحرب میں ہی واقع ہو، تو حکم ازالۂ ملک اس کے اموال سے نہ کیا جائے گا۔ فقط

جس کے پاس مختلف قسم کی امانتیں تھیں وہ مرگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۷) زید کے پاس لوگوں کی امانتیں رہتی تھیں زید نے انتقال کیا، بعض تھیلوں پر لکھا ہوا ہے کہ رقم زکوۃ کی ہے، یہ رقم مسجد کی ہے، یہ رقم ذاتی ہے، اور بعض تھیلوں پر کچھ لکھا ہوا نہیں ہے، ایسی حالت میں کیا کرنا چاہیے؟ (۱۹۶۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جس تھیلی وغیرہ پر کچھ لکھا ہوا ہے اس میں اس کے موافق عمل درآمد کیا جائے، اور باقی جملہ رقوم کو خلط کر کے جس میں سے چاہیں امانت دار کی امانت اور دائن کا دین وغیرہ ادا کردے ویں، کچھ حرج ان شاء اللہ تعالیٰ نہ ہوگا۔

ربیب کی شادی میں اس کی رقم بلا اجازت خرچ کرنا

سوال: (۲۸) زید نے ہندہ بیوہ سے نکاح کیا، جس کی گود میں شوہر اول سے ایک بچہ بکر تھا، اور بکر کو اپنے باپ کے ترکہ سے کچھ روپیہ ملا تھا، اس روپیہ کو ہندہ نے زید کے پاس امانت رکھ دیا، اب بکر کی عمر سترہ (۱۷) سال ہے، اس کی شادی بھی اسی عمر میں ہوئی ہے، شادی کے اخراجات کا متکفل زید تھا، زید نے بلا اجازت بکر کے اس کے روپیہ کو جو امانت رکھا تھا خرچ کر ڈالا، اب بکر اپنے روپیہ کا زید سے طالب ہے، آیا شرعاً بکر اس روپیہ کے پانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ لڑکی کے جہیز کا مستحق کون ہے؟

(۱۹۸۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: بکر اس روپے کے پانے کا زید سے مستحق ہے، اور زید نے جو کچھ تبرعاً اپنے پاس سے بکر کی شادی میں خرچ کیا اس کا معاوضہ وہ بکر سے نہیں لے سکتا، اور شادی میں لڑکی کو جو جہیز ملا ہے، وہ لڑکی کی ملک ہے۔ فقط

كتاب العارية

عاریت کا بیان

مستعار مکان میں وراثت کا دعوی کرنا درست نہیں

سوال: (۱) زید نے عمر کو ایک مکان بطور عاریت کے دے دیا، لیکن عقد عاریت کرتے وقت کوئی تاریخ معین واپسی کی نہیں کی، بلکہ زید معیر نے بوقت عاریت یہ کہا تھا کہ جس وقت مجھے اس مکان کی ضرورت پیش آوے تو میں اسی وقت مکان واپس لے لوں گا، عمر مستعیر اس مکان میں پندرہ سال یا زیادہ مقیم رہا، بعدہٗ عمر کا انتقال ہو گیا، زید نے عمر کے بیٹوں سے مکان کی واپسی کا مطالبہ کیا، انہوں نے جواب دیا کہ یہ مکان تو ہم کو بطور ارث ملا ہے، تمہارا کچھ تعلق اس مکان سے نہیں ہے، آیا زید کا مطالبہ عمر کے بیٹوں سے شرعاً صحیح ہے؟ اور اس کا حق عمر کے فوت ہونے کے بعد رہا یا نہیں؟ اور عمر کے بیٹوں کا دعوئ وراثت اس مکان میں صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۱۷۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں زید اپنا مکان واپس لے سکتا ہے، عمر کا اس میں کوئی حق نہیں (۱) شرعاً زید کو عمر کے بیٹوں سے اس کے مطالبہ کا حق حاصل ہے (۲) فقط

---

(۱) ولعدم لزومها يرجع المعير متى شاء ولو مؤقتة إلخ (الدر المختار مع الشامي ۴۱۲/۸ كتاب العارية)

(۲) العارية كالإجارة تنفسخ بموت أحدهما (الدر مع الرد ۴۲۱/۸ كتاب العارية)

مستعار مکان کی مرمت کس کے ذمے ہے؟

سوال: (۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر نے ایک مکان بہ عمارت خام مع چھپر خش پوش حسب طلب زید کو واسطے رکھنے چارہ مویشی واسباب متعلقہ کاشتکاری وزراعت وغیرہ دیا، عرصہ تک وہ مکان زید کے پاس رہا، چوں کہ مکان خام تھا زید کچھ کچھ مرمت شکست وریخت برساتی واسطے حفاظت اپنے اسباب کرتا رہا، اور یہ کہ چار سال کے بعد زید بروقت بوسیدہ ہو جانے چھپر سابق کے چھپر بندی بھی کراتا رہا، اور حسب ضرورت خود عمر اپنا مکان زید سے واپس لیتا ہے، تو وہ اپنی لاگت مرمت وقیمت چھپر بندی عمر سے مانگتا ہے یا ملبہ اکھاڑنا چاہتا ہے، اس میں حکم شرعی کس طرح ہے؟ آیا زید وہ لاگت مرمت و چھپر بندی عمر سے لینے کا مستحق ہے؟ یا ملبہ چھپر و مکان جو اس نے مرمت کی ہے اکھاڑ کر مکان کو بے بنیاد کر سکتا ہے؟ (۴۲۱/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: مرمت اس مکان کی بہ ذمے زید مستعیر ہے۔ اس کی قیمت وغیرہ نہیں لے سکتا، البتہ چھپر جو زید نے اپنی لاگت سے ڈالا ہے اس کو اٹھا سکتا ہے۔ یا عمر اس کی قیمت دے دیوے۔ کما في الشامي، كتاب العارية: وفي البزازية دفع داره على أن يسكنها ويرمها ولا أجرفهي عارية، لأن المرمة من باب النفقة وهي على المستعير (۱) وفي الدرالمختار كتاب العارية: وقالوا: علف الدابة على المستعير وكذا نفقة العبد (۲) وفيه أيضًا: ولو أعار أرضًا للبناء والغرس صح وله ...... أن يرجع متى شاء ...... ويكلّفه قلعهما إلا إذا كان فيه مضرة بالأرض فيتركان بالقيمة مقلوعين (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

دودھ پینے کے لیے کسی کو گائے عاریت کے طور پر دینا درست ہے

سوال: (۳) نتھو لعل ساہوکار نے اپنی ایک گائے دودھ کی رحیم علی خان کو بلا قیمت دی ہے، اور

---

(۱) ردالمحتار ۱۲/ ۴۵۸ كتاب العارية .

(۲) الدرمع الرد ۱۲/ ۴۲۵ كتاب العارية .

(۳) الدرالمختارمع الشامي ۱۲/ ۴۴۰ كتاب العارية .

یہ شرط ٹھہری ہے کہ رمضان کے مہینے میں تم اپنے گھر رکھو اور چارہ کھلاؤ، بعد رمضان میری گائے مجھے دے دینا، چنانچہ اس گائے کا دودھ پی کر روزہ رکھنا درست ہے یا نہیں؟ اور رحیم علی خان کے متعلقین کو دودھ پینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۰۲۱ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے، یہ عاریۃً ہے اور عاریت میں چارہ مستعیر کے ذمے ہے۔ وقالوا: علف الدابة على المستعير (۱)(درمختار) بعد میں واپس کردی جائے۔ حدیث شریف میں دودھ کا جانور مستعار دینا دودھ پینے کی غرض سے بہت اچھا فرمایا گیا ہے۔ پس اس کے دودھ پینے میں کسی کے لیے کوئی خرابی نہیں ہے۔ في الحديث: العارية مؤدّاة والمِنحةُ مردودة والدين مقضى (الحديث)(۲) قال في اللمعات: المنحة في الأصل بمعنى العطية والهبة وأكثر ما يطلق على الناقة يعطيها الرجل لأخيه ليشرب درها. وتطلق في غير الناقة أيضًا إلخ وعلى التقادير المنحة تمليك المنفعة لاتمليك الأصل فوجب ردها(۳) فقط

مستعار بیل واپس کرنے کے بعد مر جائے تو اس کی قیمت وصول کرنا درست نہیں

سوال: (۴) زید خالد سے ایک بیل مانگ کر سفر میں لے گیا، وہاں سے واپس آکر بیل خالد کے یہاں بھیج دیا، چار پانچ روز کے بعد وہ بیل مر گیا، اب خالد؛ زید سے اس بیل کی قیمت وصول کرنا چاہتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۳۸۶ھ)

الجواب: اس صورت میں کوئی وجہ زید سے ضمان لینے کی اور قیمت مانگنے کی نہیں ہے، لہٰذا خالد کو زید سے قیمت بیل کی لینا شرعًا درست نہیں ہے۔

---

(۱) الدرمع حاشية ابن عابدين ۱۲/ ۴۲۵ كتاب العارية .

(۲) عن أبي أمامة رضى اللّٰه عنه قال: سمعتُ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: العارية مؤدّاة الحديث(مشكاة المصابيح ص:۲۵۶كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني)

(۳) حاشية مشكاة ص: ۲۵۶ رقم الحاشية (۵) تحت قوله : العارية مؤدّاة كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية .

مستعار چیز گم ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵) زید بکر کی کوئی چیز عاریۃً لے گیا، تھوڑے عرصہ کے بعد واپس آیا اور وہ چیز اس کے پاس سے گم ہوگئی، اب زید بکر کو اس کا معاوضہ دینا چاہتا ہے، آیا شرعًا بکر کو معاوضہ لینا چاہیے یا نہیں؟ اور زید کو معاوضہ دینا چاہیے یا نہیں؟ (۲۳۴۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار کتاب العاریۃ میں ہے: **ولا تضمن بالهلاك من غير تعد إلخ** (۱) یعنی عاریت کے ضائع ہونے سے ضمان واجب نہیں ہے، مگر جب کہ عاریت لینے والے کی کچھ تعدی اور زیادتی سے ضائع ہوئی ہو، یا اس نے خلاف شرط کیا ہو، یا مدت معینہ سے زیادہ امانت کو رکھا ہو تو ایسی حالت میں ضمان لینا درست ہے۔

یہ یاد نہیں رہا کہ مستعار کتاب واپس کی یا نہیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶) زید نے ایک کتاب خالد سے عاریۃً مطالعہ کے لیے لی، اس پر پانچ چھ سال سے زیادہ مدت گذر گئی، پھر کبھی خالد نے اس مدت میں باوجود ملاقات سال بسال کے اس کتاب کا مطالبہ بلکہ ذِکر بھی نہ کیا، اب خالد نے تحریری مطالبہ کیا اور یہ لکھا کہ تم نے میری فلاں کتاب جو قیمتی ۹ روپے کی تھی اور اب دس روپے قیمت اس کی بوجہ کمیابی کے ہے، مجھ سے عاریۃً مطالعہ کے لیے بشرط واپسی بعد چند ماہ لی تھی، وہ جلدی بھیج دو، زید کہتا ہے کہ کتاب مذکور بے شک میں نے لی تھی، اور اپنے کتب خانہ میں رکھی تھی اور کچھ مطالعہ بھی کیا تھا، لیکن اب چند سال سے میرے کتب خانہ میں وہ کتاب نہیں ہے اور نہ مجھے یاد ہے کہ واپس مالک کو دے دی ہے، یا کسی نے چرالی ہے، یا کسی نے عاریۃً مجھ سے لی ہے؛ اس صورت میں کیا حکم شرعی ہے؟ (۲۷۴۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ اگر عاریت موقتہ ہو، یعنی ایک ماہ یا دو ماہ یا چار ماہ؛ غرض وقت معین کے لیے عاریۃً لی ہو، اور اس وقت کے گذرنے پر مستعیر نے عاریت کو واپس نہ کیا، یہاں تک کہ وہ ضائع ہوگئی تو مستعیر ضامن ہے۔ **فلو كانت موقتةً فأمسكها بعده فهلكت ضمنها** (۲) پس اگر

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۱۲/۴۳۰ كتاب العارية .
(۲) الدر المختار مع الشامي ۱۲/۴۴۳ كتاب العارية .

مالک نے کوئی وقت مقرر کیا تھا جیسا کہ وہ کہتا ہے کہ چند ماہ کے لیے عاریۃً دی تھی، اگر وہ اس کے ساتھ ان چند ماہ کی تشریح اور تعیین بھی کرے کہ دو ماہ یا چار ماہ کے لیے دی تھی تو مستعیر کے ذمے بصورت مسئولہ ضمان واجب ہے، اور اگر توقیت کچھ نہ تھی لیکن مستعیر ایسا بھولا کہ اس کو نہ یہ یاد ہے کہ واپس کی یا نہیں کی اور ضائع ہوئی یا نہیں ہوئی؛ تب بھی ضمان اس پر لازم ہے۔ کما في الدر المختار: **بخلاف قوله: لاأدري أضاعت أم لم تضع أولا أدري وضعتها أو دفنتها في داري أو موضع آخر فإنه يضمن** (۱) اور اس میں علامہ شامی نے یہ بحث کی ہے کہ جامع الفصولین میں اس کے خلاف ہے، لیکن آگے خانیہ سے نقل کیا ہے: **ولو قال: وضعتها في مكان حصين، فنسيت الموضع ضمن، لأنه جهل الأمانة كما لو مات مجهلاً** (۲) اس سے معلوم ہوا کہ امانت کے حال سے جاہل ہو جانا بھی موجب ضمان ہے اور یہ بھی درمختار وغیرہ میں ہے کہ ضمان میں یوم ایداع کی قیمت لازم ہوتی ہے (۳) پس اس کتاب کی جو قیمت اس وقت ہو جب کہ وہ کتاب لی گئی تھی وہ قیمت ادا کرنی چاہیے۔ فقط

میں نے یہ انجن تم دونوں کے لیے کر دیا: تملیک منافع (عاریت) ہے

سوال: (۷) زید نے اپنی زوجہ سے قرض لے کر ایک آٹے کی مشین خریدی چونکہ اس کا لڑکا کاروبار سے واقف نہ تھا اس لیے ایک غیر شخص کو جو وارث شرعی نہ تھا یہ کہا کہ میں نے یہ انجن تم دونوں کے لیے کر دیا ہے تم اس کا منافعہ کھاتے رہو، اس انجن کی آمدنی سے اول مسماۃ مذکورہ کا کل روپیہ ادا کر دیا گیا اور قرض ادا کرنے کے بعد ہنوز اس کی آمدنی فاضل نہیں ہوئی تھی کہ زید نے انتقال کیا تو اب صرف بیٹا وارث ہوگا یا وہ دوسرا اجنبی شخص بھی؟ اگر صرف بیٹا وارث ہے تو کیا اس کو یہ بھی اختیار ہوگا

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۱۲/۴۰۸-۴۰۹ كتاب الإيداع، مطلب: مودع الغاصب لو استهلكها لايرجع على الغاصب الخ.

(۲) حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۱۲/۴۰۸ كتاب الإيداع، مطلب: مودع الغاصب إلخ.

(۳) و يضمن قيمتها يوم الجحود إن عُلم، وإلا فيوم الإيداع. عمادية. وفي الشامي: ونقل في المنح قبله عن الخلاصة: ضمان القيمة يوم الإيداع بدون تفصيل (الدر والرد ۱۲/۳۹۷-۳۹۸ كتاب الإيداع)

کہ وہ شخص مذکور کو منافعہ میں شریک نہ کرے اور خود ہی نگرانی کرتا رہے اور اگر اس کو ہبہ تسلیم کیا جائے تو کیا ہبہ مشاع کا جائز ہوسکتا ہے؟ (۲۰۳۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس میں شک نہیں کہ جو الفاظ زید نے کہے ہیں وہ ہبہ کے بھی محتمل ہیں اور ایسے الفاظ کے ساتھ اگر نیت ہبہ کی تصریح ہو جائے تو ہبہ بھی ہو جاتا ہے، مگر جب کہ زید کی نیت کا حال معلوم نہیں تو الفاظ مذکور کو حقیقی معنی پر محمول کر کے یہی کہا جائے گا کہ اس نے بطور عاریت اس اجنبی شخص کو اس کے منافعہ کا مالک بنا دیا ہے لہٰذا عند الشرع یہ عاریت سمجھی جائے گی، جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ اجنبی شخص زید کی زندگی تک اس کے منافع کا مشترکاً مالک تھا، اب جب کہ زید مر چکا ہے تو اس کا بیٹا موافق حصہ وراثت اس کا مالک ہوگیا اب اس کو اختیار ہے کہ اس اجنبی شخص کو منافع مشین میں شریک کرے یا نہ کرے، کیونکہ عاریت کا حکم یہ ہے کہ وہ معیر یا مستعیر کے مرنے سے فسخ ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے: **العارية كالإجارة تنفسخ بموت أحدهما انتهٰى (۱) وقال في الخانية: وعندنا الإعارة تمليك ولهذا لوقال لغيره: ملكتك منفعة هذه الدار شهرًا أولم يقل شهرا بغير عوض كانت إعارةً (۲)** اور درمختار میں عمادیہ سے نقل کیا ہے: **وصرح فى العمادية بجواز إعارة المشاع** پھر شامی نے اسی قول کے تحت لکھا ہے **إعارة الجزء الشائع تصح كيف ماكان فى التى تحتمل القسمة أولا تحتملها من شريك أو أجنبى الخ (۳)** فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ: (مولانا) عتیق الرحمٰن عثمانی

جواب صحیح ہے یہ صورت تملیک منافع کی ہے مجازاً لہٰذا یہ عاریت ہے، اور لفظ ''تم دونوں کے لیے کر دیا ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ یہ انجن تم دونوں کے لیے جاری کر دیا ہے الخ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

کتبہ: (مولانا مفتی) عزیز الرحمٰن عفی عنہ، مفتی دارالعلوم دیوبند۔ فقط

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۴۲۱/۸ آخر كتاب العارية .

(۲) الفتاوى الخانية على هامش الفتاوى الهندية ۳۸۲/۳ كتاب العارية .

(۳) الشامی ۴۱۱/۸ كتاب العارية .

کتاب الھبة

ہبہ کا بیان

زبانی ہبہ کرنے کا طریقہ

سوال: (۱) ہبہ زبانی کہ جس کی کوئی تحریر نہ ہو کس طرح پر جائز ہے؟ (۱۴۲۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زبان سے یہ کہہ دے کہ فلاں چیز جو غیر مشترکہ ہے میں نے فلاں شخص کو دیدی یا ہبہ کردی یا بخش دی اور پھر اس کا قبضہ کرا دیوے۔ فقط

وارث کے لیے ہبہ درست ہے، اور وصیت نادرست اور ہبہ اور وصیت میں فرق

سوال: (۲) ایک شخص نے اپنی زندگی میں اپنی ملکیت کسی وارث کے نام کردی ہے بذریعہ ہبہ نامہ یا وصیت نامہ جس سے دیگر ورثہ محروم رہتے ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۳۶۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: کسی وارث کو مورث اپنی زندگی میں بحالت صحت کوئی چیز جائداد و مکان وغیرہ کل یا جزو ہبہ کردے تو یہ صحیح ہے(۱) بہ شرطیکہ شرائط صحت ونفاذ ہبہ متحقق ہوں یعنی یہ کہ وہ جائداد موہوبہ مشاع

---

(۱) ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز الخ (الدر المختار مع رد المحتار ۴۳۴/۸ کتاب الهبة)

نہ ہو اور قبضہ موہوب لہ کا کرادیا گیا ہو(۱) اور وصیت کسی وارث کے لیے درست نہیں بدون اجازت ورضائے بقیہ ورثہ کے وصیت وارث کے لیے نافذ نہ ہوگی (۲)

اور واضح ہو کہ ہبہ اپنی زندگی میں کسی کو کچھ دیدینا ہے، اور وصیت بعد اپنے مرنے کے دینے کا نام ہے(۳) یعنی موصی یہ کہے کہ میرے بعد فلاں شخص کو اس قدر دیا جائے، سو وصیت وارث کے لیے صحیح نہیں ہوتی مگر جب کہ باقی ورثہ اجازت دیدیں **هكذا في كتب الفقه**(۲) فقط

بوقت ہبہ موہوب لہ کا مجلس ہبہ میں موجود ہونا ضروری نہیں

سوال: (۳) شرعاً ہبہ زبانی جائز ہے یا نہیں؟ اور بوقت ہبہ موہوب لہ کی موجودگی جلسۂ ہبہ میں شرعاً لازمی ہے یا نہیں؟ (۱۵/۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: شرعاً ہبہ زبانی جائز ہے، اور بوقت ہبہ موہوب لہ کا مجلس ہبہ میں موجود ہونا شرط نہیں ہے: **ولـذا قـال أصحابنا: لو وضع ماله فی طريق ليكون ملكاً للرافع جاز** (۴) البتہ یہ ضروری ہے کہ موہوب لہ کا قبضہ شئ موہوبہ پر ہوجائے اور شئ موہوبہ مشترکہ نہ ہو کیونکہ ہبہ مشاع کا صحیح نہیں ہے، درمختار میں ہے: **وتتم الهبة بالقبض الكامل ولوالموهوب شاغلاً لملك الواهب لا مشغولاً به .... في محوز مفرغ مقسوم و مشاع لا يبقى منتفعًا به بعد أن يقسم كبيت وحمام صغيرين لأنها لا تتم بالقبض فيما يقسم ولو وهبه لشريكه أو لأجنبی لعدم تصور القبض الكامل إلخ**(۵) فقط

---

(۱) وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا غير مشاعٍ مميزا غير مشغول (الدرالمختار مع الشامی ۸/۴۲۴ كتاب الهبة)

(۲) ولا لـوارثـهٖ وقاتلهٖ مباشرة ...... إلا بإجازة ورثته لقولهٖ عليه الصلاة والسلام : لا وصية لوارث إلا أن يجيزها الورثة (الدرالمختارمع ردالمحتار ۱۰/ ۲۸۵ كتاب الوصايا)

(۳) هي (الهبة) تـمـليك الـعيـن مـجـانا أي بلا عوض (الـدرمـع الرد ۸/۴۲۳ كتـاب الهبة). هي (الوصية) تمليك مضاف إلى مابعد الموت عينا كان أو دينا (الدرمع الرد ۱۰/ ۲۷۵ كتاب الوصايا)

(۴) الشامي ۸/۴۲۵ كتاب الهبة .

(۵) الدرالمختارمع الشامی ۸/ ۴۲۷-۴۲۹ كتاب الهبة.

ہبہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا

سوال: (۴) زید نے ہندہ کے نام زمین ومکان لکھ دیا اس طرح کہ تم عرصہ ایک ماہ میں مجھ سے نکاح پڑھنے والی ہوتو ہمارا نکاح ہو جانے کے بعد اگر کوئی جھگڑا اور خلاف وغیرہ کی بناء پر جدائی واقع ہو اور اخراجات میں تنگی ہو اس لیے یہ جدی زمین ومکان تمہارے قبضہ میں دیتا ہوں کہ تم اس کی آمدنی اپنے اخراجات میں صرف کرو لیکن مذکورہ ملکیتوں کے بیچنے اور ہبہ کرنے کا اور رہن رکھنے کا تم کو حق نہیں ہے، اور جب تک تم نکاح نہ کرو اس وقت تک تم ان چیزوں کی مالک ہو، نکاح کرنے کے بعد میرے ورثاء کی ہے، اس صورت میں عورت دونوں ملکیتوں کی مالک ہوگئی یا نہیں؟ اور زید کے مرنے کے بعد قبل نکاح اور بعد نکاح نفع حاصل کرسکتی ہے یا نہیں؟ اگر بعد نکاح نفع حاصل نہیں کرسکتی تو وہ کس کے لیے ہوگی؟ (۱۱۹۱/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ زید نے زمین ومکان ہندہ کے نام لکھ دیا اور باقاعدہ اس کو ہبہ کردیا تو اب وہ تمام شرطیں جو ہبہ کرتے وقت زید نے لگائی ہیں باطل ہیں صحت ہبہ پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑتا، ہندہ دائمی طور پر اس کی مالک ہوگئی وہ اس میں تمام وہ تصرفات کرسکتی ہے جن کا شرعاً ایک مالک کو اختیار ہے **وحکمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة فهبة عبد على أن يعتقه تصح و يبطل الشرط إلخ**(۱) (درمختار) **وفي الخانية عن أبى حنيفةؒ: إذا قال الرجل لغيره: قد جعلت هٰذہٖ الدار لك عمرى أو قال عمرك أوحياتك ...... فإذامت فهو رد على، قال: هٰذه هبة جائزة والشرط باطل**(۲) **وفيه أيضًا: رجل غرس كرماً وله ابن صغير فقال: جعلته لابنى فلان يكون هبةً لأن الجعل عبارة عن التمليك**(۳) **وفي الدرالمختار: وجعلته لك لأن اللام للتمليك وفي الشامي: قال الرملي: أقول: ما في الخانية أقرب لعرف الناس**(۴) شامی فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار ۸/ ۴۲۵ کتاب الهبة .

(۲) الفتاوى الخانية مع الفتاوى العالمغيرية ۳/ ۲۶۲ كتاب الهبة، فصل فيما يكون هبة من الألفاظ ومالايكون .

(۳) الفتاوى الخانية مع الفتاوى العالمغيرية ۳/ ۲۶۴ كتاب الهبة، فصل فيمايكون هبة من الألفاظ وما لايكون .   (۴) الدر والرد ۸/ ۴۲۵ كتاب الهبة .

سوال: (۵) اگر کوئی شخص اپنی جائداد کو کسی کے حق میں ہبہ بلا معاوضہ کر کے یہ شرط کرے کہ موہوب لہ جائداد موہوبہ کو قرضہ سے سبکدوش کرالیوے اور منافعہ جائداد موہوبہ کا واہب کو تاحیات اس کی دیتا رہے کیا شرعاً ایسا ہبہ جائز ہے؟ اور موہوب لہ کو اس کے منافع تاحیات واہب کے ادا کرنا لازم ہے یا یہ کہ ہبہ صحیح ہوگا اور شرط غیر نافذ رہے گی؟ (۱۳۳۹/۵۵۸ھ)

الجواب: اگر وہ جائداد موہوبہ مشاع و مشترک نہیں ہے بلکہ منقسمہ محدودہ ہے تو ہبہ اس کا صحیح ہے اور شرائط مذکورہ باطل ہیں۔ درمختار میں ہے: **وحكمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة فهبة عبد على أن يعتقه تصح ويبطل الشرط الخ** (۱) فقط

سوال: (۶) عمرو نے اپنی کل جائداد کو اس طور سے ہبہ کیا کہ بہ صحت عقل وحواس خود کے، اپنی جملہ جائداد کو اس شرط کے ساتھ بنام مساۃ سکینہ کے ہبہ کرتا ہوں کہ مساۃ سکینہ بی اور اس کی اولاد اس پر قابض اور اس سے فائدہ اٹھاویں اور اگر خدانخواستہ میری دختر بھی لاولد فوت ہوجائے تو کل جائداد میرے برادر عبدالرحیم کے قبضہ میں رہے اور وہ مالک ووارث سمجھا جائے، پس آخری فقرہ کے اعتبار سے مفتی صاحب ریاست کا ارشاد ہے کہ یہ ہبہ جائز نہیں ہے۔ (۱۳۳۵/۵۶۵ھ)

الجواب: ہبہ شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتا بلکہ صحیح ہوتا ہے اور شرط باطل ہوجاتی ہے **كما في الدرالمختار: وحكمها أنها لا تبطل بالشروط الفاسدة فهبة عبد على أن يعتقه تصح ويبطل الشرط إلخ** (۱) لیکن مشاع ہونا موہوب کا مبطل ہبہ ہے، پس اگر مشاع کا ہبہ کیا تھا یا موہوب لہا کا قبضہ نہ ہوا تھا تو ہبہ ناجائز اور غیر صحیح ہے۔ فقط

سوال: (۷) زید عمر کو ہبہ کرتا ہے اور قبضہ بھی دیدیتا ہے مگر یہ شرط لگاتا ہے کہ بعد موت تمہاری کے یہ چیز مثلاً بکر کی ملک ہوگی اور حصہ اس کے حق میں ہوگا، تمہارے ورثہ کا کوئی تعلق نہ ہوگا، اس صورت میں ہبہ درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو شرط صحیح ہے یا فاسد؟ (۱۳۳۷/۵۸۱ھ)

الجواب: اس صورت میں یہ ہبہ صحیح ہے اور شرط فاسد ہے بعد موت موہوب لہ کے اسی کے وارثوں کو ملے گا اور بکر کی طرف منتقل نہ ہوگا، درمختار میں ہے: **وحكمها أنها لا تبطل بالشروط**

---

(۱) الدرالمختار مع الرد ۴۲۵/۸ كتاب الهبة.

الفاسدة ...... ويبطل الشرط الخ (۱) وفيه: جاز العمرى للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط الخ (۲)

سوال: (۸) زید نے اپنے بیٹے کو اپنی ملک سے ایک مکان اور ایک کھیت اس شرط پر دیا کہ بیٹا اپنی زندگی تک اس سے فائدہ اٹھائے اور بعد وفات اس بیٹے کے دوسرے لڑکے اس پر قابض ہوں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۷۴۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ ہبہ شرط سے باطل نہیں ہوتا اور وہ شرط ہی باطل اور لغو ہو جاتی ہے اور ہبہ صحیح ہو جاتا ہے **والهبة لا تبطل بالشروط الخ (۳) وفيه: جاز العمرىٰ للمعمر له ولورثته بعده لبطلان الشرط الخ (۴)** پس جو مکان وزمین اس شخص نے اپنے ایک پسر کو ہبہ کیا ہے اور اس کا قبضہ کرادیا ہے وہ اس کا مالک ہو گیا اور شرط مذکور باطل ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ اس کے مالک ہوں گے۔

باپ نے اپنی حیات میں بیٹوں کو جائداد تقسیم کر کے دے دی ہو تو باپ کے مرنے کے بعد بیٹے کچھ ردّ و بدل نہیں کر سکتے

سوال: (۹) مثلاً زید نے تین سال مرنے سے پہلے اپنے تین پسران کو اپنی کل جائداد غیر منقولہ بہ حصص کم وبیش بحیثیت اراضی بذریعہ قرعہ اندازی روبرو گواہان معتبرہ کے تقسیم کر دی، اور ہر ایک فرزند اس پر راضی ہو گیا تین سال کے بعد زید فوت ہو گیا اس مدت حیات میں زید نے کوئی جدید تقسیم نہ کی اور فرزندان مذکورین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا، اب زید کے فوت ہونے سے دو تین سال بعد دو فرزند تقسیم جدید کرنی چاہتے ہیں عداوت نفسانی کی وجہ سے آیا تقسیم زید کی شرعاً بحال رہے گی یا تقسیم جدید ہوگی؟ (۱۳۴۳/۲۰۹۸ھ)

---

(۱) الدر مع الرد ۸/ ۴۲۵ كتاب الهبة .

(۲) الدر المختار مع الشامی ۸/ ۴۴۷ كتاب الهبة ، فصل في مسائل متفرقة .

(۳) الدر المختار مع الشامی ۸/ ۴۲۵ كتاب الهبة .

(۴) الدر المختار مع الشامی ۸/ ۴۴۷ كتاب الهبة ، فصل في مسائل متفرقة .

الجواب: زید نے اگر ہر ایک پسر کو اس کے حصہ پر قابض کردیا اور اراضی کو منقسمہ محدودہ کرکے ہر ایک کو دے دیا اور مالک بنایا تو وہ ہبہ نافذ وصحیح ہوگیا اب اس میں کچھ تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا اور تقسیم جدید نہیں ہوسکتی، اور اگر زید نے وہ جائداد تقسیم کرکے اور حد بندی کرکے اور علیحدہ علیحدہ کرکے ہر ایک پسر کو اس کے حصہ محدودہ پر قابض نہیں کیا تھا تو وہ ہبہ بوجہ غیر منقسمہ ہونے کے باطل ہوگیا، اب زید کے انتقال کے بعد ہر سہ پسران بہ حصہ مساوی مالک جائداد متروکہ زید کے ہوں گے اور از سر نو تقسیم وحد بندی ہوگی۔ فقط

کسی اولاد کو زیادہ اور کسی کو کم دینا

سوال: (۱۰) زید کے تین لڑکے اور ایک لڑکی ہیں وہ اپنی جائداد، روپیہ وغیرہ اپنی زندگی ہی میں سب پر تقسیم کرنا چاہتا ہے، زید اگر تقسیم میں کمی بیشی کرے یعنی کسی اولاد کو زیادہ کسی کو کم تو کیا یہ جائز ہے؟ اور کیا زید کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کو یہ حق حاصل ہے کہ اس کی تقسیم کردہ جائداد کو کالعدم کرکے از سرِ نو تقسیم کریں؟ (۹۷۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: کمی کرنا عطا میں دراصل جائز نہیں ہے، اور اس کو حدیث میں جور وظلم فرمایا ہے(۱) لیکن اگر اضرار ورثہ مقصود نہ ہو بلکہ محض بوجہ کمی وبیشی ضرورت وحاجت کے کمی اور بیشی عطا میں کی جائے تو درست ہے۔ درمختار میں ہے: وکذا في العطایا إن لم یقصد به الإضرار الخ (۲) اور جب کہ مورث نے اپنی حیات میں اولاد کو جائداد تقسیم کردی اور قبضہ ہر ایک کا کرادیا تو اس کے مرنے کے بعد ورثاء اس کو نہیں توڑ سکتے۔ فقط

مرض موت کی تعریف

سوال: (۱۱) مرض الموت کی تعریف کیا ہے؟ اور وہ مریض جو آٹھ دس ماہ یا اس سے زیادہ سے

---

(۱) عن النعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ أن رسول اللہ صلّی اللہ علیه وسلّم قال: ألك بنون سواہ؟ قال: نعم، قال: فکلهم أعطیت مثل هذا؟ قال: لا، قال: فلا أشهد علی جور (الصحیح لمسلم ۳۷/۲ کتاب الهبات، باب کراهة التفضیل بعض الأولاد في الهبة)

(۲) الدر المختار مع الشامی ۴۳۴/۸ کتاب الهبة.

امراض مختلفہ مثل بخار واسہال وپھیپھڑا وغیرہ میں مریض رہا ہو اور قوت روز بروز انحطاط کی طرف ہو یہاں تک کہ بالآخر وہ اسی مرض میں انتقال کر گیا ہو اس مریض کے تصرفات ہبہ وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔ (۱/۳۹-۱۳۴۰ھ)

الجواب: مرض الموت کی تعریف میں عبارات فقہاء مختلف ہیں لیکن صحیح اور مفتی بہ یہ ہے کہ جس مرض میں بہ ظن غالب مرنے کا خوف ہو اور پھر بالآخر وہ اس مرض میں مر گیا ہو اور اس مرض سے اچھا نہ ہوا ہو، یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ صاحب فراش اس وقت ہو گیا ہو بلکہ صاحب فراش ہو یا نہ ہو مگر مرض مذکور موجود ہو اور قوای اس کے انحطاط کی طرف ہوں یہاں تک کہ بالآخر وہ مر گیا ہو وہ شخص مریض بمرض الموت ہے، اور تصرفات اس کے مثل وصیت کے ایک ثلث میں جاری ہوں گے چنانچہ شامی میں مریض مذکور کی تعریف میں لکھا ہے: **وهو من كان غالب حاله الهلاك كما في النهاية وغيرها والأولى أن يقال من يخاف عليه الهلاك غالبًا الخ (شامی ۵۲۱/۲) وفي الهندية أيضًا: المقعد والمفلوج مادام يزداد ما به كالمريض الخ** (شامی صفحہ مذکور) **وفي (صفحه: ۵۲۰ من) الشامي: قال أبوالليث: كونه صاحب فراش ليس بشرط لكونه مريضًا مرض الموت بل العبرة للغلبة لوالغالب من هذاالمرض الموت فهومرض الموت وإن كان يخرج من البيت وبه كان يفتي الصدرالشهيد ثم نقل عن صاحب المحيط أنه ذكر محمدؒ في الأصل مسائل تدل على أن الشرط خوف الهلاك غالباً لاكونه صاحب فراش الخ** (۱) (شامی ۵۲۰/۲) فقط

مرض موت میں ہبہ کرنے کا حکم

سوال: (۱۲) ایک عورت نے مرض الموت میں اپنی جائداد اپنے پوتا کو ہبہ کر دی تھی اور اس لڑکے کے دو چچا ہیں، انہوں نے اس لڑکے کی لاعلمی میں اس جائداد کو رہن کر دی اور کہتے ہیں کہ یہ ہبہ صحیح نہیں ہوا، اس صورت میں ہبہ صحیح ہوا یا نہ؟ اور ان چچاؤں کا ہبہ کو غیر صحیح کہنا اور جائداد موہوبہ کو رہن کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟ (۸۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہبہ کرنا مرض الموت میں بحکم وصیت ہے یعنی ثلث میں جاری ہوتا ہے پس اگر وہ

---

(۱) ردالمحتار ۶/۵-۷ كتاب الطلاق ، باب طلاق المريض.

اراضی موہوبہ ثلث ترکہ سے زیادہ نہیں ہے اور موہوب لہ کا قبضہ اس پر واہبہ متوفیہ کی حیات میں ہو گیا تھا تو ہبہ صحیح ہو گیا اور موہوب لہ اس کا مالک ہو گیا، چچاؤں کو کچھ حق اس کے رہن کرنے کا نہیں ہے۔

سوال: (۱۴۳) زید کی دو بیٹیاں، بڑی ہندہ، چھوٹی زبیدہ تھی، ہندہ اپنے خاوند کی کمائی سے آسودہ وخوش حال تھی لیکن لاولد رہی، ہندہ نے زبیدہ کو مثل بیٹی کے پرورش کیا اس کی شادی اپنے چچازاد بھائی بکر کے ساتھ کردی اور بعد چند روزے اپنے خاوند کی حیات میں ہی اپنی بہن بہنوئی کو مثل بیٹی داماد کے پاس رکھ لیا، ہندہ کے خاوند کے فوت ہونے کے بعد جس قدر جائداد اس کے خاوند کی تھی وہ حسب شرع اس کے ورثہ پر تقسیم ہوگئی۔ ہندہ کو ایک مکان سکونتی مع کچھ اثاث البیت وزیور وغیرہ ترکہ میں ملا ان سب اشیاء پر ہندہ نے اپنی بہن بہنوئی کو قابض ومتصرف رکھا، اثاث البیت وزیور وغیرہ ہندہ نے اپنی اسی بہن کی لڑکی کے جہیز میں صرف کردیا، صرف مکان باقی رہا، ہندہ قریب ایک سال کے بیمار رہی لیکن وہ بیماری ایسی نہ تھی کہ جس میں کسی وقت ہندہ کو بدحواسی یا بے ہوشی یا ہزیان طاری ہوا ہو بلکہ معمولی حوائج ضروری آپ خود پوری کرتی تھی، ہندہ کے چچازاد دو بھائی خالد اور ولید علاوہ اپنے بہنوئی بکر کے وارث تھے، ہندہ نے اپنی بہن زبیدہ سے اس بات کا معاہدہ لیا کہ اگر میں پورا مکان تیرے نام ہبہ کردوں تو قریب تہائی قیمت مکان کے تو مجھ کو دینا تاکہ میں اس میں سے اپنے ذمہ کا قرضہ ادا کر کے باقی میں حج، زکاۃ، روزہ، نماز ادا کروں اور باقی اپنے طور پر خرچ کروں، اگر میں زندہ نہ رہوں تو تو اسی قدر روپیہ میں سے بطور وصیت کے میرے انہی کاموں میں صرف کردے، زبیدہ نے قبول کیا، اس معاہدہ کے طے ہونے کے بعد ہندہ نے اپنی ثبات نفس وہوش وحواس وعقل کی حالت میں اس مکان کا ہبہ نامہ اپنی بہن زبیدہ کے نام باضابطہ تحریر کرا کر روبرو حاکم مجاز تکمیل کرادیا، اور چچازاد بھائی خالد، ولید میں سے خالد نے اپنی خوشی ورضامندی سے ہبہ نامہ پر دستخط بطور شاہد کردیے۔ اور بکر چچازاد بھائی جو بہنوئی بھی ہے اس نے بھی دستخط کردیے، کسی قسم کا عذر یا حیلہ نہیں کیا لیکن ولید کے دستخط نہیں ہوئے، بعد تصدیق ہبہ نامہ زبیدہ مکان پر مالکانہ قابض ومتصرف رہی بعد تکمیل ہبہ نامہ کے ہندہ دس بارہ روز تک زندہ رہی اس عرصہ میں بھی اس کو بدحواسی طاری نہیں ہوئی اور ہندہ فوت ہوگئی؛ یہ ہبہ نامہ اور وصیت صحیح وجائز ہے یا کیا؟ اور خالد اور ولید دعوی کرسکتے ہیں یا نہ؟ (۴۱۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہندہ کے مرض میں اگر زیادتی ہوتی رہی یہاں تک کہ حالت زیادتی مرض میں وہ فوت

ہوگئی اور اسی زیادتی کی حالت میں اس نے یہ ہبہ کیا تو ہبہ صحیح نہیں ہوا کیونکہ مرض الموت میں ہبہ کرنا بحکم وصیت ہے اور وصیت وارث کے لیے صحیح نہیں ہے شامی نے درمختار کے اس قول کی شرح میں **ولم يقعده في الفراش** فرمایا: **احترازًا عما إذا تطاول ثم تغير حاله فإنه إذامات من ذلك التغير يعتبر تصرفه من الثلث وفيه بعد أسطر: أمالو مات حالة الازدياد الواقع قبل التطاول أو بعده فهو مريض (۱) (شامی) وفي الدرالمختار: إعتاقه ومحاباته وهبته ووقفه وضمانه كل ذلك حكمه كحكم وصية الخ (۲) وقال في الدرالمختار أيضًا: ولالوارثه وقاتله مباشرة الخ (۳)** علاوہ بریں معلوم ہوتا ہے کہ ہندہ بھی وقت موت تک اسی مکان میں رہی تو قبضہ موہوب لہا کا بھی پورا نہ ہوا اس وجہ سے بھی ہبہ شرعاً صحیح نہ ہوگا، البتہ وصیت ہندہ کی جو ثلث میں ادائے حج وزکوۃ وغیرہ کے لیے ہے وہ صحیح ہے وہ پوری کی جائے، پس صورت مسئولہ میں جب کہ ہبہ صحیح نہ ہوا تو ترکہ ہندہ کا بعد ادائے قرض واجرائے وصیت وغیرہ دیگر حقوق مقدمہ علی المیراث چھ سہام ہوکر دو سہام اس کی بہن زبیدہ کو اور تین سہام ہر سہ برادر چچازاد بکر وخالد وولید کو ملیں گے اور دعوی ان دونوں کا اپنے حصہ شرعیہ کا صحیح ہے اور دستخط کردینا خالد کا کاغذ ہبہ پر شرعاً دلیل اجازت کی نہیں ہے۔

سوال: (۱۴) ایک شخص مرض الموت میں اپنی کل جائداد اولاد پر تقسیم کرنے کے لیے تحریر کرادیتا ہے کہ میں نے کل سے یہ قبضہ فلاں فلاں کے نامزد کردیا ہے اس جائداد سے میری زوجہ کا کوئی تعلق نہیں کیوں کہ اس نے مجھے سخت تکلیف پہنچائی ہے اس لیے وہ ثمن (آٹھواں حصہ) لینے کی مستحق نہیں ہے، آیا یہ تملیک درست ہوگی یا نہیں؟ اور عورت ثمن کی مستحق ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۰۱ھ)

الجواب: یہ ہبہ اور تملیک مرض الموت کا صحیح نہیں ہے جیسا کہ درمختار میں ہے کہ مرض الموت کا ہبہ بحکم وصیت ہے اور وصیت وارث کے لیے صحیح نہیں ہے اور زوجہ بعد مرنے شوہر کے اپنے ثمن (آٹھویں حصہ) کی مستحق ہے دعویٰ اس کا صحیح ہے۔ فقط

---

(۱) الدروالرد ۵/۷ كتاب الطلاق، باب طلاق المريض.

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار ۱۰/۳۱۴ كتاب الوصايا، باب العتق فى المرض.

(۳) الدرمع الشامى ۱۰/۲۸۵ كتاب الوصايا.

مشاع یعنی مشترک چیز کو ہبہ کرنے کا حکم

سوال: (۱۵) زید کی جائداد میں ایک اجنبی شخص کی شرکت ہے اور زید نے اپنی اس جائداد کو بکر کو ہبہ کر کے قابض ومتصرف کر دیا ہے، اور مال منقولہ مانند زیورات ونقدی وجانوران وغیرہ تقسیم کر کے واہب مذکور موہوب لہ کی ملک کر چکا ہے، اور یہ سب اشیاء موہوب لہ کے قبضہ میں ہیں اس صورت میں کیا حکم ہے؟ زید کے ورثہ میں زوجہ ودختران اور برادرزادگان اور ایک برادر حقیقی موجود ہیں لیکن زوجہ ودختران کو ہبہ میں کچھ انکار نہیں تسلیم ہے، البتہ برادر حقیقی دعوے دار ہے، اور ہبہ مرض الموت میں ثلث میں ہوگا یا نہ؟ (۳۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: صورت اولی (یعنی جائداد) میں ہبہ مشاع ہے اور ظاہر الروایت کے موافق مفید ملک نہیں ہے اور ہبہ فاسدہ ہے۔ **کما في الشامي: هبة المشاع فيما يقسم لاتفيد الملك عند أبي حنيفة رحمه الله تعالٰى وفي القهستاني: لاتفيدالملك وهوالمختار كما في المضمرات وهذا مروى عن أبي حنيفةؒ وهو الصحيح اهـ . فحيث علمت أنه ظاهر الرواية وأنه نص عليه محمد و رووه عن أبي حنيفة ظهر أنه الذى عليه العمل و إن صرح بأن المفتى به خلافه ولاسيما أنه يكون ملكا خبيثًا** (۱) پس معلوم ہوا کہ قول صاحب درمختار **وبه يفتى** معمول بہ نہیں ہے اور صحیح نہیں ہے، اور برادرزادگان بہ موجودگی برادر حقیقی محروم ہیں دعوی بھائی کا تقسیم ترکہ کا صحیح ہے۔

دوسری صورت میں یعنی ہبہ زیورات وغیرہ کا جو منقسمہ ہے بعد قبض موہوب لہ صحیح ہے اس میں دعوی بھائی کا صحیح نہیں، اور ہبہ مرض الموت کا ثلث میں جاری ہوگا۔ فقط

سوال: (۱۶) مورث اعلیٰ نے جو دو بھائی حقیقی تھے اپنے حین حیات میں اپنے مکانات کو بقدر حصہ تقسیم کر لیا، ایک بھائی نے اپنے حصہ کو اپنے دولڑکوں کے نام ہبہ کر دیا، دوسرے بھائی نے اپنے حصے کو اپنی دختر اور داماد کے نام ہبہ کر دیا ایسی صورت میں ہبہ جائز ہے یا نہیں؟ اور ترکہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ (۱۰۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ایک مکان دو شخصوں کو مشترکاً ہبہ کرنا بلا تقسیم وحد بندی کے ناجائز ہے کیونکہ یہ ہبہ

---

(۱) **الشامي ۸/۴۳۰ كتاب الهبة .**

مشاع کا ہے، اور ہبہ مشاع کا شرعًا باطل اور غیر نافذ ہے لہٰذا یہ ہر دو ہبہ ناجائز ہیں۔ اور تقسیم ترکہ حسب حصص شرعیہ اس طرح ہے کہ جس کے دو پسر ہیں اس کا مکان انہی ہر دو پسران کو ملے گا اور اگر کوئی دختر ہے تو اس کو بھی حصہ آدھا لڑکے سے ملے گا، اور جس بھائی کے صرف ایک دختر ہے اس کا ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث نصف اس کی دختر کو اور نصف برادر زادوں کو ملے گا۔ فقط

سوال: (۱۷) ہبہ مشاع قابل تقسیم جائداد سے باطل ہے یا فاسد؟ (۱۲۹۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: باطل ہے، اور اگر کسی روایت میں فاسد لکھا گیا ہے تو وہ بھی بمعنی باطل کے ہے۔

سوال: (۱۸) ہندہ نے اپنی جائداد غیر منقولہ کے دو غیر مساوی حصہ کر کے ایک حصہ چھوٹا اپنے واسطے رکھا اور ایک حصہ کو اپنی چار لڑکیوں کے حق میں مساوی طور سے بذریعہ ہبہ نامہ کر دیا اور اس حصہ موہوبہ کے ایک جزو میں دو اجنبی شخص جن کا انتقال ہو گیا ہے اور شریک تھے، اب ان کے ورثہ موجود ہیں اور ان اجنبی شخصوں کے مقابلے میں بھی اس وقت تک کوئی تقسیم نہیں ہوئی، بعد اس کے جائداد موہوبہ کے ایک جزو کو چاروں موہوب لہم نے چار حصوں پر تخمینی مساوی طور پر تقسیم کر لیا اور دوسرا قطعہ مشاع رہا۔ اس صورت میں ہندہ کا ہبہ کرنا دختران کے لیے مفید ملک ہے یا نہیں؟ اور جس جزو کو چند سال بعد موہوب لہم نے تقسیم کر لیا، کیا اس جزو میں قبضہ تسلیم کر کے ہبہ معتبر ہوگا یا کیا؟ (۲۸۶۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں ہبہ کل قطعہ موہوبہ کا باطل ہے کہ عقد ہبہ کے وقت اس میں شیوع تھا درمختار میں ہے: **والمانع من تمام القبض شیوع مقارن للعقد لاطارئ الخ** (۱) اور اگرچہ یہ بھی تصریح ہے کہ موہوب لہم اگر باذن واہب مجلس میں یا بعد مجلس کے تقسیم کر لیں تو اس جزو میں ہبہ صحیح ہو جاتا ہے۔ لیکن سوال سے معلوم ہوا کہ قطعہ موہوبہ میں دو اجنبی شخص بھی شریک تھے جن کے ورثہ موجود ہیں اور ان سے کوئی تقسیم نہیں ہوئی اور اگر حسب روایت جواز تقسیم بعد المجلس باذن الواہب حصہ منقسمہ کے ہبہ کو صحیح کہا جائے گا تو وہ صحت اسی حصہ منقسمہ تک رہے گی غیر منقسمہ حصہ میں ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ فقط

سوال: (۱۹) ہندہ نے اپنا حصہ جس کی وہ والدین کے ترکہ سے حقدار تھی قبل التقسیم اور قبل القبض اپنے بھائی زید کو ہبہ کر دیا اور اس ہبہ کو اپنی آخری عمر تک قائم رکھا۔

(الف) تو یہ ہبہ مشترک کا شرعًا صحیح اور معتبر ہوگا یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار مع حاشیة ابن عابدین ۴۳۰/۸ کتاب الهبة.

(ب) ہندہ کو اپنی زندگی میں خود یا بعد وفات ہندہ کے اس کے ورثاء کو مطالبہ کرنا اس حصہ کا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) اگر زید نے ہندہ سے اس بارے میں کوئی تحریر لکھالی ہو تو وہ معتبر ہوگی یا نہیں؟ (۹۹۸/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) مال مشترک کا ہبہ قبل التقسیم وقبل القبض صحیح ومعتبر نہیں ہے ایسا ہبہ کرنے سے شئ موہوب کا موہوب لہ مالک نہیں ہوتا وہ شئ واہب کی ملکیت میں رہتی ہے **ولو سلّمه شائعًا لایملکه الخ** (۱) اور قاضی خان میں ہے: **إن هبة المشاع فیما یقسم لاتفید الملك وإن اتصل به القبض** (۲) **وقال: وإن وهب من شریکه لایجوز عندنا** (۳) **وقال الزیلعي: ولو سلّمه شائعًا لایملکه حتی لاینفذ تصرّفه فیه الخ شامی** (۴)

(ب) جب کہ ہبہ ہی صحیح وجائز نہ ہوا تو پھر ہندہ کو اپنی زندگی میں اور اس کے بعد اس کے وارثوں کو زید سے مطالبہ کرنے کا حق حاصل ہے جیسا کہ شامی میں ہے: **وأجمع الکل علی أن للواهب استردادها من الموهوب له الخ وقال: وکما یکون للواهب الرجوع فیها یکون لوارثه بعدموته لکونها مستحقة الرد الخ** (۵)

(ج) اس تحریر کا شرعًا نفاذ ہبہ میں کوئی اعتبار نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۲۰) عبداللہ نے زید وعمر کو یہ کہا کہ میری ہر چیز دو ہونے کا سبب یہ ہے کہ ایک عمر کی ہے دوسری زید کی تو اس کا سامان متروکہ متصور ہوگا یا موافق قول عبداللہ یہ سامان ہبہ ہوگا؟

(۵۵۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: عبداللہ نے جو ہبہ کیا ہے وہ ہبہ مشاع ہے اس لیے ناجائز ہے **کما في البحر: قوله لاعکسه — أي لایصح — وهو أن یهب واحد من اثنین کبیرین ولم یبین نصیب کل واحد إلخ** (۶) (۷/ ۳۱۵) جب ہبہ ناجائز ہوا تو جائداد اور سامان کی تقسیم علی فرائض اللہ تمام ورثہ پر ہوگی۔

---

(۱) الدرالمختار مع الرد ۸/ ۴۲۹ کتاب الهبة.
(۲) الفتاوی الخانیة مع الهندیة ۳/ ۲۶۸ کتاب الهبة، فصل فی هبة المشاع.
(۳) الفتاوی الخانیة مع الفتاوی العالمغیریة ۳/ ۲۶۷ کتاب الهبة، فصل فی هبة المشاع.
(۴) حاشیة ابن عابدین ۸/ ۴۲۹ کتاب الهبة.
(۵) الدرالمختار وردالمحتار ۸/ ۴۲۹ کتاب الهبة.
(۶) البحرالرائق ۷/ ۴۹۲ کتاب الهبة.

سوال: (۲۱) ہبہ مال مشترکہ کا اگر مال موہوب لہ کے قبضہ میں ہو، جائز ہے یا نہیں؟

(۶۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درست نہیں ہے۔ کما في الدرالمختار: لا تتم بالقبض فیما یقسم و لو وھبه لشریکه أو لأجنبی إلخ (۱)

سوال: (۲۲) شئ مشترک کا ہبہ اور وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور منقول وغیر منقول کا بھی کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۲۱۸۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مشترک کا ہبہ جائز نہیں ہے، اور وقف مشترک کا بقدر حصہ وقف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہے۔ في الشامي عن البحر: وقفت دارھا علی بناتھا الثلاث ثم علی الفقراء ولا مال لھا غیرھا ولا وارث غیرھن فالثلث وقف والثلثان میراث لھن وھذا عند أبي یوسف خلافًا لمحمد اھ: أي لأنه مشاع حیث لم تقسمه بینھن (۲) اور وہ منقول جس کے وقف کا تعامل ہوگیا ہو اس کا وقف صحیح ہے۔ وکما صح أیضًا وقف کل منقول قصدًا فیه تعامل للناس کفأس وقدوم بل ودراھم ودنانیر إلخ (۳) (درمختار)

اگر کسی نے مشترک جائداد ہبہ کی ہو تو موہوب لہ تقسیم کرا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۳) فاسد ہبہ میں جس میں دوسرا شریک ہو، موہوب لہ اس کو تقسیم کرا سکتا ہے اور علیحدہ کرا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۲۹۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: وہ ہبہ صحیح نہیں ہے اور موہوب لہ کا دعوی تقسیم کرانے کا صحیح نہ ہوگا کیونکہ ظاہر الروایت کے موافق ہبہ فاسد اور باطل یعنی ہبہ مشاع مفید ملک نہیں ہے کمافي الشامي: ھبة المشاع فیما یقسم لا تفید الملك عندأبي حنیفة رحمه اللّٰه وفي القھستاني: لا تفید الملك وھو المختار (۴) فقط

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۴۲۹/۸ کتاب الھبة.

(۲) ردالمحتار ۴۱۸/۶ کتاب الوقف، مطلب: شروط الوقف علی قولھما.

(۳) الدرالمختار مع الرد ۴۳۴/۶ کتاب الوقف، مطلب في وقف المنقول قصدًا.

(۴) الشامي ۴۳۰/۸ کتاب الھبة.

ایک قریہ کی جائداد ایک لڑکے کو اور دوسرے قریہ کی جائداد بقیہ اولاد کو ہبہ کرنے کا حکم

سوال: (۲۴) زید ایک گاؤں میں پیش امام تھا منکوحہ اولیٰ سے ایک لڑکا عمر پیدا ہوا، زید دوسرے قریہ میں پیش امام ہوگیا اور عمر کی شادی کر کے قریہ اولی میں اپنی جگہ قائم مقام کردیا۔ زید نے وفات کے وقت حاضرین کے سامنے یہ کہہ دیا کہ جو قریہ اولی میں جائداد ہے وہ عمر کے پاس رہے اور جو قریہ ثانیہ میں ہے وہ بقیہ اولاد کے پاس رہے تاکہ کسی قسم کا اختلاف نہ ہو۔ عمر نے قریہ اولی کی جائداد میں زید ہی کی زندگی میں کچھ ترقی کی، عمر کہتا ہے کہ قریہ اولی کی تمام جائداد اصل مع مکسوبہ میری ہے، اور قریہ ثانیہ کی جائداد میں سے بھی مجھے حصہ ملنا چاہیے کیوں کہ وہ مال متروکہ ہے، اور باقی ورثاء کہتے ہیں کہ تمام مال وجائداد قریہ اولیٰ اور قریہ ثانیہ متروکہ زید کا ہے شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۰۶۰/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: جب کہ زید نے یہ لفظ کہے ہیں کہ قریہ اولیٰ میں جو جائداد ہے وہ عمر کے پاس رہے تو اس کے معنی ظاہرًا یہ ہیں کہ یہ حصہ جائداد عمر کے لیے کردیا گیا اور یہ لفظ الفاظ ہبہ سے ہے، پس صورت مسئولہ میں الفاظ مذکورہ کو شرعی ہبہ پر محمول کیا جائے گا اور قریہ اولیٰ کی تمام جائداد کو عمر کی ملک سمجھ کر مع اضافہ کے اس کو اس کا مالک سمجھا جائے گا، پھر قریہ ثانیہ میں زید کا جو ترکہ ہے اس میں عمر بھی بقدر حصہ شرعی شریک ہے کیوں کہ اس میں زید کے لفظ اور اس کی نیت ہبہ اس لیے مؤثر نہیں کہ ہبہ مشاع باطل ہے، اور اس کا یہ لفظ ''جو قریہ ثانیہ میں ہے وہ بقیہ اولاد کے پاس رہے'' ہبہ مشاع ہے، درمختار میں ہے:

(أو الإضافة إلی ما) أي إلی جزء (یعبر به عن الکل کو هبت لك فرجها وجعلته لك)(۱) وفي الخانیة: وإن قال: جعلته باسم ابنی یکون هبةً ظاهرًا لأن الناس یریدون بهٰذا التملیك والهبة (فتاوی قاضی خان ۳/ ۲۵۴) وفیه أیضًا: و ذکر في الزیادات إذا قال لجماعة من المسلمین: هٰذا المال لکم یکون هبةً انتهٰی(۲)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۸/ ۴۲۵ کتاب الهبة.

(۲) الفتاوی الخانیة مع الهندیة ۳/ ۲۶۴ کتاب الهبة، فصل فیمایکون هبة من الألفاظ ومالایکون.

نیوتا کا حکم

سوال: (۲۵) اس اطراف میں یہ دستور ہے کہ شادی کے دن دولہا کو خویش واقرباء، دوست و احباب نیوتا دیتے ہیں اگر کوئی نہ دے تو اس پر ناراض ہوتے ہیں اس طرح پر لینا دینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۸۶۲ھ)

الجواب: نیوتا(۱) کا حکم شامی میں فتاوی خیریہ سے اس تفصیل سے منقول ہے: **وفي الفتاوى الخيرية: سئل فيما يرسله الشخص إلى غيره في الأعراس ونحوها هل يكون حكمه حكم القرض فيلزمه الوفاء به أم لا؟ أجاب: إن كان العرف بأنهم يدفعونه على وجه البدل يلزم الوفاء به إن مثليًا فبمثله وإن قيميًا فبقيمته، وإن كان العرف خلاف ذلك بأن كانوا يدفعونه على وجه الهبة ولا ينظرون في ذلك إلى إعطاء البدل فحكمه حكم الهبة في سائر أحكامه إلخ (۲)**

اس عبارت سے جواز اس لینے دینے کا اور حکم معاوضہ دینے یا نہ دینے کا معلوم ہوگیا کہ جیسا عرف ہو ویسا حکم ہوگا (**شامي كتاب الهبه**) فقط

---

(۱) نیوتا: شادی بیاہ کی تقریبوں میں نقدی (وغیرہ) دینے لینے کی رسم (فیروز اللغات) یہ نیوتا اگر خویش و اقارب اور دوست واحباب دیں تو اس کا حکم اس فتوی میں ہے، مگر اب بعض جگہ یہ رواج ہوگیا ہے کہ لڑکی کا باپ اپنی لڑکی کو جو دیتا ہے وہ ''جہیز'' کہلاتا ہے اور دولہا کو جو نقدی یا سامان دیتا ہے وہ ''نیوتا'' کہلاتا ہے، یہ دینا جہیز کی طرح رسم ہوجانے کی وجہ سے ممنوع ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) ترجمہ: فتاوی خیریہ میں ہے: دریافت کیا گیا اس ساز وسامان کے بارے میں جس کو ایک شخص دوسرے کو شادی بیاہ کی تقریبوں میں دیتا ہے، آیا اس کا حکم قرض کے حکم جیسا ہے کہ اس کو واپس کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ الجواب: اگر عرف ورواج یہ ہے کہ لوگ بدل کے طور پر اس کو دیتے ہیں تو اس کو واپس کرنا ضروری ہے، اگر ذوات الامثال میں سے ہے تو اس کا مثل اور ذوات القیم میں سے ہے تو اس کی قیمت بدل کے طور پر دی جائے گی، اور اگر عرف ورواج اس کے خلاف ہے اس طرح کہ لوگ وہ ساز وسامان ہبہ کے طور پر دیتے ہیں اور اس کا بدل دینے کی طرف نظر نہیں کرتے تو اس کا حکم تمام احکام میں ہبہ کے حکم جیسا ہے (یعنی اس کا عوض دینا ضروری نہیں) (**ردالمحتار مع الدر المختار ۴۳۴/۸ كتاب الهبة**)

شوہر نے بیوی کو جو زیورات دیے ہیں ان کا مالک کون ہے؟

سوال: (۲۶) زوج نے زوجہ کو جو زیورات دیے ہیں بعد طلاق یا موت زوجہ وہ کس کی ملک سمجھے جائیں گے؟ جس مقام کا یہ مسئلہ ہے وہاں بیسوں واقعات اس قسم کے پیش آئے تو شوہر کی ملک قرار دے کر لوگوں نے شوہر کو دے دیا، اس اطراف میں تقریبًا ہر ایک برادری میں یہی دستور ہے کہ بعد طلاق یا موت زوجہ شوہر زیورات واپس پاتا ہے، لیکن اس بستی کے بعض مولویوں نے اس کے خلاف مسئلہ بتلایا ہے کہ زوجہ کی ملک ہوتے ہیں شوہر کو واپسی کا حق نہیں ہے، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۸۹۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اگر عورت یا اس کے ورثہ کا دعوی یہ ہو کہ یہ زیور مہر میں آیا ہے تو وہ عورت کی ملک ہوگا اور مہر میں شمار ہوگا، اور اگر دعوی ہدیہ اور ہبہ کا ہے تو اس میں عرف معتبر ہوگا، پس اگر عرف یہ ہے کہ وہ زیور ملکِ زوجہ سمجھا جاتا ہے تو زوجہ کو ملے گا، اور اگر عرف یہ ہے کہ یہ محض عاریۃً زوجہ کے پاس تھا تو شوہر کا سمجھا جائے گا، چنانچہ فقہاء نے بناء اس کی عرف پر رکھی ہے۔ قال في الفتح: والذي يجب اعتباره في ديارنا أن جميع ماذكر من الحنطة واللوز والدقيق والسكر ...... يكون القول فيها قول المرء ة لأن المتعارف في ذلك كله أن يرسله هديةً و الظاهر مع المرء ة لا معه إلخ (۱) قال في النهر: وأقول: وينبغي أن لايقبل قوله أيضًا في الثياب المحمولة مع السكر ونحوه للعرف اهـ . قلت: ومن ذلك ما يبعثه إليها قبل الزفاف في الأعياد والمراسم من نحو ثياب وحلي وكذا ما يعطيها من ذلك أومن دراهم أو دنانير صبيحة ليلة العرس ويسمى في العرف صبحة فإن كل ذلك تعورف في زماننا كونه هديةً لامن المهر إلخ (۲) فقط

نکاح کے وعدہ پر محبوبہ کو جو ساز و سامان دیا ہے نکاح نہ ہونے کی صورت میں اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۲۷) زید کو ہندہ سے — جو بیوہ اور زید کی قرابت دار بھی ہے — محبت ہوگئی، زید

(۱) البحر الرائق ۳۲۲/۳ کتاب النکاح ، باب المهر.

(۲) الشامی ۲۲۶/۴ کتاب النکاح ، مطلب فيما يرسله إلى الزوجة.

ہندہ کے پاس رہنے لگا، اور ہندہ سے نکاح کا خواستگار ہوا تو ہندہ نے اقرار کیا کہ کسی وقت و محل پر ہو جائے گا، غرض کہ عرصہ دراز تک باہم اقرار واصرار ہوتا رہا مگر ہندہ نے اپنا وعدہ ایفا نہ کیا، آخرش زید اپنی امید کو پورا نہ ہوتے دیکھ کر اپنا مال ومتاع جو ہندہ کے یہاں رہ کر اپنی محنت شاقہ سے کمایا تھا سب ہندہ کے پاس چھوڑ کر علیحدہ ہوگیا، اب ہندہ کا بالغ لڑکا و بہو بچے اس مال کو صرف کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۲۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید نے جو کچھ کما کر ہندہ کو دے دیا تھا اور ہبہ کر دیا تھا ہندہ اس کی مالک ہوگئی اس کے متعلقین کا اس میں تصرف کرنا باذن ہندہ درست و جائز ہے، اگرچہ اس صورت میں اگر زید نے بسبب وعدہ نکاح اس کو ہبہ کیا تھا تو درصورت نہ ہونے نکاح اس دیے ہوئے مال کو جو اس میں موجود رہا ہو واپس لے سکتا ہے، لیکن اگر واپس نہ لیا تو ہندہ وغیرہ کا تصرف اس میں درست ہے اور واپسی کے لیے قضا یا رضا شرط ہے، شامی میں ہے: **وعبارة البزازية لأنه هبة اهـ ومقتضاه أنه يشترط في استرداد القائم القضاء أو الرضا الخ** (۱)

گروی رکھی ہوئی جائداد ہبہ کرنا

سوال: (۲۸) مرہونہ جائداد غیر منقولہ ہبہ ہوسکتی ہے یا نہ؟ (۴۴۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: شئ مرہونہ اجازت مرتہن کے بغیر ہبہ نہیں ہوسکتی، اس قسم کے تمام تصرفات اجازت مرتہن پر موقوف ہیں کذا في کتب الفقه (۲) فقط۔ کتبہ عتیق الرحمن

اور جس وقت شئ مرہونہ کو بہ اجازت مرتہن کسی کو ہبہ کیا جائے گا تو رہن باقی نہ رہے گا اس چیز کو مرتہن کے قبضے سے نکال کر موہوب لہ کو دے دی جائے کیونکہ ہبہ بدون قبضہ کے تمام نہیں ہوتا۔

عزیز الرحمن، مفتی دارالعلوم دیوبند

---

(۱) الشامی ۲۲۶/۴ کتاب النکاح، مطلب فیما یرسله إلی الزوجة.

(۲) والأصل فيه أن تصرف الراهن إذا كان يبطل حق المرتهن لا ينفذ إلا بإجازة المرتهن إلخ (الشامی ۱۰۱/۱۰ كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن والجناية عليه إلخ)

دَین مانع ہبہ نہیں

سوال: (۲۹) دین رہتے ہوئے ہبہ یا ہبہ بالعوض صحیح ہے یا نہ؟ (۱۳۳۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر شرائط ہبہ پائی جائیں گی تو ہبہ صحیح ہوجائے گا؛ دین مانع ہبہ سے نہیں ہے۔ فقط

باپ نے فرضی طور سے بیٹے کے نام پر جو زمین خریدی ہے اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۳۰) زید نے اپنے پسر بکر کے نام ایک اراضی محض فرضی خریدی، اور خود اس پر قابض رہا، اور بعض حصۂ اراضی کو اپنے اختیار سے بیع بھی کیا اور بکر کچھ مانع نہیں ہوا، کیا اب بعد انتقال بکر اس کے مابقی حصہ میں اس کے ورثہ کو کوئی حق حاصل ہے؟ (۱۱۴۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: وہ اراضی جو زید نے اپنے روپے سے خریدی ہے، اور فرضی نام اپنے پسر کا لکھا دیا ہے، چنانچہ پھر خود اس کو فروخت کرتا رہا اور پسر کچھ حارج نہیں ہوا، ملک زید ہے، بکر کے ورثہ کو اس میں سے کچھ حصہ نہیں پہنچتا، البتہ اگر زید کی غرض اس کے نام سے ہبہ کرنا ہو تو چوں کہ پسر موہوب لہ بوقت ہبہ نابالغ تھا تو خود باپ کا قبضہ پسر نابالغ کی طرف سے معتبر ہے، مگر شرائط ہبہ کا تحقق ضروری ہے مثلاً یہ کہ وہ اراضی موہوبہ مشاع و مشترک نہ ہو، اگر شرائط صحت ہبہ متحقق ہوں تو پھر مالک اس زمین کا بکر قرار دیا جائے گا، اور بعد مرنے بکر کے اس کے ورثہ کو ملے گی۔ **قال في الدرالمختار: وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة ...... تتم بالعقد لو الموهوب معلومًا وكان في يده أو يد مودعه. لأن قبض الولي ينوب عنه إلخ**(۱) فقط واللہ اعلم

نابالغ لڑکوں کے نام سے جائداد خریدنا ثبوت ہبہ کے لیے کافی نہیں

سوال: (۳۱) اگر کوئی شخص یعنی بکر اپنے روپے سے نابالغ لڑکوں کے نام جائداد خریدے تو یہ ان

---

(۱) الدرالمختار مع الشامی ۴۳۲/۸ کتاب الهبة.

کے نام سے خریدنا ثبوت ہبہ کے لیے کافی ہے یا نہ؟ اب بکر کا انتقال ہوگیا تو یہ جائداد صرف لڑکوں کی ملکیت ہے یا سب ورثہ اس کے مستحق ہوں گے؟ (۱۳۹۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نابالغوں کے نام جائداد اپنے روپے سے خریدنے سے وہ جائداد لڑکوں کو ہبہ نہیں ہوئی، ہبہ کا ثبوت علیحدہ ضروری ہے کیونکہ بسا اوقات فرضی طور سے اور کسی مصلحت سے دوسروں کے نام خریدی جاتی ہے، محض خریدنا دوسروں کے نام سے ہبہ نہیں ہے، پس وہ جائداد بکر کے ترکہ میں شامل ہوکر جملہ ورثہ کو حسب حصص شرعیہ تقسیم ہوگی۔

ہبہ نامہ میں موہوب لہ کی بیوی کا نام لکھا یا تو موہوب کا مالک کون ہوگا؟

سوال: (۳۲) زید کو اپنے لڑکے عمر کے نام اپنی جائداد ہبہ کرنا مقصود تھا، مگر کسی دنیاوی مصلحت سے ہبہ نامے میں عمر کی زوجہ مسماۃ فاطمہ بی بی کے نام سے لکھ دیا، اس وجہ سے فاطمہ کی حیات میں اور اس کے بعد بھی عمر کل موہوب کی تحصیل وصول کرکے منتفع ہونے لگا؛ شرعاً اس کا مالک عمر ہے یا فاطمہ؟ (۱۳۴۰/۷۵۰ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ جس کا نام ہبہ نامہ میں لکھا گیا ہے مثلاً یہ کہ میں نے فلاں شئ فلاں شخص کو ہبہ کی ہے تو اگر کوئی مانع نفاذ ہبہ سے اس میں نہیں ہے تو وہی مالک اور موہوب لہ ہوگا جس کے نام ہبہ کیا گیا ہے۔ لأن العبرة للألفاظ أي لا للنيات و﴿كُلُّ امْرِىءٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ (سورۂ طور، آیت: ۲۱) فقط

ہبہ شدہ جائداد موہوب لہ اور واہب کے ورثاء میں سے کس کو ملے گی؟

سوال: (۳۳) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین حکم اللہ تعالیٰ کا اس مسئلے میں کیا ہے کہ مسماۃ حشمت النساء بی بی مرحومہ نے اپنی ماں کی متروکہ جائداد کو اپنی حیات میں اپنی اکلوتی پوتی جیلانی بی بی مرحومہ نابالغہ کو ہبہ کردی وہ لڑکی ہبہ کنندہ حشمت النساء کی محافظت میں بیک سال اس ہبہ شدہ جائداد پر قابض ودخیل کار رہ کر اپنی ماں ودادا کے سامنے مرگئی، لڑکی کے انتقال کے چند سال بعد

ہبہ کنندہ حشمت النساء اپنے چچیرے بھائی کو چھوڑ کر مرگئی، اب وہ ہبہ شدہ جائداد جیلانی بی بی مرحومہ کے وارث کو ملے گی یا کہ ہبہ کنندہ حشمت النساء بی بی مرحومہ کے وارث کو پہنچے گی؟ (۴۸۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ہبہ کے جواز کے لیے یہ شرط ہے کہ جائداد موہوبہ مشاع ومشترک نہ ہو، بلکہ منقسمہ ہو، اور موہوب لہ کا قبضہ اس پر ہو گیا ہو، اور اگر موہوب لہ صغیر ہے تو اس کے ولی کا قبضہ ہونا چاہیے، پس صورت مسئولہ میں اگر شرائط صحت ہبہ سب پائی گئی ہیں تو وہ جائداد ملک موہوب لہا یعنی جیلانی بی بی کی ہوگی، اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ یعنی والدہ اور دادا کو پہنچے گی، اس طرح کہ من جملہ تین سہام بعد ادائے حقوق مقدمہ کے ایک حصہ والدہ کو اور دو سہام دادا کو ملیں گے، اور اگر شرائط صحت ہبہ نہیں پائی گئیں مثلاً یہ کہ وہ جائداد موہوبہ مشترکہ تھی یا قبضہ صغیرہ کے ولی یعنی دادا کا نہیں کرایا گیا تو یہ ہبہ صحیح نہیں ہوا اور وہ جائداد ملک مسماۃ حشمت النساء رہی، اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثوں کو ملے گی اگر وارث اس کا سوائے چچیرے بھائی اور کوئی ذوی الفروض وعصبہ اقرب نہیں تو تمام ترکہ بعد ادائے حقوق مقدمہ علی المیراث چچیرے بھائی کو مل جاوے گا۔ فقط

بھائی کے نام ہبہ شدہ جائداد میں بہن کے ورثاء کا کچھ حق نہیں

سوال: (۳۴) زید نے اپنی مسکونہ جائداد اپنے پسر عمرو کے نام ہبہ کر کے عمرو کے قبضے میں دیدی اور ہبہ نامہ لکھ دیا، چنانچہ عمرو مع اپنی والدہ ہندہ اور اپنی حقیقی بہن زینب اس مسکونہ جائداد میں رہتے رہے، بعدہ زید، ہندہ، عمرو وزینب سب فوت ہو گئے کیا زینب کے ورثہ کو اس جائداد میں کچھ حق ہے جو زید نے عمرو کو ہبہ کی تھی۔

الجواب: اگر شرائط صحت ہبہ سب پائی گئیں تو وہ جائداد مسکونہ ملک عمرو ہو گئی، اور اس کے بعد اس کے ورثہ کو حسب حصص شرعیہ ملے گی، زینب کے ورثہ کا اس میں کچھ حق نہیں ہے، اور شرائط صحت ہبہ میں سے یہ ہے کہ وہ جائداد موہوبہ منقسمہ محدودہ ہو، مشاع ومشترک نہ ہو اور قبضہ موہوب لہ کا ہو چکا ہو، قبضہ کا ہونا تو سوال میں درج ہے مگر یہ نہیں لکھا کہ وہ جائداد غیر مشاع ہے۔

ہبہ ایجاب وقبول سے صحیح اور قبضے سے تام ہوتا ہے

سوال: (۳۵) عمر نے اپنی حیات میں قبل ابتلائے مرض موت بدرستی حواس خمسہ بلا کسی جبر واکراہ

کے بموجودگی ورثائے مختلف البطن کے اپنی جائداد غیر منقولہ میں سے ایک مکان مسکونہ خود اپنی اہلیہ ہندہ کو ہبہ کردیا ایسی صورت میں وہ ہبہ کس طرح نافذ ہوگا اور ہبہ مکان ایجاب وقبول سے ہوتا ہے یا کیا؟
(۸۲۵/۳۹-۱۳۴۰ھ)

الجواب: ہبہ ایجاب وقبول سے صحیح ہوتا ہے، اور قبضہ موہوب لہ کا تمام ہونے ہبہ کے لیے شرط ہے۔ درمختار میں ہے: **ورکنها هو الإیجاب والقبول إلخ** (۱) اور قبول کے رکن ہونے نہ ہونے میں اختلاف بھی منقول ہے **وتتم الهبة بالقبض الکامل** (۲)

ہبہ میں قبول ضروری ہے یا قبضہ کافی ہے؟

سوال: (۳۶) زید نے اپنی کچھ جائداد غیر منقولہ اپنی دختر کے نام زبانی ہبہ کردی اور قبضہ موہوب لہا کا کرادیا؛ دریں صورت موہوب لہا کا بوقت ہبہ موجود ہونا اور اس کو قبول کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۶۹۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: شامی نے مبسوط سے نقل کیا ہے: **إن القبض کالقبول في البیع ولذا لو وهب الدین من الغریم لم یفتقر إلی القبول کما في الکرماني، لکن في الکافي والتحفة: أنه — أي القبول — رکن الخ** (۳) (شامی) الغرض اس میں اختلاف ہے کہ ہبہ میں قبول رکن ہے یا نہیں؟ شامی نے آخر میں اس کی تصریح کی ہے کہ موہوب لہ کا قبضہ بجائے قبول کے ہے، پس اگر شرائط صحت ہبہ موجود ہوں مثلاً یہ کہ ہبہ مشاع کا نہ ہو اور موہوب لہ کا قبضہ کرادیا جائے تو ہبہ تمام ہوجائے گا۔ فقط

اُفتادہ زمین کا ہبہ صحیح ہے

سوال: (۳۷)......(الف) ہبہ کے وقت موہوب لہ کو قبضہ دیا جانا واسطے نفاذ وجواز ہبہ کے لازم ہے یا نہیں؟

---

(۱) الدر المختار مع الرد ۸/۴۲۴ کتاب الهبة.
(۲) الدر مع الرد ۸/۴۲۷ کتاب الهبة .
(۳) ردالمحتار ۸/۴۲۵ کتاب الهبة.

(ب) ایسی اراضی افتادہ جس پر کوئی خاص صورت قبضہ کی بحصول کسی قسم کے انتفاع مادی یا غیر مادی کی نہیں ہے، اور محض حق ملکیت کا غذات میں درج ہے؛ وہ ہبہ ہو سکتی ہے اور یہ ہبہ جائز ہوگا یا نہیں؟ (۲۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) لازم ہے۔

(ب) اراضی افتادہ اگر محدود و ممیّز غیر مشاع ہو تو اس کا ہبہ صحیح ہے، اور قبضہ جس قسم کا اراضی پر ہوتا ہے اس پر بھی ہو سکتا ہے انتفاع بذریعہ زراعت وغیرہ قبضہ کے لیے ضروری نہیں ہے۔ فقط

واہب اگر موہوبہ مکان کو خالی نہ کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۸)...... (الف) ہبۂ مکان میں اگر قبضہ کو مشروط کیا جائے تو قبضہ ہونے کی کیا صورت ہے؟ اگر واہب بموجودگی گواہان کے اس امر کا اقرار کرے کہ وہ اس مکان میں ہندہ کی اجازت سے رہتا ہے ان الفاظ سے قبضہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

(ب) یا قبضہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ واہب اپنا کل سامان وہاں سے اٹھالے اور مکان کو خالی کردے؟ (۸۲۵/۳۹-۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف، ب) اس قسم کے الفاظ کہنے سے قبضہ موہوب لہ کا ثابت نہیں ہوتا اور جب کہ خود واہب برابر مکان موہوبہ میں رہتا رہا اور اس کو خالی نہ کیا اور اس میں سے اپنا سامان نہ اٹھایا تو اس صورت میں قبضہ واہب کا ہے موہوب لہ کا قبضہ نہیں ہوا **هٰكذا في الشامي: ولو وهب دارا دون مافيها من متاعه لم يجز إلخ** (۱) (شامی ۵/۵۱۰)

موہوبہ جائداد پر واہب کا خود قابض رہنا

سوال: (۳۹) عمرو نے اپنی کل جائداد میں سے بعد وضع حق ہر ذکور واناث ہر ایک کے نام کچھ نامزد کردیا ہے، لیکن عمرو خود ہی قابض ہے صرف نامزد کردیا ہے تو عمرو کی یہ تقسیم جائز ہے یا نہ؟ (۶۹۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) الشامي ۸/۴۲۸ كتاب الهبة .

الجواب: واہب کا خود قابض رہنا مانع جواز ہبہ کو ہے، یہ بالغ اولاد کے حق میں ہے، نابالغ کے ہبہ میں ولی کا قبضہ مانع نہیں ہے۔

نابالغ موہوب لہ کی طرف سے باپ کا قبضہ کافی ہے

سوال: (۴۰) زید نے اپنے پسران عمرو بکر کو ان کی نابالغی میں ایک رقم عطا کی اور ان کے نام سے ایک علیحدہ حساب قائم کر کے اس رقم کو اپنی تحویل میں جمع رکھا، بعد بلوغ کے پسران نے جن رقموں کے خرچ یا لینے کی خواہش کی یا ان کو ضرورت ہوئی حساب مذکور سے ان کو دی گئی، اب بعد وفات زید مورث کے دوسرے ورثاء اس بات کے خواہشمند ہیں کہ باقی رقم جو اس حساب میں رہ گئی ہے وہ بھی بطور ترکہ کے تقسیم کی جائے آیا شرعاً حساب مذکور کی باقی رقم قابل تقسیم ہے یا نہیں؟ (۳۳/۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ رقم جو عمرو بکر کو ان کے والد زید نے دیدی تھی اور بطریق ولایت ان کی طرف سے اپنا قبضہ اس پر رکھا اور حساب اس کا علیحدہ کر دیا اس میں سے جو کچھ باقی رہا وہ انہیں پسران موہوب لہما یعنی عمرو بکر کا ہے دیگر ورثہ کو اس میں سے کچھ نہ ملے گا کما في الدرالمختار: **وهبة من له ولاية على الطفل فی الجملة ......تتم بالعقد لو الموهوب معلومًا وكان في يده أو يد مودعه**(۱) فقط

باپ کی وفات کے بعد دادا نے نابالغ پوتے کو مکان ہبہ کیا اور اس پر زندگی بھر دادا کا قبضہ رہا تو ہبہ صحیح ہے

سوال: (۴۱) خالد نے اپنے پوتے احمد کے نام جس کا والد گذر گیا تھا ایک مکان بخشش لکھ دیا، عمر پوتا کی اس وقت دس سال تھی، ہبہ کرنے والا خالد جب تک زندہ رہا قبضہ خالد ہی کا رہا اس کے بعد تمام جائداد پر اس میں مکان موہوبہ بھی داخل ہے خالد کے لڑکوں کا قبضہ رہا، اب احمد موہوب لہ کا انتقال ہو گیا گیارہ یا تیرہ برس کی عمر میں، اب ورثائے خالد یہ مکان موہوبہ احمد کے ورثہ کو نہیں دیتے: اس صورت میں ورثہ خالد اس ہبہ سے رجوع کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۹۷۱/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) الدرالمختار مع الشامی ۴۳۲/۸ كتاب الهبة.

الجواب: اس صورت میں ہبہ مکان محدودہ غیر مشاع کا خالد کی طرف سے اس کے پوتے احمد کے لیے صحیح ہوگیا اور قبضہ خالد کا اس کے پوتے احمد کی طرف سے کافی ہوگیا، خالد کی اولاد بعد مرنے خالد کے اس کو رجوع نہیں کر سکتے اور وہ مکان بعد مرنے احمد کے اس کے وارثوں کو ملے گا در مختار میں ہے: **وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة......تتم بالعقد لو الموهوب معلومًا وكان في يده أو يد مودعه لأن قبض الولي ينوب عنه إلخ** (۱)

نابالغ کا ہبہ قبول کرنا درست ہے

سوال: (۴۲) نابالغ کا ہبہ یا قرض لینا دینا درست ہے یا نہ؟ (۲۳۸۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ہبہ کا قبول کرنا درست ہے، اور ہبہ کرنا یا صدقہ کرنا یا قرض دینا درست نہیں ہے (۲) اور قرض جو لیا اس کا دینا اور ادا کرنا ضروری ہے۔ فقط

گونگی بہری عورت کا اشارہ سے ہبہ کرنا

سوال: (۴۳) مسماۃ اشرف خاتون بیوہ سید نادر شاہ اپنی تمام جائداد سید محمد نواز شاہ اپنے قرابت دار کو ہبہ کر کے لاولد اور لاعصبہ فوت ہوچکی ہے، مسماۃ مذکورہ گونگی اور بہری تھی نیز آخر عمر میں نابینا بھی ہوگئی تھی، گواہان کے روبرو قبل از مرض الموت اشارے سے ہبہ کیا ہے؛ یہ ہبہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۷۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر یہ ہبہ صحت میں واقع ہوا، اور جائداد مشاع کا ہبہ نہیں ہے بلکہ شئ موہوبہ منقسمہ محدودہ مقبوضہ ہے، اور موہوب لہ کا قبضہ کرا دیا گیا ہے، تو ہبہ صحیح ہوگیا کیونکہ گونگی بہری کا اشارہ معہودہ مثل تکلم باللسان کے سمجھا جاتا ہے کما قال في الدر المختار: **أو أخرس ولو طارئًا إن دام للموت به يفتى ...... بإشارته المعهودة فإنها تكون كعبارة الناطق استحسانًا إلخ** (۳) فقط

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۴۳۲/۸ کتاب الهبة.

(۲) وشرائط صحتها في الواهب: العقل والبلوغ والملك، فلا تصح هبة صغير إلخ (الدر المختار مع الشامی ۴۲۴/۸ کتاب الهبة)

(۳) الدر المختار مع رد المحتار ۴/۳۳۰-۳۳۱ کتاب الطلاق، مطلب في الحشيشة والأفيون والبنج.

بیٹی اپنا مہر وصول کر کے باپ کو ہبہ کر دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۴) زید نے اپنی بیٹی کی شادی بکر سے کی، اور مہر ایک ہزار وصول کر کے بیٹی کو دیدیا اور اس کو کہا مجھے بخش دے، چنانچہ بیٹی نے اپنے باپ کو دے دیا کیا وہ روپیہ زید پر حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۷۳ھ)

الجواب: ظاہراً حلال ہے(۱) فقط

جو چیز کسی جنیہ کو ہبہ کی گئی ہے اس میں تصرف کرنا

سوال: (۴۵) اگر کوئی چیز کسی جنیہ کو ہبہ کردی جائے تو کیا بلا اذن اس کے اس چیز میں تصرف جائز نہیں ہے؟ (۱۳۴۱/۳۲۷ھ)

الجواب: اگر وہ جنیہ بہ شکل انسان ظاہر ہوا اور اس کو کچھ ہبہ کیا جائے تو حکم اس کا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی انسان کو ہبہ کیا جائے پس بعد قبضہ موہوب لہ کے بدون اس کی رضا اور بدون حکم حاکم کے لینا اس کا اور تصرف کرنا اس میں درست نہیں ہے۔ فقط

میت کو کتابیں ہبہ کر کے واپس لینا

سوال: (۴۶) زید نے عمر سے کچھ کتابیں پڑھنے کے واسطے لی تھیں اس کے بعد زید کا انتقال ہوگیا، جب عمر کو اس کے مرنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی کتابیں معاف کردیں، پھر عمر نے دعوی کر کے اپنی کتابیں لے لیں تو کتابوں کا لینا بعد معاف کرنے کے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۳۰۰ھ)

الجواب: کتابوں کا پہلے معاف کردینا اور پھر لے لینا اس صورت میں درست ہے اس وجہ سے کہ یہ ابراء نہیں ہے کیونکہ ابراء دین سے ہوتا ہے، اور کتابیں اعیان میں سے ہیں اور میت کو یہ ہبہ بھی نہیں ہوسکتا اس لیے کہ میت قابل ملک نہیں ہے، لہٰذا وہ کتابیں ملک مالک میں ہیں اور اگر غرض اس

---

(۱) کیوں کہ بیٹی نے بہ ظاہر رضامندی سے باپ کو ہبہ کیا ہے، مگر چوں کہ باپ کا بیٹی پر باپ ہونے کا دباؤ ہوتا ہے، اس لیے ممکن ہے طیب خاطر نہ ہو، اس لیے احتیاط بہتر ہے ۱۲ سعید احمد پالن پوری

معاف کرنے سے وارثوں کی ملک کرنا ہو تو ابھی یہ معلوم نہیں ہے کہ ورثہ کا قبضہ ہوا یا نہیں؟ قبل قبض ہبہ تمام ہی نہیں ہوتا اور بعد القبض بھی بہ صورت عدم موانع عن الرجوع رجوع صحیح ہے اگرچہ مکروہ ہے۔ فقط

راستے میں کسی نے یہ کہہ کر مال رکھ دیا کہ جو شخص پہلے اٹھائے گا اسی کا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۷) اگر زید نے اپنا مال فی سبیل اللہ اس غرض سے راستہ میں رکھ دیا کہ جو شخص پہلے اٹھالے گا اسی کا ہے، اس صورت میں ہبہ صحیح ہوجائے گا یا نہ؟ شامی کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صحیح ہوجائے گا ولذا قال أصحابنا: لو وضع ماله في طريق ليكون ملكًا للرافع جاز (۱)

(۲۷۰۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ چیز رافع کی ملک ہوجاتی ہے کما صرح به في كتب الفقه (۱) فقط

ہبہ نامے پر موہوب لہ کے دستخط نہ ہوں تب بھی ہبہ صحیح ہے

سوال: (۴۸) اگر ہبہ نامے پر موہوب لہ کے دستخط نہ ہوں تو ہبہ نامہ مسترد ہوگا یا نہیں؟ کیا بہ موجودگی وارث جائز کے کوئی شخص دوسرے شخص کے نام حقدار کا حق زائل کرنے کی غرض سے جائداد موروثی متروکہ کا شرعًا ہبہ کرسکتا ہے؟ یہ ہبہ شرعًا جائز ہوگا یا نہیں؟

ہبہ نامے میں جب یہ الفاظ درج ہوں کہ ''میری زندگی میں اور میرے بعد بھی موہوب لہ مالک ہے اور یہ جائداد موہوب لہ کو بخش دی گئی'' تو یہ الفاظ ہبہ کے الفاظ ہیں یا نہیں؟ (۱۹۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اگر شرائط صحت ہبہ پائی جائیں گی تو ہبہ صحیح ہوجائے گا، اگرچہ یہ امر قبیح اور معصیت ہے کہ وارث کو محروم کرنے کی غرض سے کسی کو ہبہ کیا جائے یا کرایا جائے، اور موہوب لہ کے دستخط نہ ہونے سے ہبہ مسترد نہیں ہوگا، اگر موہوب لہ نے زبانی قبول کرلیا یا قبضہ موہوب پر کرلیا تو ہبہ صحیح ہوجائے گا، اور الفاظ مذکورہ ہبہ کے الفاظ ہیں۔ فقط

---

(۱) الشامی ۸/۴۲۵ کتاب الهبة.

صحت ہبہ کے لیے ہبہ نامے کی رجسٹری کرانا ضروری نہیں

سوال: (۴۹) اگر کوئی شخص خانگی طور پر بموجودگی گواہان کسی کے نام اپنی چیز کا ہبہ نامہ تحریر کردے اور گواہی بھی کرادے، مگر رجسٹری نہیں کرائی یہ ہبہ نامہ معتبر ہے یا نہ؟ (۲۸۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ایسا ہبہ نامہ شرعاً معتبر ہے اور اگر موہوب لہ کا قبضہ اس پر کرادے اور وہ مشاع نہ ہو تو ہبہ تمام ہو جائے گا اور موہوب لہ مالک شئے موہوبہ کا ہو جائے گا رجسٹری ہونا شرعاً ضروری نہیں ہے۔ فقط

جو زمین موہوب لہ کے قبضہ میں ہے وہ سرکاری رجسٹر میں واہب کے نام درج ہے تو اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۵۰) زید نے اپنی وہ زمین جو گورنمنٹ کے رجسٹر میں زید کے نام پر درج ہے عمر کو ہبہ کردی اور عمر نے اس پر قبضہ بھی کرلیا لیکن اب تک رجسٹر میں زید ہی کا نام درج ہے، ایسی حالت میں عمر موہوب لہ قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ (۵۰۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر زید اس زمین کا شرعی طور سے مالک ہے اور اس نے اپنی مملوکہ غیر مشترکہ زمین کو عمر کو ہبہ کیا اور عمر نے زید کی زندگی میں اس پر قبضہ کرلیا تو عمر اس کا مالک ہو گیا اگرچہ رجسٹر سرکاری میں ابھی تک زید کا نام مندرج ہو، اس کی وجہ سے ہبہ میں کچھ فرق نہیں ہوتا، البتہ مالک ہونا واہب کا؛ اور غیر مشاع ہونا زمین موہوبہ کا؛ اور قبضہ موہوب لہ کا شرط ہے کما في الدر المختار: **وتتم بالقبض الكامل إلخ** (۱) فقط

اپنی زندگی میں اولاد کے درمیان جائداد وغیرہ تقسیم کرنے کا طریقہ

سوال: (۵۱) ایک شخص اپنی زندگی میں اولاد کو جائداد تقسیم کرنا چاہتا ہے تو کس طرح تقسیم کرے؟ (۲۵۸۷/۱۳۴۱ھ)

---

(۱) الدر المختار مع الشامی ۸/۴۲۷ کتاب الهبة.

الجواب: اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں اپنی اولاد کو جائداد تقسیم کرنا چاہے تو اس میں فقہاءؒ کے دو قول ہیں: ایک یہ کہ مذکر و مؤنث اولاد کو برابر حصہ دیوے، اور دوسرا قول یہ ہے کہ مذکر کو بہ نسبت مؤنث کے دو چند دیوے۔ فقط

سوال: (۵۲) زید بعد ادائے قرضہ اپنے مال نقد و جنس جائداد کو اپنی حیات میں بہ حصہ شرعی تقسیم کرنا چاہتا ہے جس کے دو لڑکے اور تین لڑکیاں ہیں، اور ایک زوجہ موجود ہے، کس طرح تقسیم کرسکتا ہے؟ (۱۸۹۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جس طرح تقسیم کر دے گا اور علیحدہ علیحدہ حصہ کر کے دیدے گا اور قبضہ کرا دے گا، وہ اس کا مالک ہو جائے گا، لیکن اگر موافق شرع کے تقسیم کرنا چاہے تو سب اولاد کو برابر برابر حصہ دے لڑکی اور لڑکا سب برابر ہوں گے اور زوجہ کو بقدر اس کے حصہ یا موافق ضرورت وحاجت کے دے دیوے درمختار میں ہے: **يسوى بينهم يعطى البنت كالابن عندالثانی وعليه الفتوى** (۱) اور شامی میں کہا ہے کہ برابر کرنا سب اولاد میں بہتر ہے اور افضل ہے تثلیث سے، یعنی اس سے کہ پسر کو دختر سے دو چند دیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۵۳) زید صاحب جائداد ہے اور اس کے چار لڑکے اور دو لڑکی ہیں اور ایک زوجہ ہے، زید نے اپنی زندگی میں بڑے لڑکے کو جو پہلی بیوی سے ہے سترہ بیگھہ پختہ زمین اور مکان رہنے کے لیے بھی علیحدہ کر دیا تھا، اب زید دوسرے بچوں کے درمیان جو دوسری بیوی سے ہیں بقیہ جائداد تقسیم کرنا چاہتا ہے، ان کے حصے میں نو نو بیگھہ آتی ہے، بڑا لڑکا حارج ہے اگر زید بقیہ زمین سے بڑے لڑکے کو نہ دے تو شرعاً ناجائز تو نہیں ہے؟ (۹۸۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ زید بڑے لڑکے کو زیادہ جائداد دے چکا ہے تو اب دوسری اولاد کو اس مقدار تک دینا درست ہے اور اس سے کم ہو تو پھر جواز میں کچھ شبہ نہیں ہے۔ اصل یہ ہے کہ شرعی حکم یہ ہے کہ اولاد کو اگر اپنی زندگی میں مورث کچھ مال و جائداد دینا چاہے تو سب کو برابر دینا چاہیے اس قاعدہ کے موافق دوسری اولاد کو بھی اسی قدر ہر ایک کو دینا چاہیے جس قدر بڑے لڑکے کو دیا ہے اور بہ مجبوری جس قدر موجود ہے ان کو تقسیم کر دے بڑے لڑکے کو اس میں کچھ دخل دینے اور منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ فقط

---

(۱) الدر مع الرد ۴۴۴/۸ كتاب الهبة .

سوال: (۵۴) ...... (الف) مورث اس خیال سے کہ بعد مرگ اولاد میں مقدمہ بازی نہ ہو سکے جائداد لڑکوں میں تقسیم کردی اور صحرائی جائداد کی قطعات کی تخمینا قیمت لگا کر لڑکوں اور لڑکیوں میں علیحدہ علیحدہ کردی تو مورث گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ (۱۹۰۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

(ب) مورث کی زندگی میں اولاد اپنی رضامندی سے حقیت (ملکیت) کو آپس میں تقسیم کرلیں اور مورث اسی کے موافق تحریر کردے تو مورث گنہ گار ہوگا یا نہیں؟

الجواب: (الف) قطع منازعت کی وجہ سے اگر مورث نے اپنی حیات میں جائداد اپنی اولاد کو تقسیم کردی تو یہ بہت اچھا ہے، اور درمختار میں ہے کہ اگر مورث اپنی حیات میں اپنی جائداد اور ترکہ اولاد کو تقسیم کرے تو افضل یہ ہے کہ لڑکے اور لڑکی کو برابر حصہ دیوے۔ **لابأس بتفضیل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب وکذا في العطایا إن لم یقصد به الإضرار وإن قصده یسوی بینهم یعطی البنت کالابن عند الثاني وعلیه الفتویٰ إلخ.** شامی میں ہے: **قوله: (وعلیه الفتویٰ) أی علی قول أبي یوسف من أن التنصیف بین الذّکر والأنثیٰ أفضل من التثلیث الذی هو قول محمدؒ، رملی** (۱)

(ب) اگر سب وارث بالغ ہوں اور رضائے باہمی سے جائداد تقسیم کرلیں اور مورث اسی تقسیم کے مطابق تحریر کردے تو یہ بھی جائز اور مستحسن ہے۔

اولاد کو ہبہ کرنے کے سلسلے میں حنفیہ کا مذہب

سوال: (۵۵) عبدالجلیل نے اپنے بڑے لڑکے نابالغ کے نام مبلغ دو ہزار دو سو تینتالیس (۲۲۴۳) روپیہ اور چھوٹے لڑکے کے نام مبلغ سات سو اکاون (۷۵۱) روپیہ ڈاک خانہ میں جمع کیا، گویا اپنے نزدیک ہبہ کردیا، میں نے کتاب فقہ محمدیہ طریقۂ احمدیہ، مصنفہ مولوی محی الدین صاحب لاہوری کی دیکھی اس میں یہ لکھا ہے کہ اولاد کو ہبہ کرنا جائز ہے لیکن سب کو برابر دینا واجب ہے اگر ایک کو کم اور ایک کو زیادہ دیا، یا ایک کو دیا اور دوسرے کو بالکل نہ دیا تو یہ ہبہ باطل ہے، اور اپنے بیٹے کو ہبہ کرکے رجوع کرنا جائز ہے، یہ دونوں باتیں صحیح ہیں یا نہ؟ (۶۶۱/۱۳۶۴۳ھ)

---

(۱) الدر والرد ۴۳۴/۸ کتاب الهبة.

الجواب: کتاب مذکور میں جو یہ لکھا ہے کہ بصورت برابر نہ کرنے کے ہبہ باطل ہوجاتا ہے یہ مذہب حنفیہ کا نہیں ہے، حنفیہ کا مذہب اس بارے میں یہ ہے کہ اولاد میں سے کسی ایک کو دینا اور دوسرے کو نہ دینا یہ بے شک ممنوع اور مکروہ ہے، بلکہ جملہ اولاد کو دیوے اور اس میں دو قول ہیں کہ پسر اور دختر کو برابر دے یا بہ حساب للذکر مثل حظ الأنثیین دے، اوّل قول امام ابو یوسفؒ کا ہے اور دوسرا قول امام محمدؒ کا ہے، اور فتوی امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے، اور اگر ایک کو دے اور دوسرے کو نہ دے تو جس کو دیا وہ مالک ہوجائے گا مگر دینے والا گنہ گار ہوگا کہ اس نے سب کو نہ دیا، اور نیز کتاب مذکور میں جو یہ لکھا ہے کہ باپ اپنے بیٹے کو ہبہ کرکے لوٹا سکتا ہے اور واپس لے سکتا ہے یہ بھی حنفیہ کے مذہب کے خلاف ہے، حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ ذی رحم محرم کو جو کچھ ہبہ کیا گیا وہ واپس نہیں لے سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: **وفي الخانية: لابأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار وإن قصده يسوى بينهم يعطى البنت كالابن عندالثانى وعليه الفتوى ولووهب في صحته كل المال للولد جازوأثم الخ. وفي الشامي: قوله وعليه الفتوى أي على قول أبي يوسف من أن التنصيف بين الذكر والأنثىٰ أفضل من التثليث الذى هو قول محمدؒ إلخ (۱) (شامی)** اور موانع رجوع عن الہبہ میں لکھا ہے: **والقاف: القرابة فلووهب لذى رحم محرم منه ...... لايرجع إلخ (۲) (درمختار)**

بیٹے کو بہ نسبت بیٹی کے زیادہ دینا

سوال: (۵۶) ایک عورت اپنی زندگی میں اپنے بیٹے اور بیٹی کو جائداد تقسیم کرنا چاہتی ہے، اور چونکہ خود بیٹے کی شرکت میں رہنا چاہتی ہے اس لیے بیٹی کی بہ نسبت بیٹے کو زیادہ دینا چاہتی ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۲۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: مصلحت مذکورہ کی وجہ سے ایسا کرنا درست ہے، اور بعض فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ بیٹے کو بہ نسبت دختر کے دُگنا دینا چاہیے یعنی ﴿لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۱) فقط

(۱) الدر والرد ۴۳۴/۸ کتاب الهبة.

(۲) الدرمع الرد ۴۴۳/۸ کتاب الهبة ، باب الرجوع في الهبة.

بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو زیادہ دینا کب درست ہے؟

سوال: (۵۷) میرے تین لڑکے ہیں، دولڑکے بڑے برسر روزگار ہیں، تیسرا چھوٹا لڑکا میرے پاس ہے جواب تک بوجہ ہماری خدمت کے بے کار رہا اور مقروض بھی ہے، وہ کہتا ہے کہ نصف جائداد مجھ کو دیدو تاکہ میں اس کو فروخت کر کے قرض ادا کروں اور باقی سے تجارت کروں یہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۲/۹۷۳ھ)

الجواب: اگر ضرورت مذکورہ کی وجہ سے چھوٹے بیٹے کو زیادہ دے دیا جائے کہ وہ صاحب حاجت ہے تو یہ شرعاً درست ہے۔ درمختار میں ہے: کہ اگر دوسرے پسر کا اضرار مقصود نہ ہو بلکہ زیادتی حاجت کی وجہ سے ایک پسر کو زیادہ دے دیا جائے تو یہ درست ہے اور اس میں مؤاخذہ اخروی نہیں ہے **وفي الخانية: لابأس بتفضيل بعض الأولاد في المحبة لأنها عمل القلب وكذا في العطايا إن لم يقصد به الإضرار إلخ (۱) (درمختار) فقط**

نافرمان لڑکے کو محروم کرنا

سوال: (۵۸) ایک لڑکا اپنے باپ کا نافرمان اور گستاخ ہے باپ چاہتا ہے کہ اس کو اپنی جائداد سے محروم کردے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۷۸۳ھ)

الجواب: ایسا نہ کرنا چاہیے اپنے پسر کو اپنی جائداد سے محروم نہ کرنا چاہیے اور اس کے لیے دعا کرنی چاہیے کہ وہ باپ کی خدمت کرے اور فرماں برداری کرے، نافرمانی کا گناہ اس کے ذمہ ہے۔ لیکن اگر اس کو محروم کیا گیا تو قطع میراث کا گناہ باپ کو ہوگا اور حدیث شریف میں ہے: **من قطع ميراث وارثه قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة الحديث (۲)**

سوال: (۵۹) ایک لڑکے نے اپنے باپ کو گالیاں دیں اور یہ کہا کہ تیرے منہ میں کیڑے پڑیں تو حرام کا ہے وغیرہ وغیرہ ایسے بے ادب لڑکے کو باپ اپنی ملکیت میں سے حصہ دینا نہیں چاہتا اور وہ اپنی

---

(۱) الدر مع الرد ۴۳۴/۸ كتاب الهبة.

(۲) مشكوٰة المصابيح ص: ۲۶۶ باب الوصايا.

ملکیت دوسرے لڑکوں کو تقسیم کرنا چاہتا ہے، یہ دینا درست ہے یا نہ؟ (۲۵۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: ماں باپ کو اف کہنا بھی منع ہے، قرآن شریف میں ہے: ﴿وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا أُفٍّ﴾ (سورۂ بنی اسرائیل، آیت:۲۴) پس ماں باپ کو گالی دینا اور سب وشتم کرنا اور ان کی نافرمانی کرنا کبیرہ گناہ ہے اور حدیث شریف میں ہے: **لایدخل الجنة عاق أو کما قال صلّی اللّٰه علیه وسلّم** (۱) یعنی ماں باپ کا نافرمان جنت میں نہ داخل ہوگا یعنی دخول اوّلی اس کو نصیب نہ ہوگا، **أو هو محمول علی الاستحلال** لیکن بایں ہمہ باپ کو نہ چاہیے کہ دوسری اولاد کو مال تقسیم کردے اور اس کو محروم کرے، یہ جائز نہیں ہے اور اس کو آنحضرت ﷺ نے جور اور ظلم فرمایا ہے۔ فقط

بے نمازی اور آوارہ لڑکے کو محروم رکھنا

سوال: (۶۰) ایک لڑکا نماز نہیں پڑھتا اور کبوتر بازی وغیرہ کرتا ہے اس کا باپ اس کو اپنی جائداد سے محروم کر کے اس کے حصے کو دوسرے بیٹوں کے نام کردے؟ یا اور کسی کار خیر میں صرف کردے؟

(۸۱۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس لڑکے کو میراث سے محروم نہ کرنا چاہیے یہ بڑا سخت گناہ ہے اس کے واسطے دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کرے باقی میراث سے محروم نہ کرے کیونکہ حدیث شریف میں ہے: **من قطع میراث وارثه قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة أو کما قال صلّی اللّٰه علیه وسلّم** (۲) یعنی جس شخص نے اپنے وارث کی میراث قطع کی اور اس کو محروم کردیا اللہ تعالیٰ اس کو جنت کی میراث سے محروم فرماوے گا۔ فقط

بیٹی کو محروم رکھ کر پوتوں کو جائداد ہبہ کرنا

سوال: (۶۱) ایک شخص کی تین لڑکیاں اور دو لڑکے تھے، اور اس شخص نے سب کی شادیاں

---

(۱) عن عبداللّٰه بن عمرو رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: لایدخل الجنة منّان ولاعاق ولا مدمن خمر. رواه النسائی والدارمي (مشکوٰة المصابیح ص: ۴۲۰ کتاب الآداب باب البر والصلة)

(۲) مشکاة المصابیح ص:۲۶۶ باب الوصایا.

کردیں، اتفاقاً دونوں بیٹے اور دو بیٹیاں اس شخص کے سامنے فوت ہوگئیں، اس شخص نے اپنا حصہ جدی ترکہ اپنے دونوں پوتوں کے نام ہبہ کردیا، اور بیٹی کو جو موجود تھی کچھ حصہ نہ چھوڑا؛ صورت مذکورہ بالا میں کچھ حصہ از روئے شرع اس لڑکی کا بھی ہے؟ (۴۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ترکہ بعد مرنے مورث کے شرعاً تقسیم ہوتا ہے اور اس میں دختر (بیٹی) اور پوتے سب حق دار ہیں، مورث کی زندگی میں کسی وارث کا حق مورث کے مال میں نہیں ہوتا یعنی بطور وراثت کے، لہٰذا اگر پوتوں کو ترکہ جدی دیدے گا وہ مالک ہوجائیں گے۔ لیکن ہبہ جائز ہونے کی یہ شرط ہے کہ ہبہ مشاع کا نہ ہو یعنی جو جائداد وغیرہ ہبہ کی جاوے وہ منقسمہ ہو مشترک نہ ہو، اور ہر ایک پوتا کو علیحدہ علیحدہ تقسیم کرکے دے اور قبضہ بھی کرادیوے، اگر وہ نابالغ ہیں تو دادا ہی کا قبضہ کافی ہے، بہر حال منقسمہ اور محدودہ ہونا مکان وزمین موہوبہ کا ضروری ہے، اگر ایسا نہ ہوا بلکہ مشترک کا ہبہ کیا گیا تو وہ شرعاً صحیح ونافذ نہیں ہوا توڑ دیا جائے گا، اور یہ فعل اس شخص کا کہ پوتوں کو دیا بیٹی کو نہ دیا صریح ظلم ہے اور معصیت ہے، حدیث شریف میں اس کو جور فرمایا ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

بیٹے کی موجودگی میں کل جائداد پوتے کو ہبہ کرنا

سوال: (۶۲) ایک شخص زید مورث نے اپنے بیٹے عمر کی موجودگی میں اپنی جائداد اپنے پوتے ـــــ یعنی پسرِ عمر ـــــ بکر کے نام بذریعہ ہبہ اس اندیشے سے منتقل کردی کہ عمر مقروض ہے مبادا میرے بعد جائداد نیلام ہوجائے یہ ہبہ بنام بکر جائز ہے یا نہ؟ (۱۶۲۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر شرائط صحتِ ہبہ ـــــ یعنی غیر مشاع ہونا موہوبہ کا، اور قبضہ موہوب لہ کا اگر وہ بالغ ہے یا قبضہ اس کے ولی کا اگر وہ نابالغ ہے ـــــ پائی گئیں تو ہبہ صحیح ہے۔ هٰكذا في كتب الفقه (۲) فقط

---

(۱) عن النعمان بن بشير رضى الله عنه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: ألك بنون سواه؟ قال: نعم، قال: فكلهم أعطيت مثل هذا؟ قال: لا، قال: فلا أشهد على جور (الصحيح لمسلم ۳۷/۲ كتاب الهبات، باب كراهة التفضيل بعض الأولاد في الهبة)

(۲) وشرائط صحتها في الموهوب أن يكون مقبوضًا غير مشاعٍ مميزا غير مشغولٍ (الدرمع الرد ۴۲۴/۸ كتاب الهبة)

لايتم حكم الهبة إلامقبوضة ويستوى فيه الأجنبى والولد إذاكان بالغًا. هكذا في المحيط =

بھتیجے کو محروم رکھ کر تمام جائداد نواسے کو دینا

سوال: (۶۳) ایک عورت اپنے بھتیجے کے ہوتے ہوئے اپنے نواسے کو اپنی تمام جائداد یا دو ثلث یا ایک ثلث دینا چاہتی ہے یہ جائز ہے یا نہ؟ (۵۲۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: بھتیجے کو بالکل محروم کر دینا اور تمام جائداد نواسے کو دے دینا مکروہ اور مذموم ہے مناسب یہ ہے کہ ایک ثلث نواسہ کو دے دے یا وصیت کر جائے اور باقی بھتیجے کو دیدے۔

بیٹوں کے نام ہبہ کی ہوئی جائداد میں بیٹیوں کو تنسیخ ہبہ کا حق ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۴) ایک شخص نے اپنی جائداد صرف بیٹوں کے نام ہبہ کر دی تو بیٹیوں کو تنسیخ ہبہ کا حق ہے یا نہیں؟ (۱۲۵۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر ہبہ بقاعدہ شرعیہ صحیح ہو چکا ہے یعنی یہ کہ ہبہ مشاع کا نہیں ہے اور قبضہ موہوب لہم کا علیحدہ علیحدہ ان کے حصے پر کرا دیا ہے تو دختران کو تنسیخ ہبہ کا دعوی شرعاً نہیں پہنچتا اگر چہ واہب اس فعل میں گنہ گار رہوا، مگر ہبہ صحیح ہو گیا منسوخ نہیں ہو سکتا، اور اگر ہبہ ناتمام رہا مثلاً یہ کہ تقسیم کر کے ہبہ نہیں کیا گیا یا قبضہ نہیں ہوا تو وہ ہبہ باطل ہے اس صورت میں لڑکیوں کو بھی بقدر حصہ پہنچے گا، دعوی ان کا اس حالت میں صحیح ہے۔ فقط

غیر وارث کو اپنا تمام مال ہبہ کرنا

سوال: (۶۵) زید نے بحالت صحت وارث کی موجودگی میں غیر وارث کو اپنے تمام مال ومتاع کا مالک بنا دیا یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۶۸/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اگر بذریعہ ہبہ مالک بنایا ہے تو اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر ہبہ مشاع کا نہیں ہے تو صحیح

= (الفتاوى الهندية ۴/ ۳۷۷ كتاب الهبة ، الباب الثانى فيما يجوز من الهبة وما لا يجوز)

وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة ...... تتم بالعقد ، لوالموهوب معلومًا وكان في يدهٖ أو يد مودعهٖ ، لأن قبض الولي ينوب عنه (الدرالمختارمع الشامى ۸/۴۳۲ كتاب الهبة)

ونافذ ہے، اور اگر ہبہ مشاع کا ہے تو صحیح نہیں ہے، اور یہ امر شرعاً مذموم اور ممنوع ہے کہ وارثوں کو محروم کردے اور تمام مال غیر شخص کو دیدے، حدیث شریف میں اس پر وعید وارد ہے(۱) فقط

فوت شدہ لڑکے کا حصہ اس کی بیٹی اور بیوہ کو دینا

سوال: (۶۶) زید کے چار لڑکے تھے، ۱۷ سال ہوئے دو کا انتقال ہوگیا، ایک ان میں شادی شدہ تھا، اور ایک لڑکی دو ماہ کی چھوڑی، زید اپنی جائداد میں سے اگر اس کے باپ کے حصے میں سے اس کی عورت اور لڑکی کو دیدے تو کیسا ہے؟ (۲۳۰۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: زید اپنی زندگی میں اپنی جائداد مکسوبہ وجدی کا مالک ومختار ہے اس کو ہر ایک قسم کے تصرف وانتقال کا اپنی حیات میں اختیار ہے، لہٰذا اگر زید اپنی جائداد میں سے اپنے پسر متوفی کی دختر اور بیوہ کو کچھ حصہ دیدے تو یہ جائز ہے، اور شرعاً زید کو یہ حق ہے، اور زید اس میں کچھ گنہ گار نہ ہوگا، اور بہ نیت صلہ رحمی ایسا کرنے سے زید کو ثواب ہوگا۔ فقط

مکان ہبہ کرکے اس کا عوض لینا اور یہ شرط لگانا کہ تاحیات میں قابض رہوں گا

سوال: (۶۷) ایک شخص نے اپنا مکان زید کے نام ہبہ کیا اور پچاس روپیہ عوض میں موہوب لہ سے لے لیے اور یہ بھی شرط ہبہ نامہ میں تحریر ہے کہ تاحیات میں قابض رہوں گا بعد وفات میرے موہوب لہ کا قبضہ ہوگا ایسی صورت وشرط میں ہبہ جائز ہوا یا نہ؟ (۲۵۱۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: شرعاً ہبہ صحیح نہیں ہوا کیونکہ یہ ہبہ بشرط العوض ہوا کہ جو اگرچہ انتہاءً بیع کے حکم میں ہے، مگر ابتداءً ہبہ ہی کا حکم رکھتا ہے، جس میں فی الحال موہوب لہ کے قبضہ کی ضرورت ہے اور وہ اس صورت میں نہیں پایا گیا، شامی نے خانیہ سے نقل کیا ہے: **وهب لرجل عبدًا بشرط أن يعوضه ثوبًا إن تقايضا جاز و إلا لا (۲) (شامی ۴/۵۱۶) وفي الخانية: فإن كانت الهبة بشرط العوض يشترط**

---

(۱) وعن أنس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: من قطع میراث وارثهٖ قطع اللّٰه میراثه من الجنة یوم القیامة. رواه ابن ماجة (مشکاة المصابیح ص: ۲۶۶، باب الوصایا)

(۲) الشامی ۸/۴۴۰ کتاب الهبة .

لها شرائط الهبة في الابتداء ...... ولا يثبت بها الملك قبل القبض إلخ (۱)(خانية ۳/۲۷۰)

وفي الهداية: و إذا وهب بشرط العوض اعتبر التقابض في المجلس في العوضين ويبطل بالشيوع لأنه هبة ابتداءً إلخ (۲)

دَینِ مہر کے عوض بیوی کو اپنی جائداد ہبہ کرنا اور شرط لگانا

سوال: (۶۸) اگر شوہر بعوض دین مہر کے اپنی زوجہ کو جائداد ہبہ کردے اور ہبہ نامہ میں یہ شرط لکھے کہ زوجہ کو بلا میری رضامندی کے بیع وہبہ کا اختیار نہیں اس شرط سے ہبہ میں نقصان ہوگا یا کیا؟ اگر زوجہ اس جائداد موہوبہ کو فروخت کرے تو بیع ہو جائے گی یا نہیں؟ اور شوہر کے قرابت دار کو کہ وہ بھی شریک فی المبیع ہے، حق شفعہ ہے یا نہیں؟ (۴۵۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ہبہ کرنا بعوض دین مہر کے یہ بیع ہے، اور بیع شرط فاسد سے فاسد ہوجاتی ہے، اور بیع فاسد میں بعد قبضہ کے مبیع ملک مشتری میں داخل ہو جاتی ہے، لیکن اگر عورت نے بعد قبضہ کے اس جائداد کو فروخت کیا، بیع ہو جائے گی اور شریک فی المبیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

ہبہ بالعوض میں عوض کا مجہول ہونا

سوال: (۶۹) زید نے اپنی بیوی ہندہ سے کہا کہ اب میری آخری حالت ہے، طبیعت ناساز اور بدن میں ہمیشہ ضعف لاحق رہتا ہے، ارادہ ہے کہ بقیہ زندگی سیر وسفر میں بسر کروں گا، اگر تم ۷۵ روپیہ سالانہ ہم کو دیتی رہو تاحین حیات تو ہم اس کے بدلے کل جائداد ہبہ بالعوض کردیں گے، مگر مشاہرہ مذکورہ کو ہر سال کے آخری مہینے میں جہاں میں ہوں بھیج کر وصولیابی حاصل کرلیں، اور ہماری وفات کے بعد مشاہرہ مذکورہ کو فی سبیل اللہ خیرات کرتے رہنا، اور یہ ہبہ بالعوض تمہاری وفات کے بعد تمہارے ورثاء کو منتقل ہوگا، پس زوجین کی رضامندی پر ہبہ نامہ ہوا یہ ہبہ بالعوض ہے یا کیا؟ (۲۷۷۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: قال في الهداية: وإذا وهب بشرط العوض اعتبر التقابض في المجلس في

---

(۱) الفتاوى الخانية مع الهندية ۳/۲۷۹ كتاب الهبة ، فصل في العوض.

(۲) الهداية ۳/۲۹۱ كتاب الهبة ، باب ما يصح رجوعه وما لايصح .

العوضين و يبطل بالشيوع لأنه هبة ابتداءً فإن تقابضا صح العقد وصار فى حكم البيع يرد بالعيب وخيار الروية ويستحق فيه الشفعة لأنه بيع انتهاءً إلخ(۱)(۲/ ۲۸۸-۲۸۹) وفي الدرالمختار: وإذاوقعت الهبة بشرط العوض المعين فهى هبة ابتداءً فيشترط التقابض في العوضين ويبطل العوض بالشيوع فيما يقسم ، بيع انتهاءً فترد بالعيب وخيار الروية وتؤخذ بالشفعة هذا إذا قال: وهبتك على أن تعوضنى كذا أما لوقال: وهبتك بكذا فهو بيع ابتداءً وانتهاءً وقيد العوض بكونه معينًا لأنه لو كان مجهولاً بطل اشتراطه فيكون هبةً ابتداءً وانتهاءً إلخ (۲) پس عبارت درمختار لأنه لو كان مجهولاً بطل اشتراطه إلخ سے معلوم ہوا کہ ہبہ مذکورہ میں اشتراط عوض مجہول باطل ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ اس صورت میں عوض مجہول ہے کیونکہ مشاہرہ کس قدر وصول ہوگا اس کی مقدار معلوم نہیں اس لیے کہ عمر کی مدت معلوم نہیں ہے، لہٰذا جو کچھ مشاہرہ تا حیاتِ شوہر عورت اس کو دے گی وہ ہبہ مبتدئہ ہوگا، اور بعد مرنے شوہر کے وصیت صحیح نہ ہوگی اور عورت کے ذمے خیرات کرنا اس مقدار مشاہرہ کا واجب نہ ہوگا پس معلوم ہوا کہ نہ یہ وقف ہے اور نہ وصیت صحیحہ ہے۔ فقط

ہبہ سے رجوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۰) زید نے عمر کو ایک مکان ہبہ کر دیا اور ہبہ نامہ بھی لکھ دیا، اب زید اپنے ہبہ سے رجوع کرنا چاہتا ہے کیا شرعًا کر سکتا ہے؟ اور رجوع ہبہ کی کیا صورتیں ہیں؟ (۹۷۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ہبہ کرنے کے بعد اگر کوئی مانع عن الرجوع نہ پایا جائے تو عندالحنفیہ واہب اپنے ہبہ کو رجوع کر سکتا ہے یعنی بحکم حاکم یا بتراضی طرفین رجوع کر سکتا ہے لیکن لوٹانا ہبہ کا مکروہ ہے، اور چند امور مانع ہیں رجوع سے، اگر ان میں سے کوئی امر پایا گیا تو پھر رجوع نہیں ہو سکتا، ان موانع میں سے واہب کی موت بھی ہے، پس اگر واہب فوت ہو گیا تو اس کے وارث رجوع نہیں کر سکتے، في الدرالمختار: والميم موت أحد العاقدين إلخ (۳) اور ان موانع میں سے قرابت قریبہ بھی ہے مثلاً باپ یا دادا اپنی

(۱) الهداية ۳/ ۲۹۱ كتاب الهبة ، باب ما يصح رجوعه وما لا يصح.
(۲) الدرالمختارمع الرد ۸/ ۴۴۵ كتاب الهبة، باب الرجوع عن الهبة.
(۳) الدرالمختارمع ردالمحتار ۸/ ۴۳۹ كتاب الهبة ، باب الرجوع في الهبة.

اولاد اور اولاد کی اولاد سے ہبہ کو نہیں لوٹا سکتا کذا في الدر المختار (۱)

بھائی کو اپنی جائداد وغیرہ ہبہ کرکے واپس لینا جائز نہیں

سوال: (۱۷)......(الف) زید نے اپنے بھائی بکر کو اپنی کچھ جائداد منقولہ وغیر منقولہ از قسم اراضی و مکان وحیوانات بہ معاوضہ احسانات گذشتہ ہبہ کرکے جائداد موہوبہ پر بکر موہوب لہ کا قبضہ بھی کرادیا، شرط ہبہ یہ تھی کہ بکر تا حیاتِ زید، زید کی کفالت کرے اور زید کی دختر کی شادی بھی اپنے صرفہ سے کرے بعد تحریر ہبہ نامہ وقبضہ بکر نے تعمیل شرائط ہبہ نہ کی بلکہ خلاف ورزی کی، بدیں وجہ زید نے ہبہ سے رجوع عملی اس طرح کیا کہ جائداد موہوبہ پر پھر قابض ہوگیا، پس کیا ایسی صورت میں زید کو شرعاً ہبہ سے رجوع کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اور ایسے رجوع وقبضہ کے متعلق شرعاً کیا حکم ہوگا؟

(ب) زید کا اپنے بھائی بکر کے احسانات گذشتہ کے عوض جائداد کا ہبہ کرنا شرعاً ہبہ بلاعوض کے حکم میں داخل ہوگا یا ہبہ بالعوض کے؟ (۳۵۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) اس صورت میں زید جائداد موہوبہ کو اپنے بھائی موہوب لہ سے رجوع نہیں کرسکتا کیونکہ مانع عن الرجوع قرابت قریبہ بھی ہے کذا في الدر المختار (۲)

(ب) ہبہ نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہبہ بالعوض ہے (۳) فقط

---

(۱) ويمنع الرجوع فيها حروف ''دمع خزقه'' يعني الموانع السبعة الآتية فالدال: الزيادة المتصلة .... والميم: موت أحد العاقدين .... والعين : العوض .... والخاء : خروج الهبة عن ملك الموهوب له .... والزاى : الزوجية وقت الهبة .... والقاف : القرابة فلو وهب لذى رحم محرم منه نسبا ...... لايرجع ...... والهاء : هلاك العين الموهوبة الخ (الدر المختار مع ردالمحتار ۸/ ۴۳۷-۴۴۴ كتاب الهبة – باب الرجوع في الهبة)

(۲) والقاف : القرابة ، فلو وهب لذى رحم محرم منه نسبًا .... لايرجع (الدر المختار مع الشامى ۸/ ۴۴۳ كتاب الهبة – باب الرجوع في الهبة)

(۳) اور ہبہ بالعوض میں بھی رجوع نہیں ہوسکتا، پس صورت مسئولہ میں رجوع کے لیے دو مانع ہیں: قرابتِ محرمہ اور ہبہ کا بالعوض ہونا ۱۲ سعید احمد پالن پوری

شوہر نے بیوی کو جو چیزیں ہبہ کی ہیں ان کو زبردستی واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۲) زید نے ایک رقم از قسم نقد اپنی زوجہ ہندہ کو اور نیز کچھ جائداد از قسم زمین داری ومکان وباغ وغیرہ دے دیا، مگر عرصہ دراز کے بعد ناخوش ہوکر اس نقد کو زبردستی واپس لے لیا، گو ہندہ واپس دینے پر رضامند نہ تھی اور یہی حالت زمینداری کی ہے یہ فعل زید کا شرعاً کیسا ہے؟ آیا وہ ہندہ سے بزور واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۴۱۳ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **العائد في هبته كالكلب يعود في قيئه ليس لنا مثل السوء رواه البخاری عن ابن عباس رضی الله عنه** (۱) اس سے معلوم ہوا کہ لوٹانا ہبہ کا ممنوع و مکروہ ہے (۲) **وهٰكذا في كتب الفقه** (۳)

پوتی کو اپنی جائداد ہبہ کرکے واپس لینا جائز نہیں

سوال: (۷۳) ایک عورت کا ایک پسر و دختر (بیٹا اور بیٹی) زندہ ہیں اور اس نے اپنی پوتی کے نام اپنی کل جائداد ہبہ کردی، اور پوتی سے یہ معاہدہ ہوگیا تھا کہ اس کے معاوضہ میں تاحین حیات تیری، تجھ کو روٹی کپڑا دوں گی؛ تو موہوب لہا نے اس کے عوض میں کچھ نہیں دیا، لہٰذا واہبہ جائداد موہوبہ کو واپس کرنا اور رجوع کرنا چاہتی ہے اس صورت میں رجوع جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۹۲۷ھ)

الجواب: ہبہ مذکورہ میں اگر شرائط صحت ہبہ پائی گئی ہیں مثلاً یہ کہ ہبہ مشاع کا نہیں ہوا تو وہ ہبہ صحیح ہوگیا، اور عوض چونکہ مجہول تھا، لہٰذا یہ شرط باطل ہوئی اور چونکہ یہ ہبہ ذی رحم محرم کو ہوا لہٰذا رجوع اس میں صحیح نہ ہوگا، **قال في الدرالمختار: وقيد العوض بكونه معينًا لأنه لو كان مجهولاً بطل**

---

(۱) صحيح البخاری ۱۰۳۲/۲ كتاب الحيل، باب في الهبة والشفعة.

(۲) بلکہ زوجیت بھی موانع رجوع میں سے ہے، اس لیے رجوع جائز ہی نہیں ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۳) في الفتاوى الغياثية: الرجوع في الهبة مكروه في الأحوال كلّها الخ (الفتاوى الهندية ۳۸۵/۴ كتاب الهبة - الباب الخامس في الرجوع في الهبة وفيما يمنع عن الرجوع و مالايمنع)

اشتراطه فیکون هبةً ابتداءً وانتهاءً إلخ (۱) وأیضًافیه: فلو وهب لذی رحم محرم منه نسبًا ...... لایرجع (۲) فقط

زیادتی متصلہ کے بعد ہبہ سے رجوع کرنا درست نہیں

سوال: (۷۴) زید نے اپنا ایک مکان معہ کچھ حصہ زمین متصلہ کے عمر کو روبروئے گواہان تحریری ہبہ کر دیا، عمر نے قابض ہو کر مکان تعمیر شدہ کی مرمت کرا کر زمین متصلہ فاضلہ میں بھی مکان تعمیر کرلیا، تو صورت مسئولہ میں زید عمر سے اشیائے موہوبہ کو شرعًا واپس لے سکتا ہے یا نہ؟ (۱۹۶۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں زید عمر سے اشیائے موہوبہ مذکورہ واپس نہیں لے سکتا، لأن الزیادة المتصلة کالبناء والغرس مانعة عن الرجوع قال فی الدرالمختار: أی من الموانع فالدال الزیادة المتصلة الخ کبناء وغرس إلخ (۳) فقط

مطلقہ عورت کو جائداد ہبہ کر کے واپس لینا

سوال: (۷۵) زید نے اپنی زوجہ کو طلاق دیدی اور مہر ادا کر دیا اور اس عورت کے نام کچھ جائداد (برائے) نان ونفقہ میں تحریر کردی تو بعد طلاق وادائیگیٔ مہر کے وہ عورت مستحق نان ونفقہ کی شرعًا رہے گی یا نہیں؟ اور وہ جائداد شوہر واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۷۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: طلاق کے بعد اگر زمین اور جائداد دی ہے تو وہ بطور ہبہ عورت کی مملوک ہوگئی، اب زبردستی اور قانونی طور سے شوہر واپس نہیں لے سکتا، رضامندی سے واپس ہو جائے تو بکراہت لینا جائز ہے۔

باپ نے بیٹے کو جو مکان ہبہ کر دیا اس کو باپ کسی ضرورت کی وجہ سے بھی واپس نہیں لے سکتا

سوال: (۷۶) زید کے باپ نے ایک مکان زید کے نام خریدا اور اس کو دے دیا اب کسی

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۸/۴۴۵ کتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة.
(۲) الدرمع الشامی ۸/۴۴۳ کتاب الهبة، باب الرجوع في الهبة.
(۳) ملخصًا عن الدرالمختار مع الشامی: ۸/۴۳۷-۴۳۸ کتاب الهبة، باب الرجوع عن الهبة.

ضرورت سے باپ زید سے اس مکان کو واپس لے سکتا ہے اور اس کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۵۰۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو مکان زید کو دیدیا گیا اور زید کے نام خریدا گیا وہ زید کی ملک ہے اس کو زید کا باپ واپس نہیں لے سکتا اور بدون زید کی اجازت کے اس کو فروخت نہیں کر سکتا۔

ایک دوست نے دوسرے دوست کو جو چیز دی ہے نااتفاقی کے بعد اس کو واپس لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۷) اگر دو شخصوں کے درمیان ایسی دوستی ہو کہ وہ اپنی چیز ایک دوسرے کو دیدیتے ہیں اگر ان میں نااتفاقی ہو جائے تو وہ اپنی چیز کے مستحق ہیں یا کہ نہیں؟ اور اپنی چیز ایک دوسرے سے وصول کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴۰۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر ہر ایک نے اپنی چیز دوسرے کو ہبہ کر دی تھی تو وہ بعد قبضہ مالک ہو گیا اس کا واپس لینا اچھا نہیں ہے، اور جو معاوضہ اس کا لے چکا ہے یعنی اس نے بھی اس کے معاوضہ میں کچھ چیز اس کو ہبہ کی تو پھر واپس لینا جائز بھی نہیں، اور اگر ہر ایک نے دوسرے کو بطور عاریت واستعمال اپنی چیز دی تھی تو اس کو واپس لے سکتا ہے، اور مانگنے کے بعد نہ دینے والا گنہ گار اور ماخوذ ہوگا۔

بدکار عورت نے حرام مال سے جو زمین خریدی ہے اس کو قرآن شریف کے عوض ہبہ کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۸) زن کاسبہ نے مال حرام سے زمین خریدی تھی، اب اس کو بعوض قرآن شریف و تسبیح ہبہ کرتی ہے آیا ہبہ درست ہے یا نہیں؟ اور اس میں اہانت قرآن شریف کی لازم آتی ہے یا نہیں؟ اور اگر اس مسئلہ میں کچھ حیلہ کر لیا جائے تو موہوب لہ کو یہ ہبہ درست ہو جائے گا یا نہیں؟ (۸۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: زن کاسبہ نے مال حرام سے جو زمین خریدی تھی اس کی وہ مالک ہو گئی، مگر خباثت اور برائی اس میں ضرور ہے، پھر جب اس زمین کو ہبہ کیا یا فروخت کیا تو موہوب لہ یا مشتری اس کا مالک

ہوگیا، اور اس میں اہانت قرآن شریف کی معاذ اللہ نہیں ہے، اور اس زمین کے ہبہ یا بیع کرنے کے لیے کسی حیلے کی ضرورت نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس ہبہ نامے کے تمام گواہ فوت ہو چکے ہوں یا نہ ہوں وہ معتبر ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۹)......(الف) ایک ہبہ نامہ ایسے وقت کا لکھا ہوا ہے جب کہ تمام گواہ وشاہد وغیرہ سب فوت ہو چکے لیکن وہ ہبہ نامہ قاضی کے دفتر میں محفوظ ہے موہوب لہ کا قبضہ بھی جائداد موہوبہ پر رہا ہے؛ کیا ایسا ہبہ نامہ ثبوت میں لیا جا سکتا ہے؟

(ب) اگر کوئی شخص عدالتِ شرع میں ایسا کاغذ پیش کرے جس کے گواہ نہ ہوں اور نہ وہ قاضی کے دفتر سے نکلا ہوا اور وہ کاغذ اس کاغذ کا مخالف ہو جو قاضی کے دفتر سے نکلا ہو تو ایسا کاغذ قابل تسلیم ہے یا نہ؟ (۱۴۰۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) ایسا ہبہ نامہ معتبر ہو سکتا ہے اور ثبوت میں پیش ہو سکتا ہے۔

(ب) ایسا کاغذ شرعاً معتبر نہیں ہے۔ فقط

فالج زدہ شخص کا اپنی جائداد میں بیع، ہبہ، محابات وغیرہ تصرفات کرنا

سوال: (۸۰) زید پر فالج گرا اور کئی ماہ تک زید اسی مرض میں مبتلا رہا، اور علاج کراتا رہا، خدا نے اپنا فضل کیا، پھر صحت ہوگئی، لیکن یہ مرض جس پر آتا ہے اکثر بعد صحت کے بھی عود کرتا ہے، اس لیے احتیاطاً زید نے سفر وغیرہ سے، باہر آنے جانے سے پرہیز کیا، اور اس زمانے میں اس نے اپنی جائداد اپنے لڑکوں کے نام بہت ارزاں قیمت پر بیع کردی تاکہ لڑکیوں کو ترکہ اس جائداد مبیعہ سے کچھ نہ مل سکے، اور بیع کرنے کے بعد چونکہ لڑکے نابالغ تھے، اور کاروبار تجارت سے ناواقف تھے اس لیے بحیثیت ولی ہونے کے زید خود ہی انتظام کرتا رہا، اور بعوض اس انتظام کے مبلغ سو روپے ماہوار تنخواہ لیتا رہا، اسی طریقہ پر دو سال یا اس سے زائد کام کرتا رہا، پھر دوبارہ فالج گرا اور کئی ماہ تک رہا، پھر بھی افاقہ ہوگیا، لیکن اس مرتبہ ایسا ہوا کہ اب کام وغیرہ نہیں کرسکتا تھا، پھر فالج گرا اور مرض بڑھتا گیا اور انجام کار زید جاں بر نہ ہوا، زید نے جو تصرف بیع وغیرہ صحت کی حالت میں کیا ہے، اور اس کے بعد بحیثیت ملازمت

تجارت کا کاروبار بھی بہت دنوں تک کرتا رہا یہ جائز و نافذ ہوگا یا نہیں؟ (۶۴۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: زید نے جو تصرف اپنی جائداد میں بیع، ہبہ ومحابات وغیرہ کا اپنی صحت میں کیا وہ تصرف صحیح ہے، لیکن زید بوجہ اس غرض فاسد کے کہ لڑکیوں کو جائداد مذکورہ میں سے حصہ نہ ملے عاصی وآثم ہوا کما في الدر المختار: ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز وأثم إلخ (۱) اور واضح ہو کہ بیان سائل کے موافق زید جو کہ مفلوج ہوا اور علاج کے بعد اس کو افاقہ اور صحت ہوگئی اور دو سال تک اسی حالت پر رہا اور اس حالتِ افاقہ وصحت میں اس نے بیع مذکورہ محابات کے ساتھ یعنی کم قیمت کے ساتھ کی تو اس حالت میں زید بہ حکم اصحاء ہے، اور بیع ومحابات وہبہ وغیرہ اس کے وارثوں کے نام صحیح ہیں قال في الدر المختار: والمقعد والمفلوج والمسلول إذا تطاول ولم يقعده في الفراش كالصحيح ثم رمز شح (أي شمس الأئمة الحلوانی) حد التطاول سنة انتهٰى وفي الشامی: وفسر أصحابنا التطاول بالسنة فإذا بقی على هذه العلة سنةً فتصرفه بعدها كتصرفه في حال صحته إلخ (۲) (شامی ۲/ ۵۲۱) ـــــ وفيه أيضًا عن الهندية: المقعد والمفلوج مادام يزاد مابه كالمريض فإن صار قديمًا ولم يزد فهو كالصحيح إلخ (۲)

پس جب کہ زید مذکور دو برس تک حالت افاقہ میں رہا، اور زیادتی مرض میں اس عرصہ میں نہ ہوئی تو وہ بہ حکم صحیح ہے، اور تصرف اور تبرع اس کا نافذ ہے، البتہ اگر اس کے مرض میں برابر زیادتی ہوتی رہتی اور درمیان میں صحت اور افاقہ نہ ہوتا، اور بہ حالت زیادتیٔ مرض ہی وہ بیع مذکور کرتا تو صحیح نہ ہوتی۔ فقط

سوال: (۸۱) زید کئی برس مرض فالج وغیرہ میں مبتلا رہا ہے، مرض کے زمانے میں درمیان درمیان کچھ کچھ افاقہ بھی ہوتا رہا، اور مرض کی دوری بھی ہوتی رہی، اور افاقہ کے زمانے میں زید قریب قریب صاحب فراش رہا، یعنی بلا امداد دوسروں کے؛ گھر کے اندر بھی چلنا پھرنا نہیں ہوسکتا تھا، عرصہ تک جب یہی حالت رہی اور مرض میں برابر زیادتی ہوتی گئی اور زید کو اپنی صحت سے مایوسی ہوگئی تو جائداد متروکہ (تقسیم) شرعی سے بچانے کے لیے زید نے ایک بیع نامہ جائداد کا اپنے لڑکوں کے نام لکھ دیا، بیع نامہ میں جس قیمت پر جائداد کا فروخت کرنا لکھا گیا ہے وہ اصل قیمت سے بہت کم ہے؛ آیا ایسی حالت میں جب کہ زید اپنی صحت سے مایوس ہو چکا تھا اور بیمار تھا اور اس مرض میں انتقال بھی ہوا، زید

(۱) الدر المختار مع الشامی ۸/ ۴۳۴ كتاب الهبة، قبل باب الرجوع في الهبة.
(۲) الدر المختار والشامی ۵/ ۷ كتاب الطلاق، باب طلاق المريض.

نے جو بیع نامہ ایک بہت بڑی جائداد کا نہایت کم قیمت پر اپنے لڑکوں کے نام صرف اس غرض سے کردیا کہ دوسرے ورثہ کو حصۂ شرعی نہ ملے یہ بیع نامہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور دوسرے ورثہ کو حصۂ شرعی اس جائداد سے ملے گا یا نہیں؟ (۶۴۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اقول وباللہ التوفیق: مرض فالج وغیرہ امراض مزمنہ میں اگر ایک برس یا اس سے زیادہ کوئی مریض رہے، اور اس عرصہ میں برابر مرض کو زیادتی نہ ہوتی رہی ہو بلکہ مرض ٹھہرا رہا ہو زیادہ نہ ہوا ہو اور اسی حالت میں وہ کوئی تبرع وتصرف بیع و ہبہ ومحاباۃ وغیرہ کا وارثوں کے لیے کرے تو یہ تصرفات اس کے صحیح ہیں اور وہ شخص شرعاً مریض بہ مرض الموت نہیں سمجھا جاتا اگرچہ بعد میں دوبارہ مریض ہو کر اور مرض زیادہ ہو کر وہ فوت ہوجائے **كما في ردالمحتار: وفسر أصحابنا التطاول بالسنة فإذا بقي على هذه العلة سنة فتصرفه بعدها كتصرفه في حال صحته الخ وفي الهندية أيضًا: المقعد والمفلوج مادام يزاد مابه كالمريض فإن صار قديمًا ولم يزد فهو كالصحيح في الطلاق وغيره كذا في الكافي وبه أخذ بعض المشائخ وبه كان يفتي الصدر الشهيد ...... وحاصله أنه إن صار قديما بأن تطاول سنةً ولم يحصل فيه ازدياد فهو صحيح إلخ(۱) (۲/ ۵۲۱) فقط**

ہبہ بہ شکل بیع کا حکم

سوال: (۸۲)......(الف) جب کوئی شخص کسی کے نام غیر منقولہ جائداد مکان وغیرہ کو ہبہ کرنا چاہتا ہے تو بوجہ قانون عدالتی کے اس کو بیع نامہ کی صورت میں لاکر شئ مبیعہ کے زرِ ثمن کو موہوب لہ کے نام ہبہ کرتا ہے اور اگرچہ اس بیع نامہ میں تقابض البدلین تحریر میں آتا ہے لیکن بیشتر تقابض البدلین نہیں ہوتا بلکہ یہ الفاظ صرف تحریر میں لائے جاتے ہیں مثلاً بائع یہ لکھتا ہے کہ میں نے فلاں مکان فلاں جائداد بعوض اس قدر روپے کے بیع کی، اور زرِ ثمن بوجہ شفقت پدری کے معاف کردیا چوں کہ مقصود واہب کا صرف اس جائداد کا بنام موہوب لہ ہبہ کرنا ہوتا ہے تو صورت مذکورہ میں یہ طریق عمل شرعاً بیع کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا یا ہبہ کے ساتھ؟

(ب) اور اگر وہ جائداد غیر منقولہ مثلاً مکان ہے، اور واہب نے ہبہ کرنے کے بعد اس کو خالی نہیں

---

(۱) الشامی ۵/ ۷ کتاب الطلاق – باب طلاق المریض.

کیا، اور موہوب لۂ کو اس پر قبضہ نہیں دیا تو یہ ہبہ شرعًا شمار ہوگا یا نہیں؟

(ج) اور اگر اس مکان کا ایک جزو مثلاً ثلث واہب نے ہبہ کیا، اور موہوب لۂ کو یہ معلوم نہیں کہ ثلث کون سی جانب کا ہے اور اس پر قبضہ نہ ہوا تو ایسی صورت میں یہ ہبہ صحیح ہوگا یا نہیں؟

(د) اگر کسی نے ایک مکان کا جزو کسی صغیر سن بچہ کے نام بطریق مذکور بیع کر کے زرِ ثمن بلا تقابض اس صغیر سن بچہ کو ہبہ کر دیا، اور وقت بیع نامہ کے کوئی ولی صغیر سن بچہ کا؛ زرِ ثمن کے دادوستد (دینے اور لینے) کے لیے نہ تھا صرف بائع نے ازخود کاغذ بیع نامہ رجسٹری کرا دیا؛ یہ ہبہ یا بیع صحیح ہے یا نہ؟

(۱۷۲۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف - ج) اس صورت میں یہ معاملہ بیع سمجھا جائے گا، اور زرِ ثمن کا ہبہ یعنی اسقاط ہوگا، بیع میں تقابض البدلین شرط نہیں ہے، صرف ایجاب وقبول سے بیع ہو جاتی ہے، مثلاً بائع کہے کہ میں نے اس چیز کو بیع کیا، اور مشتری کہے: میں نے قبول کیا، اگر چہ مبیع پر قبضہ مشتری کا ہنوز نہ ہوا ہو اور ثمن ادا نہ کیا گیا ہو، اور بیع میں شیوع بھی مانع نہیں ہے؛ ثلث اور ربع مکان کی بیع ہو سکتی ہے، اگر چہ وہ ثلث اور ربع متعین نہ کیا گیا ہو، الغرض جب کہ یہ معاملہ بیع سمجھا گیا تو پھر کوئی امر امور مذکورہ سہ نمبر سوالات میں سے حارج اور مانع بیع سے نہیں ہے۔

(د) اگر باپ اپنے نابالغ پسر کے ہاتھ بیع کرے تب تو باپ کا صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ میں نے اپنے فلاں بیٹے کے نام یہ چیز بیع کی؛ قبول کی بھی ضرورت نہیں ہے، اور اگر کوئی غیر کسی غیر بچہ کے ہاتھ فروخت کرے تو اس کی طرف سے قبول کرنا اس کے ولی کا شرط ہے قبضہ کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ بیع صرف ایجاب وقبول زبانی سے منعقد ہو جاتی ہے، اگر چہ مشتری کا مبیع پر قبضہ نہ ہوا ہو، اور ثمن معاف بھی ہو سکتا ہے، شامی میں ہے: **وهو معنى مافي الفتح: من أن ركنه الإيجاب والقبول إلخ** (۱) **وفي الدرالمختار: وينعقد أيضًا بلفظ واحدٍ كما في بيع القاضي والوصي والأب من طفله إلخ** (۲) اور ولی کا ہبہ کرنا بھی بلا قبض موہوب لہ کافی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے: **وهبة من له ولاية على الطفل في الجملة إلخ تتم بقبض وليه إلخ** (۳)

---

(۱) الشامي ۷/۱۰ كتاب البيوع – مطلب في بيع المكره والموقوف .
(۲) الدرمع الرد ۷/۳۲ كتاب البيوع – مطلبٌ في انعقاد البيع بلفظ واحدٍ من الجانبين .
(۳) الدرالمختارمع الشامي ۸/۴۳۲ كتاب الهبة .

بہن بہ خوشی متروکہ جائداد میں سے اپنا حصہ بھائیوں کودیدے اور لادعوی لکھ دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۳) رابعہ نے بخوشی خاطر جائداد سکنائی کا اپنا حصہ برادران حقیقی کو دے دیا، اور اپنے حقوق سے بذریعہ دستاویز کے لادعوی لکھ دیا تو یہ جائداد برادران کے حق میں شمار ہوگی یا کیا؟ اور رابعہ کا لادعوی لکھ دینا بیع ہے یا ہبہ؟ (۱۱۹۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: لادعوی لکھ دینا کسی وارث کا اپنے حصۂ شرعی سے موجب بطلان حصہ شرعیہ کا نہیں ہے، پس رابعہ بدستور اپنے حصہ موروثہ کی مالک ہے، الاشباہ والنظائر کے حاشیہ میں ہے: **وفيه التصريح بأن إبراء الوارث من إرثه في الأعيان لايصح . وقد صرحوا بأن البراءة من الأعيان لاتصح. ومن دعوى الأعيان تصح الخ وفيه أيضًا: ضابطته: أنه إن كان ملكًا لازمًا لم يبطل بذلك كمالو مات عن ابنين فقال أحدهما: تركت نصيبي من الميراث، لم يبطل لأنه لازم، لايترك بالترك إلخ** (۱) (۲/۱۶۰) یہ لادعوی لکھ دینا رابعہ کا نہ بیع ہے اور نہ ہبہ صحیحہ، بیع اس وجہ سے نہیں ہے کہ معاملہ بیع کا اور ایجاب وقبولِ بیع کا نہیں کیا گیا، نہ ثمن معین کیا گیا، اگر ہوتا تو ہبہ بالعوض ہوتا مگر ہبہ بوجہ شیوع کے باطل ہوا، اور تخارج میں داخل نہیں ہوسکتا کیونکہ بدل کچھ معین نہیں کیا گیا۔

سرکار نے جو زمین رعایا کو دے دی اس کی پیداوار حلال ہے

سوال: (۸۴) جس زمین کو گورنمنٹ نے رعایا کو قبضہ کرادیا ہے یعنی سروے سیٹلمنٹ (Survey Settlement) ہوگیا ہے، اور رعایا کو پرچہ پٹی بھی حاصل ہے، ایسی زمین کی پیداوار کیسی ہے؟ (۲۰۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جائز اور حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) **غمز عيون البصائر على شرح الأشباه والنظائر المعروف ب "شرح الحموى" ۳/۵۳-۵۴ الفن الثالث – الجمع والفرق – ما يقبل الإسقاط من الحقوق و مالايقبل. المطبوعة: إدارة القرآن والعلوم الإسلامية ، باكستان .**

کتاب الإجارة

اجارے کا بیان

اجارہ کی حقیقت

سوال: (۱) اجارہ کی حقیقت اور اس کے صحیح ہونے کی حقیقت و شرائط کیا ہیں؟
(۱۲۶۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اجارہ صحیحہ کی حقیقت یہ ہے کہ اراضی وغیرہ کو مثلاً اجرت معینہ پر مدت معینہ تک مستأجر کے حوالہ کردے۔ فقط

صحت اجارہ کے لیے مدت اور اجرت کی تعیین ضروری ہے

سوال: (۲) اگر کوئی شخص اپنی زمین کو مثلاً پانچ من دھان کے عوض میں ایک سال کے لیے یا زائد ازیں دوسرے شخص کو دے دیوے اور یہ شرط کرے کہ خواہ زمین میں کچھ پیدا ہو یا نہ ہو بہر صورت دھان ادا کرنا پڑے گا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۶۱۴/ ۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: عقد اجارہ کی صحت کے لیے تعین مدت وتعین اجرت و منفعت شرط ہے، مواجر اور مستأجر کی طرف سے جب اجر و مدت کی تعیین ہوگئی تو اب صحت اجارہ میں کوئی کلام نہیں، پس صورت مسئولہ میں یہ عقد صحیح ہے مستأجر کے ذمے اجرت معینہ کا ادا کرنا ضروری ہے۔ **وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين لأن جهالتهما تفضى إلى المنازعة إلخ (درمختار) ويعلم المنفعة ببيان المدة إلخ (۱)**

---

(۱) الدرمع الرد ۹/۷-۸ كتاب الإجارة .

سوال: (۳) زید نے ایک قطعہ زمین عمر کو دھان بونے کے لیے دی کہ زید کو پندرہ من دھان دیوے یہ معاملہ شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۷۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: زمین کو اگر مزارعت پر دیا جائے اور مزارعت کی تعریف یہ ہے کہ **عقد علی الزرع ببعض الخارج** (۱) (درمختار) تو یہ صورت ناجائز ہے کیونکہ مزارعت کی صحت کی شرط یہ بھی ہے و **بشرط الشركة في الخارج ...... فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة إلخ** (۲) اور اگر زمین کو اجارہ پر کسی کو دیا جائے کہ وہ اس میں زراعت کرے اور مالک زمین اجرت میں پندرہ من دھان مثلاً مقرر کرے تو بطریق اجارہ یہ معاملہ صحیح ہے کیونکہ اجرت معین ہے اور اجارہ کی تعریف یہ ہے کہ **تمليك نفع مقصود من العين بعوض إلخ** (۳) **وكل ماصلح ثمنًا......صلح أجرة الخ وشرطها كون الأجرة والمنفعة معلومتين إلخ** (۴) (درمختار) پس جس طریق سے یہ عقد کیا ہے اس کے موافق حکم جاری ہوگا۔

سوال: (۴) تالاب میں سنگھاڑوں کی بیل ڈالنے کے لیے زمیندار سے جو معاملہ کیا جاتا ہے یہ عقد اجارہ میں داخل ہے یا نہیں؟ اور سنگھاڑہ کی خرید وفروخت کیسی ہے؟ (۹۸۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: سنگھاڑوں کی بیل کسی کے تالاب میں ڈالنے اور بونے کا معاملہ اجارہ میں داخل ہے، اور جب کہ اجرت ومدت وغیرہ معلوم ہو تو ظاہر ہے کہ یہ اجارہ صحیح ہے اور سنگھاڑوں کی خرید وفرخت درست ہے۔

شرط فاسد سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے

سوال: (۵) زید لڑکوں کو اس معاہدہ پر تعلیم دیتا ہے کہ اس سال میں کوئی امتحان گورنمنٹ کا مثلا انٹرنیس یا مڈل کلاس اردو میں شریک ہونے کی قابلیت پیدا ہوجاوے گی، اور اپنی اجرت اس طرح پر طے کرتا ہے کہ مثلا دس یا پندرہ روپیہ ماہوار لیتا ہے، اور مبلغ ۴۰ یا ۵۰ روپیہ کی رقم معین کرکے اقرار کرالیتا ہے کہ بشرط کامیابیٔ امتحان پانے کا مستحق ہوگا، اگر لڑکا امتحان میں کامیاب نہ ہو یا شریک امتحان نہ

---

(۱) الدرمع الشامي ۳۳۰/۹ أول كتاب المزارعة .

(۲) الدرمع الشامي ۳۳۳/۹ أوائل كتاب المزارعة .

(۳) الدر والرد ۶/۹ أوائل كتاب الإجارة .

(۴) الدر والرد ۷/۹-۸ أوائل كتاب الإجارة .

ہوسکے تو اس معاہدہ کی رقم میں سے زید کچھ بھی نہیں لے گا؛ یہ اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۲۵۸۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایسا اجارہ شرعاً فاسد ہے، درمختار میں ہے: **تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد فكل ما أفسد البيع مما مرّ يفسدها كجهالة مأجور أو أجرة أو مدة أو عمل وكشرط طعام عبدٍ وعلف دابة إلخ** (۱) اور حکم اجارہ فاسدہ کا یہ ہے کہ اجر مثل اس میں لازم ہوتا ہے، پس ایسے معلم کی جو کچھ تنخواہ ماہوار عرفاً ہوتی ہے شرعاً وہ اس کے پانے کا مستحق ہے، فقط

سوال: (۶) زید نے بکر سے اراضی اجارہ پر لی اور یہ شرط لگائی کہ جو درخت اراضی میں ہیں زید کو ان کے کاٹنے کا اختیار ہے اور درختوں کے عوض کوئی معاوضہ مقرر نہیں کیا گیا، اب اجارہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ کیا زید ان درختوں کو فروخت کرسکتا ہے؟ اور ان درختوں کے معاملہ میں کونسا عقد تصور ہوگا؟ کیونکہ اجارہ کا عقد صرف منافع پر ہوتا ہے، اور یہ بیع موقوف کی صورت ہوگی یا فاسد کی؟ (۴۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شرط مذکور سے یہ اجارہ فاسد ہوگیا **كما في الدر المختار: تفسد الإجارة بالشروط المخالفة لمقتضى العقد** (۱) پس جب کہ اجارہ فاسد ہوگیا تو زید کو درخت مذکور کاٹ کر اپنے کام میں لانا جائز نہیں ہے، اور فروخت کرنا بھی ان درختوں کو جائز نہیں ہے، اگر زید فروخت کرے گا تو بکر مالکِ اشجار کی اجازت پر بیع موقوف رہے گی، اگر اس نے بیع کو جائز رکھا بیع صحیح ہوجاوے گی اور قیمت بکر کو دینی چاہیے، بعد اجازت بکر مشتری کو ان درختوں میں تصرف درست ہے۔

مدت ختم ہونے سے پہلے اجارہ فسخ کرنا

سوال: (۷) زید نے عمر سے کچھ زمین دس سال کے لیے اس شرط پر لی کہ دس سال میں ایک سو روپیہ دوں گا، اور ہر سال دس روپیہ وضع ہوتے جائیں گے، اس شرط پر نو سال تک زمین کی زراعت کھائی، اب عمر کہتا ہے کہ تمہارے ایک سال کے دس روپیہ مجھ سے واپس لے لو اور میری زمین مجھے واپس کردو، آیا یہ دس روپیہ لے کر زمین مذکور واپس کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۷۶/۱۳۴۲ھ)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۵۴/۹ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة.

الجواب: کل مدت اجارہ جب کہ دس سال ہے تو عمر زید کو نو برس میں زمین چھڑانے پر مجبور نہیں کرسکتا، البتہ اگر دونوں راضی ہوجائیں تو فسخ اجارہ مذکورہ قبل از مدت معینہ یعنی نو برس کے بعد درست ہے، دس روپیہ عمر سے واپس لے کر زید زمین اس کے حوالہ کر دیوے۔ فقط

سوال: (۸) زید نے اپنی زمین کی اجرت بیس روپیہ مقرر کر کے مدت دس سال کے لیے بکر کو اجارہ پر دیا اور بیس روپیہ پیشگی لے لیے، بعد پانچ سال کے بیس روپیہ میں سے دس روپیہ علی الحساب زمین کی اجرت منہا کر کے باقی دس روپیہ پھیر دیا، کیا اس قسم کا اجارہ دینا اور پھر بعد مدت پانچ سال اجرت زمین منہا کر کے مابقیہ دس روپیہ مستاجر کو واپس کر دینا از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۶۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر موجر نے رضائے مستاجر سے ایسا کیا ہے تو صحیح ہے، متعاقدین ہر وقت اپنی رضا سے فسخ عقد کا اختیار رکھتے ہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ اس طرح کی یہ تمام کاروائی فسخ اجارہ ہی سمجھی جائے گی، اس کے بعد عقد اجارہ باقی نہیں رہا، اور اگر مستاجر اس پر راضی نہ تھا تو پھر تنہا زید کو بغیر کسی عذر شرعی کے فسخ اجارہ کا اختیار نہیں، جس قدر مدت کہ وقت عقد مقرر کی گئی تھی اتنی مدت تک فریقین کے حق میں یہ اجارہ لازم ہو چکا تھا، نہ تنہا زید کو نہ صرف بکر کو قبل انقضائے مدت اس کے فسخ کا حق حاصل ہے۔

سوال: (۹) اگر کوئی شخص ایک بیگھہ زمین بہ حساب دس روپیہ سالانہ تین سال کے لیے لے کر ۳۰ روپیہ دے دیوے تو بعد ایک دو سال کے اجارہ فسخ اور باقی روپیہ واپس ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۲۵۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں اگر مستأجر اور موجر دونوں ایک یا دو سال کے بعد فسخ اجارہ پر راضی ہوں اور مستأجر زمین واپس کردے اور موجر روپیہ واپس دیدے تو یہ لینا اور دینا درست ہے۔ فقط

سوال: (۱۰) زید نے ایک زمین دس برس کے واسطے بحساب دس روپیہ سالانہ سو روپیہ میں عمر کو اجارہ پر دی اور سو روپیہ پیشگی لے لیا، اور زید نے یہ شرط یا وعدہ کرلیا کہ اگر میں چار پانچ برس کے بعد باقی روپیہ دیدوں تو زمین واپس دینا ہوگا؛ یہ اجارہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور مدت معینہ سے پہلے اجارہ فسخ کرنا صحیح ہے یا نہ؟ اگر صحیح ہے تو مستأجر کو مابقی سے زیادہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۳۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: دس روپیہ سالانہ اجرت کے حساب سے ایک سو روپیہ میں دس برس کے لیے زمین کا اجارہ ہوا، اس میں یہ تو متعاقدین کو اختیار ہے کہ اگر دونوں راضی ہوں تو بجائے دس برس کے مثلاً پانچ برس میں اجارہ کو فسخ کردیں، لیکن جس مدت میں اجارہ فسخ کریں اسی مدت کا روپیہ موجر مستأجر سے لے سکتا ہے، زیادہ لینے کی شرط کرنا یا زیادہ لینا درست نہیں ہے مثلاً پانچ برس کے بعد اجارہ فسخ ہو تو پچاس روپیہ لے سکتا ہے زیادہ لینے کا اس کو کوئی حق نہیں ہے اور زیادہ لینے کی شرط مفسد اجارہ ہے۔

مدت اجارہ پوری ہونے سے پہلے کرایہ دار مکان چھوڑنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۱) زید مسجد کے مکان مین کرایہ سے رہتا ہے، متولی نے ایک سال کے لیے کرایہ نامہ لکھ دیا تھا جس کے اٹھارہ روپیہ ہوتے ہیں، کرایہ دار سال سے پہلے ہی مکان چھوڑنا چاہتا ہے اس صورت میں چونکہ مسجد کا صریح نقصان ہے اسی وجہ سے متولی کرایہ دار سے سال تمام کا کرایہ طلب کرتا ہے حالاں کہ کرایہ دار غیر مستطیع ہے اس صورت میں حکم شرعی کیا ہے؟ (۱۹۶۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں سال بھر کا کرایہ کرایہ دار سے لینا چاہیے کیوں کہ یہ عذر فسخ اجارہ کا شرعًا نہیں ہے۔ **أما لو أراد التحول إلی حانوت آخر هو أوسع أو أرخص إلخ لم یکن عذرًا إلخ(۱) (شامي) وفي الدرالمختار: فیجب الأجر لدار قبضت ولم تسکن إلخ(۲) فقط**

کرایہ دار مفلس ہوجائے تو اجارہ فسخ کرسکتا ہے

سوال: (۱۲) کسی شخص نے دکان کرایہ پر لی اور ایک سال کا وعدہ بھی کرلیا کہ ایک سال تک کرایہ نامہ بھی لکھ لیا، پھر مستأجر مفلس ہوگیا جس کی وجہ سے اس نے مالک دکان کو نوٹس بھی دے دیا کہ میں نے آج سے دکان چھوڑ دی، لیکن مالک دکان نہیں مانتا ہے اور کہتا ہے کہ ہم ایک سال کا کرایہ لیں گے

(۱) ردالمحتار ۹۶/۹ کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر لیس عذرًا في الفسخ.
(۲) الدرمع الشامي ۱۴/۹ أوائل کتاب الإجارة.

اور مستأجر ایک سال کا بھی کرایہ نہیں دے سکتا ہے، اب یہ فرمائیے کہ شخص مذکور کو نوٹس کی تاریخ تک کرایہ دینا واجب ہے؟ یا سال بھر تک کا ہے؟ (۱۹۶۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مستأجر کے مفلس ہوجانے کو فقہا نے اعذار فسخ اجارہ میں شمار فرمایا ہے یعنی اگر کرایہ دار مفلس ہوگیا کہ سامان تجارت اس کے پاس نہ رہا اور کرایہ دینے کی طاقت نہ رہی تو وہ اجارہ کو فسخ کرسکتا ہے، اور مالک دکان یا متولی اس کو مجبور نہیں کرسکتا، پس اگر کرایہ دار واقعی مفلس ہوگیا ہے اور اس نے دکان چھوڑ دی ہے اور سامان اس کے پاس نہ رہا تو نوٹس کے وقت سے یعنی جب سے اس نے دکان خالی کردی اور اطلاع کردی ہے کرایہ دکان کا اس کے ذمے واجب نہیں رہا اور اجارہ فسخ ہوگیا۔ درمختار میں ہے: وبعذر إفلاس مستأجر دكان ليتجر إلخ (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اجارہ پر دی ہوئی زمین اجارہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے کسی اور کے ہاتھ بیچ دینا

سوال: (۱۳) بکر کی زمین زید کے پاس دس سال کو ٹھیکہ پر تھی اور روپیہ ٹھیکہ کا بکر نے زید سے پیشگی وصول کرلیا، زید کے پاس وہ زمین تین سال رہی، بکر نے پھر اس زمین کو عمر کے ہاتھ بیع کردی اور عمر زید کے عزیزوں میں تھا، عمر نے زید سے کہا کہ سات سال کا ٹھیکہ جو تمہارا بقایا ہے وہ مجھ سے وصول کرلینا، اس نے کہا کہ دے دو، عمر نے کہا کہ اس وقت روپیہ تیار نہیں مگر جلدی ہی ادا کروں گا، زید نے کہا کہ تیری خوشی جب ہوگا دے دینا خواہ نہ دینا، پھر عمر نے کہا کہ میں غریب نہیں ہوں جلدی ہی ضرور ادا کروں گا، اب کئی سال ہوچکے اور روپیہ بھی عمر کے پاس موجود ہے اور لوگوں سے زمین خریدتا ہے اور زید جب سات سال کا ٹھیکہ کا روپیہ مانگتا ہے تو عمر کہہ دیتا ہے کہ جب ہوگا دوں گا، اس کا کچھ گناہ عمر کے ذمے ہوگا یا نہیں؟ (۷/۹۵-۱۳۴۰ھ)

الجواب: جو زمین ایک مدت کے لیے کسی کو اجارہ پر دی ہے، اس مدت کے گذرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا بلا اجازت مستأجر کے درست نہیں ہے، اگر اس نے اجازت دے دی تو بیع صحیح ہوگی اور

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۹۶ كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر ليس عذرًا في الفسخ .

اجارہ آئندہ کو فسخ ہوجائے گا، پس جو روپیہ مالک زمین مستأجر سے پیشگی لے چکا تھا اس کو وہ روپیہ واپس کرنا چاہیے اور اگر مشتری ذمے دار ہوگیا ہے اور مالک زمین نے اس کے حوالہ کردیا ہے تو اس کو دینا چاہیے، اگر وہ بلا عذر نہ دے گا تو ظالم وعاصی ہوگا۔ فقط

اجارہ نسلاً بعد نسلٍ درست نہیں

سوال: (۱۴) زید حکومت کی طرف سے ایک گاؤں یا کسی قطعہ زمین کا مستقل مالک نسلا بعد نسل کے لیے بنادیا گیا ہے، اب حکومت کو خراج معین کے سوا کسی چیز سے سروکار نہیں، اگر زید اس زمین کو کسی رعیت کاشتکار کے ساتھ نسلاً بعد نسل مال گذاری معین کرکے بندوبست کردیوے تو شرعاً رعیت مذکور کو اس اراضی میں کسی درخت کے لگانے کا حق ہے یا نہیں؟ اور اگر مالک مذکور کی اجازت سے رعیت نے درخت لگائے اور مالک مال گذاری معین پر اضافہ کرکے مال گذاری بھی وصول کرتا رہا ہے، تو درخت کاٹنے کے بعد مالک کا ہوگا یا کاشتکار اس کا مالک ہوگا؟ یا رعیت کاشت کار کو صرف اس کے پھل سے فائدہ اٹھانے کا حق ہے اور جب درخت کاٹا جاوے تو اس کو کوئی حق باقی نہ رہا؟ (۱۱۴۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اجارہ نسلاً بعد نسل صحیح نہیں ہے کیوں کہ عاقدین میں سے کسی کے مرنے سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے۔ کمافي الدر المختار: وتنفسخ – الإجارة – بلاحاجة إلی الفسخ بموت أحد عاقدین إلخ (۱) اجارہ کے لیے مدت معینہ معلومہ ہونی چاہیے اگرچہ وہ مدت طویلہ ہو ویعلم النفع ببیان المدة إلخ أي مدةً کانت وإن طالت إلخ (۲) (درمختار) اور درخت لگانا زمین مستأجرہ میں بہ اجازت مالک زمین درست ہے اور وہ درخت کاٹنے کے بعد بونے والے کی ملک ہوں گے۔ وتصح إجارة أرض للبناء والغرس...... فإن مضت المدة قلعهما وسلّمها فارغةً ...... إلا أن یعزم له الموجر قیمته مقلوعًا إلخ أو یرضی الموجر...... بترکه ...... فیکون البناء والغرس لهٰذا والأرض لهٰذا (۳) (درمختار ملخصًا) فقط

(۱) الدرمع الرد ۹/۹۸ کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: إرادة السفر أو النقلة من المصر عذر في الفسخ.
(۲) الدر المختار مع ردالمحتار ۹/۸ أوائل کتاب الإجارة.
(۳) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۵-۳۶ کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة ومایکون خلافًا فیها

اجارہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی

سوال: (۱۵) اجارہ میں وراثت جاری ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اگر وراثت جاری نہیں ہوتی تو زمانۂ اجارہ کی آمدنی کا مطالبہ کس کی ملک ہوگا؟ (۷۰۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اجارہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی ہے یعنی عقد اجارہ وارثوں کی طرف منتقل نہیں ہوتا، بلکہ احد العاقدین کے مرنے سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے اور آمدنی اجارہ کی جو ملک موجر ہو چکی تھی وہ وارثوں کی طرف منتقل ہوجاوے گی، پس مطالبہ آمدنی زمانہ اجارہ کا ورثہ کریں گے۔

اجیر پر ضمان ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۶) ایک شخص برائے نام درزی؛ دکان عطار کی کرتے ہیں، میں ان کے پاس دو پائجامہ مشین کرانے کے واسطے دے کر آیا تھا، اس نے پائجامہ اور پیسے مجھ سے لے کر رکھ لیے، میں آٹھ روز بعد لینے گیا تو ایک پائجامہ رکھا تھا، دریافت کرنے سے جواب دیا کوئی اٹھا لے گیا؛ اب اس پر ضمان ہے یا نہیں؟ (۱۸۱۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس بارے میں فقہاء کے چند اقوال ہیں: بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ اجیر پر ضمان نہیں ہے، اور بعض فرماتے ہیں کہ ضمان لازم ہے، اور بعض نے کچھ تفصیل فرمائی ہے، اور بعض نے نصف پر صلح کرنے کا حکم کیا ہے یعنی یہ کہ آدھے پر مصالحت کی جاوے یعنی نصف قیمت لی جاوے، والتفصیل في كتب الفقه (۱) فقط

---

(۱) (ولا يضمن ما هلك في يده و إن شرط عليه الضّمان) لأنّ شرط الضّمان في الأمانة باطل كالمودع (وبه يفتى) كما في عامة المعتبرات، وبه جزم أصحاب المتون فكان هو المذهب، خلافًا "للأشباه". وأفتى المتأخرون بالصّلح على نصف القيمة، وقيل: إن الأجير مصلحًا لايضمن، وإن بخلافه يضمن، وإن مستور الحال يؤمر بالصلح. "عمادية". (الدرالمختار)
وفي الشامي: قوله: (ولايضمن إلخ) اعلم أن الهلاكَ إما بفعل الأجير أو لا، والأول إما بالتعدي أو لا. والثاني إما أن يمكن الاحتراز عنه أولا، ففي الأول بقسميه يضمن اتفاقًا. و في ثاني الثاني لايضمن اتفاقًا، وفي أوله لايضمن عند الإمام مطلقًا، ويضمن عندهما مطلقًا، و أفتى المتأخرون =

جو زمین اجارہ پر لی ہے اس پر قبضہ کا استحقاق کب ہوتا ہے؟

سوال: (۱۷) اگر وسط سال میں کسی زمین کا ٹھیکہ لیا جاوے اسی وقت قبضہ ضروری ہے یا نہیں؟ اور قبضہ کس قسم کا معتبر ہوگا؟ زمینداری کی حیثیت سے یا کاشتکاری کی یا دونوں قسم کی؟ (۷۰۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جس وقت زمین مثلاً کسی شخص نے اجارہ پر لی تو اسی وقت اس کو استحقاق قبضہ کا ہو گیا، پھر جب وقت زراعت کا آ گیا تو مستأجر کو اختیار زراعت کا اس میں حاصل ہے، الغرض اجارہ کے بعد مالک زمین کو مدت اجارہ کے پورا ہونے تک کوئی حق تصرف کا باقی نہیں رہتا، بلکہ استحقاق قبضہ وتصرف مستأجر کو حاصل ہو جاتا ہے جس طرح بھی ہو، درمختار میں ہے: **وتصح إجارة أرض للزراعة مع بیان مایزرع فیها أوقال علی أن أزرع فیها ماأشاء کیلا تقع المنازعة إلخ(۱) وفیه أیضا: وابتداء المدة من حین تسلیمها إلخ (۲)**

مال نیلام کرنے کی اجرت فیصدی کے حساب سے لینا جائز نہیں

سوال: (۱۸) آج کل انگریز ولایت جا رہے ہیں میں ان کا مال نیلام کرتا ہوں اس پر مجھ کو دس فیصدی کمیشن ملتا ہے، بعض مرتبہ ہندوستانیوں کا مال بھی نیلام کرتا ہوں اور دس فیصدی اجرت لیتا ہوں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۷۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ طریقہ اجرت نیلام کا شرعاً ناجائز ہے اور علاوہ بریں ترک موالات کی بناء پر بھی اس سے احتراز لازم ہے، اور اگر ہندوستانیوں کا مال بھی نیلام کیا جائے تو اس کے جواز کی صورت یہ ہے کہ جو چیز نیلام کی جائے اس کی اجرت معین کر لی جائے فیصدی کا حساب نہ کیا جائے کیونکہ وہ مجهول ہے، بلکہ کل اجرت اس کی معین کر لی جائے مثلاً یہ کہ میں اس چیز کے نیلام کرنے کی اجرت سو روپیہ یا پچاس

= بالصلح علی نصف القیمة مطلقًا ؛ وقیل: إن مصلحًا لایضمن ، وإن غیر مصلح ضمن، وإن مستورًا فالصلح اهـ . والمراد بالإطلاق في الموضعین المصلح وغیره. (الدر والرد ۹/۷۶-۷۷ کتاب الإجارة ، باب ضمان الأجیر، مبحث الأجیر المشترك)

(۱) الدرالمختارمع الشامي ۹/۳۴ کتاب الإجارة باب ما یجوز من الإجارة ومایکون خلافًا فیها.

(۲) الدرمع الرد ۹/۳۵ کتاب الإجارة ، باب ما یجوز من الإجارة وما یکون خلافًا فیها.

روپیہ مثلاً لوں گا خواہ یہ چیز کتنے ہی کو نیلام ہو یا کل اشیاء کے نیلام کی اجرت معین کرلی جائے خواہ وہ کتنی قیمت کو نیلام ہوں۔ فقط

ملازمت کے لیے حلفیہ عہد و پیمان کرنا

سوال: (۱۹) ملازم کو حلف اور عہد کرکے کہ کسی قسم کی نافرمانی وقصور نہ کروں گا اور سستی وغیرہ نہ کروں گا اور تازیست آپ کی اطاعت و ملازمت کروں گا وغیرہ اس قسم کا حلف کرکے ملازمت کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۷/۱۰۰۷ھ)

الجواب: اگر خادم اور ملازم کو اس عہد پر جس کی بابت حلف لیا جارہا ہے پابندی کا ارادہ اور نیت ہے اور اس کا آقا اور مخدوم بلا حلف ادا کرائے اس کو نہیں رکھ سکتا، تب تو ایسی صورت میں حلف ادا کرنے اور حلفیہ عہد نامہ تحریر کرنے میں کوئی حرج نہیں، لیکن ایسے عہد و پیمان میں ان شاء اللہ کہہ دینا ضروری ہے تاکہ بصورت وقوعِ خلاف گنہگار نہ ہو۔ فقط

ملازم سے یہ معاہدہ کرنا کہ ملازمت چھوڑنے کی اطلاع پندرہ روز پہلے دینی ہوگی ورنہ تنخواہ نہیں دی جائے گی

سوال: (۲۰) ملازم سے یہ معاہدہ اور شرط کرنا کہ اگر تم ایک ماہ یا پندرہ روز پیشتر اطلاع نہ دے کر کام چھوڑ کر چلے جاؤ گے تو جس قدر میعاد وہ کام کرچکا ہو اس کی تنخواہ نہ دی جائے گی، اگر کام کو مکمل نہ کروگے تو اجرت نہیں ملے گی، یا اس قدر مقررہ میں سے وضع کرلیا جائے گا؟ (۱۳۳۷/۲۶۵۴ھ)

الجواب: اس قسم کا معاہدہ اور شرائط ملازم اور اجیر سے کرنا ممنوع اور ناجائز اور مفسد عقد اجارہ ہیں، درمختار وغیرہ کتب فقہ میں ہے کہ ایسے شرائط سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے، تعمیل ان شرائط کی درست نہیں ہے اور ایسی شرائط کرنے سے گنہ گار ہوتا ہے کما هو حكم العقود الفاسدة والباطلة (۱) فقط

---

(۱) الإجارة تفسدها الشروط كما تفسد البيع (الهداية ۳۰۱/۳ كتاب الإجارات، أول باب الإجارة الفاسدة)

استاذ کا مہتمم کو اطلاع دیے بغیر دوسرے مدرسہ میں چلا جانا

سوال: (۲۱) ایک مولوی صاحب مکمل شرائط سے ایک مدرسہ میں تعلیم دیتے تھے، مہتمم کی عدم موجودگی میں ان کے استاذ نے ان کو بلا کر دوسری جگہ متعین کر دیا، اب جب کہ سابق مہتمم نے مطالبہ کیا تو انھوں نے کہا: چونکہ میرے استاذ تھے اس لیے میں مجبور ہوں حالانکہ وعدہ میرا آپ سے پختہ تھا، لیکن استاذ کی اطاعت بہ نسبت وعدہ کے زیادہ ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اور شرعاً ان کو کیا حکم ہے؟

(۲۳۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ان مولوی صاحب کو استاذ کے بلانے پر عذر کر دینا چاہیے تھا کہ میں بلا قاعدہ بدون اجازت مہتمم صاحب مدرسہ کے نہیں آسکتا، یہ ان سے غلطی ہوئی، اب بھی اس کا تدارک یہ ہے کہ استاذ سے عذر کر دیں اور ملازمت سابقہ کا کام کریں، اگر مہتمم صاحب بخوشی اجازت دے دیں یا حسب قاعدہ مدرسہ مولوی صاحب موصوف استعفا دے کر بعد منظوری کے کہیں جاویں۔

فاسد اجارہ کا حکم

سوال: (۲۲) زید نے ایک زمیندار سے اس اقرار پر معاملہ کیا ہے کہ تو میری زمین میں کنواں کھودوا دے میں تجھے نصف اس زمین کا دوں گا، زید نے زمین مذکور میں کنواں کھدوا کر زمین پر قبضہ کرلیا ہے اور محنت ومشقت کر کے زمین کو آباد کیا ہے، اب بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ زمین بدستور سابق زمیندار ہی کی ملک میں ہے اور زید کے لیے یہ آمدنی حرام ہے زید کا کوئی تعلق نہ کنوئیں سے ہے نہ زمین سے، آیا کسی طرح زمین ملک میں آسکتی ہے اور کنوئیں سے تعلق ہوسکتا ہے؟ (۱۲۷۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عالمگیریہ میں اجارہ فاسدہ میں اس کو شمار کیا ہے حیث قال في الإجارات: **وإن اشترط طيها بالأجر والجص من عند الأجير فهو فاسد** (۱) چونکہ غرض کنواں کھدوانے سے اور بنوانے سے عرفاً یہی ہے کہ اپنے پاس سے لاگت خشت وغیرہ لگا کر اس کو تیار کردے، لہٰذا یہ اجارہ

---

(۱) الفتاوی الهندية ۴/۴۵۲ كتاب الإجارة ، الباب السادس عشر في مسائل شيوع في الإجارة والاستيجار على الطاعات إلخ ، قبيل فصل في المتفرقات .

فاسدہ ہوگا اور اجارہ فاسدہ میں اجر مثل لازم آتا ہے، پس جب کہ بعوض اجر مثل مالک زمین نے نصف زمین مذکور چاہ کھودنے والے اور بنانے والے کو دے دی تو وہ اس کی ملک ہوگئی۔ فقط

زمین دار نے کاشتکار کو جو زمین دے دی اُس کو زمین دار یا اس کے ورثاء واپس لے سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۲۳) زمین دار نے کچھ اراضی نذرانہ لے کر اسامی (کاشتکار) کو دیدی اور اس پر اس کا قبضہ واستحقاق کرادیا اور لگان معین کردیا اور کاغذات سرکاری میں دخیل کار درج کرادیا اور یہ معاملہ بخوشی ورضامندئ فریقین ہوا ہے، لہٰذا اسامی کو ایسی اراضی پر قابض رہ کر اس سے مستفید ہونا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور زمیندار یا اس کے ورثاء کو اس اراضی سے اسامی کو بے دخل کرنے کا حق ہے یا نہیں؟ اور روپیہ نذرانہ زمیندار کو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۳۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زمین دار کو علاوہ لگان معین کے اور نذرانہ لینا درست نہیں اور کاشتکار کو کوئی حق اس زمین کے روکنے کا باوجود عدم رضائے مالک یا ورثہ کے نہیں ہے یہ معاملہ اجارہ کا ہے جب تک مالک یا ورثہ برضا اس معاملہ کو جاری رکھیں درست ہے اور جس وقت مالک یا ورثہ اس زمین کو چھڑانا چاہیں بعد انقضائے میعاد اجارہ چھڑا سکتے ہیں کاشتکار کو بدعوئے موروثیت روکنا زمین کا اور نفع اٹھانا غصب وظلم ہے **وفي الحديث: ليس لعرق ظالم حق** (۱)

زمین کو اجارہ پر دینا درست ہے

سوال: (۲۴) کچھ رقم نقد پیشگی لے کر ایک مدت کے لیے زمین اجارہ پر دیتے ہیں، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۶۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اراضی میں بٹائی کی صورت یا نقد اجارہ کی صورت درست ہے خواہ روپیہ اجارہ کا پہلے لے لیا جائے یا بعد میں۔ فقط

---

(۱) عن سعيد بن زيد رضي الله تعالىٰ عنه عن النبي صلّى الله عليه وسلّم قال: من أحيي أرضًا ميتةً فهي له وليس لعرق ظالم حق (جامع الترمذي ۱/۲۵۶ أبواب الأحكام، باب ماذكر في إحياء أرض الموات)

زمین کے ایک قطعہ میں سے لاعلی التعیین کچھ زمین اجارہ پر دینا درست نہیں

سوال: (۲۵) زمین مشترک اجارہ پر دی جاوے تو اجارہ صحیح ہے یا نہیں؟ زید و عمر دونوں نے اپنی زمین مشترکہ سولہ بیگھہ میں سے دو بیگھہ زمین عمر کو اجارہ پر دیدی؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۶۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں اجارہ مذکورہ فاسد ہے (۱) في الدر المختار : و تفسد أيضا بالشيوع إلخ (۲) فقط

اجارۂ فاسدہ میں مقررہ اجرت کے بجائے اجرت مثل دینا ضروری ہے

سوال: (۲۶) اجارہ فاسدہ میں اگر اجرت مقررہ معلوم ہو تو بوقت فسخ اجرت مثل دینا ہوگی یا اجرت مقررہ؟ (۱۲۶۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اجارہ فاسدہ میں اجر مثل لازم ہوتا ہے اور مسمی سے زیادہ نہ دیا جاوے گا۔ کما في الدرالمختار: لم يزد أجر المثل على المسمّى لرضاهما به إلخ (۳) فقط

پیشگی روپیہ دے کر کئی سال کے واسطے زمین اجارہ پر لینا

سوال: (۲۷) ایک زمین پانچ روپیہ فی بیگھہ لگان پر اٹھ رہی ہے اس زمین کو کوئی شخص پیشگی روپیہ دے کر چند سال کے واسطے تین روپیہ فی بیگھہ لگان پر لے لیوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۷۱/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) یہ حکم اس وقت ہے جب سولہ بیگھہ زمین میں سے لاعلی التعیین دو بیگھہ زمین اجارہ پر دی ہو، اور دو بیگھہ زمین کی تعیین کر کے اجارہ پر دی ہے تو اجارہ صحیح ہوگا، کیوں کہ پہلی صورت میں جو زمین اجارہ پر دی گئی ہے وہ مشاع ہے اور دوسری صورت میں غیر مشاع ہے یعنی معلوم و متعین ہے۔

(۲) الدرالمختار مع الشامي ۹/۵۵ كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة .

(۳) الدرمع الشامي ۹/۵۷ كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في إجارة البناء .

الجواب: جو زمین فی الحال پانچ روپیہ فی بیگھہ لگان پر اٹھ رہی ہے اگر کوئی شخص کئی سال کا پیشگی روپیہ دے کر فی بیگھہ اجارہ پر لیوے تو یہ لینا اور دینا درست ہے اور اجارہ صحیح ہے۔ فقط

ہفتہ واری بازار کا ٹھیکہ لینا

سوال: (۲۸) جو بازار ہر ہفتہ دیہاتوں میں لگتا ہے اس کا ٹھیکہ لینا اس طرح کہ سالانہ کچھ رقم مقرر کی جائے اور ٹھیکہ دار سال بھر وصول کر کے وہ رقم مالک زمیندار کو ادا کرے، اگر مقررہ رقم سے زائد ہو تو وہ ٹھیکہ دار کا ہے اگر کمی ہو تو اپنے پاس سے پورا کرے یہ ٹھیکہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۹۰۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایسے اجارہ کی صورت جواز یہ ہے کہ ٹھیکہ دار تمام بازار کا اور دکانوں کا اجارہ زمیندار سے ایک رقم معین پر خود لے لے اور پھر متفرق دکانوں کا کرایہ مقرر کر کے خود وصول کرے، غرض یہ ہے کہ حسب قواعد اجارہ جمیع شرائط صحت اجارہ کا لحاظ رکھے مثلاً یہ کہ اجرت مجہول نہ ہو وقت وغیرہ معین ہو۔

عاقدین میں سے ایک کی موت سے اجارہ فسخ ہو جاتا ہے

سوال: (۲۹)...... (۱) ہندہ نے اپنی بیماری کے زمانے میں ٹھیکہ لکھا تھا مگر ہوش وحواس صحیح تھے اور لایعقل (ناسمجھ) نہیں تھی، یہ ٹھیکہ صحیح ہوا یا نہ؟ اور بعد مرنے ہندہ کے کیا حکم ہے؟

(۲) ہندہ نے اپنی طرف سے ٹھیکہ لکھنے کی خواہش نہیں کی بلکہ اس کے پسر زید نے اپنے انتفاع کی غرض سے ٹھیکہ نامہ لکھوایا تھا۔

(۳) زید اپنی زندگی میں ہندہ اور اس کی دختران کے ساتھ شروط ٹھیکہ نامہ پورا کرتا رہا۔

(۴) زید کی زندگی میں دختران ہندہ نے زید سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

(۵) زید اٹھارہ برس حصص دختران پر موافق ٹھیکہ نامہ کے قابض رہا بعد اس کے مر گیا۔

(۶) ٹھیکہ نامہ پر ہندہ کے شوہر اور ایک دختر کے دستخط موجود ہیں۔ (۱۸۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں جو ٹھیکہ ہندہ نے اپنی درستیٔ ہوش وحواس میں کیا تھا وہ صحیح ہو گیا، لیکن بعد مرنے ہندہ کے وہ ٹھیکہ ٹوٹ گیا اور اجارہ فسخ ہو گیا، درمختار میں ہے: وتنفسخ بموت أحد

عاقدین إلخ (۱) البتہ اگر بعد مرنے ہندہ کے اس کی دختران نے پھر ٹھیکہ کو قائم رکھا تو بہ عقد جدید وہ ٹھیکہ قائم ہوجائے گا اور دختران اگر اسی اجر سابق پر رضامند رہیں تو اسی اجر پر جدید ٹھیکہ قائم ہوجائے گا، درمختار میں ہے: و ینبغي أن لایظهر الانفساخ هنا مالم یطالب الوارث بالتفریغ إلخ قوله: لایظهر الانفساخ أي لایظهر حکمه و مقتضاه أنه یجب الأجر المسمّٰی في العقد السابق إلخ (۲) (شامی) پھر زید کے مرنے کے بعد وہ دوسرا ٹھیکہ بھی باطل اور فسخ ہوجائے گا، ورثہ زید اگر دختران ہندہ سے پھر ٹھیکہ لینا چاہیں تو پھر عقد اجارہ قائم ہوجائے گا۔ فقط

تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے

سوال: (۳۰) تعلیم قرآن کی اجرت اس طور سے مقرر کرنا کہ اوّل پارہ کی اجرت دس روپیہ لوں گا اور باقی پاروں کی اجرت پانچ پانچ روپیہ لوں گا یہ جائز ہے یا نہیں؟ فقط (۳۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس طرح اجرت مقرر کرنا اور لینا اور دینا حسب مذہب مفتیٰ بہ جائز ہے، اور پڑھانے والا جبرًا وصول کرسکتا ہے، اور جس نے یہ عقد اجارہ کیا اگر وہ اجرت مقررہ نہ دیوے تو گنہ گار ہے ویفتی الیوم بصحته لتعلیم القرآن و الفقه إلخ ویجبر المستأجر علی دفع ماقبل فیجب المسمّٰی بعقد (۳)

دینی علوم کی تعلیم اور وعظ پر اجرت لینا جائز ہے

سوال: (۳۱) علم دین پڑھانے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہمارے بزرگوں نے تعلیم وتدریس علوم دینیہ پر تنخواہ لینا اور وعظ وتلقین پر معاوضہ لینا جائز فرمایا ہے جیسا کہ کتاب الاجارہ درمختار میں ہے: ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن و الفقه و الإمامة و الأذان إلخ. اور شامی میں ہے: و زاد بعضهم الأذان و الإقامة و الوعظ (۴) فقط

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۹۸ کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة – مطلب إرادة السفر أو النقلة من المصر عذر في الفسخ.

(۲) الدر و الرد ۹/۹۹-۱۰۰ کتاب الإجارة، مطلب: إرادة السفر أو النقلة من المصر عذر في الفسخ

(۳) الدر مع الرد ۹/۶۵ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستیجار علی الطاعات

(۴) الدر و الرد ۹/۶۵-۶۶ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستیجار علی الطاعات

مسجد کے ملازم کو زمانۂ علالت کی تنخواہ دینا

سوال: (۳۲) ملازم مسجد علالت کی وجہ سے اپنا کار متعلقہ انجام نہ دے سکے تو زمانۂ علالت کی تنخواہ اس کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۵۷۴/۳۲-۱۳۴۳ھ)

الجواب: موافق عرف کے دی جاسکتی ہے۔ فقط

مہتمم نے ایامِ تعطیل میں کام کرنے کے لیے کسی مدرس کو کہا اور مدرس نے ایام تعطیل میں کام نہیں کیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۳) زید ایک مدرسہ میں معلم ہے شعبان میں حسب دستور امتحان سالانہ ہو چکا ہے، مدرسہ کے دیگر معلمین بھی تعطیل پر ہیں صرف زید ہی مدرسہ میں مقیم ہے، مہتمم مدرسہ نے بعد امتحان زید سے کام شروع کرنے کو کہا، زید نے تعطیل عام کی مجبوری ظاہر کر کے کچھ تأمل کیا، مہتمم نے ۳ رمضان کو شعبان کی تنخواہ زید کو دیدی، اس کے بعد زید مدرسہ ہی میں مقیم رہا، ۲۸ رمضان کو زید نے رمضان کی تنخواہ طلب کی مہتمم مدرسہ نے یہ جواب دیا کہ تمھیں یہ تنخواہ لینا جب کہ تم نے کام نہیں کیا جائز نہیں، مہتمم مدرسہ کا یہ رویہ کہاں تک صحیح ہے؟ جب کہ انہوں نے اس سے پہلے کوئی اطلاع ملازمت سے علیحدہ کرنے کی نہیں کی۔ (۲۸۶۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں زید رمضان شریف کی تنخواہ کا مستحق ہے کیونکہ رمضان شریف میں مدرسین و معلمین مدارس عربیہ اسلامیہ کو عموماً تعطیل ہوتی ہے اور جب کہ قبل رمضان شریف مہتمم مدرسہ نے زید کو ملازمت سے علیحدہ ہونے کی اطلاع نہیں کی تو ماہ رمضان شریف کی تعطیل کا وہ مستحق رہا، اور تنخواہ اس ماہ مبارک کی اس کو ملنی چاہیے، ۲۸ رمضان شریف کی اطلاع برطرفیٔ زید کی تنخواہ رمضان شریف کو ساقط نہیں کرتی۔ فقط

امامت واذان پر اجرت لینا اور امام و مؤذن کو زکاۃ، صدقۂ فطر اور چرم قربانی کی قیمت دینا

سوال: (۳۴) امامت واذان پر اجرت لینی کیسی ہے؟ امام و مؤذن کو صدقۂ فطر و قیمت چرم

قربانی و مال زکوٰۃ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ امام و مؤذن غیر بنی ہاشم ہوں یا اگر بنی ہاشم ہوں، سلطنت اسلام میں ہر دو کی تنخواہ مقرر ہے؛ ہندوستان میں کیا حکم ہے؟ (۲۴۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: امامت اور اذان پر اجرت لینا درست ہے امام اور مؤذن کو ان کی تنخواہ میں صدقہ و قیمت چرم قربانی وزکاۃ کا دینا درست نہیں ہے، اگر چہ یہ لوگ بنی ہاشم نہ ہوں، البتہ اگر تنخواہ میں نہ دیا جاوے بلکہ ان کی غربت وافلاس کی وجہ سے بصورت نہ ہونے ان کے بنی ہاشم وصاحب نصاب دے دیا جاوے تو درست ہے، مگر یہ ضروری ہے کہ معاوضہ امامت اور اذان میں بالکل نہ ہو۔

سوال: (۳۵) ایک سید غریب مسکین عمر ۶۵ سال لاچار ایک گاؤں کی مسجد میں نماز پڑھاتا ہے، وہ لوگ اس کو تنخواہ نہیں دیتے، بعوض تنخواہ عید الفطر کو کچھ غلہ اور فطرہ دیتے ہیں اور بقرعید کو قربانی کی کھال دیتے ہیں اور فصل میں پانچ من خام اناج دیتے ہیں یہ سید کو لینا جائز ہے؟ اور اس روپیہ سے حج کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۵۷۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: امام کو غلہ فصل میں جس قدر مقرر کرلیا جائے وہ لینا درست ہے اور قیمت چرم قربانی اور صدقۃ الفطر لینا دینا بمعاوضہ امامت جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو محتاج وغریب ہونے کی وجہ سے دے دیویں اور امامت کے معاوضہ میں نہ دیا جائے تو درست ہوسکتا ہے، مگر یہ دشوار ہے کیونکہ بحکم المعروف کالمشروط (۱) یہ معاوضہ امامت کا ہی سمجھا جاتا ہے اور سید کو بھی صدقۂ فطر اور قیمت چرم قربانی بلا حیلۂ تملیک دینا جائز نہیں ہے، اور بہر حال اگر وہ ایسے روپیہ سے حج بیت اللہ کرے تو حج ہوجاوے گا۔ فقط

متولی نے امام کو بہ غرض ملازمت بلایا ہے تو راستہ کا خرچہ کس کے ذمے ہے؟

سوال: (۳۶) ملک نٹال افریقہ کے مسلمانوں نے ممبئی سے ایک امام مسجد کے واسطے بلائے تھے، اس وقت نہ امام سے کچھ تنخواہ وخرچ راستہ کا معاملہ طے ہوا تھا، ممبئی سے جواب گیا امام تیار ہے بلالو، اس خط کے پہنچنے پر متولی مسجد نے لکھ دیا کہ فوراً بھیج دو اور خرچہ راستہ کا دے دو، اور متولی کا یہ خیال تھا کہ

(۱) الشامي ۲۰۱/۴ كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: مسئلة دراهم النقش والحمام و لفافة الكتاب ونحوها.

جب تنخواہ دوں گا تب خرچ راستہ کاٹ لوں گا، متولی کی خاص یہی نیت تھی جب امام پہنچ گئے تو متولی نے تنخواہ مقرر کرلی، جب تنخواہ دینے کا وقت آ گیا تو متولی نے خرچ راستہ تنخواہ میں سے کاٹنا چاہا تو میں نے انکار کیا کہ میں تنخواہ پوری لوں گا، لہٰذا امام ومتولی میں نزاع ہورہا ہے، اب سوال یہ ہے کہ اس معاملہ میں متولی کو اختیار ہے کہ امام کی تنخواہ کاٹ لے یا نہیں؟ اوراسی طرح مسجد کا پیسہ چھوڑ دینا متولی کو جائز ہے یا نہیں؟ فقط (۲۰۹۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عرف یہی ہے کہ اگر کسی مدرس وامام کو بغرض ملازمت بلایا جاتا ہے تو خرچ سفر بلانے والے کے ذمے ہے اور المعروف کالمشروط (۱) قاعدہ مقررہ ہے، لہٰذا سفرخرچ امام مذکور کا متولی کو دینا چاہیے اور یہ اختیار متولی کو نہیں ہے کہ سفرخرچ کو امام کی تنخواہ سے وضع کرے، بلکہ مسجد کی آمدنی میں سے جیسا کہ تنخواہ امام کی دیتا ہے یہ خرچ بھی دیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امام اپنی ذمے داری نہ نبھائے تو ان کو تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۳۷) مسجد میں جو امام مقرر ہے وقت مقررہ پر امامت نہیں کراتا، جس وقت چاہے آکر امامت کرتا ہے، بعض اوقات آتا بھی نہیں ہے اس کو جو ماہانہ دیا جاتا ہے وہ دینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۰۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اہل محلّہ اور منتظمین مسجد جیسا مناسب سمجھیں ویسا کریں، اگر وہ دیویں امام کو لینا درست ہے۔

تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے

سوال: (۳۸) امامت پر تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو امام تنخواہ لے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا مکروہ؟ (۹۹۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امامت پر تنخواہ لینا درست ہے جیسا کہ کتب فقہ میں مصرح ہے (۲) پس تنخواہ دار امام

---

(۱) الشامي ۴/۲۰۱ کتاب النکاح ، باب المهر.

(۲) قال في الدرالمختار : ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان الخ و قال الشامي : وزاد في متن المجمع الإمامة ومثله في متن الملتقى ودررالبحار (الدر والرد ۹/۶۵-۶۶ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة)

کے پیچھے نماز پڑھنے میں کچھ کراہت نہیں ہے، اور کچھ تردد نہ کرنا چاہیے۔

بلا اجرت نماز پڑھانے والے کی موجودگی میں اجرت پر نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۹) زید اجرت معین کر کے نماز پڑھاتا ہے اور لوگ بلا اجرت نماز پڑھانے والے موجود ہیں زید کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۴۱ھ)

الجواب: امامت بھی انہیں امور میں سے ہے جس پر اجرت لینا جائز رکھا گیا ہے کما في الشامي (۱) پس اس امام کے پیچھے جو امامت پر اجرت اور تنخواہ لیتا ہے نماز صحیح ہے اور کچھ کراہت اس میں نہیں ہے، اگرچہ افضل امامت کے لیے وہ ہے جو تنخواہ نہ لے بشرطیکہ وہ ہر طرح لائق امامت کے ہو اور مسائل نماز سے واقف ہو۔ فقط

امام نے اپنا فرض منصبی ادا کیا ہو تو باقی ماندہ تنخواہ وصول کر سکتا ہے

سوال: (۴۰)...... (الف) اہل محلّہ نے اپنی مسجد کا امام زید کو مقرر کیا ماہانہ تنخواہ پر، من جملہ اہل محلّہ کے بکر نے بھی ماسوائے تنخواہ دینے کا تحریری اقرار کیا اور عرصہ تک تنخواہ دیتا رہا مگر کچھ عرصہ کے بعد بکر نے دینے سے انکار کر دیا اور زید برابر بکر کے اقرار نامہ پر اور بقایا تنخواہ کے وصول ہونے کی امید پر اپنا فرض منصبی ادا کرتا رہا تو کیا زید بکر سے حسب تحریری اقرار نامہ بقایا تنخواہ پانے کا مستحق ہے یا نہ؟

(ب) اور بکر پر اپنے اقرار کی ذمہ داری عائد ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۲۱۷ھ)

الجواب: (الف) مستحق ہے۔ (ب) اور بکر اپنے اقرار کا ذمے دار ہے۔

امام کو رعایتی رخصت کے زمانہ کی اجرت دینا درست ہے

سوال: (۴۱) اگر مسجد کا امام ایک سال میں ایک ماہ کی رخصت رعایتی لیوے تو اس کو تنخواہ مل سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۸۰۲ھ)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

الجواب: مل سکتی ہے اور یہ امر شرائط واقف یا متولی کی رائے پر موقوف ہے۔

باجہ بجانے والے اور بھیک مانگنے والے نمازیوں سے تنخواہ لینا جائز ہے

سوال: (۴۲) میں ایک مسجد میں کچھ دنوں سے رہتا اور خدمت کرتا ہوں اس محلّہ کے آدمی بُرے تو نہیں، باجہ بجاتے ہیں، اور بھیک بھی مانگتے ہیں وہ مجھ کو روٹی کھلاتے ہیں یہ کھانا میرے لیے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۳۴/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جس مسجد میں آپ رہتے ہیں اور امامت کراتے ہیں اگر اہل محلّہ آپ کو روٹی یا نقد وغیرہ بوجہ امامت وخدمت مسجد کے دیویں تو اس کا لینا درست ہے۔ فقط

امام فارغ اوقات میں دوسری ملازمت کر سکتا ہے

سوال: (۴۳) زید بغرض امامت مسجد ملازم رکھا گیا جس کو ستّر (۷۰) اسّی (۸۰) روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے، اس کے علاوہ وہ دس بجے سے چار بجے تک سرکاری مدرسہ میں ملازمت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۷۷/ ۱۳۴۲ھ)

الجواب: شرعاً اس کی ممانعت نہیں ہے کہ امام مسجد تنخواہ دار سوائے اوقات نماز کے فارغ اوقات میں کوئی دوسری ملازمت یا کسب کرے۔ فقط

امام و مدرس کا ایام رخصت کی تنخواہ لینا اور اپنا نائب مقرر کرنا

سوال: (۴۴) اگر تنخواہ دار مدرس یا امام مسجد بحصول رخصت جاتے ہوئے کسی شخص کو یہ کہہ کر کہ میں تم کو اپنی اس ماہ کی تنخواہ کا نصف دوں گا تم میری عدم موجودگی میں کام انجام دینا؛ تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ واپسی پر یہ نصف تنخواہ جن ایام کا اس نے خود کام نہیں کیا شرعاً لینا جائز ہے یا نہیں؟ زید یہ کہتا کہ جب کام نہیں کیا تو تنخواہ کیسی؟ بلکہ اس کا کل کا حقدار اگر ہے تو نائب ہے یا نصف نائب کی ہے اور نصف مدرسہ کی جو حق ہو تحریر فرمائیں۔ (۴۸۵/ ۱۳۴۲ھ)

الجواب: اگر مدرس یا امام کو مہتمم یا متولی نے رخصت بوضع تنخواہ دی ہے یعنی اس طرح کہ تنخواہ

ایام رخصت کی نہ ملے گی، اور یہ اجازت دیدی ہے کہ ان ایام کے لیے کوئی امام مقرر کرتا جائے تو نصف تنخواہ اس نائب کو ملے گی اور نصف مدرسہ یا مسجد میں رہے گی، اس مدرس یا امام کو نصف تنخواہ لینا درست نہیں ہے، اور اگر رخصت بلا وضع تنخواہ دی ہے یعنی اس طرح کہ کل تنخواہ ایام رخصت کی اس کو ملے گی اور نائب مقرر کرنے کی اجازت دی ہے اور پھر اس نے نصف پر نائب مقرر کیا تو یہ صحیح ہے اور دونوں نصف نصف لیں گے، اور دراصل امام و مدرس کو از خود یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ نائب مقرر کرے بلکہ یہ حق مہتمم اور متولی کو ہے اور ان کی اجازت سے وکالۃً وہ امام و مدرس بھی نائب مقرر کر سکتا ہے، اور تفصیل اس میں وہ ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ فقط

تنخواہ دار امام رخصت لے سکتا ہے

سوال: (۴۵) مساجد کے جو امام تنخواہ دار ہیں وہ کسی رخصت کے مثل مدرسین کے مستحق ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۸۰۲ھ)

الجواب: مستحق ہیں۔

سوال: (۴۶) مؤذن اور امام جو مسجد میں ملازم ہیں ان کو رخصت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۵ھ)

الجواب: مؤذن اور امام کو رخصت لینا جائز ہے جس قدر ضرورت ہو رخصت لے لی جاوے شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

جو امام صرف ایک وقت کی امامت کرتا ہے
وہ امامت کی پوری تنخواہ نہیں لے سکتا

سوال: (۴۷) ایک شخص امام مسجد ہے اوقات پنج گانہ میں سے صرف ایک وقت کی نماز اور اذان پڑھتا ہے باقی اوقات میں اذان تک نہیں کہتا اور اس مسجد کا وظیفہ روٹیاں وصول کرتا ہے تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۸/۸۸۹ھ)

الجواب: یہ درست نہیں اور ایسی حالت میں اس کو وظیفہ لینا درست نہیں ہے۔ فقط

امام کے مقررہ وظیفہ میں اہل محلّہ کمی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

سوال: (۴۸) وظیفہ مقرر کر کے امام کو تعینات کیا جائے تو پھر اہل محلّہ اس وظیفہ مقرر میں کمی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۳۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: امام کے وظیفہ مقررہ کو اگر اہل محلّہ آئندہ کو کم کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں، لیکن امام کو اختیار ہے کہ وہ اس کمی پر رہے یا نہ رہے **كما هو حكم الإجارة. فقط**

امام کا اپنا نائب مقرر کرنا اور اپنی تنخواہ کا کچھ حصہ اُسے دینا

سوال: (۴۹) ایک مسجد کا امام جس کو چالیس روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے حج کو گیا اور اپنی جگہ ایک شخص کو پندرہ روپیہ ماہوار تنخواہ پر خلیفہ بنا گیا؛ آیا امام مذکور کو مسجد سے چالیس ماہوار تنخواہ وصول کرنا اور اپنے خلیفہ کو پندرہ ماہوار تنخواہ چکانا اور باقی خود رکھنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور مسجد کے متولی کو وقف کا روپیہ بلا ملازمت امام کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۷۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ امام مذکور اپنی جگہ اپنے نائب کو مقرر کر گیا اور متولی بھی اس پر راضی رہا تو امام کو پوری تنخواہ لینا اور دینا اور اس کے نائب کو تنخواہ مقررہ من جانب امام لینا اور دینا درست ہے، شامی میں ہے: **و يستحق الأصيل الكل إن عمل أكثر السنة وسكت عما يعينه الأصيل للنائب كل شهر في مقابلة عمله والظاهر أنه يستحقه لأنها إجارة إلخ**(۱) **فقط**

مہتمم کا خلاف ضابطہ کسی ملازم کو چھٹی دینا

سوال: (۵۰)...... (الف) مدارس عربیہ میں قواعد مجریہ کے خلاف اگر ناظم کسی ملازم کو چھٹی دے دیوے تو خلاف شرع ہے یا نہیں؟

(ب) جو ملازمین خلاف قاعدہ چلے جاویں ان کو اس کا معاوضہ لینا درست ہے یا نہیں؟

(ج) ناظم اگر اس فعل کو جائز رکھے تو مستوجب ملامت ہوگا یا نہیں؟ (۲۴۰۱/ ۱۳۴۵ھ)

---

(۱) الشامي ۴۹۴/۶ كتاب الوقف، مطلب في الاستنابة في الوظائف.

الجواب: (الف) خلاف نہیں ہے۔
(ب) اگر مہتمم دے دیوے تو ان کو لینا درست ہے۔
(ج) نہیں۔ فقط

ناظم مدرسہ بیماری کے زمانہ کی تنخواہ لے سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۵۱) ایک شخص بحیثیت ملازم ایک مدرسہ اسلامیہ دینیہ کے ناظم تھے، انہوں نے اپنی بیماری اور علالت کے زمانہ میں بلا کام کیے ہوئے خلاف دستور العمل تیرہ مہینے تک پوری تنخواہ مدرسہ سے وصول کی، یہ جائز ہے یا نہیں؟ بصورت عدم جواز وہ شخص اگر اس رقم کو واپس نہ کرے تو عنداللہ ماخوذ ہوگا یا نہ؟ (۳۳۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر اراکین وممبران مدرسہ ان کے ساتھ یہ رعایت کریں کہ بیماری کے زمانہ کی تنخواہ ان کو دیدیں تو ان کو لینا اس تنخواہ کا جائز ہے اور واپس کرنا ان کے ذمے لازم نہیں ہے۔ فقط

مدرس کو ایام رخصت اور ایام بیماری کی تنخواہ لینا درست ہے

سوال: (۵۲) زید ایک مدرسہ میں مدرس ہے، عید الاضحیٰ کے موقع پر زید اپنے وطن گیا مہتمم مدرسہ نے یہ فرمادیا کہ علاوہ تعطیل عید الاضحیٰ کے جو پندرہ روز کی رخصت اتفاقیہ ہے، اگر آپ کو کوئی مجبوری ہو تو وہ ایام بھی آپ فی الحال قیام وطن کے لیے من جانب مدرسہ لے سکتے ہیں، زید وطن جا کر بیمار ہوگیا بسبب بیماری ۲۷ یوم ایام تعطیل کے علاوہ خرچ ہوگئے جس میں پندرہ یوم اتفاقیہ رخصت اور ایام بیماری بھی شامل ہیں، بیماری کی رخصت کا ہر سال ایک ماہ مقرر ہے، زید نے آتے ہی تنخواہ کا مطالبہ کیا، مہتمم نے دو ماہ کا وعدہ کیا اسی طرح سال بھر سے بھی زیادہ لیت ولعل میں ہوگیا، آیا مدرس کو ایام مذکورہ کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۲۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں زید مستحق تنخواہ ایام رخصت وایام بیماری مذکورہ کا ہے اور زید کو تنخواہ ایام مذکورہ کی لینا درست ہے اور مہتمم صاحب مدرسہ مذکورہ کو دینا جائز ہے۔ فقط

ہدیہ یا صدقہ کے طور پر مدرس کو جو مال دیا جاتا ہے اس کا حق دار کون ہے؟

سوال: (۵۳) زید کو ایک انجمن نے تعلیم و تعلم پر اجیر خاص رکھا ہے اور علاوہ ضروری شرائط اجارہ یعنی تعیین اجرت و عمل کے اور کوئی شرط نہیں بتائی گئی، کچھ عرصہ کے بعد یہ اظہار کیا گیا کہ اگر زید کو کوئی شخص ہدیہ یا صدقہ کے طور پر کچھ دے گا تو زید کا حق نہیں کہ اس کو اپنے کام میں لائے بلکہ وہ نقد وغیرہ مالِ انجمن ہوگا، اب قابل استفسار صرف یہ امر ہے کہ اس وقت اجارہ صحیح رہا یا فاسد ہوگیا؟ اور اگر زید ملازمت سے دست بردار ہوگا تو خلاف عہدی کا جرم اہل انجمن کے ذمے ہوگا یا زید اجیر خاص کے، اور یہ شرط شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۲۸۷۹ھ)

الجواب: زید کو لازم ہے کہ وہ اوقات مقررہ میں اپنے آپ کو انجمن کی خدمت معینہ تعلیم و تعلم کے لیے پیش کیا کرے، اسی کے عوض میں انجمن پر زید کی تنخواہ واجب ہوگی، ہدایا و صدقات کے ساتھ انجمن کو کوئی دخل نہیں اس لیے کہ:

(الف) یہ امر مدارس کے ان ملازمین کے حق میں خلاف معروف ہے جن کو درس و تدریس کے لیے ملازم رکھا جاتا ہے **المعروف عرفًا کالمشروط شرعًا** (۱) کے قاعدہ کلیہ کے موافق زید مدرس کے ذریعہ سے صدقات حاصل کرنا عرفًا بھی زید کے فرض سے خارج ہے۔

(ب) نیز اگر بوقت اجارہ اس قسم کی شرط لگادی گئی ہوتی تو اجارہ فاسد ہوجاتا مگر چونکہ عقد اجارہ میں یہ شرط نہیں لگائی گئی ہے، لہٰذا اجارہ صحیح ہے اہل انجمن کا یہ دعویٰ غیر مسموع ہوگا۔

جو مدرسہ سرکار سے امداد لیتا ہے اس میں ملازمت کرنا

سوال: (۵۴) جس طرح فوج اور پولس کی نوکری حرام ہے اسی طرح مدرسہ امدادی کی نوکری جس میں گورنمنٹ امداد کرتی ہے حرام ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۶۷۵ھ)

الجواب: فوج اور پولس کی نوکری کی حرمت کی جو وجہ ہے وہ امدادی مدرسہ کی ملازمت میں

---

(۱) الشامي ۷/۶۷ كتاب البيوع ، فصل فيما يدخل في البيع تبعًا وما لايدخل، مطلب في بيع الثمر والزرع والشجر مقصودًا ولفظه : المعروف عرفًا كالمشروط نصًا .

نہیں ہے، اگر چہ دوسری وجوہ سے ملازمت مدارس انگریزی کی بھی ممنوع ہے، اور جس مدرسہ میں امداد سرکاری ملتی ہے اس کی ملازمت بھی اچھی نہیں ہے، پس چھوڑنا تو اس کا بھی ضروری ہے، لیکن بہ ضرورت اگر چند روز کر لی جاوے تو یہ بھی درست ہے اور گنجائش ہے، لیکن ارادہ چھوڑنے کا رکھنا چاہیے اور جس وقت اور کوئی صورت معاش کی ہو جاوے تو اس وقت چھوڑ دی جاوے۔ فقط

سوال: (۵۵) ایک شخص ایسے مدرسہ اسلامیہ میں ملازم ہے جو سرکار سے امداد لیتا ہے اس شخص کی ملازمت حرام ہے یا نہ؟ اور باقی مدرسین جو اس اسکول میں ملازم ہیں دینیات پڑھانے پر ان کی ملازمتیں کیا حکم رکھتی ہیں؟ (۱۴۴۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ملازمت مذکورہ جائز ہے اگر چہ بصورت دوسرے ذریعہ معاش حاصل ہو سکنے کے ترک اس کا اولی واحوط ہے، اور دیگر مدرسین کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ فقط

دفع بلا کے واسطے مسجد میں سورۂ یونس پڑھ کر اجرت لینا

سوال: (۵۶) دفع بلا کی غرض سے ختم سورۂ یونس سوا لاکھ دفعہ مسجد میں پڑھ کر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

عالمگیری (ج: ۵، آداب المسجد) میں ہے: **رجل يبيع التعويذ في المسجد الخ ويأخذ عليه المال الخ لا يحل له ذلك وفيه أيضًا: ويكره كل عمل من عمل الدنيا في المسجد و لو جلس المعلم في المسجد والوراق يكتب فإن كان المعلم يعلم للحسبة والوراق يكتب لنفسه فلا بأس به لأنه قربة وإن كان بالأجرة يكره إلخ** (۱) (۷۳۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اجرت لے کر ختم مذکور مسجد میں پڑھنا اچھا نہیں ہے، یعنی مکروہ تنزیہی ہے، لیکن جائز ہے، یعنی بکراہت تنزیہی جائز ہے کیوں کہ جواز کراہت تنزیہیہ کے منافی نہیں ہے، گویا مطلب یہ ہے کہ جائز ہے، مگر اچھا نہیں ہے، بلکہ خلاف اولیٰ ہے، اور روایت عالمگیریہ میں بھی مراد کراہت تنزیہی ہے، اور خلاف اولی اور مکروہ تنزیہی ایک ہی ہے۔ **فلامنافاة**

---

(۱) الفتاوى الهندية: ۳۲۱/۵ كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد و القبلة والمصحف الخ.

کرایہ کی دُکان کی مرمت کس کے ذمے ہے؟

سوال: (۵۷) زید نے بکر کی دُکان کرایہ پر لے کر عمر کو اپنی طرف سے بغیر کسی مالی فائدہ کے اسی کرایہ پر دے رکھی ہے، اتفاقاً اس دُکان میں رات کو آگ لگ گئی اور دُکان کے کواڑ کڑی وغیرہ سب جل گئے، اب اس دُکان کی مرمت کس کے ذمے ہوگی؟ آیا زید مالک کے ذمے یا کرایہ دار اوّل کے ذمے یا ثانی کے۔ (۸۲۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: کرایہ دار اول و ثانی کے ذمے مرمت دُکان وغیرہ نہیں ہے، مالک اگر چاہے اپنی دُکان کی مرمت کرے یا نہ کرے اس کو اختیار ہے، اگر مرمت نہ کرے گا اور دُکاندار اس میں نہ بیٹھے گا تو اجارہ فسخ ہوجاوے گا، درمختار میں ہے: بنٰی المستأجر تنورًا أو دُكانًا عبارة الدرر أو كانونًا في الدار المستأجرة فاحترق بعض بيوت الجيران أو الدار لاضمان عليه مطلقًا(۱) وفيه أيضًا: ولا يضمن ما هلك في يده وفي الشامي: أي لغير صنعه إلخ(۲) (شامي) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

وعظ کہنے اور فتاویٰ لکھنے کی اجرت لینا

سوال: (۵۸) کسی عالم کی علم دین پڑھانے کے لیے تنخواہ مقرر کرنی و نیز کسی عالم سے وعظ کہلا کر نذر دینی و نیز قرآن شریف کسی سے ایصالِ ثواب کی غرض سے پڑھوا کر میت پر فی سبیل اللہ اس کو دینا یا رمضان شریف میں بعد ختم تراویح کے حافظ کو فی سبیل اللہ نذر کرنا اور مفتی سے فتوی لکھوا کر اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تعلیم علم دین اور وعظ پر تنخواہ وغیرہ لینے کو متأخرین نے جائز فرمایا ہے، اور تلاوت قرآن شریف پر اجرت لینا ممنوع ہے، اور تراویح میں قرآن شریف سنا کر اس کا معاوضہ لینا بھی ناجائز ہے کیوں کہ یہ بھی تلاوت قرآن شریف پر لینا ہے اور وہ ممنوع ہے، اور اس میں عرف کا اعتبار ہے لأن

(۱) الدر المختار مع حاشية ابن عابدين ۸۵/۹ كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير. مطلب في الحارس و الخاناتي.

(۲) الدر مع الرد ۷۶/۹-۷۷ كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، مطلب: يفتي بالقياس على قوله.

المعروف کالمشروط (۱) پس جب معلوم ہے کہ حافظ بدون اخذ روپیہ قرآن شریف نہ سناوے گا تو یہ اخذ اجرت ہے اور اعطاء واخذ اجرت قرآن شریف پڑھنے پر ناجائز ہے، اور فتوی لکھنے پر اجرت لینے کو فقہاء نے جائز فرمایا ہے۔ درمختار میں ہے: **وکجواب المفتی بالقول وأمابالکتابة فیجوز إلخ** (۲) فقط

سوال: (۵۹) وعظ پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۲۲۷ھ)

الجواب: طاعات پر اجرت لینا ناجائز ہے، لیکن چند امور کو اس میں سے فقہاء نے مستثنیٰ فرمایا ہے مثلاً تعلیم قرآن شریف و تعلیم فقہ وغیرہ اور امامت و وعظ وغیرہ جس کی تفصیل شامی جلد خامس کتاب الاجارہ میں ہے (۳) پس معلوم ہوا کہ وعظ پر اجرت لینا بھی درست ہے۔ فقط

سوال: (۶۰) کوئی شخص بغیر کسی فن سیکھے ہر جگہ وعظ و تقریر کر کے چندہ وصول کرے اور اسی کو اپنا ذریعہ معاش قرار دے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۲۸۰ھ)

الجواب: فتوی متأخرین فقہاء کا یہ ہے کہ وعظ پر اجرت لینا درست ہے **کذا في الشامي** (۴) لیکن وعظ کو پیشہ مکاسب بنانا مناسب نہیں ہے، مگر یہ کہ نیت صالحہ ہو اور غرض ہدایت وارشاد ہو، اگرچہ اس کے ساتھ اپنے گذر اوقات کے لیے اجرت بھی لے لیوے، حدیث شریف میں ہے: **إنما الأعمال بالنیات ولکل امرئ مانوی** (۵) (الحدیث) فقط

سوال: (۶۱) احقر مدرسہ میں ملازم تھا، قحط کی وجہ سے تعلق قطع ہو گیا اور کوئی صورت بسر اوقات کی نہیں، اگر سفر میں جا کر وعظ و نصیحت کرے اور جو کچھ بغیر سوال کے ملے اس کا لینا کیسا ہے؟ (۱۳۳۵/۱۵۲۹ھ)

---

(۱) المعروف عرفًا کالمشروط نصًا (ردالمحتار ۷/۶۷ کتاب البیوع – مطلبٌ في بیع الثمر والزرع والشجر مقصودًا)

(۲) الدرمع الرد: ۸/۱۵۱ کتاب القضاء، باب التحکیم قبیل کتاب الشهادات.

(۳) و زاد بعضهم الأذان والإقامة والوعظ إلخ (الشامي ۹/۶۶ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم في عدم جواز الاستیجار علی التلاوة الخ)

(۴) حوالۂ سابقہ۔

(۵) قال علقمة بن وقاص اللیثي یقول: سمعت عمربن الخطاب رضي الله عنه علی المنبریقول: سمعت رسول الله صلّی الله علیه وسلّم یقول: إنماالأعمال بالنیات وإنما لإمرئ مانوی الحدیث (صحیح البخاري: ۱/۲ باب کیف کان بدؤ الوحي إلی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم الخ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔

جن شرائط پر مدرس کا تقرر ہوا ہے ان کو توڑ کر از سر نو معاملہ کرنا اور علیحدگی پر مدرس کا چند ماہ کی زائد تنخواہ طلب کرنا

سوال: (۶۲) ایک مدرسہ اسلامی کو مدرس کی ضرورت تھی، مہتمم صاحب نے ایک مولوی صاحب سے جو دوسرے مدرسہ میں مدرس تھے معاملہ کیا اور چند شرائط طے کر کے ان کو بلایا، چنانچہ وہ وہاں سے استعفاء دے کر اس مدرسہ میں چلے آئے، یکم ذیقعدہ سے ان کا تقرر ہوا، اب بعض رکن مدرسہ مدرس صاحب کی ان شرائط کو جو پہلے طے ہو چکی تھیں توڑ کر از سر نو معاملہ کرنا چاہتے ہیں۔ مدرس صاحب کہتے ہیں کہ مجھے پندرہ شوال تک کی تنخواہ دیدو میں ابھی چلا جاؤں گا، اس صورت میں ارکان مدرسہ کو ان کی شرائط سابقہ طے شدہ کو پورا کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور مدرس صاحب کی علیحدگی پر ان کو پندرہ شوال تک کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہ؟ (۱۶۰۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: مدرس صاحب موصوف سے جو کچھ معاہدہ ہوا بلا عذر قوی کے اس کو توڑنا نہ چاہیے اور جب تک وہ مدرسہ میں کام کریں ان کو تنخواہ پوری دینی چاہیے، لیکن اگر بالفرض وہ اس وقت علیحدہ کیے جائیں یا علیحدہ ہو جائیں تو آئندہ شوال تک کی تنخواہ دینے اور لینے کے جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔

مدرس کا دس پانچ منٹ اپنی ضرورت کے لیے مدرسہ سے چلا جانا

سوال: (۶۲) مہتمم مدرسہ نے معلم سے کہا کہ مدرسہ میں آ کر پھر کہیں نہ جایا کرو، مگر معلم دس پانچ منٹ کو گاہ بہ گاہ اپنی ضروریات کو چلے جاتے ہیں تو عدم تعمیل کی وجہ سے ماٴخوذ ہیں یا نہیں؟

(۱۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بہ حکم المعروف کالمشروط (۱) دس پانچ منٹ کے لیے کسی ضرورت سے چلے جانے پر مؤاخذہ نہیں ہے۔

---

(۱) الشامي ۲۰۱/۴ کتاب النکاح، باب المهر، مطلب: مسئلة دراهم النقش و الحمام و لفافة الکتاب ونحوها.

تعویذ وعملیات پر اجرت لینا درست ہے

سوال: (۶۳) تعویذ پر اجرت مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور خوشی سے کچھ دیتا ہے تو اس کا لینا کیسا ہے؟ آیت کلام مجید سے دعا کر دینا، تعویذ لکھنا کیسا ہے؟ آیت کلام مجید سے یا کسی نام اللہ جل جلالہ یا محمد ﷺ سے دعا خوانی چند آدمی کے ساتھ یا تنہا کرنا کیسا ہے؟ اور اس پر اجر مقرر کرنا یا خوشی سے کچھ پانے پر لینا کیسا ہے؟ (۱۹۵۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: درست ہے (۱) فقط

سوال: (۶۴) زید نے عمر سے کہا ۶۰ مرتبہ اَلَمْ نَشْرَحْ پڑھ کر مجھ پر دم کر دو میں تم کو ۸ روپیہ دوں گا، یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۱۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ صورت رقیہ پر اجرت لینے کی درست ہے کما ورد في الحديث (۲) اجرت قرآن خوانی مروجہ پر اس کو قیاس نہیں کرسکتے۔

---

(۱) جوّزوا الرقية بالأجرة ولو بالقرآن كما ذكره الطحاوي، لأنها ليست عبادة محضة بل من التداوي (ردالمحتار ۶۸/۹ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة والتهليل ونحوه مما لا ضرورة إليه)

(۲) عن ابن عباس رضي الله عنه أن نفرا من أصحاب النبي صلّى الله عليه وسلّم مروا بماء فيهم لديغ أو سليم فعرض لهم رجل من أهل الماء، فقال: هل فيكم من راقٍ؟ إن في الماء رجلا لديغًا أو سليمًا فانطلق رجل منهم فقرأ بفاتحة الكتاب على شاءٍ، فبرأ، فجاء بالشاء إلى أصحابه، فكرهوا ذلك.وقالوا: أ أخذت على كتاب الله أجرًا؟! حتى قدموا المدينة. فقالوا: يا رسول الله! أخذ على كتاب الله أجرًا. فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إن أحق ما أخذتم عليه أجرًا كتاب الله. رواه البخاري (۸۵۴/۲) وفي رواية: أصبتم، أقسموا، واضربوا لي معكم سهمًا. (مشكاة المصابيح: ص: ۲۵۸ كتاب البيوع، باب الإجارة)

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه إن ناسًا من أصحاب النبي صلّى الله عليه وسلّم أتوا على الحيّ من أحياء العرب فلم يقروهم، فبينماهم كذلك، إذا لدغ سيد أولئك. فقالوا: هل معكم دواء أو راقٍ؟ فقالوا: نعم، إنكم لم تقرونا ولانفعل حتى تجعلوا لنا جعلاً، فجعلوا لهم قطيعا من الشاء فجعل يقرأ بأم القرآن ويجمع بزاقه ويتفل، فبرأ. فأتوا بالشاء. فقالوا: لا نأخذه حتى نسئل النبي صلّى الله عليه وسلّم. فسألوه فضحك وقال: ما أدراك أنها رقية، خذوها واضربوا لي بسهمٍ (صحيح البخاري ۸۵۴/۲ كتاب الطب، باب الرقى بفاتحة الكتاب)

سوال:(۶۵) ایک عامل ہیں وہ آسیب وامراض کے لیے اکتالیس الائچیوں پر سات مرتبہ سورۂ مزمل پڑھتے ہیں اور ایک الائچی کا ایک آنہ لیتے ہیں، یہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۱۵۵۲ھ)

الجواب: شرعًا اعمال پر کچھ لینا جائز ہے۔

مسجد کی زمین کی آمدنی میں سے امام کو تنخواہ دینا

سوال:(۶۶) زمین مسجد کی آمدنی میں سے پیش امام کو تنخواہ دینا کیسا ہے؟ جو حکم ہو بتلایا جائے اور نصاریٰ کی زمین کا عطیہ آمدنی مسجد میں لگانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۷-۴۶/۱۹۹۲ھ)

الجواب: اس زمین کی آمدنی مسجد میں لگانا جائز ہے اور تنخواہ دینا امام مسجد کو یہ بھی مسجد ہی کا خرچ ہے اور تعمیر میں لگانا بھی مسجد ہی میں خرچ کرنا ہے تو متولی اور اہل محلہ جس طریق سے مناسب سمجھیں اس زمین کی آمدنی کو خرچ کریں، اگر زمین کی آمدنی تعمیر مسجد میں لگاویں تو جائز ہے، لیکن امام مسجد (کی تنخواہ) کے لیے دوسرا انتظام کرنا چاہیے۔ فقط

دلالی لینا جائز ہے

سوال:(۶۷) دلالی لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰-۳۹/۵۵۶ھ)

الجواب: کسی چیز کے فروخت کرنے یا خرید نے میں دلال سے کام لینا اور سعی کرانا درست ہے اور اجرت اس کی جو کچھ معروف ہو یا جو کچھ مقرر ہو وہ دی جائے یہ جائز ہے، درمختار میں ہے: **وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها، فأجرته على البائع وإن سعى بينهما وباع المالك بنفسه، يعتبر العرف الخ وفي الشامي: قوله: يعتبر العرف فتجب الدلالة على البائع أو المشترى أو عليهما بحسب العرف إلخ**(۱) (شامی: ۴۲/۴)

آڑھت کا دونوں جانب سے لینا اور آڑھتی کا عمدہ پھل چھانٹ کر لینا درست ہے یا نہیں؟

سوال:(۶۸)......(الف) الرشید جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۳ پر آڑھت کا دونوں جانب سے لینا اور عمدہ

(۱) الدر المختار والشامي: ۱۷/۷ كتاب البيوع. مطلب: فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن.

پھل کا نکالنا درست لکھا ہے یہ جواب صحیح ہے یا چھپنے میں کوئی لفظ رہ گیا ہے، اگر صحیح ہے تو حوالہ کتاب سے مطلع فرماویں؟ (۶۲۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) دلال کو دونوں طرف سے آڑھت لینے کا جواز اس روایت درمختار و شامی میں مذکور ہے۔ في الدر المختار: وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها فأجرته على البائع و إن سعى بينهما و باع المالك بنفسه يعتبر العرف الخ، قال المحقق الشامي : قوله (يعتبر العرف) فتجب الدلالة على البائع أو المشتري أو عليهما بحسب العرف جامع الفصولين (۱) (شامي جلد رابع ، كتاب البيوع)

ترجمہ: یہ ہے کہ دلال اگر خود بیع کرتا ہے مالک کی اجازت سے تو اس کی اجرت بائع یعنی مالک پر ہے اور اگر دلال دونوں یعنی بائع اور مشتری کے درمیان میں ساعی ہے اور بیچنے والا خود مالک ہے تو اس میں عرف کا اعتبار ہے۔ اس پر علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ اگر عرف یہ ہے کہ اجرت بائع سے لی جاتی ہے تو بائع کے ذمے ہے اور اگر مشتری سے لینے کا عرف ہے تو مشتری کے ذمے ہے، اور اگر دونوں یعنی بائع اور مشتری سے لینے کا عرف ہے تو دونوں سے لی جاوے گی —— پس اس روایت سے واضح ہے کہ دلال ساعی کو دونوں طرف سے اجرت لینا جائز ہے، اور احقر کی غرض دلال سے وہی دلال ہے جو ساعی ہوتا ہے مابین بائع اور مشتری کے، پس جب کہ دونوں طرف سے آڑھت لینا اس کا مروج ہے تو یہ درست ہے۔

اور اچھا پھل لینے کے جواز کو رضائے مالک پر موقوف رکھا ہے سو اس میں کیا تأمل ہے کہ مالک اپنی رضا سے دلال کو اچھا پھل دیدے کیوں کہ ہر ایک شخص کو اپنے مال کے دینے کا اختیار ہے، باقی جبراً لینا دلال کا یا کسی کا کسی دوسرے کے مال کو جائز نہیں ہے، حدیث شریف میں ہے: ألا لا يحل مال امرءٍ الا بطيب نفس منه الحديث رواه البيهقي وغيره (۲) آگاہ رہو کہ نہیں حلال ہے لینا کسی کے مال کا مگر مالک کی خوشی و رضا سے —— پس احقر کی غرض اس جگہ اسی قدر تھی کہ دلال نے اگر مالک کی اجازت اور رضا سے کوئی اچھا پھل لیا تو درست ہے۔ فقط

(۱) الدر والشامي ۷/۱۷ كتاب البيوع ، مطلب : فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن .

(۲) عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : ألا لاتظلموا ! ألا لايحل مال امرء الحديث (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۵ كتاب البيوع — باب الغصب والعارية)

سوال: (ب) ابھی تک شبہ دفع نہیں ہوا، جناب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب نے دلال کو اور آڑھتی کو ایک سمجھ رکھا ہے، اور فی الحقیقت دلال دوسرا ہے، اور آڑھتی دوسرا یعنی دلال تو وہ ہوتا ہے کہ جو سعی کر کے کسی مال کو فروخت کرتا ہے یا خرید تا ہے، اس کی اجرت کے جواز میں کہ جس کو دلالی کہتے ہیں کلام نہیں، کلام آڑھت میں ہے، آڑھتی وہ ہوتا ہے کہ جس کی دکان پر لا کر اہل اموال اپنا مال فروخت کرتے ہیں یا ان کے ذریعہ سے فروخت کراتے ہیں، آڑھتی بعض اوقات اہل مال سے بطور آڑھت کچھ لیتے ہیں اور کبھی خریدار سے بھی کچھ لیتے ہیں، تردد اس میں ہے کہ یہ آڑھت کا لینا کس چیز کی اجرت ہے، اگر اہل اموال سے بالفرض کوئی اجرت کا معاملہ ہو بھی تو خریداروں سے — چونکہ ان کا کوئی عمل نہیں کیا — کچھ لینا کیوں کر جائز ہوسکتا ہے؟ لہٰذا عام طور پر آڑھت کے جواز کا حکم تحریر فرمانا اچھی طرح سے فہم میں نہ آیا — اور عمدہ پھل چھانٹ کر بلا تعیین بلا تعداد لینا بھی بہ طیب خاطر نہیں ہوتا ہے بلکہ بہ مجبوری ''قہر درویش بجان درویش'' (۱) اہل اموال کو سکوت کرنا پڑتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بعض دفعہ نزاع بھی پیش آجاتا ہے تجربہ اس کا شاہد ہے اس کے جواز کا حکم بھی فہم میں نہیں آتا۔

(۷۷۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (ب) بجواب معروض ہے کہ ہمارے علم میں آڑھت وہی دلالی ہے اور آڑھتی سے جیسے کہ بائع مدد لیتا ہے ایسا ہی مشتری بھی۔ ہمارے خیال میں عرف میں بھی یہی معروف ہے بناءً علیہ روایت اجرت دلال کی نقل کی گئی اور وہ روایت اس مسئلہ میں صاف ہے کما لا یخفی.

اور عمدہ پھل نکالنے میں رضائے مالک کی شرط تصریح کر دی تھی اگر رضائے مالک متحقق نہیں تو شرط جواز ہی فوت ہوگئی، آپ کے شبہ میں اور فتوی میں تعارض ہی نہ رہا، عدم رضا کی صورت میں کوئی جائز نہیں کہتا اور نہ فتویٰ میں جائز لکھا گیا ہے۔

رہی آڑھت کی وہ صورت جو آپ نے تحریر کی ہے کہ آڑھتی مشتری کے لیے کوئی سعی نہیں کرتا بلکہ سعی اس کی بائع کے لیے ہوتی ہے، سو اس صورت میں ظاہر ہے کہ آڑھتی بائع ہی سے مستحق اجرت ہوگا اور یہ جزو بھی فتوی میں مذکور ہے — اور دوسری صورت جو آپ نے لکھی ہے کہ فقط آڑھتی کی دکان پر بائعین اپنا مال رکھ کر اپنے طور سے فروخت کرتے ہیں اور آڑھتی کی بیع اور عقد میں کوئی وساطت نہیں ہوتی

(۱) قہر درویش بر جان درویش یعنی غریب کا غصہ اپنے ہی اوپر چلتا ہے (فیروز اللغات)

سو ہمارے خیال میں آڑھت عرف میں اس کو نہیں کہتے اور اگر کہتے ہوں تو کوئی مناقشہ نہیں، اس صورت میں بھی وہ مالکین سے اجرت معروفہ کا مستحق ہوگا، غایت مافی الباب بہ قول آپ کے یہ اجرت دلالی کی نہ ہوگی، بلکہ اجرت دکان کی ہے، جو عرف پر محمول ہے مگر یہ تفریع آپ کے قول پر ہے، ورنہ عرف وہی ہے کہ آڑھتی سعی کر کے بکواتا ہے، اصل مسئلہ کی ایک اور عبارت **درمختار باب مایجوز من الإجارة وما یکون خلافًا فیھا** میں ہے: **استعان برجل في السوق لیبیع متاعه فطلب منه أجرًا فالعبرة لعادتھم** (۱) شرح حموی میں ہے: **قوله: استعان برجل في السوق إلخ یعني ولم یعین له أجرًا** (۲) مزید جزئیات **باب سادس عشر من کتاب الإجارة** فتاویٰ عالمگیری میں ہیں (۳)

دلالی بائع ومشتری دونوں سے لینا درست ہے

سوال: (۶۹) دلالی دونوں طرف سے لینا جائز ہے یا کیا حکم ہے؟ یعنی جو اجنبی شخص بائع و مشتری دونوں کا کام بنا دیوے اس کو دونوں سے لینا جائز ہے یا نہ؟ (۹۳۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسے دلال کی اجرت کو فقہاء نے عرف ورواج پر چھوڑا ہے کہ اگر عرف یہ ہو کہ بائع سے اجرت لی جاتی ہو تو بائع سے لیوے اور اگر مشتری سے لی جاتی ہو تو مشتری سے لیوے اور اگر دونوں سے اجرت لینے کا عرف ہو تو دونوں سے لے سکتا ہے۔ درمختار وشامی میں ہے: **و إن سعٰی بینھما وباع المالك بنفسه یعتبر العرف فتجب الدلالة علی البائع أو المشتری أو علیھما بحسب العرف جامع الفصولین** (۴) (شامي) فقط

(۱) الدرمع الشامي ۹/ ۴۹ کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة وما یکون خلافًا فیھا، آخر مطلب في الأرض المحتکرة ومعنی الاستحکار.

(۲) غمز عیون البصائر علیٰ ھامش شرح الأشباہ والنظائر للعلامة السید أحمد بن محمد الحموي المصري رحمه اللّٰه ۲/ ۳۷۴، الفن الثاني، کتاب الإجارات، رقم القاعدة: ۱۶۲۷، المطبوعة: إدارة القرآن والعلوم الإسلامیة کراتشي، باکستان.

(۳) وفي الواقعات للناطفی إذا قال لرجل: بع ھذا المتاع ولك درھم أوقال: اشترلی ھذا المتاع ولك درھم. ففعل فله أجر مثله لایجاوز به الدرھم وفي الدلال والسمسار یجب أجر المثل (الفتاوی الھندیة ۴/ ۴۵۰ کتاب الإجارة، الباب السادس عشر في مسائل الشیوع في الإجارة والاستئجار علی الطاعات والمعاصي والأفعال المباحة)

(۴) الدر والرد ۷/ ۱۷ کتاب البیوع، مطلب: فساد المتضمن یوجب فساد المتضمن.

بائع اور مشتری دونوں سے دلالی لینا کب جائز ہے؟

سوال: (۷۰) آڑھتی یا دلال بائع مشتری دونوں طرف سے ٹکا پیسہ فی روپیہ دلالی لیتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۷۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: شامی میں لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ رواج یہ ہو کہ دلال دونوں سے دلالی لیتا ہے تو موافق عرف کے یہ جائز ہے، مگر یہ اس وقت ہے کہ دلال خود فروخت نہ کرے، مالک خود فروخت کرے، اور دلال درمیان بائع اور مشتری کے سعی اور کوشش کرے، اور اگر دلال کسی کی چیز خود فروخت کرے تو اس کی اجرت محض بائع پر ہے، مشتری سے اس کو کچھ لینا درست نہیں ہے، درمختار میں ہے: **وأما الدلال فإن باع العين بنفسه بإذن ربها، فأجرته على البائع (درمختار) وليس له أخذ شيء من المشتري الخ. (شامي) وإن سعى بينهما وباع المالك بنفسه يعتبر العرف (درمختار) فتجب الدلالة على البائع أو المشترى أو عليهما بحسب العرف جامع الفصولين (۱)**

کپڑے بیچنے کی دلالی میں فی روپیہ ایک پیسہ کی دلالی لینا

سوال: (۷۱) اس قصبہ میں ایسے کپڑے بکثرت تیار ہوتے ہیں جن کے فروخت کرنے کے لیے دلال مقرر ہیں، وہ کاریگروں کے یہاں سے تھان لاکر فروخت کرتے ہیں اور کاریگروں سے فی روپیہ ایک پیسہ دلالی لیتے ہیں، اگر پانچ روپیہ کو تھان فروخت ہوا تو پانچ پیسہ ان کی دلالی ہوئی اور اگر چھ روپیہ کو فروخت ہوا تو چھ پیسہ دلالی ہوئی، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں چونکہ دلالی مقرر نہیں ہے اس لیے جائز نہیں ہے۔ (۹۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: دلال کی اجرت کے بابت درمختار وشامی میں یہ لکھا ہے کہ موافق عرف کے دلال کو اجرت لینا درست ہے، پس یہ صورت جو سوال میں ہے درست ہے (۲) فقط

---

(۱) الدر والرد ۷/۱۷ كتاب البيوع، مطلب: فساد المتضمن يوجب فساد المتضمن.

(۲) حوالۂ سابقہ۔

عدالت نے کرایہ دار کو تین ماہ میں دُکان خالی کرنے کا حکم دے دیا تو کرایہ دار اس فیصلہ کی اپیل دائر کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۲) رنگون میں کئی سال سے سرکاری قانون یہ ہوگیا ہے کہ جب تک کرایہ دار ماہ بماہ کرایہ ادا کرتا رہے اس وقت تک مالک مکان کرایہ دار سے مکان خالی نہیں کراسکتا اور نہ کرایہ میں اضافہ کرسکتا ہے، الا اس صورت میں جب کہ مکان کو از سرنو بنانے یا مرمت کرانے کی ضرورت ہو اور اگر کرایہ دار خود مکان خالی کردے تو قانوناً مالک مکان مجبور ہے کہ دوسرے کرایہ دار سے وہی کرایہ لے جو پہلے کرایہ دار سے لیا کرتا تھا، چنانچہ حال کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بڑے تاجر زید کے پاس ایک ہندو کی دکان تیس سال سے کرایہ پر تھی جب مالک نے آمدنی بڑھانے کے خیال سے مرمت کا ارادہ کیا تو زید نے مرمت نہ کرانے کی حالت میں اور خالی نہ کرانے کی حالت میں پچاس فیصدی زائد کرایہ دینا بخوشی منظور کیا، لیکن اس نے نہ مانا اور عدالت میں نالش کردی، یہ حکم ہوا کہ زید تین مہینہ میں دکان خالی کردے، اب وکلاء زید کو یہ رائے دیتے ہیں کہ تم اس فیصلہ کی اپیل دائر کردو کہ مرمت کرانے کے بعد مالک زید کو دکان کرایہ پر دیدے اور خرچہ مرمت کے لحاظ سے قانون شرح اضافہ کے مطابق پہلے کرایہ پر اضافہ کرلے، شرعاً زید کو یہ اپیل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور زید کو نئی دکان لینے کی حالت میں ایک معتد بہ نقصان پیدا ہونے کا خیال ہوتا ہے۔ (۱۳۴۳/۲۹۸ھ)

الجواب: یہ تو ظاہر ہے کہ زید کو جس وقت دکان مذکور قانون شرح اضافہ کے موافق کرایہ معلومہ معینہ پر مل جائے گی تو وہ اجارہ صحیح ہوگا، البتہ کلام اس میں ہے کہ زید کو یہ اپیل کرنا بقانون شریعت جائز ہے یا نہیں کہ بعد مرمت کے دکان مذکور مجھ کو دلوائی جائے کیونکہ شرعاً مالک دکان مجبور نہیں ہے کہ اسی کو دے، بلکہ اس کو اختیار ہے کہ جس سے چاہے معاملہ اجارہ کا کرے، لیکن یہ خیال کرکے کہ مالک دکان کا اس میں کچھ نقصان نہیں ہے کیونکہ وہ جس کو بھی دے گا اسی کرایہ پر دے گا اس سے زیادہ نہیں لے سکتا اور زید کا بصورت اپیل نہ کرنے کے نقصان عظیم ہے تو حسب قاعدہ لاضرر ولاضرار (۱) یہ گنجائش

---

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: لا ضرر ولاضرار (ابن ماجه ۱۶۹/۲ أبواب الأحكام . باب من بنى في حقه ما يضر جاره)

معلوم ہوتی ہے کہ زید اپیل کر کے دکان مذکور کو جو پہلے سے اسی کے پاس کرایہ پر تھی اضافہ مقررہ کے ساتھ کرایہ پر لے لیوے۔ هذا ما ظهر لي . فقط

مکان کرایہ پر دینا سود نہیں

سوال: (۷۳) میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے ایک مکان تیار کرایا، جب مکمل ہوگیا اس میں ایک کرایہ دار کو رکھ دیا اس کا کرایہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ سود میں تو داخل نہ ہوگا؟ (۱۵۳۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کرایہ لینا اس کا درست ہے یہ سود نہیں ہے۔

کرایہ دار نے جس شخص کو اپنے ساتھ کرایہ کے مکان میں شریک کیا ہے اس کو علیحدہ کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۷۴) زید کے پاس ایک مکان کرایہ پر تھا اس کو اختیار تھا کہ اس مکان میں بطور خود اپنے ساتھ دوسروں کو کم یا زائد کرایہ پر رکھ لے اس بناء پر زید اور خالد میں یہ طے ہوا کہ وہ اس کے ساتھ ایک مقدار معین کرایہ پر رہے، بعد اس کے خالد بزمانہ تعطیل مکان چلا گیا، واپسی میں دونوں میں نزاع واقع ہوا زید نے خالد سے کہا کہ ہمارا مکان خالی کردو، خالد نے جواب دیا کہ میں نے تعطیل میں مکان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ یوں ہی کرایہ دیا اس امید پر کہ آئندہ اس مکان سے فائدہ اٹھاتا رہوں گا اس لیے میں ہرگز مکان خالی نہیں کرسکتا تو اس صورت میں زید خالد سے مکان خالی کراسکتا ہے یا نہیں؟ اگر خالد مکان خالی کرنے سے انکار کرے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۵۴۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس صورت میں زید کو اختیار ہے کہ جس مہینہ کے ختم پر چاہے خالد سے مکان خالی کراسکتا ہے اور خالد کا خالی نہ کرنا مکان کو ظلم اور معصیت ہوگا۔

طے شدہ کرایہ میں سے کچھ رقم چھوڑ دینا درست ہے

سوال: (۷۵) ایک شخص نے اپنا مکان مبلغ ساٹھ روپیہ سالانہ کرایہ پر دیا ہے اور کرایہ دینے کا دستور یہ ہے کہ مبلغ تیس روپیہ چھ ماہ میں دیے جاتے ہیں اور تیس روپیہ سال تمام پر دیے جاتے ہیں اب

مکان والے کو درمیان چھ ماہ کے ضرورت ہوئی تو اس نے مبلغ بیس روپیہ کرایہ دار سے طلب کیے اور کہا کہ یہ بیس روپیہ جو میں لیتا ہوں بجائے تیس روپیہ کے ہیں، دس روپیہ میں نے اپنی جانب سے چھوڑے یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صورت درست ہے گویا یہ سمجھا جائے گا کہ اس ششماہی میں مالک مکان نے دس روپیہ چھوڑ دیے کرایہ کم لیا اس میں شرعاً کچھ حرج نہیں ہے۔

پنشن لینا جائز ہے

سوال: (۷۶)......(الف) زید نے چودہ سال انگریزی فوج میں ملازمت کی ہے گورنمنٹ ہند اس کو پچھتر روپیہ ماہوار پنشن دینا چاہتی ہے، مگر زید پنشن لینے سے بوجوہ ذیل انکار کرتا ہے اور خوامخواہ گورنمنٹ کو پنشن چھوڑ کر پچھتر روپیہ ماہوار کی امداد کرتا ہے۔

(ب) جب ملازمت فوج کی حرام ہے تو پنشن بھی حرام ہے۔

(ج) پنشن لینا خدا پر بھروسہ کرنے کے خلاف ہے۔

(د) پنشن ایک قسم کا سود ہے، وغیرہ وغیرہ کیا زید کے خیال کے مطابق اس صورت میں پنشن لینا حرام ہے؟ (۱۴۴۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: خلاصہ جواب اس صورت میں یہ ہے کہ زید کو پنشن لینا جائز ہے اور یہ کہنا زید کا کہ پنشن لینا توکل کے خلاف ہے یا سود ہے صحیح نہیں ہے اور فوج کی ملازمت ایسی حالت میں کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں جانا پڑے بے شک حرام ہے، لیکن جب کہ وہ ملازمت باقی نہ رہے تو پنشن لینا ممنوع نہیں ہے اور اگر زید اس کو خود اپنے صرف میں لانا اچھا نہیں سمجھتا تو لے کر غرباء وفقرائے مسلمین کو دیدے وہاں چھوڑنا اچھا نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۷۷) گورنمنٹ سے جو ملازمین کو پنشن ملتی ہے اس کا لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۷۸۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ بھی عطیہ سرکاری اور ملازمت کی خدمت کا ایک صلہ ہے اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔ فقط

سرکار سے پنشن لینا درست ہے

سوال: (۷۸) سرکار گورنمنٹ سے پنشن لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۶۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: پنشن لینا درست ہے۔ فقط

دارالحرب میں پولس اور فوج میں ملازمت کرنا اور اس پر پنشن لینا

سوال: (۷۹)......(الف) ایک شخص سب انسپکٹر پولس اٹھائیس سال سے ملازم ہے، صرف ایک سال اس کے پنشن ہونے کا باقی ہے، ایسی حالت میں وہ ملازمت مذکورہ بالا چھوڑ دے یا نہیں؟

(ب) اس وقت جو اشخاص گورنمنٹ سے پنشن لے رہے ہیں، مسلمانوں کے لیے شرعاً پنشن کا روپیہ موجودہ حالت میں جائز ہے یا حرام؟

(ج) مولوی اشرف علی تھانویؒ نے صفائی معاملات میں تحریر فرمایا ہے کہ حرام آمدنی والے کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کر کے اس سے قیمت لینا یا کوئی کام اس کا کر کے اجرت لینا حلال نہ ہوگا، جب کہ بموجب فتوی جمعیۃ العلماء دہلی ملازمت پولس حرام ہے تو جو لوگ ملازم پولس ہیں ان کی تنخواہ حرام ہے یا نہیں؟

(۸۸۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: (الف۔ج) فوج اور پولس کی ملازمت کا حرام ہونا ظاہر ہے کہ یہ لوگ معاون علی المعصیت اور اہل اسلام کے ساتھ محاربت کرنے والے اور ظلم کرنے والے ہیں، پس اس ملازمت کو فوراً ترک کرنا ضروری ہے، اور اس کے ذریعہ سے جو پنشن ملے گی وہ بھی حلال نہ ہوگی، باقی حالت مجبوری و معذوری وعیالداری میں تاوقتیکہ کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی کا نہ ہو، اگر تا چندے اس کو حرام سمجھ کر تعلق ملازمت یا پنشن لینے کا باقی رکھے تو شاید حق تعالیٰ کی رحمت سے مؤاخذہ وعقاب سے نجات پاوے، توبہ واستغفار ہر حال شرط ہے۔

فوت شدہ شخص کی پنشن کس طرح تقسیم ہوگی؟

سوال: (۸۰) محمود فوت شدہ کی کچھ پنشن ماہوار آتی ہے اس کی ایک بیوی رقیہ اور دو نابالغ

لڑکیاں اور ایک دوسری بیوی متوفیہ صفیہ کا پسر بالغ ہے، پس ان میں پنشن کس طرح تقسیم ہوگی؟

(۱۳۴۳/۲۰۹۰ھ)

الجواب: محمود فوت شدہ کی پنشن جو کچھ اس کے مرنے کے بعد آتی ہے وہ ترکہ محمود کا نہیں ہے اس میں میراث شرعی جاری نہ ہوگی، بلکہ اس میں جس جس کا نام سرکار میں درج ہو اور جن کے نام سے وہ پنشن آتی ہو انہیں کو ملے گی، اور اگر اس میں یہ حکم ہو کہ محمود کے جملہ وارثوں کو حسب حصص شرعیہ دی جائے تو پھر اس کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ من جملہ ۳۲ سہام کے چار سہام اس کی زوجہ رقیہ کو اور چودہ سہام اس کے پسر کو جو بطن صفیہ متوفیہ سے ہے اور سات سات سہام ہر ایک دختر کو ملیں گے۔

تنخواہ میں سے وضع شدہ رقم پر کچھ اضافہ کر کے دینا درست ہے

سوال: (۸۱) ایک قاعدہ سرکاری یہ ہے کہ ہر ایک ملازمین کی تنخواہ میں سے ماہوار کچھ وضع کیا جاتا ہے اور ملازمت سے علیحدہ ہونے پر اس جمع شدہ و وضع شدہ رقم پر کچھ اضافہ کر کے سرکار دیتی ہے یہ سود ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۳۶۰ھ)

الجواب: اس صورت کو جائز کہا گیا ہے کیونکہ اس میں سرکار اپنے پاس سے اسی قدر رقم اضافہ کر کے دیتی ہے یہ انعام کے طریق سے ہے۔ فقط

سوال: (۸۲) بعض اسلامی اسکولوں میں بباعث نہ ہونے پنشن کے ذیل کا طریقہ رائج ہے: ہر ایک استاد کی تنخواہ میں سے ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے ماہوار وضع کیا جاتا ہے، اور اگر کوئی استاد پانچ یا دس سال کی مسلسل ملازمت کے بعد اس اسکول کو چھوڑتا ہے تو انجمن اس استاد کو اتنا ہی روپیہ اپنے پاس سے دیتی ہے جتنا کہ اس کا اس وقت تک جمع ہو جاتا ہے، اس میں کوئی قباحت تو نہیں؟

(۱۳۳۷/۱۲۳۱ھ)

الجواب: اس میں کچھ قباحت نہیں ہے۔ فقط

اسکول کی کمیٹی میں جمع شدہ رقم پر سود دینا

سوال: (۸۳)...... (الف) مدرسین وغیرہ سے جو ہر مہینہ ایک آنہ فی روپیہ کے حساب سے رقم

وضع کی جاتی ہے اور اتنا ہی روپیہ گورنمنٹ دیتی ہے، پھر اس پر سود لگا کر ڈاک خانوں میں یہ رقم جمع کی جاتی ہے اور مدرس کو اسکول چھوڑنے پر ملتی ہے یہ درست ہے یا نہیں؟

(ب) اسکولوں میں ایک کمیٹی اس طرح کی بھی قائم ہو رہی ہے کہ ہر ایک مدرس ماہوار کچھ روپیہ جمع کرایا کرے، اس پر ۹ فیصدی وغیرہ سود ملا کرے گا؛ یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۷۴/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف، ب) جو رقم مدرسین اور ملازمین کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے اور پھر سرکار اس کے ساتھ اسی قدر رقم ملا کر ڈاک خانہ وغیرہ میں سود پر داخل کر کے مدرسین وغیرہم کو اسکول چھوڑنے کے وقت دیتی ہے، اس کا لینا ملازم و مدرس کو درست ہے۔ اور یہ دوسری صورت جو سود کے حاصل کرنے کی قائم کی جاتی ہے یہ درست نہیں ہے اور اس میں شامل ہونا درست نہیں ہے۔ فقط

گورنمنٹ انعام اور سود کے نام سے جو رقم ملازمین کو دیتی ہے اس کا لینا درست ہے

سوال: (۸۴) میں ریلوے ملازم ہوں، ریلوے کمپنی سال بھر میں ایک ماہ کی تنخواہ کاٹ لیتی ہے، اور اسی قدر اپنے پاس سے ملاتی ہے اور کچھ سود بھی اس کے ساتھ جمع کرتی ہے، اور اس کا نام یعنی جو اپنے پاس سے دیتی ہے انعام رکھتی ہے، اور باقی جو سود کے نام سے جمع کرتی ہے وہ سود ہے، اس تمام رقم کا لینا ملازم کو ملازمت سے علیحدہ ہونے کے وقت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۸۴۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: تمام رقم مذکور جو گورنمنٹ انعام اور سود کے نام سے ملازمین کو دیتی ہے، اس کا لینا ملازمین کو جائز ہے، حقیقت میں یہ سب انعام ہی ہے۔

نکاح خوانی کی اجرت لینا درست ہے

سوال: (۸۵)......(الف) ایجاب وقبول کرنے والے شخصوں کو یعنی قاضی نکاح خوانوں کو اجرت نکاح خوانی کا لینا درست ہے یا نہیں؟

(ب) اکثر دیہات وقصبات میں لوگوں نے اپنی مساجد یا مقابر یا عام نشست گاہوں میں فقیر اور

مُلاّ وغیرہ کو اجرت نکاح خوانی کے وعدہ پر مقرر کیے ہوتے ہیں ان کے لیے اس اجرت نکاح خوانی کا کیا حکم ہے؟

(ج) چوں کہ فی زمانہ مہر و نکاح کے متعلق تنازعات ومقدمات بہت کثرت سے ہوتے ہیں، اس پر اکثر مقامات میں حکام وقت نے نکاحوں کا درج رجسٹر کیا جانا تجویز کر دیا ہے اور بہت سے مقامات میں اول باشندگان کے استخراج اور رضامندی سے اس کا عمل درآمد ہوتا ہے اور اجرت نکاح خوانی مع خرچ رجسٹر وغیرہ کے مقدار معین کر دی گئی ہے اس کے لینے کا شرعاً کیا حکم ہے؟ (۶۲۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: (الف) درست ہے۔

(ب) نکاح خوانی پر کچھ لینا جائز ہے۔

(ج) کچھ حرج نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

نکاح خوانی کی اجرت جبراً لینا جائز ہے

سوال: (۸۶) نکاح خوانی کی اجرت جبراً لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جائز ہے اور جس قدر اجرت معروف ہے وہ موافق قاعدہ **المعروف کالمشروط (الشامي ۴/۲۰۱ کتاب النکاح)** جبراً بھی لے سکتا ہے۔

سوال: (۸۷) چند دیہات میں سے ایک شخص دولہا و دولہن والوں سے کچھ رقم جمع کر کے اس میں سے دیہاتی نکاح خواں اور ان کے نگراں قاضی کو تنخواہ ملتی ہے، کسی نکاح پڑھنے والے اور قاضی کو صاحبانِ نکاح سے کوئی رقم لینی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسی جمع کردہ رقوم سے ناکح اور قاضی کو تنخواہ لینی درست ہے یا نہیں؟ اور اس طور سے رقم جمع کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۲۵۷۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دولہا و دولہن والے جو رقم خوشی سے بلا جبر و اکراہ دیویں وہ درست ہے اور جبراً ان سے لینا ظلم اور حرام ہے۔ **قال علیه الصلاة والسلام: ألا لا تظلموا، ألا لایحل مال امرء مسلم إلا بطیب نفس منه رواه البیهقي وغیره** (۱) (مشکوۃ شریف) اور نکاح خواں اور قاضی کو صاحبانِ

---

(۱) **عن أبي حرة الرقاشي عن عمه قال: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: ألا لا تظلموا الحدیث (مشکاة المصابیح ص: ۲۵۵ کتاب البیوع، باب الغصب والعاریة)**

نکاح سے کچھ لینا اگر وہ بخوشی دیویں تو اس کے جواز میں کچھ تأمل نہیں ہے، کما ہو ظاہر، اور اگر بطریق اجارہ رقم معین و معروف ان سے لی جائے تو اس بارے میں کوئی تصریح خاص فقہاء کی نہیں ہے، قواعد کے اعتبار سے اس کا جواب دیا جا سکتا ہے سو ایک قاعدہ تو یہ ہے کہ جو امر کسی کے ذمے واجب نہ ہو اس پر وہ اجرت لے سکتا ہے جیسا کہ شامی (کتاب القضاء ۴/۳۱۱) میں ہے: لأن أخذ الأجرة على بيان الحكم الشرعي لا يحل عندنا وإنما يحل على الكتابة ، لأنها غير واجبة عليه (۱) اور درمختار باب الجنائز میں ہے: والأفضل أن يغسل الميت مجانا فإن ابتغى الغاسل الأجر جاز إن كان ثمه غيره و إلا لا لتعينه عليه أي لأنه صار واجبًا عليه عينًا الخ (۲) اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ طاعات پر اجرت لینا درست نہیں ہے سوائے تعلیم قرآن شریف وغیرہ کے جو کہ مستثنیات میں سے ہیں کما في الشامي: الأصل أن كل طاعة يختص بها المسلم لا يجوز الاستيجار عليه عندنا إلخ (۳) (كتاب الإجارة) لیکن بظاہر پہلا قاعدہ اس کا مخصص ہے، پس بناءً علی القاعدۃ الاولیٰ چونکہ نکاح خواں و قاضی کے ذمے ایجاب و قبول کرانا لازم و واجب نہیں ہے کہ وہ اس کام کے لیے متعین نہیں ہیں بلکہ خود ناکحین بھی ایجاب و قبول کر سکتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی کرا سکتے ہیں، لہٰذا ان کو صاحبانِ نکاح سے اجرت معروفہ کا لینا درست ہے خصوصًا جب کہ ان کے ذمے کچھ لکھنا اور رجسٹر وغیرہ میں درج کرنا بھی ہو۔ فقط

سوال: (۸۸) نکاح کی اجرت لینا اور نہ دینے پر ورثاء اہل نکاح کو مجبور کرنا، نکاح ثانی کی اجرت دو چند لینا اور جھگڑنا، اور اجرت کم و بیش دینے اور نہ دینے پر دیگر صاحبان کو معاونت، نکاح خواں کی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور معاونین پر کچھ گناہ تو نہیں ہے؟ (۵۵۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: نکاح خوانی کی اجرت لینا اور اہل نکاح کو کچھ معاوضہ دینا درست ہے، اور جو کچھ اجرت مقرر ہو یا معروف ہو نکاح خواں اس کو جبرًا لے سکتا ہے، جس نکاح میں جو اجرت نکاح خواں مقرر کردے یا جو کچھ معروف ہو، وہ اس کو لے سکتا ہے مگر یہ اچھا نہیں ہے کہ نکاح ثانی میں دو چند اجرت

---

(۱) ردالمحتار ۸/۴۷ كتاب القضاء . مطلب في حكم الهدية للمفتي .

(۲) الدر و الرد ۳/۸۷ كتاب الصلاة . باب صلاة الجنازة ، مطلب في حديث ”كل سبب ونسب منقطع إلا سببي ونسبي“ .

(۳) الشامي ۹/۶۵ كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب في الاستيجار على الطاعات.

مقرر کی جاوے یا جھگڑا اس بارے میں کیا جاوے، باقی جو کچھ مقرر ہو گیا ہے وہ اس کو دینا چاہیے۔ معاون پر کچھ گناہ نہیں کیوں کہ نکاح خواں کو اس مقدار کے لینے کا حکم ہے۔

نکاح خواں کی اجرت میں دوسرے رشتہ داروں کا کچھ حق نہیں

سوال: (۸۹) ایک نکاح خواں عرصہ چار سو برس سے شہر یا قریہ نے بنا رکھا ہے، بعد فوت ہونے مورث اعلی کے اس کی نسل میں سے جس کو لائق سمجھا اس کو نکاح خواں مقرر کر دیا، حق جو نکاح کا ملاوہ سب میں تقسیم ہو جاتا تھا، اب ان شریکوں سے عرصہ دو سو برس سے کوئی قرابت و رشتہ داری نہیں ہے، شریک نوکری پیشہ و تجارت پیشہ ہیں اور کچھ شریک ان میں سے ضلع دیگر کو چلے گئے، اب نکاح خواں کی اوقات بسری اسی پر ہے جس نے خوشی سے دیا وہ نکاح خواں لے لیتا ہے، اب نکاح خواں چاہتا ہے کہ میں ان شریکوں میں سے کسی کو نہ دوں میرا حق المحنت ہے کوئی وارث نہیں، اس میں شرع کا کیا حکم ہے؟

(۱۳۳۴-۳۲/۲۴۴۲ھ)

الجواب: نکاح خوانی جس کو دی جاوے اسی کی ملک ہے دوسروں کا اس میں کچھ حق نہیں، نکاح خواں اپنی خوشی سے جس کو چاہے دیوے یا نہ دیوے، اس پر کسی کو دعوی نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے۔ فقط

مشن اسکول میں نوکری کرنا

سوال: (۹۰) زید کو مشن اسکول میں نوکری ملنے کی امید ہے، مگر وہاں کی ملازمت میں نقصانات درج ذیل ہیں:

اس مدرسہ میں اور اسباق کے ساتھ انجیل بھی پڑھائی جاتی ہے جس میں ابن اللہ وغیرہ خرافات باتیں بھی ہیں، لیکن زید راسخ الاعتقاد ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ ہر روز صبح کو تھوڑی دیر کے لیے مدرسین ولڑکے سب کو ایک جگہ جمع ہونا پڑتا ہے اور مشن والوں کا خطیب کچھ غزلیات پڑھتا ہے جن میں بعض خرافات مذکورہ ہوتی ہیں۔

تیسرا امر یہ ہے کہ ہر اتوار کے دن صرف صبح کے وقت تمام طلباء و مدرسین حاضر ہو کر خاموش بیٹھے

رہتے ہیں اور عیسوی اپنی عبادت میں مشغول رہتے ہیں اور غیر عیسوی خاموش بیٹھ کر ان کو دیکھا کرتے ہیں؛ اس صورت میں زید کو مشن اسکول کی نوکری کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۹۰۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ خرافات جو سوال میں درج ہیں بے شک ان کا لحاظ ضروری ہے اور یہ خرافات قابل غور ہیں، مسلمان کے لیے یہ امر نہایت افسوس ناک ہے کہ وہ الفاظ کفریہ اپنی زبان سے کہے یا سنے اور شریک ایسے گروہ کا ہو جہاں خلاف دین اسلام امور کی تعلیم ہو — آیات واحادیث سے امور مذکورہ کی ممانعت معلوم ومحقق ہے — زید کو درست نہیں ہے کہ وہ ان سب مزخرفات میں مبتلا ہو، اللہ تعالیٰ روزی دینے والا ہے، حلال نوکریاں بھی مل سکتی ہیں، امامت وتعلیم دین پر اجرت لینا حلال اور درست ہے، کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے(۱) پھر کیا ضرور ہے کہ حلال میں شبہ کرے اور غیر جائز امور میں مبتلا ہو۔ فقط

سوال: (۹۱) عیسائی مشن اسکولوں کی ملازمت انگریزی اردو فارسی وغیرہ پڑھانے کے متعلق دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ لڑکوں کے اسکولوں میں تمام لڑکوں اور استادوں کو عیسائیوں کی دعا اور عبادت میں حاضر رہنا لازم اور ضروری ہے۔

دوسرے یہ کہ لڑکیوں کے اسکول میں ہر ایک جماعت میں بالغ اور نابالغ غیر پردہ نشین لڑکیاں ہوتی ہیں مگر ان زنانہ اسکولوں میں دعا اور عبادت سے کچھ تعلق نہیں ہر دو صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۲۵۱۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ ہر دو صورت درست نہیں ہیں، لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ایسی ملازمت نہ کی جائے۔

گورنمنٹ اسکولوں میں عربی پڑھانے کی ملازمت کرنا

سوال: (۹۲) گورنمنٹ اسکولوں میں عربی پڑھانے کی ملازمت کرنا جس کے نصاب میں کوئی کتاب خلاف مذہب اسلام نہ ہو، اور اس ملازمت سے کوئی مذہبی شعار ترک نہ ہوتا ہو، بلکہ مذہبی حمایت

(۱) قال في الدر المختار : ويفتى اليوم بصحتها لتعليم القرآن والفقه والإمامة والأذان الخ وقال الشامي: وزاد في متن المجمع الإمامة ومثله في سنن الملتقى والدرر البحار (الدر والرد ۹/۶۵-۶۶ كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب : تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ)

ہوتی ہو اور بچوں کو نیک ہدایت کرنے کا موقع ملتا ہو بالخصوص جب کہ دوسرے فرقہ نے مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنی مذہبی زبان سنسکرت اور ہندی کی ترویج میں بے انتہا کوشش کر رکھی ہو، پس گورنمنٹ مدارس میں ایسے عہدے قائم کرانے یا ان کے برقرار رکھنے کی کوشش کرنا اور وہ ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۱۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ملازمت مذکورہ کے جواز میں ابھی کچھ کلام نہیں ہے اور بذیل ترک موالات اگر چہ ترک معاملات وقطع تعلقات کا بھی فتوی ہے، مگر اس میں استطاعت شرط ہے یعنی بقدر استطاعت ترک معاملات وقطع تعلقات بہ نصاریٰ مسلمانوں کا فرض مذہبی ہے، پس جب تک ترک ملازمت مذکورہ اور اس قسم کے دیگر تعلقات کے قطع کرنے کی استطاعت نہ ہو اس وقت تک جمعیت علماء ہند کا فتویٰ اس کے عدم جواز کا نہیں ہے۔ فقط

میونسپل بورڈ کی ملازمت کرنا اور اس کے لیے رائے دینا

سوال: (۹۳) خورجہ کا میونسپل بورڈ جس میں دس گیارہ ہندو مسلمان ممبران شامل ہیں ترک موالات کا مخالف ہے اور امن سبھا کا حامی ومعین ہے اسی وجہ سے مقامی مجلس خلافت ودیگر تارکین موالات نے یہ بندوبست کیا ہے کہ آئندہ انتخاب ممبران کے موقع پر اپنے ہم خیال ممبر منتخب کر کے اس جماعت کو متفرق و پریشان کر دیا جاوے، لہٰذا عارضی طور پر میونسپلٹی کے معاملات میں بہ نظر اصلاح بطور ممبر یا رائے دہندہ کے مداخلت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۱۶/۱۳۴۰ھ)

الجواب: چونکہ اصل سے میونسپلٹی بورڈ کی ممبری حرام ہے اور اس کے لیے رائے دینا بھی ناجائز ہے، اس لیے مصالح مذکورہ کی وجہ سے اس کے جواز کا فتویٰ نہیں ہوسکتا، اور یہ ہمیشہ سے علماء محققین کا متفقہ فتویٰ ہے کہ میونسپل بورڈ کی ملازمت بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس کے متعلق خلاف شریعت ٹیکس وغیرہ کا وصول کرنا ہے اور جب کہ بذیل اصول مقررہ کانگریس محصول کا نہ دینا بھی جاری ہونے والا ہے اور میونسپل بورڈ کا تعلق محصول وصول کرنے سے ہے تو پھر ترک موالات کے تحت میں میونسپل بورڈ کی ممبری کیسے داخل ہوسکتی ہے؟ بہر حال اس وقت بحث بحیثیت مسئلہ شرعیہ کے ہے، اور مسئلہ شرعیہ یہ ہے کہ ممبری میونسپل بورڈ کی اور ملازمت اس کی ناجائز ہے، لہٰذا رائے دینا اس کے لیے بھی جائز نہیں ہے۔ فقط

رشوت، سود، کسبی اور وکیل کی کمائی میں فرق

سوال: (۹۴) وکالت یا مختار کاری کی کمائی سے جو روپیہ حاصل کیا جائے وہ کیسا ہے؟ کیا ایک بیسوا (رنڈی) اور وکیل کی کمائی میں فرق ہے؟ اور وکالت کی روزی حلال ہے؟ سود، رشوت اور وکالت کے روپیہ میں کچھ فرق ہے؟ (۱۱۰۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: رشوت اور سود اور کسبی کی آمدنی کی حرمت میں تو کچھ شبہ نہیں ہے، وکیل کی آمدنی مطلقًا حرام نہیں ہے، سچے مقدمہ کی پیروی میں تو ظاہر ہی ہے کہ کچھ حرج نہیں ہے اور جھوٹے مقدمہ کی پیروی اگر علم ہو البتہ گناہ ہے، اسی طرح سود وغیرہ کے مقدمات کی پیروی بھی حرام ہے بہر حال وکلاء کی آمدنی مطلقًا حرام نہیں ہے غایت یہ کہ مشتبہ ہے اور مشتبہ اور حرام میں فرق ظاہر ہے۔ فقط

غیر معتبر قصے بیان کرنے والے واعظ کا وعظ سننا اور اس کو کچھ دینا

سوال: (۹۵) ایک مولوی صاحب وعظ کہا کرتے ہیں اور وعظ میں عجیب عجیب حکایتیں اور نقلیں غیر معتبر اور بدعات بیان کرتے ہیں اور وعظ کی فیس پانچ روپیہ اور گاڑی کا کرایہ ایک روپیہ مقرر کر رکھا ہے، ایک آدمی نے وعظ کے بعد پانچ روپے دیے تو مولوی صاحب نے واپس کر دیے کہ اگر گاڑی کا کرایہ دو گے تو لوں گا، اسی طرح فیس لینا اور ایسے واعظ کا وعظ سننا کیسا ہے؟ (۱۵۰۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہر ایک واعظ سے وعظ کہلانا اور سننا درست نہیں ہے، تاوقتیکہ متبع سنت ہونا واعظ کا معلوم نہ ہو جاوے اور یہ کہ وہ روایات ونقول اور قصص ضعیفہ موضوعہ بیان کرتا ہو اور بدعت کی طرف بلاتا ہو اس کا وعظ نہ سننا چاہیے، کیوں کہ بدعتی واعظ اور غلط مسائل بیان کرنے والے واعظ کے وعظ سننے سے سننے والے گمراہ ہوں گے اور غلطی میں پڑیں گے اور اجرت لینا وعظ پر اگرچہ متأخرین حنفیہ نے جائز رکھا ہے، مگر اس تشدد اور طمع کے ساتھ لینا جیسا کہ واعظ مذکور کا حال بیان کیا گیا ہے، نہایت نازیبا اور قبیح ہے، اور خصوصاً بدعات اور غلط مسائل بیان کر کے اجرت لینا اور دینا، لینے اور دینے والوں دونوں کے لیے حرام ہے، الحاصل ایسے طماع ومبتدع واعظ کا وعظ سننا جس سے گمراہی کا اندیشہ قوی ہے درست نہیں ہے، اور اس کو کچھ دینا درست نہیں ہے کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے۔ فقط

ایصال ثواب کے لیے قرآن شریف پڑھ کر اجرت لینا

سوال: (۹۶) ایصال ثواب کی غرض سے جو قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اس پر اجرت لینا اور دینا کیسا ہے؟ اگر دونوں کی نیت صدقہ کی ہو تو کیا حکم ہے؟ (۱۵۴۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اجرت لینا اور دینا قرآن شریف پڑھنے پر جائز نہیں ہے اور بہ حکم المعروف کالمشروط (الشامي ۴/۲۰۱ کتاب النکاح) جو نیت پڑھنے والے اور پڑھانے والے کی روپیہ لینے اور دینے کی ہے اس وجہ سے اگر صراحۃً نہ کہا تب بھی ناجائز ہے، اور علامہ شامی نے اس کو کتاب الاجارہ میں مفصل لکھا ہے اور نقول و روایات کثیرہ سے اس کی حرمت ثابت کی ہے (۱)

سوال: (۹۷) مُردوں پر جو حفاظ سے قرآن شریف پڑھوایا جاتا ہے اور حفاظ کو کچھ دیا جاتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اجرت دے کر قرآن شریف پڑھوانا اور پڑھنا درست نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۹۸) زید ہندہ کی قبر پر اس کام پر ملازم ہے کہ ہر پنج شنبہ ہندہ کی قبر پر جا کر سور قرآنیہ پڑھ کر ہندہ کی روح کو ثواب پہنچائے، ایسی صورت میں زید کو خدمت مذکور الصدر کی تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۸۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زید کو خدمت مذکور الصدر کی تنخواہ لینا ناجائز اور حرام ہے۔ قال في الشامي: کما صرح به في التتارخانية حیث قال: لامعنی لهٰذه الوصية ولصلة القارئ بقراء ته لأن هذا بمنزلة الأجرة، والإجارة في ذلك باطلة وهي بدعة إلخ (۲) فقط

سوال: (۹۹) اس طرف رواج عام ہے کہ اگر کوئی شخص مر جائے تو بعد دفن کے قرآن شریف پڑھاتے ہیں جمعہ تک اور مُلاَّ نے یہ فتوی دیا ہے کہ قیامت تک حسابِ منکر و نکیر و ضغطۂ قبر رفع ہو جاتا ہے، آیا بعد دفن کے قبر پر قرآن پڑھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۰۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) راجع للتفصیل إلی ردالمحتار ۹/۶۶-۶۷ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم في عدم جواز الاستیجار علی التلاوة الخ.

(۲) ردالمحتار ۹/۶۷ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم في عدم جواز الاستیجار علی التلاوة إلخ.

الجواب: اجرت معروفہ یا مشروطہ پر جو قرآن شریف میت کے لیے پڑھواتے ہیں اس میں محققین نے لکھا ہے کہ میت کو ثواب نہیں پہنچتا کیونکہ جب پڑھنے والے کو ثواب نہ ہوا بوجہ نیت اخذ عوض کے تو میت کو کہاں سے ثواب پہنچے گا؟! البتہ اگر کوئی شخص للہ قرآن شریف پڑھ کر میت کو ثواب پہنچائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ثواب میت کو ملے گا خواہ مکان پر پڑھ کر ثواب پہنچائے یا قبر پر (۱)

سوال: (۱۰۰) عوام لوگ کسی ملّا ومیاں جی کو کچھ روپیہ پیسہ معین کر کے قرآن شریف پڑھوا کر میت کو ثواب بخشواتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ اور وارث میت کے جو صدقہ خیرات قبل دفن یا بعد اس کے کرتے ہیں اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں؟ (۱۴۵۰/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جو صدقہ وخیرات میت کی ثواب رسانی کو لوجہ اللہ کیا جائے گا اس کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، اور معاوضہ دے کر قرآن شریف پڑھوانا اور ثواب پہنچانا درست نہیں ہے۔ شامی نے تصریح کی ہے کہ اس میں نہ قاری کو ثواب ہوتا ہے نہ میت کو کچھ ثواب پہنچتا ہے۔ قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لايستحق الثواب، لا للميت ولا للقاري (۲)

سوال: (۱۰۱) کوئی شخص کسی عالم کو بلا کر قرآن شریف پڑھوا کر ایصال ثواب اموات کو کراتا ہے اور وہ شخص عالم صاحب کو کچھ روپیہ پیسہ دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں بلا کسی معاوضہ کے للہ دیتا ہوں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۸۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: علامہ شامی نے بقاعدہ المعروف كالمشروط (الشامي ۴/۲۰۱ كتاب النكاح) اس کو ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ آیات وقرآن شریف پڑھ کر ثواب پہنچانے والے کو اگر یہ معلوم ہو کہ بلانے والا کچھ نہ دے گا تو وہاں نہ جائے گا نہ کچھ پڑھ کر ثواب پہنچائے گا، پس یہ پڑھنا اجرت پر ہوا اور اجرت پر پڑھنے کا کچھ ثواب نہ قاری کو ہوتا ہے نہ میت کو پہنچتا ہے۔ هذا حاصل ماحققه في الشامي (۳) فقط

---

(۱) وقد قال العلماء : إن القارئ إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب له فأي شيء يهديه إلى الميت؟ ! و إنما يصل إلى الميت العمل الصالح إلخ (حاشية ابن العابدين ۹/۶۷ كتاب الإجارة– باب الإجارة الفاسدة – مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ)

(۲) الشامي ۹/۶۶ كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب : تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ .

(۳) راجع للتفصيل إلى حاشية ابن عابدين ۹/۶۶-۶۷ كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب : تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ .

مرنے کے بعد ایصال ثواب کے لیے زندگی میں اجرت دے دینا

سوال: (۱۰۲) ایک شخص حافظ قرآن کو کچھ روپیہ دینا چاہتا ہے کہ بعد میرے مرنے کے دو چار پارہ قرآن شریف پڑھ کر میری روح کو بخشا کرے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۹۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: شامی میں ہے: **قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لا للميت ولاللقارى وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا والآخذ والمعطي آثمان. فالحاصل: أن ما شاع في زماننا من قراء ة الأجزاء بالأجرة لايجوز، لأن فيه الأمر بالقراء ة وإعطاء الثواب للآمر والقراء ة لأجل المال. فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة، فأين يصل الثواب إلى المستأجر؟! إلخ** (۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ قراءت قرآن پر اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے اور اس میں کسی کو ثواب نہیں ہوتا۔

تراویح میں قرآن سنا کر اجرت لینا

سوال: (۱۰۳) حافظوں کو جو روپیہ تراویح پڑھانے کے بعد دیا جاتا ہے اس کا دینا لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور دینے لینے میں قرآن مجید پڑھنے اور سننے کا ثواب ملتا ہے یا نہیں؟

(۳۶۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: شامی میں یہ تحقیق کیا ہے کہ اجرت پر قرآن شریف پڑھنے اور سننے میں ثواب نہیں ہوتا (۲) اور **المعروف كالمشروط** (الشامي ۴/۲۰۱ كتاب النكاح) قاعدہ مسلمہ ہے، لہٰذا ختم قرآن شریف پر کچھ لینا دینا ممنوع ہے اس میں ثواب باطل ہوجاتا ہے۔

---

(۱) الشامي : ۶۶/۹ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة الخ .

(۲) قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لايستحق الثواب، لا إلى الميت ولا إلى القارئ (الشامي ۶۶/۹ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب : تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة)

نابینا مفلس امام کی تراویح میں قرآن سنانے کے بعد امداد کرنا

سوال: (۱۰۴) ایک حافظ نابینا کسی مسجد میں بلا تنخواہ امام ہے اور کوئی ذریعہ معاش نہیں ہے اگر وہ تراویح میں قرآن شریف سنائے اور اہل محلّہ اس کی امداد کردیں فی سبیل اللہ تو جائز ہے یا نہیں؟

(۲۲۷۲/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر اس کی امداد اہل محلّہ بوجہ اس کے افلاس کے کردیں نہ بہ خیال معاوضہ قرآن شریف سنانے کے تو یہ حد جواز میں آسکتا ہے اور نہ لینا افضل ہے اور ابعد ہے شبہ سے۔ فقط

اجرت لے کر تراویح میں قرآن شریف سنانے کی صورت میں تراویح کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۰۵) رمضان شریف میں بعض حافظ اجرت معینہ پر تراویح میں قرآن شریف سناتے ہیں درست ہے یا نہیں؟ اگر اجرت معینہ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ اور تراویح درست ہوگی یا اعادہ ضروری ہے؟ (۱۷۱۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اجرت لینا درست نہیں ہے اور اجرت نہ ٹھہرانے کی صورت میں عرف کو دیکھا جائے اگر عرفاً معلوم ہے کہ کچھ ملے گا تو بحکم **المعروف کالمشروط (الشامي ۴/۲۰۱ کتاب النکاح)** لینا ناجائز ہوگا، اور تراویح کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے البتہ قرآن شریف کا ثواب نہ ہوگا۔ **کما حققه في الشامي (۱)**

اجرت لے کر قبور پر قرآن شریف پڑھنا

سوال: (۱۰۶) جو شخص اجرت لے کر قبور پر قرآن شریف پڑھے اس کے لیے کیا حکم ہے؟

(۷۷۲/۱۳۴۵ھ)

---

(۱) راجع للتفصیل إلی ردالمحتار ۹/۶۵-۶۷ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم في عدم جواز الاستیجار علی التلاوة والتهلیل إلخ.

الجواب: اس طرح قرآن شریف پر اجرت لینا ممنوع ہے اور ایسا شخص فاسق ہو جاتا ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے ایسے شخص کو علیحدہ کر دینا امامت سے لازم ہے۔

ختم اور فاتحہ خوانی پر اجرت لینا

سوال: (۱۰۷) اگر کوئی مر جائے تو بعد نماز جنازہ یا دفن کرنے کے ختم وغیرہ پڑھ کر اور فاتحہ خوانی کر کے اور وعظ کہہ کر اور عیدین کی نماز پڑھا کر اجرت لینا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۴۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: ختم وزیارت قبور وفاتحہ خوانی پر کچھ اجرت لینا درست نہیں ہے اور شامی نے تحقیق کیا ہے کہ قرآن شریف پڑھ کر ایصال ثواب میت کرنے پر اجرت لینے میں نہ قاری کو ثواب ہوتا ہے نہ میت کو إن القارئ إذا قرأ لأجل المالِ فلا ثواب له ، فأي شيء يهديه إلى الميت؟ (۱) اور وعظ پر اجرت لینے کو متأخرین فقہاء نے جائز فرمایا ہے، اور امامت پر اجرت لینا بھی درست ہے۔

سوال: (۱۰۸)...... (الف) قبر پر قرآن کا بہ اجرت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) مریض پر قرآن کا بہ اجرت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) قرآن شریف بہ اجرت پڑھوانے میں، نہ پڑھنے والے کو ثواب حاصل ہوتا ہے اور نہ میت کو جس کے لیے پڑھوایا جاتا ہے۔ کذا فی الشامي ج:۵ (۲)

(ب) جائز نہیں ہے۔ قال في الشامي: نقلا عن العيني شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا والآخذ والمعطي آثمان إلخ (۳) فقط

ایصال ثواب کے لیے قرآن شریف پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا

سوال: (۱۰۹) خلاصہ سوال یہ ہے کہ جو لوگ حفاظ سے قرآن شریف پڑھوا کر ایصال ثواب کرتے ہیں اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلاتے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۲/ ۱۳۴۵ھ)

---

(۱) الشامي ۹/ ٦٧ كتاب الإجارة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ.
(۲) تفصیل کے لیے کتاب الاجارہ سوال (۱۰۳) کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں۔
(۳) الشامي ۹/ ٦٦ كتاب الإجارة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ .

الجواب: اس بارے میں حنفیہ کی جو کچھ تصریحات ہیں وہ ردالمحتار المعروف بالشامی میں منقول ہیں ان روایات کا حاصل صرف یہ ہے کہ اجرت پر قرآن شریف پڑھنا جائز نہیں ہے اور اجرت لے کر قرآن پڑھنے میں نہ قاری کو ثواب ہوتا ہے اور نہ میت کو۔ قال تاج الشريعة في شرح الهداية: إن القرآن بالأجرة لايستحق الثواب لا للميت ولاللقارئ وقال العيني في شرح الهداية: ويمنع القارئ للدنيا و الآخذ والمعطي آثمان، فالحاصل: أن ما شاع في زماننامن قراء ة الأجزاء بالأجرة، لايجوز، لأن فيه الأمر بالقراء ة وإعطاه الثواب للآمر والقراء ة لأجل المال، فإذا لم يكن للقارئ ثواب لعدم النية الصحيحة، فأين يصل الثواب إلى المستأجر؟! ولولاالأجرة ما قرأ أحد لأحد في هٰذا الزمان، بل جعلوا القرآن العظيم مكسبًا و وسيلةً إلى جمع الدنيا، إِنَّالِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ (۱)(شامي ۵/۳۷ باب الإجارة الفاسدة)فقط

وعظ، قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح پر اجرت لینا

سوال: (۱۱۰) اجرت وعظ وقرآن خوانی ونماز جنازہ وعیدین وتراویح گرفتن جائز است یا نہ؟ وبہ حیلہ جواز اور اصدقہ نام نہادن درست است یا نہ؟ وبر مجوزین ومعتقدین حکم فسق خواہد شد یا نہ؟ واقتداء ایں شان جائز است یا نہ؟ (۳۲/۱۹۷۶-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اجرت گرفتن بر وعظ متأخرین حنفیہ جائز داشتہ اند کما في إجارة ردالمحتار - وزاد بعضهم: الأذان والإقامة والوعظ إلخ (۲) وماسوائے آں بر قرآن خوانی واداے نماز جنازہ وعیدین وتراویح اجرت گرفتن جائز نیست وحسب قاعدہ المعروف كالمشروط (۳) اجرت معروفہ را صدقہ نام نہادن مفید حلت نہ خواہد شد، ومجوزین ومروجین امور محرمہ مبتدعہ عاصی وآثم اند لائق اقتداء نیند وباسم فسق احق ہستند۔

---

(۱) الشامي ۹/۶۶ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة إلخ.

(۲) الدر و الرد ۹/۶۶ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ.

(۳) الشامي ۴/۲۰۱ كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: مسئلة دراهم النقش والحمام و لفافة الكتاب ونحوها.

ترجمہ: سوال: (۱۱۰) وعظ، قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اسے صدقہ کا نام دینا جواز کے حیلے کے لیے جائز ہے یا نہیں؟ جائز قرار دینے والوں اور جواز کا عقیدے رکھنے والوں پر فسق کا حکم لگے گا یا نہیں؟ اور ان کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: وعظ پر اجرت لینے کو متأخرین حنفیہ نے جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ردالمحتار میں ہے: **و زاد بعضهم الخ** اور اس کے علاوہ قرآن خوانی، نماز جنازہ، عیدین اور تراویح کی نماز پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، اور مشہور قاعدہ **المعروف کالمشروط** کے اعتبار سے مذکورہ اجرت کو صدقہ نام دینا مفید حلت نہیں ہے، اور اسے جائز قرار دینے والے اور حرام امور کو رائج کرنے والے بدعتی اور گنہ گار ہیں، اقتداء کے لائق نہیں ہیں اور فسق کے نام کے زیادہ حقدار ہیں۔

کمیشن پر چندہ کرنا

سوال: (۱۱۱) چندہ وصول کنندہ کو کمیشن چندہ میں سے دس فیصدی یا پچاس فیصدی دینا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۲۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: محصل چندہ کے لیے دس فیصدی یا پچاس فیصدی مقرر کرنا ناجائز ہے اور یہ معاملہ ہی ناجائز ہے جیسا کہ درمختار میں ہے: **بخلاف شركة دلالين و مغنين ...... و وعّاظٍ وسؤّالٍ إلخ** (۱)

سفیر نے کمیشن پر جو چندہ کیا ہے اس میں سے سفیر کا حصہ نکالنے کے بعد باقی ماندہ رقم سے مدرسین کو تنخواہ دینا

سوال: (۱۱۲) اس سے پہلے جو روپیہ مدرسہ میں آیا ہے وہ حصہ سویم مقرر کردہ سفیر کی سفارت سے وصول ہو کر مدرسین کو تنخواہیں اسی سے دی گئی ہیں چونکہ اس سے پہلے یہ مسئلہ معلوم نہ تھا، لہٰذا وہ تنخواہیں حلال ہیں یا نہیں؟

دیگر اینکہ سفیر تنخواہ پر کام نہیں کرتے اور حصہ پر اچھا کام کرتے ہیں تو اس کے لیے کوئی جواز کی صورت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۱۲۷/ ۱۳۳۸ھ)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۶/ ۳۸۹ كتاب الشركة، مطلب في شركة التقبل.

الجواب: جو تنخواہ مدرسین کو اس چندہ سے دی گئی وہ ان کو حلال ہے کیونکہ اجارہ فاسدہ میں اجیر کو اجر مثل دینا لازم ہوتا ہے، پس جب کہ بعد میں وہ سفیر اس اجرت پر جو اس کو دی گئی راضی رہا تو اس کے حق میں بھی وہ اجرت جائز ہوگئی اور جو روپیہ مدرسہ میں رہا وہ بھی جائز ہے، اور بطریق مذکور حسب قواعد فقہیہ اجارہ فاسدہ ہے کوئی صورت اس کے جواز کی نہیں معلوم ہوتی سوائے اس کے کہ سفیر کو ملازم تنخواہ دار معین تنخواہ پر رکھا جاوے۔

نصف، ثلث یا ربع چندہ پر سفارت کرنا

سوال: (۱۱۱۳) کسی کو سفیر اس طرح پر رکھنا کہ جو کچھ وہ چندہ لے آوے اس کا ربع یا ثلث اس کو دیا جاوے تو اس طرح جائز ہے یا نہ؟ (۲۱۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ عقد اس صورت میں فاسد ہے، فقہاءؒ نے تصریح کی ہے: عقد اجارہ میں معقود علیہ ہی میں سے اجرت متعین کرنا مفسد عقد ہے، ہدایہ وغیرہ میں اس کی مختلف وجوہات بیان کی ہیں، حیث قال: ومن دفع إلیٰ حائك غزلاً لینسجه بالنصف الخ فالإجارة فاسدة لأنه جعل الأجر بعض ما یخرج من عمله إلخ (۱) وفي الدر المختار: لأنه استأجره بجزء من عمله. والأصل في ذلك نهیه – صلّی اللّٰه علیه وسلّم – عن قفیز الطحان الخ (۲) پس صورت مسئولہ میں یہ اجارہ فاسد ہے اس سے احتراز کرنا ضروری ہے کیوں کہ اس صورت میں خصوصیت کے ساتھ اجرت میں بھی جہالت ہے اور جہالت اجرت سے اجارہ فاسد ہوتا ہے (۳)

سوال: (۱۱۱۴) تنخواہ مقرر نہ کرنا بلکہ نصف یا ربع چندہ میں شرکت پر نوکری کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۱۰۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تنخواہ مقرر ہونی چاہیے جس قدر بھی رضامندی باہمی سے حسب ضرورت وحاجت

---

(۱) الهدایة ۳/۳۰۵ کتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة.

(۲) الدرمع الرد ۹/۶۸ کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریرمهم في عدم جواز الاستیجار علی التلاوة.

(۳) وشرطها کون الأجرة والمنفعة معلومتین لأن جهالتهما تفضی إلی المنازعة إلخ ...... ویعلم المنفعة ببیان المدة إلخ (الدرالمختار مع حاشیة ابن عابدین ۹/۷-۸ کتاب الإجارة)

طے ہوجائے، نصف اور ربع چندہ میں شرکت درست نہیں ہے، کیوں کہ اس صورت میں اجرت مجہول ہے اور اجارہ اس سے فاسد ہوجاتا ہے۔

سوال: (۱۱۵) سفرائے مدارس اسلامیہ مثل عمال ہیں یا نہیں؟ اگر سفیر اور محصل چندہ بایں صورت مقرر کیا جائے کہ جو کچھ وصول کرے اس میں سے نصف یا ربع مثلاً اس کی اجرت ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۳۱۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ محصل چندہ اجیر ہیں اور یہ اجارہ فاسدہ ہے بوجہ جہالت اجرت کے —— اور نیز قفیز طحان میں داخل ہوکر بھی یہ اجارہ فاسدہ ہے —— کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ کتنا روپیہ وصول کریں گے اور اس کا ربع وخمس کیا ہوگا؟ الغرض یہ اجارہ شرعًا صحیح نہیں ہے، صحت اجارہ کی صورت یہ ہے کہ ان کی تنخواہ ماہوار یا روزانہ یا سالانہ مقرر کردی جاوے۔ فقط

سوال: (۱۱۶) مدرسہ کی سفارت پر جس سفیر کو مقرر کیا جائے اس کے لیے شرعًا کیا حکم ہے؟ اس کا حصہ معین یا غیر معین کرنا کیسا ہے؟ اور تنخواہ ماہوار کیسی ہے؟ (۱۰۷۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: سفیر کی تنخواہ ماہوار مقرر کرنی چاہیے حصہ نصف وثلث وربع پر سفیر بنانا درست نہیں ہے بلکہ تنخواہ ماہوار مقرر ہوجانی چاہیے۔

سوال: (۱۱۷) بعض جگہ سفیروں کی تنخواہ مقرر نہیں ہوتی، بلکہ یہ صورت ہوتی ہے کہ زکوٰۃ و صدقات کی رقوم علیحدہ نکال کر جو ان کی کوشش سے جمع ہوتا ہے، اس میں سے نصف مدرسہ کا سمجھا جاتا ہے اور نصف ان کی تنخواہ؛ کیا یہ نصف جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: محصل چندہ کو نصف وثلث وربع رقم وصول شدہ پر اجیر مقرر کرنا بقاعدہ اجارہ فاسد ہے کیوں کہ معلوم نہیں کہ مہینہ میں یا سال بھر میں کیا وصول ہوگا، بلکہ جواز کی صورت یہ ہے کہ تنخواہ ماہانہ یا ششماہی یا سالانہ مقرر کی جاوے اور جو کچھ وہ وصول کریں وہ سب مدرسہ میں دیں، یا یہ صورت ہوسکتی ہے کہ وہ محصل جو کچھ وصول کرکے لاوے سب مدرسہ میں دیدے اور یہ اس کی کوشش لوجہ اللہ ہو، اس کے بعد اس کی خدمت بقدر حاجت مدرسہ سے کردی جاوے۔ فقط

چندہ وصول کرنے کے لیے ملازم رکھنے کی چند فاسد صورتیں

سوال: (۱۱۸) مدرسہ ایک شخص کو بغرض وصول چندہ ملازم رکھنا چاہتا ہے جس کی بابت چند

صورتیں زیر بحث ہیں:

اول یہ کہ محصل چندہ جس قدر روپیہ مدرسہ میں وصول کر کے داخل کرے اس کی چہارم تعداد کے پانے کا مستحق ہوگا۔

دوسرے یہ کہ مدرسہ دس روپیہ ماہانہ تنخواہ پر معین کر کے ملازم رکھے اور زید سے کہہ دے کہ اگر ۳۰ روپیہ ماہانہ وصول کرو گے تو پوری تنخواہ ملے گی اور اگر کم وصول کیا تو کل تنخواہ نہیں ملے گی۔

تیسرے یہ کہ منجانب مدرسہ زید کو ایک روپیہ روزانہ چندہ وصول کرنے کے واسطے اجرت ۴ آنہ یومیہ پر ملازم رکھا جاوے اور جس قدر ایام کی بابت وہ چندہ داخل کرے اس کی اجرت بشرح طے شدہ مسطور بالا ان کو دیدی جائے۔(۲۰۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ تینوں صورتیں ناجائز ہیں اول صورت کا عدم جواز تو ظاہر ہی ہے کیونکہ اس میں اجرت مجہول ہے، اور ثانی اور ثالث صورت میں جہالت اجرت بھی لازم آجاتی ہے جب کہ وہ مثلاً تیس روپیہ ماہوار یا ایک روپیہ روزانہ وصول نہ کرے، علاوہ بریں یہ شرط کرنا کہ اگر تیس روپیہ مہینہ میں وصول نہ ہوئے تو بحساب اس کے تنخواہ کم کردی جاوے گی، اور اسی طرح ثالث صورت میں بھی ایک روپیہ سے کم ہونے پر ۴ آنہ یومیہ نہ ملیں گے مفسد عقد اجارہ ہیں، بلکہ یوں چاہیے کہ تنخواہ ماہانہ یا روزانہ مقرر کردی جاوے اور چندہ کی مقدار کچھ مقرر نہ کی جاوے جس قدر چاہے چندہ وصول ہو، تنخواہ مقررہ پوری دینی چاہیے تب اجارہ صحیح ہوگا(۱) فقط واللہ اعلم

گائے یا بھینس گابھن کرانے کی اجرت لینا

سوال: (۱۱۹) زید نے ایک بھینسا اور بیل سانڈ پال رکھے ہیں، جب کوئی گائے یا بھینس گابھن کرانے لاتا ہے تو زید ایک روپیہ نقد وصول کرتا ہے یہ جائز ہے یا منع؟(۲۰۹۰/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حدیث شریف میں اس کی ممانعت وارد ہے(۲) پس بطریق اجارہ کچھ لینا اس صورت

---

(۱) وشرطها: كون الأجرة و المنفعة معلومتين ، لأن جهالتهما تفضي إلى المنازعة (الدر مع الشامي ۹/۷-۸ كتاب الإجارة)

(۲) عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: نهى النبي صلّى الله عليه وسلّم عن عسب الفحل (صحيح البخاري ۱/۳۰۵ كتاب الإجارات – باب عسب الفحل)

میں حرام ہے اور اگر مالک فحل عاریۃً دیوے اور پھر وہ شخص جس نے اپنی گائے وبھینس کو گابھن کرایا ہے بخوشی خود کچھ دیدیوے تو اس کو علماء نے جائز لکھا ہے۔

سوال: (۱۲۰) جب نر مادہ پر جست کرے تو اس پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۵۵/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس کو فقہاء اجارہ فاسدہ لکھتے ہیں، درمختار باب الاجارۃ الفاسدۃ میں ہے: **لا تصح الإجارة لعسب التيس وهو نزوه على الإناث إلخ** (۱) یعنی نر سے جفتی کرانے پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔ فقط

یتیم بچوں کے مال میں سے معلم کو تنخواہ دینا

سوال: (۱۲۱) اگر یتیم بچوں کی طرف سے ان کے ولی چچا والدہ وغیرہ ان کے معلم کو جو ان کو تعلیم دیتا ہے فصلانہ مقررہ یتیموں کے مال میں سے دیویں تو جائز ہے یا نہیں؟ اور معلم کو لینا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۴/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: یتیم بچوں کی تعلیم کے لیے ان کے ولی چچا وغیرہ ان کے حصے میں سے فصلانہ مقررہ دے سکتے ہیں اور معلم کو اس کا لینا درست ہے۔

یتیم بچوں کا مکان دس برس تک کرایہ پر دینا

سوال: (۱۲۲) زید نے عمر سے جو متولیٔ یتامی ہے، یتامی کا ایک مکان کرایہ پر لیا، اور کاغذ اسٹامپ پر یہ لکھ دیا کہ پورے دس سال تک یہ مکان میرے پاس رہے گا، دس روپیہ تازہ بتازہ ماہوار ادا کرتا رہوں گا، اس عرصہ میں نہ عمر ہی مجھ سے مکان خالی کراوے گا اور نہ میں خود اس مکان کو چھوڑوں گا خواہ خود اس مکان میں رہوں یا کسی دوسرے کو اس کا جز ویا کل کرایہ پر دوں، زید نے مکان کی کنجی عمر سے لے لی، لیکن آج تک کہ جس کو قریبًا تین ماہ کا عرصہ ہوا ہے مکان میں سکونت نہیں کی؛ اب زید اقالہ چاہتا ہے عمر اقالہ نہیں دیتا اب شرعًا اس تنازع کا فیصلہ کس طرح ہونا چاہیے؟

(۲۱۰۷/ ۱۳۳۷ھ)

(۱) الدرمع الرد ۹/۶۴ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب في الاستيجار على المعاصي.

الجواب: قال في الدر المختار في بيان مدة إجارة الوقف: قيل: تطلق الزيادة للقيم وقيل: تقيد بسنة مطلقًا وبها أي بالسنة يفتى في الدار إلخ (۱) وفي ردالمحتار: ثم إن أرض اليتيم في حكم أرض الوقف إلخ (۲) پس جب کہ دس برس تک اجارہ پر دینا مکان یتامی کا بقول مفتی بہ ناجائز ہوا تو موافق تصریح دس روپیہ ماہوار کے ایک مہینہ میں اجارہ صحیح ہوا اور باقی میں فاسد ہوا، پھر جس مہینہ کے شروع میں مستأجر مکان مستأجرہ میں سکونت کرتا ہے اس میں اجارہ صحیح ہوتا ہے۔ چونکہ صورت مسئولہ میں مستأجر نے اس مکان میں سکونت نہیں کی اس لیے ایک ماہ کے بعد اجارہ فاسد ہوگیا زید اس کو فسخ کرسکتا ہے۔ فقط

استاذ کا ختم قرآن پر بچوں سے کچھ لینا

سوال: (۱۲۳) مکاتب اسلامیہ کے ملازمین حفاظ وغیرہ کو جب کہ ممبران کی طرف سے خاصی ممانعت ہے کہ کسی طالب علم سے عیدی وغیرہ نہ لیں تو اگر مدرس باوجود ممانعت کے ختم قرآن پر کچھ لے تو جائز ہے یا نہیں؟ وہ کہتا ہے کہ میں خارج میں بھی کام کرتا ہوں اس لیے اس کے معاوضہ میں لیتا ہوں یہ کہنا معلم کا صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۸۷۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: یہ طریقہ تو مستحسن نہیں ہے مگر جب کہ عام عرف ورواج ایسے ہی ہیں اور لوگ اپنے بچوں کی خاطر اس کو بخوشی منظور کرتے ہیں تو پھر اس میں عدم جواز کی بھی کوئی وجہ نہیں، معلمین کے معاملہ میں اس طرح کی مسامحتیں کی جاتی ہیں کیونکہ ابتدائی معلم صرف مدرسہ ہی کے اوقات کے پابند نہیں ہوتے بلکہ خارج وقت بھی کام کرتے ہیں تو کچھ مضائقہ نہیں کہ اس خارجی آمدنی کو خارجی اوقات میں محسوب کیا جائے، اس معاملہ میں معلمین کے خلاف اس قدر اصرار کی ضرورت نہیں، حضرات فقہاءؒ نے بھی اس کی اجازت دی ہے حتی کہ درمختار میں ہے: ويجبر على دفع الحلوة المرسومة هي مايهدى للمعلم على رؤوس بعض سور القرآن إلخ (۳) (الدر المختار مع الشامي مصري ۳۸/۵) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدر مع الرد ۴۷۴/۶ كتاب الوقف، فصل: يراعي شرط الواقف في إجارته.
(۲) الشامي ۴۴۵/۶ كتاب الوقف، مطلب: أرض اليتيم و أرض بيت المال في حكم أرض الوقف.
(۳) الدر مع الشامي ۶۷/۹ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ.

نماز جنازہ پڑھانے پر اجرت لینا

سوال: (۱۲۴) مسجد کا امام امامت کی اجرت تو نہیں لیتا، مگر جنازہ کی نماز اور نکاح بغیر اجرت کے نہیں پڑھاتا یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۸۵۱ھ)

الجواب: امامت پر اجرت لینا درست ہے، لیکن خاص جنازہ کی نماز بلا اجرت لیے نہ پڑھانا جائز نہیں ہے کیونکہ بہ موجب حکم: **صلوا علی کل بر وفاجر الحدیث** (۱) نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس پر اجرت لینا درست نہیں ہے۔

امامت کی اجرت میں صدقۂ فطر اور عشر کا غلہ دینا

سوال: (۱۲۵) ایک شخص محتاج ہے اور اس کی معاش امامت کی تنخواہ پر ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ اکثر جہلاء تنخواہ پر امام مقرر نہیں کرتے بلکہ تمام عشر کا غلہ امام ہی کو دیتے ہیں اور کسی مسکین کو عشر میں سے کچھ نہیں ملتا اور بعض جگہ عموماً ایسا کرتے ہیں کہ تمام صدقۂ فطر کے دو حصے کر کے نصف امام کو اور نصف پانی بھرنے والے کو دے دیتے ہیں اور یہی ان کی اجرت میں مجرا ہوتا ہے یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۶۰۵ھ)

الجواب: امامت پر اجرت لینا اس زمانے میں جائز ہے۔ **کمافي الدرالمختار: ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القرآن والفقه والإمامة والأذان الخ. وقال الشامي: وزاد فی متن المجمع: الإمامة** (۲) (**شامي، الدرالمختار ص: ۳۴**) البتہ صدقات وغیرہ کا اجرت امامت میں مجرا کرنا صحیح نہیں، اس کا مصرف تو صرف فقراء ومساکین ہیں ہاں اگر امام ومؤذن بھی مالک نصاب نہیں تو پھر اجرت کے علاوہ ان کو دینا بھی جائز ہے، اور یہی حال عشر کا ہے کہ اس کی تملیک بھی بغیر کسی عوض کے

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: "الجهاد واجب عليكم مع كل أمير برًا كان أو فاجرًا............والصلوة واجبة على كل مسلم برًا كان أو فاجرًا وإن عمل الكبائر". (سنن أبي داؤد: ۱/۳۴۳ كتاب الجهاد، باب في الغزو مع أئمة الجور)

(۲) الدر والرد ۹/۶۵-۶۶ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ.

ہونی چاہیے کیونکہ زکوٰۃ وصدقۂ فطر اور عشر دونوں کا حال یکساں ہی ہے۔ کما في الشامي في تحت قوله غير العشر: فإنه ملحق بالزكاة ولذا سمّوه زكاة الذرع (۱) وفي الخانية: ويصرف العشر إلى من يصرف إليه الزكاة (۲) وفي الدرالمختار: وصدقة الفطر كالزكاة في المصارف الخ (۳) پس جس طرح کہ مال زکوٰۃ کے بدلے کسی عوض کا لینا جائز نہیں ایسے ہی صدقات وعشر میں بھی جائز نہیں، لہٰذا صورت مذکورہ میں جو عشر وصدقات امام ومؤذن کو بعوض تنخواہ دیے جاتے ہیں یہ جائز نہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ایک مٹھی چاول اللہ واسطے نکال کر امام ومؤذن کو تنخواہ میں دینا

سوال: (۱۲۶) کھانا پکانے کے وقت پہلے ایک مٹھی آٹا اللہ واسطے نکال لیتے ہیں اسے جمع کر کے فروخت کر کے امام ومؤذن کی تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۳۰۷۲ھ)

الجواب: اگر یہ آٹا اسی لیے جمع کیا جاتا ہے تو امام اور مؤذن کی تنخواہ میں دیا جاسکتا ہے، ورنہ اس کا مصرف فقراء ومساکین ہیں۔ فقط

تعویذ گنڈے کو روزگار بنانا

سوال: (۱۲۷) کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین یا ائمہ سلف صالحین نے تعویذ گنڈے کا روزگار کیا ہے یا نہ؟ (۱۳۴۰/۵۷۰ھ)

الجواب: رقیہ پر اجرت لینا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت ہے اس لیے فقہاء نے رقیہ وتعویذ پر اجرت لینے کو جائز لکھا ہے۔

تعویذ گنڈے کے نام پر دھوکے سے پیسہ لینا

سوال: (۱۲۸) عوام الناس کا قول ہے کہ جو تعویذ گنڈا کرتے ہیں اور مکر سے ان سے پیسہ لیتے

---

(۱) ردالمحتار ۲۷۲/۳ كتاب الزكاة، باب المصرف، مطلب في الحوائج الأصلية.
(۲) الفتاوى الخانية على هامش الهندية ۲۷۷/۱ كتاب الزكاة، فصل في العشر.
(۳) الدرمع الرد ۲۹۲/۳ كتاب الزكاة، باب صدقة الفطر، قبيل كتاب الصوم.

ہیں اوراپنے خرچ میں خرچ کرتے ہیں، خرچ کرنا چاہیے یا نہیں؟ جب کہہ دیا جاوے کہ تمہیں اتنی زکوۃ دینا ہوگی۔ (۱۷۶۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مکراور خداع سے لینا کسی کا مال قطعاً حرام ہے، اور جائز طریق سے اگر تعویذ وگنڈا پر کچھ اجرت مقررہ لیوے تو یہ درست ہے، معلوم نہیں زکوۃ کا پیسہ کہنا اس کو کیا مطلب رکھتا ہے یہ غلط ہے (یعنی فیس اور اجرت کو زکاۃ کا پیسہ کہنا غلط ہے)

رنڈیوں سے لیا ہوا تعویذ گنڈے کا نذرانہ حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲۹) رنڈیوں سے تعویذ گنڈے کا نذرانہ لینا کیسا ہے؟ کیا تعویذ کی برکت سے وہ حلال ہو جاتا ہے؟ (۵۷۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جو حرام ہے وہ حلال نہیں ہوتا۔

ڈاک خانہ کی ملازمت جس میں سود کا حساب لکھنا پڑتا ہے جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۰) ایک شخص کو بہت کوشش کے بعد ڈاک خانہ کی ملازمت ملنے والی ہے لیکن اس میں سیونگ بینک کا کام بھی کرنا پڑتا ہے اور سود کا حساب لکھنا ہوتا ہے، آیا یہ ملازمت درست ہے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو کوئی حیلۂ شرعیہ جواز کا ہے یا نہیں؟ (۸۰۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: حیلۂ شرعیہ اس میں کچھ نہیں ہے لیکن بہ ضرورت بعض روایات فقہیہ کی بناء پر ایسی ملازمت کی گنجائش ہے، پس جب تک کوئی دوسری ملازمت بلا شبہ ملے اس وقت تک اس کو کرتے رہیں الضرورات تبیح المحظورات (۱) فقط

بینک میں ملازمت کرنا اور سود کی آمدنی سے تنخواہ لینا

سوال: (۱۳۱) بینک میں ملازمت کرنا اور اس کی سود کی آمدنی سے تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۹۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) قواعد الفقه ص: ۹۸ ، قاعده : ۱۷۰۔

الجواب: ایسی ملازمت جس کی تنخواہ سود کے روپیہ سے دی جاتی ہو جائز نہیں، سود کے لین دین اور کاروبار میں ملازمت کرنا اور اس میں سے تنخواہ لینا دونوں گناہ ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سودخوار، راشی اور غاصب کے یہاں ملازمت کرنا اوران سے دیگر معاملات کرنا

سوال: (۱۳۲) سودخوار یا راشی یا غاصب کے یہاں ملازمت کر کے تنخواہ لینا یا ان سے خرید و فروخت کرنا یا اراضی کاشت پر دینا اور غلہ وغیرہ لینا حلال ہے یا نہیں؟ (۵۸۰/۱۳۳۹ھ)

الجواب: ان لوگوں کے یہاں ملازمت کرنا درست ہے، البتہ احتیاط اگر ممکن ہو تو انسب ہے، علی ہذا اپنی تجارت کا مال ان کے ہاتھ فروخت کرنا یا ان کی تجارت سے مال خریدنا و نیز اراضی کو بٹائی پر دینا یہ سب امور درست ہیں و نیز ان صورتوں میں تنخواہ و اجرت وثمن مبیع و لگان حلال ہے بشرطیکہ غاصب نے اجرت یا ثمن مبیع وغیرہ میں وہ مال نہ دیا ہو جسے اس نے غصب کیا ہے اور لینے والے کو بھی معلوم ہو۔

شراب فروش کو مکان کرایہ پر دینا

سوال: (۱۳۳)......(الف) اگر کوئی مسلمان اپنا مکان یا زمین کسی کافر شراب فروش کو کرایہ پر دیوے تو جائز ہے یا نہیں؟

(ب) صورت بالا میں اس کا کرایہ لینا مالک کو جائز ہے یا نہ؟

(ج) اگر مالک مکان کے وکیل نے مکان کرایہ پر شراب فروش کو دیدیا ہو تو مالک اس سے قبل مدت معینہ خالی کرا سکتا ہے یا نہیں؟

(د) اگر کرایہ دار شراب بوتلوں میں فروخت کرے یا نکال کر فروخت کرے تو دونوں صورتوں میں ایک حکم ہوگا یا نہیں؟ (۲۶۸۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وجاز إجارة بیت إلخ لیتخذ بیت نار أو کنیسة أو بیعة أو یباع

فیه الخمر وقالا: لاینبغي ذلك لأنه إعانة علی المعصیة وبه قالت الثلاثة إلخ (۱)(درمختار)
اس عبارت سے یہ واضح ہوا کہ امام اعظم علیہ الرحمہ شراب بیچنے والے وغیرہ کو اپنا مکان ودُکان کرایہ پر دینے کو جائز فرماتے ہیں اور صاحبین اور ائمہ ثلاثہؒ اس کو ممنوع اور مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے اور امام اعظمؒ کا جائز فرمانا بھی شاید مع الکراہت ہو تو اس صورت میں کچھ خلاف نہ رہے گا، بہرحال چونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلاَ تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲) اس لیے جس امر میں اعانت علی المعصیت ہوگی وہ ممنوع ہوگا، پس اس تمہید کے بعد سوالات مذکورہ کا جواب نمبروار حسب ذیل ہے:

(الف) اوپر معلوم ہوا کہ یہ مختلف فیہ ہے اور راجح واحوط یہ ہے کہ نہ دیوے۔

(ب) آمدنی کرایہ کی جائز اور حلال ہے لیکن مسلمانوں کو اس میں احتیاط کرنی چاہیے اور ایسا کام نہ کرنا چاہیے جس میں اعانت علی المعصیت اور امداد کفار ہو۔

(ج) کرایہ لینا درست ہے اور مالک اس کرایہ دار سے جبراً مکان ودُکان مدت معینہ سے قبل خالی نہیں کراسکتا، لیکن اگر مصالح دین اسلام اس کو مقتضی ہوں تو سدًا للباب اور بغرض تنبیہ ایسا کرنا جائز ہے۔

(د) شراب خواہ بوتلوں میں بھری ہوئی فروخت کرتا ہو یا نکال کر ہر دو صورت میں اس کو مکان ودُکان کرایہ پر دینا موافق مذہب صاحبین وائمہ ثلاثہ کے ممنوع ہے، لہٰذا اہل اسلام اس سے احتراز کریں کہ اپنی دُکان ومکان شراب فروش کو کرایہ پر نہ دیں اور اگر دی گئی ہے تو جس طریق سے ہوسکے اس سے خالی کرالیں۔ فقط

سوال: (۱۳۴) ایک مسلمان نے اپنا گھر کرایہ پر دیا کرایہ دار اس میں شراب اور لحم خنزیر وغیرہ اشیاء فروخت کرتا ہے اس کا شرعًا کیا حکم ہے؟ اور اپنی سواری میں مزدوری لے کر حرام اشیاء اٹھانا کیسا ہے؟ (۱۳۴۲/۳۱۳۵ھ)

الجواب: ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ جاز إجارة البیت لکافر لیتخذ معبدًا أو بیت نار للمجوس أو یباع فیه خمرًا في السواد وهذا قول الإمام، وقالا:

(۱) الدر مع الرد ۹/۴۷۸-۴۷۹ کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع.

يكره إلخ (۱)(تكملة بحر، ص: ۲۳۰) ابوحنیفہؒ اجارہ کو عوض منفعتِ دار قرار دیتے ہیں، پس رقم کرایہ گھر اور سواری کے منافع کا عوض ہے اس لیے جائز ہونا چاہیے، رہا اقامت معصیت کا سوال سو اس کا گھر کے مالک سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ کافر کا فعل ہے۔ فقط

شراب کے ڈرم اٹھانے کی اجرت لینا

سوال: (۱۳۵) شراب کے پیپے کرایہ پر لے جانا درست ہیں یا نہیں؟ (۱۹۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسلمان کو شراب کے پیپے کرایہ پر لے جانا جو مجوسی کے ہیں، امام ابوحنیفہؒ جائز فرماتے ہیں اور صاحبین مکروہ فرماتے ہیں پس احتراز بہتر ہے۔ **وجاز...... حمل خمر ذمي بنفسه أو دابته بأجرٍ (درمختار) قال الزيلعي. وهذا عنده، وقالا: هو مكروه (۲) (شامي)**

شراب کا حساب لکھنے کی نوکری کرنا

سوال: (۱۳۶) شراب کا حساب کتاب لکھنے کی نوکری کرنا کیسا ہے؟ (۲۰۵۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ نوکری درست نہیں ہے قطعاً حرام ہے، کیونکہ شراب کے معاملہ کے لکھنے والے اور کسی قسم کی شرکت کرنے والے پر بھی لعنت وارد ہوئی ہے (۳) پس احتراز ایسی ملازمت سے ضروری ہے۔

محکمۂ شراب میں ملازمت کرنا

سوال: (۱۳۷) زید محکمۂ شراب میں ملازم ہے جس میں اس قسم کی کارروائی ہے کہ شراب زید کے ہاتھ کو نہ لگے گی مگر شراب کے قریب ضرور جائے گا اور شراب کی بدبو دماغ میں ضرور جائے گی اس قسم کی ملازمت زید کی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۷/۱۳۳۵ھ)

---

(۱) تكملة البحر الرائق ۹/۳۷۱ كتاب الكراهية ، فصل في البيع .

(۲) الدرالمختار والشامي ۹/۴۷۷ كتاب الحظر والإباحة . فصل في البيع.

(۳) عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: لعن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم في الخمر عشرة: عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة إليه وساقيها وبائعها وآكل ثمنها والمشتري لها والمشتراة لها (جامع الترمذي ۱/۲۴۲ أبواب البيوع ، باب ما جاء في بيع الخمر والنهي عن ذٰلك)

الجواب: زید کی یہ ملازمت درست نہیں ہے بلکہ حرام ہے کیوں کہ حدیث شریف میں شراب کے ساتھ کسی قسم کی ملابست اور اختلاط کرنے والوں پر بھی لعنت وارد ہوئی ہے (۱)

جس دکان میں شراب کے علاوہ اور چیزیں بھی بکتی ہیں اس میں نوکری کرنا

سوال: (۱۳۸) ایک دکان میں شراب بھی بکتی ہے اور دیگر اشیاء سوداگری بھی بکتی ہیں کیا اس دکان میں نوکری کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۰۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جس دکان میں شراب بکتی ہے اس دکان کی نوکری کرنی درست نہیں ہے کیوں کہ غالباً گاہ بگاہ اس نوکر کو بھی شراب فروخت کرنا ہوگا اور یہ حرام ہے اور حساب وکتاب اس کا لکھنا یہ بھی حرام ہے اور تقاضا کرنا اس کی قیمت کا یہ بھی حرام ہے غرض یہ کہ کسی قسم کی شرکت واعانت اس میں ہونا سب ناجائز اور حرام ہے مسلمانوں کو ایسی نوکری کرنا درست نہیں ہے۔ فقط

مسکرات کا ٹھیکہ لینا

سوال: (۱۳۹) شرعاً افیون وغیرہ مسکرات کا ٹھیکہ لے کر ان کی تجارت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۶/۱۲۷۸ھ)

الجواب: مسکرات افیون وغیرہ کی بیع وشراء ناجائز ہے اس لیے ٹھیکہ لینا مسکرات کا ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے: ولایجوز بیعها إلخ (۲) إلی أن قال: وصح بیع غیر الخمر مما مرّ الخ ثم إن البیع وإن صح لکنه یکره کما في الغایة إلخ (۳) فقط

مسجد کا کچھ حصہ کرایہ پر دینا

سوال: (۱۴۰) جس مسجد کے لیے اوقاف نہ ہوں اور وہ مرمت وعمارت کی محتاج ہو تو اس مسجد

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدرمع الرد ۱۰/۲۸ کتاب الأشربة .

(۳) الدر والرد ۱۰/۳۴ کتاب الأشربة .

کا کچھ حصہ اجارہ پر دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۳۱۳۶ھ)

الجواب: روایات معتبرہ کے موافق مسجد کی زمین کے کسی حصہ کا کرایہ پر دینا اور دُکانیں بنوانا ناجائز ہے، اور جو جگہ ایک دفعہ مسجد میں داخل ہوجاتی ہے وہ ہمیشہ کو مسجد رہتی ہے اور مسجد کا نیچے اور اوپر کا حصہ سب مسجد کے حکم میں ہے۔ درمختار میں ہے: أما لو تمّت المسجدية ثم أراد البناء منع ولو قال: عنيت ذٰلك لم يصدق تاتارخانية . فإذا كان هذا في الواقف فكيف بغيره؟ فيجب هدمه ولو على جدار المسجد ولا يجوز أخذ الأجرة منه ولا أن يجعل شيئًا منه مستغلاً ولا سكنٰى (بزازية) اور شامی میں ہے: وقد ورد في الفتح مابحثه في الخلاصة من أنه لو احتاج المسجد إلى نفقة توجر قطعة منه بقدر ماينفق عليه بأنه غير صحيح إلخ (۱) والفتوٰى على قول أبي يوسفؒ في تأبيد المسجد (۲) (شامي) فقط

مرہونہ زمین مرتہن کو اجارے پر دینا

سوال: (۱۴۱) اگر راہن زمین مرہونہ مرتہن کو اجارہ پر دیوے تو یہ اجارہ جائز ہے یا نہیں؟ اور رہن اس سے باطل ہوجاوے گا یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۶۸۷ھ)

الجواب: قال في رد المحتار: وأما الإجارة فالمستأجر إن كان هو الراهن فهي باطلة و كانت بمنزلة ما إذا أعار منه أو أودعه وإن كان هو المرتهن وجدد القبض للإجارة أو أجنبيًّا بمباشرة أحدهما العقد بإذن الآخر بطل الرهن الخ . وفيه بعد أسطر: و يشترط في الإجارة تجديد القبض كماعلمت آنفًا إلخ (۳) اس سے معلوم ہوا کہ اگر مرتہن کو وہی زمین اجارہ پر دیوے اور تجدید قبض ہوجاوے تو اجارہ صحیح ہے، لیکن رہن باطل ہوجاتا ہے۔ قال في الدر المختار: بخلاف الإجارة والبيع والهبة والرهن من المرتهن أو من أجنبي إذا باشرها أحدهما بإذن الآخر حيث يخرج عن الرهن ثم لا يعود إلا بعقد مبتدءٍ إلخ (۳) فقط

---

(۱) الدر والرد ۶/۴۲۸-۴۲۹ كتاب الوقف ، مطلب في أحكام المسجد .

(۲) الشامي ۶/۴۲۹ كتاب الوقف ، مطلب فيما لو خرب المسجد أو غيره .

(۳) الدر والشامي ۱۰/۱۰۴ كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن والجناية عليه وجنايته على غيره

پچھنے لگانے کا پیشہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۴۲) حجامت کا پیشہ کرنا کیسا ہے؟ اور کاسب پر طعن و تشنیع کرنا کیسا ہے؟
(۳۷۴/۱۳۴۶ھ)

الجواب: بعض احادیث میں یہ وارد ہے: ثمن الكلب خبيث، ومهر البغي خبيث، وكسب الحجام خبيث رواه مسلم (۱) چونکہ اس روایت میں کسب حجام کو خبیث فرمایا ہے اس لیے علماء نے لکھا ہے کہ یہ پیشہ مکروہ ہے بوجہ دناءت کے، چنانچہ صاحب مرقات نے كسب الحجام خبيث کی شرح میں لکھا ہے أي مكروه لدناء ته (۲) پس معلوم ہوا کہ اس کو پیشہ کرنا اچھا نہیں ہے اگر چہ حجام کے لیے وہ اجرت حلال ہے کیونکہ دوسری احادیث سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حجامت کرائی اور حجام کو اجرت دی (۳)

غیر شرعی لباس بنانے کی اجرت کا حکم

سوال: (۱۴۳) بندہ نے گذر معاش کی وجہ سے درزی کا کام شروع کیا ہے، مگر خرابی یہ ہے کہ لباس غیر مشروع بنانا پڑتا ہے، لہٰذا یہ کام درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۸۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: جو اجرت ملے وہ حلال ہے۔

معین غلہ کے عوض زراعتی زمین کا اجارہ درست ہے

سوال: (۱۴۴)......(الف) زید اپنی زراعتی زمین بکر کو اس طور پر اجارہ کے لیے دینا چاہتا ہے

(۱) الصحيح لمسلم ۱۹/۲ كتاب المساقاة والمزارعة، باب تحريم ثمن الكلب وحلوان الكاهن ومهر البغي والنهي عن بيع سنور.
(۲) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۳۸/۶ كتاب البيوع– باب الكسب وطلب الحلال، مكتبة إمداية، ملتان.
(۳) عن ابن عباس رضي الله عنه أن النبي صلّى الله عليه وسلّم احتجم فأعطى الحجام أجره واستعط متفق عليه (مشكاة ص:۲۵۸ باب الإجارة)

کہ فی فصل دس من غلہ معینہ مثلاً گندم بکر اس کو دیا کرے یہ صورت اجارہ کی درست ہے یا نہیں؟

(ب) اگر بسبب بارش نہ ہونے کے یا دیگر وجوہ سے بکر نے زمین کو کاشت نہ کیا تو زید فصل پر مقدار معین غلہ کی یا اس کی قیمت بکر سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۹۸۵ھ)

الجواب: (الف-ب) یہ صورت اجارہ کی درست ہے تعیین اجرت ہوگئی اور صحت اجارہ کے لیے اسی کی ضرورت ہے اور اگر زمین مستأجرہ میں کچھ پیدا نہ ہوا یا مستأجر نے کاشت نہ کیا تو اجرت مقررہ یعنی غلہ معینہ بکر کو دینا پڑے گا، اور اگر روپیہ اجرت کا مقرر ہوا تھا تو روپیہ دینا پڑے گا اور اگر غلہ معینہ کی قیمت لینے پر زید اور بکر راضی ہوجائیں تو وہی دی جائے گی۔ درمختار میں ہے: **وكل ما صلح ثمنًا أى بدلاً في البيع صلح أجرةً إلخ**(۱) **وفي الشامي: ولابد من إعلام البدل إلخ** (۲) **وفي الدرالمختار: أو الاستيفاء للمنفعة أو تمكنه منه إلخ**(۳)(درمختار) فقط

درختوں کو اجارہ پر دینا درست نہیں

سوال: (۱۴۵) ایک باغ میں بہت سی قسم کے درخت ہیں اب کسی نے یہ کہا کہ ان میں سے کسی خاص درخت کو اجارہ پر دیدو چند ماہ کے لیے اور اس مدت میں جو کچھ نفع اس درخت سے ہوگا وہ میں لوں گا، اور بقیہ جو درخت کہ اجارہ میں نہیں ہیں ان کا ثمر مالک زمین کو ہی ملے گا اور جو درخت کہ اجارہ پر لیا ہے اس میں فی الحال کوئی ثمر نہیں ہے اس قسم کا اجارہ جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۳۴۷ھ)

الجواب: درختوں کو ان شرائط کے ساتھ اجارہ پر لینا جائز نہیں **ولاتجوز إجارة الشجر على أن الثمر للمستأجر إلخ كذا في المحيط السرخسي** (۴) **الفتاویٰ العالمغیریة.**

سوال: (۱۴۶) زید زمین دار ہے، درختان کھجور اور تاڑ کو فصل کے وقت تاڑی بیچنے والوں کے ہاتھ فروخت کردیتا ہے وہ تین چار مہینے ان درختوں سے تاڑی اتار کر بیچتے ہیں جب فصل ختم ہوجاتی

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي ۹/۷ كتاب الإجارة.

(۲) الشامي ۹/۶ كتاب الإجارة.

(۳) الدرمع الرد ۹/۱۴ كتاب الإجارة.

(۴) الفتاوى الهندية ۴/۴۴۲ كتاب الإجارة، الباب الخامس العشر في بيان ما يجوز من الإجارة وما لايجوز.

ہے؛ تب ان درختوں کو چھوڑتے ہیں، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۲/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: یہ اجارہ اشجار کا ناجائز ہے۔

مسلمان بنانے پر اجرت لینا

سوال: (۱۴۷) ایک شخص غیر مذہب قاضی کے یہاں مسلمان ہونے گیا، قاضی نے اس سے پانچ روپیہ اجرت طلب کی یہ اجرت شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور قاضی مذکور کے لیے کیا حکم ہے؟

(۱۷۹۰/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسا قاضی فاسق اور مرتکب گناہ کبیرہ کا ہے، شرح فقہ اکبر میں ہے: **وفي الخلاصة كافر قال لمسلم: أعرض على الإسلام فقال: اذهب إلى فلأن العالم كفر أي لأنه رضي ببقائه في الكفر إلى حين ملازمة العالم ولقائه أو لجهله الخ وقال أبو الليث: إن بعثه إلى عالم لا يكفر لأن العالم ربما يحسنه ممالايحسنه الجاهل فلم يكن راضيًابكفره ساعةً إلخ** (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ محض توقف کرنے کو اس کے مسلمان کرنے میں بعض فقہاء نے کافر کہا ہے۔ **فكيف بهذا. فقط**

سوال: (۱۴۸) نابالغ یتیم ہندو کو مسلمان کیا اور اس کے پاس دو اڑھائی روپیہ باپ کا متروکہ تھا اس میں سے نصف کی مٹھائی منگوا کر تقسیم کی گئی اور نصف مسلمان کنندہ نے اجرت مسلمان بنانے کی لی یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: نابالغ کے روپیہ کی مٹھائی تقسیم کرا دینا اور نصف مسلمان کنندہ کو خود رکھ لینا جائز نہیں ہے اس کو واپس کرنا چاہیے۔

اعانت علی المعصیت والے اجارے کا حکم

سوال: (۱۴۹) ...... (الف) ایک کافر کہتا ہے کہ مجھے اپنی گاڑی پر سوار کر کے شراب خانہ تک

---

(۱) شرح الفقه الأكبر في الكلام لمُلّا علي القارئ ص: ۲۱۸ فصل في الكفر صريحًا وكناية، المطبوعة: المجتبائي. دهلي.

لے چلو؛ ایسے شخص سے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے بگھی گاڑی پر سوار کر کے رنڈی کے پاس چھوڑ آ؛ ایسے شخص سے اجرت لینا کیسا ہے؟

(ج) کسی شخص کی افیون اور چرس گاڑی پر لاد کر کہیں پہنچانا اور اس سے اجرت لینا درست ہے یا نہیں؟ (۶۵۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف۔ج) ان سب صورتوں میں بوجہ اعانت علی المعصیت اجارہ مکروہ ہے۔

سوال: (۱۵۰)......(الف) ہندو کو گاڑی میں بیٹھا کر اس کے میلے میں پہنچا کر کرایہ لینا حلال ہے یا حرام؟

(ب) عیسائی کو گاڑی میں گرجا میں پہنچا کر کرایہ لینا حلال ہے یا حرام؟ (۸۸۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) کرایہ حلال ہے لیکن بوجہ اعانت علی المعصیت کے یہ فعل مکروہ ہے۔

(ب) اس کا حکم بھی وہی ہے جو پہلے مذکور ہوا۔

سوال: (۱۵۱) آج کل بارات ریل سے اتر کر تانگہ گاڑی میں سوار ہو جاتی ہے اور گاڑی وغیرہ کے آگے باجا بجتا ہوا لڑکی والے کے گھر تک آتا ہے، اس حالت میں گاڑی تانگہ کرایہ کرنا اور کرایہ لینا حلال ہے یا حرام؟ (۹۶۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مکروہ ہے۔

سوال: (۱۵۲) مکان کو ہوٹل بنانے کے لیے جس میں سور شراب بھی انگریزوں کو دیا جائے گا اور ایسے ہی فاحشہ کی سکونت کے لیے جس میں حرام کاری ہوگی دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو لذاتہ یا لغیرہ؟ اور کرایہ اس کا صاحب مکان کے لیے حلال ہوگا یا حرام؟ اور مال حرام سے جو مکان خریدا جائے یا بنایا جائے اس میں بہ کرایہ رہنا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: امام صاحب کا مذہب اس صورت میں جواز کا ہے، لیکن صاحبینؒ مکروہ فرماتے ہیں کیونکہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے اور یہ معصیت لغیرہ ہے، پس ان لوگوں کو مکان کرایہ پر دینا اچھا نہیں ہے، اور مال حرام سے جو مکان خریدا یا بنایا جائے اس میں خباثت ضرور ہے، لہٰذا اس میں رہنا اچھا نہیں ہے، بایں ہمہ رہنے والے کے لیے حکم جواز کا ہے، رہنا اس میں حرام نہیں ہے اور صاحب مکان

کے لیے وہ کرایہ اچھا نہیں ہے۔ فقط

مسجد کی دُکانوں کو تین سال کے لیے ٹھیکہ پر دینا

سوال: (۱۵۳) مسجد کی چند دکانیں ایک شخص مسلم یا غیر مسلم کو ٹھیکہ پر تین سال کے لیے دی جاسکتی ہیں کہ وہ زر ٹھیکہ پیشگی ادا کرکے دکانداروں پر جس قدر چاہے اضافہ کرکے اپنا منافع حاصل کرتا رہے خواہ دکانیں چلتی رہیں یا خالی رہیں، دُکانداران کہتے ہیں کہ مسجد ہم سے براہ راست معاملہ کیوں نہ رکھے جس قدر ٹھیکہ دار ہم دُکانداران پر اضافہ کرے وہ مسجد خود کرسکتی ہے اور ہم اس کے واسطے آمادہ ہیں تو کیا حکم ہے؟ (۴۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جس میں وقف کا نفع ہو وہ کام کرنا چاہیے، پس اگر بطریق مذکور ٹھیکہ دینے میں نفع معلوم ہو اس وجہ سے کہ براہ راست کرایہ داروں کے دینے میں شاید کبھی دُکانوں کے خالی رہنے کا احتمال ہو تو تین سال کا ٹھیکہ دیدینا درست ہے، غرض یہ کہ مہتمم اور متولی دُکانوں کے نفع کا خیال رکھے کسی کی رعایت سے دُکانوں کا نقصان نہ کرے نیک نیتی سے جو کچھ وہ کریں درست ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۲۰) فقط

مزدور نے جو کھیتی کاٹی ہے اس میں سے کاٹنے کی اجرت دینا درست نہیں

سوال: (۱۵۴) زمین میں مثلاً غلہ پیدا ہوا اور اس کو کسی سے کٹوایا اور اس مزدور نے یہ شرط کرلی کہ پانچواں یا چھٹا حصہ اسی میں سے اس کو دیا جاوے یہ جائز ہے یا نہ؟ اور اس طرف کھجور کی تاڑی میں سے رس نکال کر مٹھائی بناتے ہیں تو مزدور کو نصف رس دیتے ہیں یعنی مزدوری کا، تو یہ جائز ہے یا نہ؟ (۳۴۷/ ۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس طرح معاملہ کرنا ناجائز ہے، یہ اجارہ فاسد ہے اجرت میں ایسی شئ متعین کرنا جو خود مستاجر کے عمل کا ثمرہ ہو مفسد اجارہ ہے۔ ہدایہ میں ہے: **وكذا إذا استأجر حمارًا يحمل عليه طعامًا بقفيز منه فالإجارة فاسدة لأنه جعل الأجر بعض ما يخرج من عمله فيصير في معنى قفيز الطحان و قد نهى النبي صلّى الله عليه وسلّم عنه (۱)**

---

(۱) الهداية ۳/ ۳۰۵ كتاب الإجارات ، باب الإجارة الفاسدة.

سوال: (۱۵۵) کھیت کاٹنے میں یہ شرط کرنا کہ بیس پولی میں سے ایک پولی کاٹنے والے کو دی جاوے درست ہے یا نہیں؟ (۳۳-۳۲/۲۳۳ھ-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ شرط کرنا کہ بیس پولی کاٹنے والے کو ایک پولی دی جاوے وہ مفسد اجارہ ہے۔ فقط

سوال: (۱۵۶) جو لوگ کھیت کاٹتے ہیں ان سے کچھ مزدوری طے نہیں کی جاتی، دستور یہ ہے کہ شام کو ان کو لاؤنی (۱) دی جاتی ہے، جس میں ۵ سیر غلہ نکلنے کا دستور ہے۔ خواہ اس میں سے غلہ کم نکلے یا زیادہ اس طرح لاؤنی دینا جائز ہے یا نہیں؟ مزدور کھیت کو دیکھ کر جس جگہ اچھا غلہ معلوم ہوتا ہے اپنی لاؤنی اس جگہ سے لینا چاہتا ہے ان کی رائے سے دینا چاہیے یا مالک جس جگہ سے چاہے دیدے؟

(۱۱۲۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ اجارہ فاسدہ ہے؛ دو وجہ سے: اوّل وجہ یہ ہے کہ یہ بہ حکم **قفیز الطحان** ہے۔ دوسری (وجہ یہ ہے کہ) اجرت مجہول ہے، اگر اجرت معلوم بھی ہو تب بھی وجہ اول کے سبب سے ناجائز ہے، درمختار میں اجارہ فاسدہ کے بیان میں ہے: **أو استأجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه أو ثورا ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت في الكل لأنه استأجره بجزء من عمله والأصل في ذٰلك: نهيه صلّى الله عليه وسلّم عن قفيز الطحان الخ . والحيلة ...... أن يفرز الأجر أولاً أو يسمى قفيزًا بلا تعيين ثم يعطيه قفيزاً منه فيجوز** (۲) (درمختار)

مزدور کو اسی کے کیے ہوئے کام میں سے مزدوری دینا کب درست ہے؟

سوال: (۱۵۷) مزدور کو اسی کے کئے ہوئے کام میں سے مزدوری دینا کیسا ہے؟

(۱۶۰۴/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر شرط اس میں سے مزدوری دینے کی نہ کی جائے اور پھر اس میں سے دیدی جائے تو جائز ہے۔

---

(۱) لاؤنی: فصل کاٹنے کی مزدوری (فیروز اللغات)

(۲) الدر المختار مع الشامي ۹/۶۸ كتاب الإجارة ، باب الإجارة الفاسدة ، مطلب: تحرير مهم في عدم جواز الاستيجار على التلاوة إلخ .

گیہوں یا چاول پسوا کر اسی میں سے اجرت دینا

سوال: (۱۵۸) گیہوں یا چاول پسوا کر اسی میں سے اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟
(۱۷۴۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ ممنوع ہے۔ کما ورد النهي عن قفيز الطحان(۱) البتہ اگر مطلق گیہوں بہ مقدار معین اجرت مقرر کی جاوے تو یہ جائز ہے۔ فقط

ذبح کرنے کی اجرت لینا

سوال: (۱۵۹) جانور ذبح کرنے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۸۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قواعد فقہیہ کا مقتضا یہ ہے کہ ذبح پر اجرت لینا درست ہے (۲) بشرطیکہ اجرت معین ہو اور کام بھی معین ہو مثلاً یہ کہ فی جانور ایک آنہ یا دو آنہ۔ فقط

ذبح کرنے کی اجرت میں گوشت لینا

سوال: (۱۶۰) ذبح کرنے کی اجرت لینا یا اجرت میں گوشت لینا جائز ہے یا نہ؟ (۵۱۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ذبح کرنے اور گائے وغیرہ کو صاف کرنے اور گوشت نکالنے کی اجرت لینا درست ہے۔ اور اگر گوشت میں سے اجرت لینا پہلے مقرر نہ کیا ہو مثلاً اجرت روپیہ پیسہ سے مقرر کی گئی ہو مثلاً چار آنہ یا آٹھ آنہ اور بعد میں بجائے چار آنہ کے مثلاً بہ رضائے قصاب وذابح گوشت چار آنہ کا دیدیا جائے تو یہ درست ہے اور قربانی میں اس کو مکروہ لکھا ہے، پس قربانی میں گوشت اجرت میں نہ دے۔ فقط

---

(۱) أو استأجر بغلا ليحمل طعامه ببعضه أو ثورا ليطحن بره ببعض دقيقه فسدت في الكل لأنه استأجره بجزء من عمله، والأصل في ذلك نهيه صلّى الله عليه وسلّم عن قفيز الطحان (الدر المختار مع رد المحتار ۶۸/۹ كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب تحرير مهم في عدم جواز الاستئجار على التلاوة والتهليل إلخ)

(۲) ويجوز الاستيجار على الذكاة إلخ (الفتاوى الهندية ۴۵۴/۴ كتاب الإجارة، فصل في المتفرقات)

ناف ملنے کی اجرت لینا

سوال: (۱۶۱) دایہ دوسرے کے مکان پر جا کر ناف وغیرہ ملتی ہے اور اس کی اجرت لیتی ہے یہ اجرت حلال ہے یا نہ؟ اور ان کے مکان میں دعوت کھانا اور ان کی پکائی ہوئی روٹی کھانا کیسا ہے؟ ان کو رذیل اور کمینہ سمجھ کر دعوت قبول نہ کرنا کیسا ہے؟ (۱۲۵۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اجرت مذکورہ حلال ہے، اور ان کے مکان میں دعوت کھانا اور ان کی پکائی ہوئی روٹی کھانا درست ہے، ان کو رذیل اور کمینہ سمجھنا اور اس وجہ سے دعوت قبول نہ کرنا ممنوع ہے اور معصیت ہے۔

بچے کے کان میں اذان کہنے پر رقم لینا

سوال: (۱۶۲) امام مسجد لڑکے کے کان میں جو اذان دیتا ہے اس پر رقم لینی جائز ہے یا نہ؟ (۶۷۵/۱۳۴۴ھ)

الجواب: اگر معاوضہ اذان کا نہ ہو تو درست ہے۔

جو شخص سود لیتا ہے اس کے یہاں ملازمت کرنا

سوال: (۱۶۳) زید سود لیتا ہے اور زمیں دار بھی ہے اور معاملات زمینداری میں لگان وغیرہ لینے میں بھی سود لیتا ہے اور بکر اس کا ملازم ہے تو ملازمت اور تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اسی طرح اس اسکول کی ملازمت درست ہے یا نہیں جس کا خرچ سودی آمدنی اور فیس کے مجموعے سے چلتا ہے؟ (۶۱۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: بکر ملازم کو بمعاوضہ ملازمت اپنی خدمت کے زید سے تنخواہ لینا درست ہے اور ملازمت درست ہے گو احتیاط بچنے میں ہے، لیکن از راہ فتوی ملازمت مذکورہ درست ہے، اور اسکول مذکور میں ملازمت کرنا بھی درست ہے۔ فقط

جس محکمہ میں سود کی ڈگریاں دی جاتی ہیں، اُس میں ملازمت کرنا

سوال: (۱۶۴) محکمہ منصفی یا کسی دوسرے محکمہ کی (جن میں سود کی ڈگریاں دی جاتی ہیں)

ملازمت جائز ہے یا نہیں اور ناجائز ہونے کی صورت میں وہاں کے ملازموں کے یہاں کھانا پینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۳۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ ملازمت درست نہیں ہے، اور کھانا پینا بھی ان کا اچھا نہیں ہے۔

ایسی ملازمت کرنا جس میں جاندار کی تصویر کشی کرنی پڑتی ہے

سوال: (۱۶۵) زید ایسی ملازمت کرسکتا ہے؟ جس میں اس کو تصویر جاندار و غیر جاندار کی کھینچنی ہو۔ (۴۲۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جس ملازمت میں تصویر کشی جاندار کی، ملازم کے ذمے ہے خواہ وہ خود کھینچے یا کسی سے کھینچوائے وہ ملازمت درست نہیں ہے۔

خلاف شرع کام پر ملازمت کرنا

سوال: (۱۶۶) ناجائز ملازمت کرنی شرعاً کیسی ہے؟ (۹۴۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ ناجائز فعل خواہ ملازمت ہو یا کچھ اور کیسے جائز ہوسکتا ہے؟ عجیب بات ہے کہ سائل یہ بھی کہتا ہے کہ ناجائز ملازمت پھر اس کا حکم دریافت کرتا ہے۔

سوال: (۱۶۷) مسلمان کو ایسی ملازمت کرنا جس میں خلاف شرع کام کرنا ہوتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ اور جو ملازم کسی محکمہ میں ہو اس میں بقاعدہ ملازمت ایک مدت مقررہ کے لیے مجبور ہو اور ملازمت کو چھوڑ بھی نہ سکتا ہو اور خلاف شرع کام کرنا پڑے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ (۳۷۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مسلمان کو حتی الوسع ایسی ملازمت سے احتراز کرنا چاہیے جس میں خلاف شریعت کوئی کام کرنا پڑے، بعد ملازمت کے تو آدمی مجبور ہو جاتا ہے، لیکن ملازمت کرنے پر کوئی مجبور نہیں ہے پس اول ہی اس کا خیال رکھے اور ایسی ملازمت نہ کرے، جس میں خلاف احکام اسلام اس کو کرنا پڑے۔ فقط

سوال: (۱۶۸) ناجائز کام پر نوکری کر کے تنخواہ لینا کیسا ہے؟ (۲۱۸۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ناجائز کام پر نوکری کرنا اور تنخواہ لینا حرام اور معصیت ہے۔

زمین اجارے پر لے کر مالک کو یا دوسرے کو اجارہ پر دینا

سوال: (۱۶۹) زمین اجارہ پر لے کر زیادہ اجرت پر دوسرے کو یا مالک زمین کو اجارہ پر دینا درست ہے یا نہیں؟ (۸۲۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: زمین اجارہ پر لے کر دوسرے کو اجارہ پر دینا کم یا زیادہ پر درست ہے، اور خود مالک زمین کو دینا درست نہیں ہے یعنی اس کو دینے میں پہلا اجارہ بھی فسخ ہو جاتا ہے۔

غیر کی زمین میں درخت لگانے کا حکم

سوال: (۱۷۰) زید نے عمر کی زمین میں ایک درخت لگایا اور اب جب بڑا ہوا اور اس کی لکڑی کاٹی گئی تو زید کو بھی کچھ حصہ یا محنت وعمل کی اجرت دی جاوے گی یا درخت بتمامہا عمر صاحب زمین کا ہوگا؟ (۷۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس کی دو صورتیں ہیں یا تو بلا اجازت مالک زمین کے درخت لگایا یا باجازت، بلا اجازت لگانے میں درخت کے اکھاڑنے کا یا قیمت اکھڑے ہوئے درخت کی دینے میں مالک کو اختیار ہوتا ہے، اور باجازت لگانے میں مالک درخت کا؛ صاحب زمین ہے اور درخت لگانے والے نے جو خرچ کیا وہ اس کو دیا جاوے۔ **فلو بإذنه فالبناء لرب الدار ويرجع عليه بما أنفق إلخ (۱)(شامي ۵/۱۲۴ كتاب الغصب)**

جانور پالنے کے لیے بٹائی پر دینا

سوال: (۱۷۱) بکری گائے وغیرہ کو پالنے کے لیے دینے کی یہ صورت جائز ہے یا نہیں کہ مالک بکری وغیرہ غیر کو دیتا ہے اور یہ شرط ہوتی ہے کہ جو بچہ پہلے پیدا ہوگا، وہ پالنے والے کا ہوگا اور پھر اور جو بچہ ہوگا وہ نصفا نصف مشترک ہوتا ہے، اس بچے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۱۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صورت شرعاً ناجائز ہے، شامی میں لکھا ہے کہ اگر جانور کو اس طرح پرورش پر دیا جائے

(۱) الشامي ۹/۲۳۴ كتاب الغصب ، قبيل مطلب: زرع في أرض الغير يعتبر عرف القرية .

تو جو بچے پیدا ہوں گے وہ اس جانور کے مالک کی ملک ہیں اور پرورش کنندہ کو اجرت مثل یعنی قیمت گھاس وغیرہ کی اور اجرت معروفہ جو ایسے کام کی اور ایسی محنت کی ہو ملے گی، عبارت شامی کی یہ ہے: **وعلى هذا إذا دفع البقرة با لعلف ليكو ن الحا دث بينهما نصفين فما حدث فهو لصا حب البقـرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله تاتارخانية** (۱) (شامي: ۳/۳۵۱،شرکت فاسدہ) لیکن جب کہ مالک بخوشی پرورش کنندہ کو وہ بچہ دیدے تو وہ مالک ہو گیا، اگر وہ قربانی کرے تو درست ہے، اور مالک کے حصے میں جو بچہ آئے وہ تو مالک ہی کا ہے، وہ بھی قربانی کرسکتا ہے۔

سوال: (۱۷۲) جانور کے بچے کو اس طرح پرورش پر دینا کہ جب پرورش ہو جاوے گا اور جو اس کی قیمت ہو گی اس میں سے نصف پرورش کرنے والے کی اور نصف مالک کی، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳۲۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس طرح پرورش پر دینا جائز نہیں ہے، شامی میں ہے کہ ایسی صورت میں پرورش کرنے والے کو اجرت مثل دینا لازم ہوتا ہے یعنی جس قدر زمانہ پرورش کرنے اور رکھنے کی اجرت عرفًا ثابت ہو وہ دینی پڑے گی اور جانور مالک کا ہے۔

سوال: (۱۷۳) ایک شخص نے دوسرے شخص سے چھوٹا بچھڑا اس شرط پر لیا کہ میں پرورش اس کی کرتا ہوں تو دوڈھائی سال کے بعد جو قیمت اس کی ہو گی، ہم دونوں نصفا نصف تقسیم کرلیں گے یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ (۹۲۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس طرح کے معاملہ کو علامہ شامی نے شرکت فاسدہ میں ذکر کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ وہ جانور مالک کا ہی ہوگا اور پرورش کنندہ کو اجرت پرورش دی جائے گی حسب عرف، عبارت اس کی یہ ہے: **وعلى هذا إذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فماحدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله تاتارخانية إلخ** (۲) (شامي:۳/۳۵۱)

سوال: (۱۷۴)......(الف) کسی کو کوئی بکری یا گائے پالنے کے لیے اس طرح پر دینا کہ جو کچھ بچہ پیدا ہوگا نصف میرا اور نصف تمہارا اور اصل جانور مالک کا رہے گا یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟

---

(۱) الشامي ۶/۳۹۴ كتاب الشركة ، مطلب يرجح القياس.
(۲) حوالۂ سابقہ۔

(ب) کوئی جانور اس طور پر پالنے کے لیے دینا کہ پرورش پر دینے کے وقت جو قیمت ہو، اس کو چھوڑ کر پرورش ہو جانے پر جو قیمت ہو اس کا نصف پالنے والے کو اور نصف مع اس قیمت کے جو پرورش پر دینے کے وقت تھی مالک کو ملے گی یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۴۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) اس صورت میں وہ گائے وغیرہ بھی مالک کی ہی رہے گی اور جو بچے اس سے پیدا ہوں گے وہ بھی مالک گائے کے ہوں گے یہ شرط کرنا کہ جتنے بچے ہوں گے وہ نصف نصف کر لیں گے باطل ہے بلکہ پرورش کنندہ کو اجر مثل ملے گا۔

(ب) اس میں بھی وہی حکم ہے جو اوپر گذرا وہ قیمت تمام مالک کی ہے اور پالنے والے کو اجر مثل یعنی جس قدر اس کام اور وقت کی اجرت معاوضہ معروفہ ہو دیا جائے گا جیسا کہ (شامی: ۳/۳۵۰-۳۵۱) میں ہے: **وعلى هذا إذا دفع البقرة بالعلف ليكون الحادث بينهما نصفين فما حدث فهو لصاحب البقرة وللآخر مثل علفه وأجر مثله تاتارخانية (۱) فقط**

سوال: (۱۷۵) زید نے بکری، مرغی، گائے وغیرہ بکر کو اس شرط پر دی کہ تم اس کو پالو اس کا بچہ، انڈا، دودھ وغیرہ جو فائدہ ہو اس میں ہم تم نصفا نصف لیں گے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۴۸۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ معاملہ فاسد ہے اور اس طرح شرکت صحیح نہیں ہوتی وہ جانور اصل معہ نفع وزوائد کے مالک اصلی کی ملک ہیں، پرورش کنندہ کو اجر مثل اور خرچ خوراک وغیرہ دیا جائے گا۔ **كذا في الشامي** (۲) فقط

سوال: (۱۷۶)...... (الف) گائے بیل کو پالنے کے واسطے کسی کو اس شرط پر دیا کہ جو قیمت ہوگی ثلث یا ربع پالنے والے کو ملے گی اور باقی مالک کو ملے گی؟

(ب) کسی کو گائے بیل پالنے کو دیے اس شرط پر کہ دینے کے وقت مثلاً ان کی قیمت دس روپیہ تھی اور کچھ عرصہ بعد تیس روپیہ ہوگئی تو اب نفع دس روپیہ پالنے والے کو اور اصل مالک کو دس روپیہ نفع میں سے اور دس روپیہ اصل قیمت میں سے کل بیس روپیہ ملے تو یہ جائز ہے یا نہ؟ (۳۴۷/۱۳۴۴ھ)

الجواب: (الف-ب) یہ شرط صحیح نہیں، پالنے والے کو صرف اجر مثل ملے گا جانور بدستور اصل

---

(۱) **الشامي ۶/۳۹۴ كتاب الشركة، فصل في الشركة الفاسدة، مطلب: يرجح القياس.**

(۲) حوالۂ سابقہ۔

مالک ہی کا ہے، پالنے والا اپنی اس خدمت کے بدلے اجرت کا مستحق ہے سو وہ اس صورت میں اجر مثل ہے، درمختار میں ہے: **وما حصله أحدهما بإعانة صاحبه فله و لصاحبه أجر مثله إلخ (۱)**

رنڈی کے لڑکوں کو پڑھا کر تنخواہ لینا اور رنڈی کی نبض دیکھ کر فیس لینا

سوال: (۱۷۷)......(الف) زید ایک ہندو کے مدرسہ میں مدرس تھا، چند زمانہ سے ہندو رئیس نے ایک رنڈی اپنے یہاں رکھ لی ہے اور اس سے چند لڑکے ہوئے، زید کو مدرسہ سے علیحدہ کر کے رنڈی کے لڑکوں کو پڑھانے کو کہہ دیا ہے، لہٰذا ان کو تعلیم دینا اور تنخواہ لینا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اگر طبیب رنڈی کی نبض دیکھ کر فیس لے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف-ب) ان کو تعلیم دینا اور تنخواہ لینا درست ہے، اسی طرح صورت مذکورہ میں طبیب کو فیس لینا درست ہے۔

جھیل و دریا ماہی گیروں کو کرایہ پر دینا

سوال: (۱۷۸) زید کے ملک میں چند جھیل اور دریا ہیں، ماہی گیروں کو سالانہ اجارہ پر دینا ان کا درست ہے یا نہیں؟ (۲۶۶۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: شامی کتاب الإجارة میں ہے: **ولا تجوز علی استیجار الآجام والحیاض لصید السمك إلخ** (۲) پس معلوم ہوا کہ اجارہ مذکورہ صحیح نہیں ہے، فقط

خدمت گاران سے اجرت مقرر کیے بغیر خدمت لینا

سوال: (۱۷۹) یہاں عام طور سے یہ دستور ہے کہ خدمت گاران مثل حجام، سقہ، دھوبی، کمہار، لوہار بڑھئی وغیرہ سے خدمت لینے کا نہ کوئی ضابطہ ہے اور نہ اجرت دینے کا، جو میرے خیال میں ناجائز

---

(۱) الشامي ۳/۲۳۸ کتاب الزکاة، باب الرکاز.

(۲) ردالمحتار ۹/۷۵ کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، مطلب الإجارة إذا وقعت علی العین لا تصح والحیلة فیه.

ہے، لہٰذا عرض ہے کہ کوئی صورت جواز کی جو سہل ہو ارشاد فرمائیں (۳۸۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایسے امور میں مسامحت ہی کرنی پڑتی ہے باقاعدہ و باضابطہ اجارہ صحیحہ ہونا دشوار ہے، اس میں عدم مؤاخذہ کی صورت ہے تو یہی ہے کہ جو کچھ ان خدمت گذاروں کو سالانہ وغیرہ دیا جائے اس وقت ان کو راضی کر لیا جائے اور اس وقت خدمات ماضیہ کا وہ معاوضہ ان کی رضامندی سے سمجھا جائے گا۔

جو شخص از خود دین کی خدمت کرتا ہے اس کا نفقہ اہل قصبہ پر واجب ہے؟

سوال: (۱۸۰) جو شخص خادم دین اسلام ہے اور کچھ معاش نہیں رکھتا، کیا اس شخص کا نفقہ اہل قصبہ پر واجب ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص بغیر کسی کی تحریک کے خود ہی خدمت دین میں مصروف ہے؟

(۸۴۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: جو شخص از خود خدمت اسلام کرتا ہے وہ کار ثواب کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو ثواب دے گا، اہل اسلام بھی خود حسب استطاعت اس کی خدمت کریں یہ امر ان کے لیے موجب اجر و ثواب ہے، مگر ان کے ذمے اس کا نفقہ و خرچ واجب نہیں ہے۔ فقط

قصابی کا پیشہ کرنا جائز ہے

سوال: (۱۸۱) قصابی کا پیشہ اختیار کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا بالدلیل توجروا

(۱۶۷۴/۳۳-۱۳۳۴)

الجواب: جائز ہے اور دلیل؛ اباحتِ جمیع انواع حرفہ و کسب ہے جس میں کوئی امر ممنوع و محظور شرعی نہ ہو، درمختار میں ہے: **وكل أنواع الكسب في الإباحة سواءٌ الخ** اور شامی میں ہے: **فالمراد من قولهم كل أنواع الكسب في الإباحة سواء أنها بعد إن لم تكن بطريقٍ محظورٍ لايذم بعضها وإن كان بعضهاأفضل من بعض إلى أن قال: وماقيل إن فيه إزهاق الروح وهويورث قسوة القلب لا يدل على الكراهة بل غايته أن غيره كالتجارة و الحراثة أفضل منه إلخ** (۱) (كتاب الصيد ۵/۲۹۸) فقط

---

(۱) الدر والرد ۱۰/۴۵ كتاب الصيد.

مالک نے جو مکان کرایہ پر دیا ہے اس کو فروخت کرنا

سوال: (۱۸۲) ایک شخص نے اپنا مکان کرایہ پر دیا، بعدہ اس مکان کو دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کردیا تو اس صورت میں بیع کا کیا حکم ہے؟ اور مشتری کرایہ دار کو اجارہ کی مدت کے اندر نکال سکتا ہے اور مکان خالی کرا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۳۴۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وبخلاف بيع ماآجره فإنه أيضا ليس بعذر بدون لحوق دين كما مرّ ويوقف بيعه إلى انقضاء مدتها هو المختار إلخ** (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ جس مکان کو مالک مکان نے اجارہ اور کرایہ پر دیا ہے اس کو فروخت کرنا نہ چاہیے اور اگر فروخت کیا تو مدت اجارہ کے پورا ہونے تک وہ بیع موقوف رہے گی، غرض یہ ہے کہ مشتری کرایہ دار کو مدت اجارہ کے ختم ہونے سے پہلے جبراً نہیں نکال سکتا، البتہ اگر کرایہ دار خوشی سے مکان چھوڑ دے تو اس کو اختیار ہے۔ فقط

خاکروب کا پیشہ کرنا اور اس پر اجرت لینا

سوال: (۱۸۳) بھنگی کا پیشہ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اس پر اجرت لینا درست ہے یا نہیں؟

(۱۴۵۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: خاکروب کا پیشہ شریعت میں حلال ومباح ہے اور اجرت لینا اس پر جائز ہے **كما هو معمول ومعروف في عامة البلاد بلانكير** درمختار کتاب الصید میں ہے: **فالتحقيق عندي إباحة اتخاذه حرفةً لأنه نوع من الاكتساب وكل أنواع الكسب في الإباحة سواء على المذهب الصحيح إلخ وفي الشامي: قوله: وكل أنواع الكسب أى أنواعه المباحة إلى أن قال: أقول: فالمراد من قولهم كل أنواع الكسب في الإباحة سواء أنها بعد إن لم تكن بطريق محظور لايذم بعضها وإن كان بعضها أفضل من بعض إلخ** (۲) (کتاب الصید ۲۹۷/۵) فقط

---

(۱) الدر مع الرد ۹۸/۹ كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: إرادة السفر أو النقلة من المصر عذر في الفسخ.

(۲) الدر والرد ۴۴/۱۰-۴۵ أوائل كتاب الصيد.

سودخور کے یہاں ملازمت کرنا

سوال: (۱۸۴) کافرمشرک بت پرست سودخوار، رشوت خوار کی نوکری کرنا کیسا ہے؟

(۱۳۳۷/۱۷۰۳ھ)

الجواب: کافر ومشرک وغیرہ کی ملازمت درست ہے، لیکن اگر کوئی مسلمان سود خوار ہوتو اگر ملازم کو یہ معلوم ہے کہ مجھ کو تنخواہ سود سے دیتا ہے تب تو احتراز بہتر ہے ورنہ کچھ حرج ملازمت میں نہیں ہے۔فقط

افیون کے تاجر کے یہاں ملازمت کرنا

سوال: (۱۸۵) جوشخص افیون کی تجارت کرتا ہواس کے یہاں ملازمت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۱/۱۲۳۳ھ)

الجواب: افیون کے بارے میں فقہاء نے یہ تفصیل فرمائی ہے بغرض تداوی اس کا استعمال درست ہے اور بلا ضرورتِ دوا استعمال اس کا حرام ہے، لیکن شراب کی حرمت سے کم ہے، درمختار میں ہے: **ویحرم أکل البنج و الحشیشیة......والأفیون ، لأنه مفسد للعقل ویصد عن ذکراللّٰه تعالیٰ وعن الصلوٰة لکن دون حرمة الخمر** اورشامی میں ہے: **فهٰذا کله و نظائره یحرم استعمال القدرالمسکرمنه دون القلیل إلخ (۱) وفیه أیضًا: والحق التفصیل: إن کان للتداوی فکذلك وإن للهو وإدخال الآفة قصدًا فینبغی أن لا یتردد في الوقوع إلخ (۲) وبه علم أن المراد الأشربة المائعة وأن البنج ونحوه من الجامدات إنمایحرم إذا أراد به السکر وهو الکثیرمنه دون القلیل المراد به التداوي ونحوه کالتطیُّبِ بالعنبر وجوزة الطیب إلخ** (۳) پس معلوم ہوا کہ افیون کے استعمال کی بعض صورتوں میں بعض اشخاص کے لیے بغرض تداوی اجازت ہے تو اس کی بیع

(۱) الدر والرد ۱۰/۳۸– ۳۹ أواخر کتاب الأشربة .
(۲) الشامی ۶/۵۳ کتاب الحدود ، باب حد الشرب ، مطلب في البنج والأفیون والحشیشة .
(۳) الشامی ۶/۵۴ کتاب الحدود ، باب حد الشرب ، مطلب في البنج والأفیون والحشیشة .

وشراء مطلقاً حرام نہیں ہے، مگر مشتبہ ضرور ہے اس لیے اس کی ملازمت بھی حرام نہیں ہے مگر مشتبہ ہے اور اس سے بچنا چاہیے کیوں کہ احتیاط یہی ہے کہ مشتبہات سے بھی احتراز کیا جاوے۔

گھٹیا دوا تیار کرنے والے حکیم کے یہاں ملازمت کرنا

سوال: (۱۸۶) میں ایک حکیم صاحب کی دُکان پر ملازم ہوں دو تین ملازم اور ہیں لیکن وہ حکیم صاحب جب کوئی مرکب دوا بنواتے ہیں، تو اس میں قیمتی ادویہ مثل مشک عنبر مروارید وغیرہ کے کم قیمت اور گھٹیا ادویہ میں ڈلواتے ہیں یا بالکل نہیں ڈلواتے، بحالت موجودہ یہ ملازمت جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو جو پہلے اس قسم کا کام ہم لوگوں نے کیا اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۶۲۵ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ جس طرح خلاف شریعت اور خلاف دیانت کوئی کام کرنا معصیت ہے اسی طرح اس میں معاونت اور امداد کرنا بھی حرام اور معصیت ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: ﴿وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۲) پس اس میں کچھ تردد نہیں ہے کہ ملازمت مذکورہ میں اعانت علی المعصیت اور شرکت فی المعصیت ہے یعنی یہ ملازمین بھی گناہ میں شریک ہیں اس لیے ملازمت مذکورہ حلال نہیں ہے، اور جو کچھ پہلے ہو چکا اس سے توبہ واستغفار کیا جائے اور آئندہ کو ملازمت مذکورہ کو چھوڑ دیا جائے۔ فقط

زانیہ عورت کا دودھ بچہ کو اجرت پر پلانا

سوال: (۱۸۷)...... (الف) بچے کو دودھ پلانے کے لیے عورت کو اجرت پر لے سکتے ہیں یا نہیں؟ جس کا دودھ زنا سے ہو۔

(ب) مسلمان عورت ہندو کے بچے کو دودھ اجرت پر پلا سکتی ہے یا نہیں؟

(ج) مسلمان کے بچے کو عورت کافرہ دودھ پلا سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۹۸۱ھ)

الجواب: (الف) ایسی عورت کا دودھ بچے کو پلا سکتے ہیں اور اجرت پر مقرر کر سکتے ہیں۔

(ب) پلا سکتی ہے۔

(ج) پلا سکتی ہے۔

جو آٹا پیسا ہے اس کے علاوہ آٹا اجرت میں دینا درست ہے

سوال: (۱۸۸) زید نے آٹا پیسنے کے واسطے چکی لگائی اور لوگوں کو اس اجرت سے پیسنے کا اختیار دیا ہے کہ فی من دو سیر آرد (آٹا) زید کو دیا کرے اور یہ دو سیر آرد ایک من کے علاوہ ہوں؛ یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ (۸۹۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس مسئلہ میں جب کہ زید نے دو سیر آٹا اجرت؛ ایک من آٹا پیسنے کی مقرر کی اور وہ دو سیر اس من بھر میں نہیں جن کی اجرت قرار پائی ہے تو اس کو فقہاء نے جائز لکھا ہے کیونکہ یہ قفیز طحان کے حکم میں نہیں ہے جو کہ ممنوع ہے۔ فقط

خنزیر کی تجارت کے متعلق خطوط لکھنے پر اجرت لینا درست نہیں

سوال: (۱۸۹) تجارت خنزیر کے متعلق خطوط لکھ کر اجرت لینا کیسا ہے؟ (۲۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: خطوط مذکورہ تحریر کرنا اور ان کی اجرت لینا درست نہیں ہے۔ فقط

رنڈیوں کی مزدوری کرنا اور ان سے تنخواہ لینا

سوال: (۱۹۰) زید رنڈیوں کی مزدوری کرتا ہے، تو زید کو ان سے مزدوری لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور ان کے مال میں زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ (۲۳۶۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: مزدور کے حق میں وہ مزدوری حلال ہے، اور حرام مال کے مخلوط کرنے سے ملک ہو جاتی ہے اگرچہ ملک خبیث ہوتی ہے اور زکوٰۃ اس میں لازم ہے۔ فقط

میت کو غسل دینے کے لیے کسی کو نوکر رکھنا

سوال: (۱۹۱) شملہ کے باشندے مستقل طور پر شملہ کے متوطن کم ہیں، زیادہ تر ملازمت وغیرہ کی وجہ سے مقیم رہتے ہیں، اگر کسی کے یہاں میت ہو جاتی ہے تو کنبہ و برادری نہ ہونے کی وجہ سے بہت دقت ہوتی ہے، کوئی عورت مرجاتی ہے تو غسالہ میسر نہیں آتی ، شملہ کے باشندوں کا خیال ہے کہ شملہ کی

تین چار مساجد صاحب جائداد ہیں ایک غسالہ کو بھی نوکر رکھ لیں اور مساجد کے متولی مشترکہ طور پر مساجد کی جائداد سے غسالہ کو تنخواہ دیا کریں، مساجد کی اوقاف کسی شرط کے ساتھ مخصوص وقف نہیں بلکہ چندہ وغیرہ کی کوششوں کا نتیجہ ہے، آیا جس طرح امام ومؤذن وغیرہ کو ہر مسجد فرداً فرداً تنخواہ دیتی ہے غسالہ کو مشترکہ طور پر مساجد کی جانب سے نوکر رکھنا اور تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۳۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: غسل میت پر اجرت لینا دینا دراصل ناجائز ہے، لیکن بہ ضرورت اس کے جواز کی گنجائش ہے۔ **كما في الشامي عن الفتح: ولايجوز الاستئجار على غسل الميت ويجوز على الحمل والدفن، وأجاز بعضهم في الغسل أيضا إلخ** (۱) پس حسب روایت جواز غسالہ کو مشترک طور سے متولیان مساجد اگر تنخواہ دیں تو بہ ضرورت مذکورہ درست ہے۔ فقط

میت کو قبر میں اتارنے کی قیمت لینا

سوال: (۱۹۲) میت کو قبر میں اتارنے کی (یعنی قبر کی) قیمت لینا اور اس کو ہدیہ نام رکھنا کیسا ہے؟ یہ اجرت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۴۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: یہ قیمت ناجائز وحرام ہے، محافظ قبرستانوں کو اس سے کیا علاقہ ہے؟ اگر قبرستان موقوف ہے تو اس میں کوئی تصرف مالکانہ جائز ہی نہیں، حرام ہے، اور اگر کسی شخص کا مملوک ہے تو مالک اپنی زمین کی قیمت لے سکتا ہے۔

حکم کا عدالت سے یا فریقین سے فیس لینا

سوال: (۱۹۳) عدالت ججی میں ایک مقدمہ دائر ہوا جس میں ہندہ مطلقہ نے اپنے زوج مطلق پر مہر وواپسیٔ جہیز کا دعوی کیا، عدالت نے فریقین مقدمہ کو توجہ دلائی کہ وہ اپنے مقدمہ کا انفصال عدالت میں کرانے کے بجائے پنچایت سے کرالیں، فریقینِ مقدمہ نے اس پر راضی ہو کر ایک شخص مقرر کیا، جس کو فریقین نے بالاتفاق تسلیم کرلیا، عدالت نے بھی اسے مقرر کردیا اور اس کے لیے سو روپیہ فیس مقرر کر

---

(۱) ردالمحتار ۳/۸۷ كتاب الصلاة، باب صلاة الجنازة، مطلب في حديث "كل سبب ونسب منقطع إلا سببي ونسبي".

دی اور اسے بذریعہ عدالت اطلاع دی کہ تم کو فلاں فلاں مدعی مدعا علیہ نے اپنے مقدمے میں حکم بنایا ہے، لہٰذا تم اس مقدمے کی تحقیقات کر کے منصفانہ فیصلہ کر دو اور اس کے لیے سو روپیہ تم کو بھیجے جاتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آیا یہ فیس حکم کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کی دو صورتیں ہیں:

اوّل یہ کہ عدالت خود یہ فیس حکم کو دے یعنی اپنے خزانہ سے۔

دوسری یہ کہ فریقین مقدمہ سے عدالت وصول کرے اور پھر حکم کو دے ان دونوں صورتوں کے حکم میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

حکم کو مدعی، مدعا علیہ کے بیان لینا، شہادت لینا، عذرات سننا، فریقین کو تاریخ کی اطلاع تحریری دینا اور تمام مسل (۱) تحریری مرتب کرنا اور پھر فیصلہ لکھنا، اور تمام کاغذات عدالت میں بھیجنا یہ تمام کام کرنے پڑیں گے۔ بینوا توجروا۔ (۳۴۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قال في ردالمحتار: المحكم كالقاضي (۲) وفيه من كتاب الحظر والإباحة: وجاز رزق القاضي من بيت المال إلى أن قال: ولو غنيا في الأصح، وهذا لو بلا شرط ولو به كالأجرة فحرام، لأن القضاء طاعة إلخ (۳) وفي ردالمحتار من القضاء: قال في البحر: وذكر الهدية ليس احترازيا إذ يحرم عليه الاستقراض والاستعارة ممن يحرم عليه قبول هديته كما في الخانية اهـ قلت: ومقتضاه أنه يحرم عليه سائر التبرعات فتحرم المحاباة أيضا ولذا قالوا: له أخذ أجرة كتابة الصك بقدر أجر المثل، فإن مفادهُ أنه لا يحل له أخذ الزيادة، لأنها محاباة وعلى هذا فما يفعله بعضهم من شراء الهدية بشيء يسير أو بيع الصك بشيء كثير لا يحل، وكذا ما يفعل بعضهم حين أخذ المحصول من أنه يبيع به الدافع دواة أو سكينا أو نحو ذلك لا يحل، لأنه إذا حرم الاستقراض والاستعارة فهذا أولى إلخ (۴) (رد المحتار) قوله: ولو غنيا في الأصح عبارة الهداية، ثم القاضي إذا كان فقيرا فالأفضل بل الواجب

---

(۱) مسل: مقدمے کی کاروائی کے کاغذات جو ایک جگہ منسلک ہوں۔ (فیروز اللغات)

(۲) ردالمحتار ۱۱۳/۸ کتاب القضاء، أوائل باب التحكيم.

(۳) الدر مع الرد ۴۷۵/۹ كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع.

(۴) ردالمحتار ۴۶/۸ كتاب القضاء، مطلب في هدية القاضي.

الأخذ، لأنه لايمكنه إقامة فرض القضاء إلابه ، إذالاشتغال بالكسب يقعده عن إقامته . وإن كان غنيا فالأفضل الامتناع على ماقيل، رفقابيت المال . وقيل: الأخذ وهو الأصح صيانةً للقضاء عن الهوان ونظرًا لمن تولى بعده من المحتاجين إلخ. قوله: وهذا لوبلا شرط إلخ بأن تقلد القضاء ابتداء من غير شرط ثم رزقه الوالى كفايته إلخ (۱) ان عبارات وامثالہا سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ حکم اس بارے میں مثل قاضی کے ہے اور قاضی کو قضا پر اجرت لینا درست نہیں ہے (۲) اور اگر تحریر وغیرہ کی اجرت کا طالب ہو تو وہ بقدر اجر مثل مل سکتی ہے نہ زائد، لہٰذا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت مسئولہ میں حکم کو فیس مذکور فریقین سے لینا درست نہیں ہے، البتہ اگر حاکم اور والی خزانہ میں سے دے دیویں تو درست ہے۔ فقط

چنگی کی طرف سے مقرر طبیب کا چنگی سے تنخواہ لینا

سوال: (۱۹۴) زید چنگی کی طرف سے پبلک کے لیے طبیب مقرر ہے اور اس کو تنخواہ چنگی سے ملتی ہے یہ حلال ہے یا نہ؟ (۱۳۳۹/۱۹۷۰ھ)

الجواب: یہ تنخواہ اس کو حلال ہے۔

سال بھر کے لیے دُکان کرایہ پر لے کر درمیان سال میں بیماری کی وجہ سے چھوڑ دے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۹۵) اگر کوئی شخص سال تمام کے وعدہ پر دکان وقف کو کرایہ پر لے اور درمیان سال کے بوجہ بیماری چھوڑ دے تو ممبران باقی کرایہ چھوڑ سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۴۷۵ھ)

الجواب: اگر اس نے بیماری کی وجہ سے اجارہ فسخ کر دیا اور دکان کو خالی کر کے حوالہ متوالیان کر دیا تو اس مدت کا کرایہ واجب نہیں ہوا، اس کو چھوڑ دینا چاہیے، اور اگر مستأجر نے باوجود مریض

---

(۱) الدر مع الرد ۹/۴۷۵ كتاب الحظر والإباحة ، فصل في البيع .

(۲) یہ پہلے زمانہ کا مسئلہ ہے جب کہ طاعات مقصودہ پر اجارہ باطل تھا، اب فتوی یہ ہے کہ جن طاعات کے ساتھ نظام اسلامی وابستہ ہے ان کا اجارہ درست ہے، پس قاضی کی تنخواہ بھی درست ہوئی ۱۲ سعید احمد پالن پوری

ہونے کے اجارہ فسخ نہیں کیا اور بدون فسخ کرنے اجارہ کے دکان کو چھوڑ دیا تو کرایہ اس مدت کا اس کے ذمے لازم ہے درمختار میں ہے: ولو مرض فهو عذر في رواية الكرخيؒ إلخ (۱) قوله:تفسخ إنما قال تفسخ لأنه اختار قول عامة المشائخ وهو عدم انفساخ العقد بالعذر وهو الصحيح، نص عليه في الذخيرة (۲) (شامي) فقط

مکان کی قیمت کے بقدر کرایہ ادا کرنے سے بھی کرایہ دار مکان کا مالک نہیں بنتا

سوال: (۱۹۶) عمر نے کچا مکان تین سو روپیہ کی مالیت کا بلاتحریر کرایہ نامہ دو روپیہ ماہوار کرایہ پر زید سے لیا، ساڑھے بارہ برس کے بعد کرایہ دار کہتا ہے کہ یہ مکان شرعًا وقانونًا میری ملکیت میں آچکا اس لیے کہ شخص واحد مسمی عمر کرایہ دار سے زید مکان دار بلاناغہ کرایہ وصول کرتا رہا اور قیمت بھی مکان کی پوری ہوچکی، مال کا مول تین سو روپیہ کرایہ میں ادا ہوچکا، پس باعتبار سکونت اور ادائے قیمت کے دونوں صورتوں میں عمر کہتا ہے کہ مکان میرا ہے، بینوا توجروا (۱۳۹۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شرعًا وہ مکان کرایہ دار کی ملک میں نہیں آیا کیونکہ اجارہ میں کرایہ دار کو صرف منافع حاصل کرنے کا اختیار ہوتا ہے جس وقت تک کہ وہ کرایہ دیتا رہے، اور مالک مکان کو اختیار ہے کہ جب مدت اجارہ ختم ہوجاوے اسی وقت اپنا مکان خالی کرائے، کرایہ دار کو بوجہ سکونت اور کرایہ بقدر قیمت مکان یا اس سے بھی زیادہ دینے سے کرایہ دار مالک مکان کا نہیں ہوسکتا۔ فقط

سرکاری قانون کے مطابق پندرہ سال گذرنے کے بعد کرایہ دار مکان کا مالک بن سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۷) ایک شخص اجارہ کی حیثیت سے کھپریل کے مکان میں ۱۸ برس سے قابض ہے،

(۱) الدر مع الرد ۹/۹۷ كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر ليس عذرًا في الفسخ.
(۲) حاشية ابن عابدين ۹/۹۰ كتاب الإجارة، باب أوائل فسخ الإجارة.

مالک مکان اب مکان خالی کرانا چاہتا ہے، کرایہ دار کہتا ہے کہ عقد اول سہ سالہ مالک مکان کی مو ابحت کے سبب احسانا میں نے اپنے تصرف دائمی میں شامل نہ کی، باقی پانچ عقود ہر عقد سہ سالہ یعنی پندرہ برس گزرنے کے بعد قابض کو مکان مقبوضہ پر بلا ادائے کرایہ تصرف دائمی حاصل ہے اور قانون بھی اسی پر مبنی ہے۔ (۱۳۹۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: کرایہ دار کو مکان مستأجرہ میں حق ملک کسی وقت حاصل نہیں ہوسکتا اگرچہ کرایہ دار کسی مدت تک اس مکان میں رہے۔ فقط

متولیٔ وقف کا کام کیے بغیر اجرت لینا، اور مدرس وقف کو پیشگی تنخواہ دینا

سوال: (۱۹۸)...... (الف) ایک متولی وقف اجر مثل مقررہ واقف تہائی کھاتا ہے اور کوئی کام وقف کا نہیں کرتا، یہ لینا کیسا ہے؟

(ب) متولی یہ بھی چاہتا ہے کہ چھ ماہ زیادہ کی اجرت مثل مقررہ پیشگی لے لے، یہ کیسا ہے؟

(ج) اور ایک مولوی صاحب کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک عامل نے پیشگی چاہا، مسئول عنہ نے فرمایا کہ تم یہ لکھ دو کہ اس وقت تک میں نہیں مروں گا یہ روایت صحیح ہے، یا غیر صحیح؟

(د) مدرسین وقف کو پیشگی تنخواہ دینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۴۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) واقف نے اگر یہ شرط کی تھی کہ متولی کو اجر مثل دیا جاوے تو جس قدر وہ کام کرے اُس کا اجر مثل اُس کو ملنا چاہیے، بدون کام کیے اس کو کچھ لینا درست نہیں ہے، الغرض شرط واقف کی رعایت ضروری ہے۔

(ب) جب وہ کام ہی نہیں کرتا تو اس کو نہ پیشگی لینا درست ہے، نہ بعد میں لینا درست ہے۔

(ج) اس روایت کا کچھ حال معلوم نہیں ہے۔

(د) درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۳۴ھ

مدرسین کی پیشگی تنخواہ دینے کے جواز کا یہ مطلب ہے کہ متولی و مہتمم اپنی ذمہ داری پر دے گا، اگر بالفرض وہ ضائع ہو تو ضمان اس کا متولی و مہتمم پر لازم ہے اور یہ جواز بر بناء مصلحت ہے، یعنی اگر مصلحت مدرسہ وغیرہ اس کو مقتضی ہو تو دفعا للضرر و الحرج پیشگی دینا جائز ہے، اور ذمہ داری دینے والے کی ہے،

اور ہوسکتا ہے کہ اس کے جواز کو روایت سے ثابت کیا جاوے وللقاضي أن يقرض مال اليتيم والوقف (۱) (ردالمحتار: ج: ۴ کتاب الوكالة) اور فقہ کا مشہور مسئلہ ہے: المعروف كالمشروط (۲) اب چوں کہ یہ معروف ہوگیا ہے اس وجہ سے بھی جواز کی گنجائش ہے۔ فقط واللہ اعلم

کتبہ مفتی صاحب: ۱۷ صفر ۱۳۳۵ھ

بلا ٹکٹ ٹرین کا سفر کیا ہو تو اس کا کرایہ ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

سوال: (۱۹۹) زید کو کوئی شخص بلا کرایہ سوار کرا کے دوسری جگہ لے گیا یہ کرایہ واجب الاداء ہے تو کس طرح ادا کرے؟ (۷۴۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس قدر روپیہ کا ٹکٹ کسی اسٹیشن سے لے کر چاک کر دیا جاوے جب کہ یہ معلوم ہو کہ اس تمام ریلوے کا مالک ایک ہے، مثلاً جو ریلوے مملوکہ گورنمنٹ ہو چکی ہے اس کے علاقہ میں جہاں سے چاہے ٹکٹ لے کر چاک کر دیوے۔

ریلوے کا ملازم اگر بلا ٹکٹ کسی کو سفر کرائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۰۰) ملازم ریلوے اگر کسی کو بلا ٹکٹ سفر کراوے تو سفر کرنے والے اور کرانے والے کو کس قدر گناہ ہوگا؟ (۹۶۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: دونوں امرِ خلاف شرع کے مرتکب ہیں اور گنہ گار ہیں توبہ کریں اور سفر کرنے والا کرایہ داخل کرے۔

چودہ یا پندرہ سال کے لڑکے کا نصف ٹکٹ لینا

سوال: (۲۰۱) ریلوے قانون ہے کہ لڑکوں کو بارہ برس تک نصف ٹکٹ دیتے ہیں، مگر ٹکٹ ماسٹر کبھی سن کے متعلق کچھ دریافت نہیں کرتے، صرف لڑکے کے قد و قامت کو دیکھ کر نصف ٹکٹ دیتے ہیں،

---

(۱) ردالمحتار ۲۳۵/۸ كتاب الوكالة، آخر فصل: لايعقد وكيل البيع والشراء.

(۲) الشامي ۲۰۱/۴ كتاب النكاح، باب المهر، مطلب: مسئلة دراهم النقش والحمام ولفافة الكتاب ونحوها.

میرا چھوٹا بھائی جس کی عمر ۱۴، ۱۵ برس کی ہوگی لیکن قد وقامت سے ۹، ۱۰ برس کا لڑکا معلوم ہوتا ہے اگر اس کو دیکھ کر ٹکٹ ماسٹر نصف ٹکٹ دیدیں تو لینے والا گنہ گار ہوگا یا نہیں؟ (۱۸۹۷/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب کہ قانون یہ ہے کہ بارہ برس تک کے عمر والے لڑکے کو نصف ٹکٹ دیا جاتا ہے اور بارہ برس سے زیادہ عمر والے کو پورا ٹکٹ لینا چاہیے تو جس لڑکے کی عمر ۱۴، ۱۵ برس کی ہو اس کو پورا ٹکٹ لینا چاہیے اور صاف کہہ دینا چاہیے کہ ۱۴، ۱۵ برس کی عمر ہے اور ٹکٹ ماسٹر اگرچہ کچھ دریافت نہ کرے اور وہ نصف ٹکٹ بھی قد وقامت کو دیکھ کر دینے پر راضی ہو تب بھی پورا ہی ٹکٹ لینا چاہیے۔ فقط

مسکین نابینا وغیرہ کا بلا کرایہ سفر کرنا

سوال: (۲۰۲) ریل میں بلا کرایہ سفر کرنا پہلے یا اس وقت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ خاص کر کسی مسکین نابینا کو؟ (۸۴۰/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: بلا کرایہ جانا جائز نہیں ہے جو حکم پہلے تھا وہی اب بھی ہے، البتہ اگر قواعد سے نابینا وغیرہ مستثنیٰ ہو تو اس کے لیے جائز ہے۔ فقط

ہندوستان میں کفار سے سود لینا اور بلا کرایہ ریل میں سفر کرنا

سوال: (۲۰۳) آج کل بعض لوگ ریل میں بلا کرایہ سفر کرتے ہیں اور تمسک علماء کے فتوی سے کرتے ہیں، بعض لوگ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ علمائے دیوبند کا فتوی ہے کہ انہوں نے بلا کرایہ سفر ریل کو اور کفار سے سود لینے کو جائز کر دیا ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ بلا کرایہ سفر کرنے سے بعض مفاسد بھی پیش آتے ہیں مثلاً بلا ٹکٹ پکڑ لیے جانے کی وجہ سے کسی مسلمان کا مطعون ہونا اور دوگنا خرچ دینا یا سزایاب ہوجانا ان امور کو لحاظ کر کے کیا حکم ہونا چاہیے؟ (۸۹۳/ ۱۳۴۳ھ)

الجواب: ریل میں بلا ادائے کرایہ سفر کرنے کے جواز کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی، اس لیے نہ ہم لوگوں نے ایسا کیا اور نہ اس کی اجازت کسی کو دیتے ہیں اور علاوہ عدم جواز کے جو مفاسد خارجیہ اس پر لازم آتے ہیں جن کو آپ نے لکھا ہے وہ بھی قابل لحاظ ہیں ان وجوہ سے بھی مسلمانوں کو ایسا نہ کرنا چاہیے، اور سود کے بارے میں بھی برابر یہاں سے فتوی عدم جواز کا لکھا جاتا ہے کفار سے بھی سود لینے کی

اجازت نہیں ہے اور ہمارے اکابر کا یہی مسلک رہا ہے حضرت مولانا شیخ الہندؒ کا بھی ہر دوامر میں یہی عمل رہا ہے۔ فقط

طبیب وڈاکٹر کا فیس مقرر کرنا اور لینا

سوال: (۲۰۴) طبیب وڈاکٹر کو فیس مقرر کرنا اور لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۵/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: طبیب اور ڈاکٹر کو فیس مقرر کرنا اور لینا درست ہے شریعت میں اس کی ممانعت نہیں ہے لیکن غریبوں کا علاج مفت کرنا انسانیت اور مروت کی بات ہے اور کار ثواب ہے۔ فقط

بوجہ مصالحت پیروی کی ضرورت نہ رہے تو وکیل کو پیشگی دی ہوئی رقم واپس لینا

سوال: (۲۰۵) ایک موکل نے ایک وکیل کو مبلغ پندرہ روپیہ پیشگی ایک مقدمہ فوجداری میں پیروی کرانے کی غرض سے دیے اور اقرار کیا کہ یہ روپیہ میں تم سے نقد واپس نہیں لوں گا پیروی کراؤں گا، فریق ثانی کو جب خبر ہوئی تو وکیل کے خوف سے موکل سے صلح کر لی بعد صلح ہونے کے موکل پندرہ روپیہ وکیل سے واپس طلب کرتا ہے، وکیل غایۃ الاوطار کی عبارت مندرجہ ذیل سے استدلال کر کے کہتا ہے کہ موکل پیروی کرانے کا حق رکھتا ہے پندرہ روپیہ واپس نہیں لے سکتا، واعلم أن الأجر لا يلزم بالعقد فلا يجب تسليمه به، بل بتعجيله أو شرطه في الإجارة المنجزة (۱) آیا اس صورت میں موکل وکیل سے پندرہ روپیہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۲۱۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ وکیل نے پیروی نہ کی اور ضرورت پیروی کی نہ رہی بوجہ مصالحت ہو جانے کے تو اب وکیل کو وہ رقم رکھنا درست نہیں ہے کیونکہ درمختار وغیرہ میں ہے کہ اجارہ منعقد ہونے کے بعد اگر ایسا کوئی عذر پیش آجائے جس سے ضرورت اس اجارہ کی نہ رہے تو وہ اجارہ فسخ ہو جاتا ہے اور جب کہ اجارہ باقی نہ رہا تو واپس کرنا اجرت وصول شدہ کا لازم ہے، اور عبارت غایۃ الاوطار سے یہ نہیں نکلتا کہ بعد فسخ ہو جانے اجارہ کے اجرت کا رکھنا بدون اس کام کے کرنے کے درست ہے۔ فقط

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۹/ ۱۳، أوائل كتاب الإجارة.

كتاب الغصب

غصب کا بیان

قیامت کے دن غاصب کو کیا سزا ہوگی؟

سوال: (۱) دو بھائیوں میں سے ایک بھائی کی زمین سہو یا دھوکے سے دوسرے بھائی کے نام بندوبست میں لگ گئی، زمین والے نے اول بطور برادری زمین مانگی، پھر مقدمہ دائر کیا مگر ناکام رہا، سرکار نے قبضہ اور نام کو صحیح رکھا، اب شرعاً مالک زمین اس زمین دبانے والے سے قیامت کو اپنا حق پائے گا یا نہ؟ حشر کے روز وہ زمین غاصب کے گلے میں ڈالی جائے گی یا نہیں؟ غاصب کی نیکی بطور حق العباد مالک زمین کو دلوائی جائے گی یا نہیں؟ اگر غاصب کے پاس نیکی نہ ہوگی تو مالک زمین کے گناہ غاصب پر ڈالے جائیں گے یا نہیں؟ (۵۳۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بے شک زمین دوسرے کی ناحق دبانے والا عنداللہ مأخوذ اور غاصب وظالم ہے، غاصب روز محشر مأخوذ ہوگا اور حق العباد کا گناہ اس پر ہوگا، اور جو کچھ عذاب زمین دبانے والے پر ہوگا، اس پر بھی ہوگا یہ مضمون حدیث شریف میں ہے کہ اگر ایک بالشت زمین بھی کوئی دوسرے کی دبائے گا تو ساتوں زمینوں تک اس کے گلے میں طوق ڈالا جائے گا (۱) اور غاصب ظالم کی نیکیاں

---

(۱) عن سعيد بن زيد رضى الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : من أخذ شبرا من الأرض ظلمًا ، فإنه يطوّقه يوم القيامة من سبع أرضين . متفق عليه (مشكاة المصابيح ص: ۲۵۴ كتاب البيوع ــ باب الغصب والعارية ، الفصل الأول) =

مالک زمین کودی جائیں گی، اور اگر ان سے حساب پورا نہ ہوگا تو مالک زمین کے گناہ غاصب پر ڈالے جائیں گے(۱) فقط

صدقہ خیرات کرنے کے لیے مریدوں سے زبردستی روپیہ وصول کرنا

سوال: (۲) زید اپنے مریدوں سے جبراً روپیہ وصول کرتا ہے، حتی کہ یتیموں سے بھی لیتا ہے اور اس قسم کے مال سے صدقہ خیرات کرتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۳۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: یہ ظاہر ہے کہ یتیموں کا مال لینا اور بلاطیب نفس کسی کا مال لینا حرام اور ناجائز ہے، اور ایسے مال کا کھلانا بھی ناجائز ہے، اور ایسے مال کو صدقہ وخیرات کرنے سے یہ بہتر ہے کہ جن لوگوں سے لیتا ہے ان سے نہ لے یا واپس کردے، حدیث شریف میں ہے: **ألا لایحل مال امرئ إلا بطیب نفس منه** (۲) فقط

= و عن يعلى بن مرة رضى الله عنه قال : سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلم يقول : أيما رجل ظلم شبرا من الأرض كلفه الله عزّ وجلّ أن يحفره حتى يبلغ آخرسبع أرضين ، ثم يطوّقه إلى يوم القيامة حتى يَقضِى بين الناس ، رواه أحمد(مشكاة المصابيح ص :۲۵۶ ، كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية ، الفصل الثالث)

(۱) عن أبى هريرة رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : من كانت له مَظْلِمَةٌ لأخيه من عرضهٖ أو شيء فَلْيَتَحَلَّلْه منه اليوم قبل أن لايكون دينار ولا درهم إن كان له عمل صالح أخِذ منه بقدر مظلِمته، و إن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبهٖ فَحُمِلَ عليه.رواه البخارى

وعنه رضى الله عنه أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: أتدرون ما المفلس ؟ قالوا : المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع . فقال : إن المفلس من أمتي من يأتي يوم القيامة بصلاة وصيام و زكاة ويأتي قد شتم هذا ، وقذف هذا ، و أكل مال هذا ، و سفك دم هذا ، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناتهٖ، و هذا من حسناتهٖ فإنْ فَنِيَتْ حسناته قبل أن يقضى ماعليه أخِذ من خطاياهم . فَطُرِحَتْ عليه ثم طُرِحَ في النار. رواه مسلم (مشكاة المصابيح ص: ۴۳۵ كتاب الآداب ، باب الظلم ، الفصل الأوّل)

(۲) عن أبي حُرة الرقاشي عن عمه رضى الله عنه قال : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلم :ألا لا تظلموا، ألا لايحل مال امرئٍ إلابطيب نفس منه، الحديث (مشكاة المصابيح ص:۲۵۵ كتاب البيوع ــ باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني)

غاصب سے اپنی زمین کسی بھی طریقے سے حاصل کرنا درست ہے

سوال: (۳) ایک شخص نے کسی کی ارض کو غصب کرلیا، اگر غاصب سے یا غاصب کی اولاد سے وہ شخص یا اس کی اولاد یا دوسرا شخص کچھ حصۂ ارض کسی ذریعے سے لے لے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اس شخص کو یا اس کی اولاد کو یا دوسرے شخص کو جس نے لے کر مالک کو دیا ہے غاصب کہیں گے یا نہیں؟
(۱۷۵۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اپنا حق جس طریق سے بھی آجاوے درست ہے (۱) لہٰذا وہ یا اس کی اولاد یا دوسرا شخص جس نے حق دلوایا غاصب نہ ہوگا۔

غصب کردہ چیز عیب دار ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴) زید نے عمر کی بندوق چھین لی، اور چھ سات سال تک اپنے پاس دبائے رکھی، اس عرصہ میں ایک تو عمر کو یہ خسارہ ہوا کہ اس وضع کی بندوقوں کی قیمت گھٹ گئی، دوسرا خسارہ یہ ہوا کہ زید کی بے توجہی کی وجہ سے بندوق کو زنگ نے کھالیا، گڑھے پڑ گئے اور بدنما ہوگئی، اور تاجر نسبۃً اس نقصان کی وجہ سے اس میں رغبت نہیں کرتے، نصف قیمت تقریباً زنگ کی وجہ سے کم ہوگئی، اب عمر کو یہ عین مغصوبہ واپس کی جائے گی یا عمر کو قیمت لینے کا اختیار ہے؟ اور قیمت یوم غصب کی لی جائے گی یا یوم ردکی؟ (۸۵۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ یہ نقصان فاحش ہے، لہٰذا اس میں مالک کو اختیار ہے کہ بندوق کو غاصب کو دیوے اور اس سے قیمت یوم غصب کی لیوے، یا بندوق لیوے اور جس قدر نقصان قیمت کا ہوا ہے اس کا ضمان لے لیوے۔ درمختار میں ہے: **فَإِنْ ذبح شاة غيره......طرحها المالك عليه وأخذ قيمتها أوأخذها وضمنه نقصانها ، وكذا الحكم لوقطع يدها إلخ أوخرق ثوبًا خرقًا فاحشًا وهو مافوت بعض العين وبعض نفعه إلخ قوله : (أوخرق ثوبًا إلخ) معطوف على ماقبله : أي**

---

(۱) في الشامي: أن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مالٍ كان ، لا سيما في ديارنا لمداومتهم للعقوق (ردالمحتار ۶/ ۱۱۷ كتاب السرقة – مطلبٌ : يُعذَر بالعمل بمذهب الغير عند الضرورة)

لـلمالك أيضًا أن يطرحه عليه ويضمنه القيمة، أو يمسكه ويضمنه النقصان إلخ (۱)(شامي)
وفي الدر المختار: وتجب القيمة في القيمي يوم غصبه إجماعًا إلخ(۲)(درمختار) فقط

زیادہ زمانہ گزرنے سے کسی کا حق ساقط نہیں ہوتا

سوال: (۵) ایک شخص مرجاوے اوراس کے پانچ لڑکے اور زمین رہ جاوے اوران پانچوں میں سے ایک سب کا حق کھاتا جاوے، اور کھاتے کھاتے چالیس سال گذر جاویں، تو باقیوں کا دعویٰ معتبر ہے یا نہیں؟ (۱۰۰۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: چالیس پچاس سال تک دوسروں کا حق کھانے سے کھانے والا اس کا مالک نہیں ہوجاتا، بلکہ جس قدر زیادہ دنوں تک قبضہ غاصبانہ رکھے گا زیادہ گنہ گار ہوگا، اور فقہ کی کتابوں میں تصریح ہے: الحق لا يسقط بتقادم الزمان (۳) یعنی زیادہ زمانہ گزرنے سے کسی کا حق ساقط نہیں ہوتا۔
كذا في الشامي : جلد خامس و رابع .

بلا اجازت کافر ومشرک کا مال کھانا حرام وغصب ہے

سوال: (۶)......(الف) اگر کوئی شخص کافر کا مال کھاوے تو اس کی کیا سزا ہے؟
(ب) اگر کوئی شخص کافر مشرک کا مال کھاوے تو اس کی کیا سزا ہے؟ (۱۹۸۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) دوسرے کا مال بلا اجازت مالک کھانا حرام وغصب ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔
(ب) وہ شخص غاصب وظالم ہے جو سزا غاصبوں کی ہے وہی اس کی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدر المختار و ردالمحتار ۲۳۲/۹-۲۳۳ کتاب الغصب ، مطلب : شرى دارًا و سكنها فظهرت لوقف أو يتيم وجب الأجر وهو المعتمد .
(۲) الـدر المختار مع الشامي ۲۲۱/۹ كتـاب الـغـصـب ، مطلب في رد المغصوب و فيما لو أبىٰ المالك قبوله.
(۳) الشامي ۱۰۳/۸ کتاب القضاء، فصل في الحبس، مطلب: هل يبقى النهي بعد موت السلطان. وفيه أيضًا: فقد قالوا : إن الحق لايسقط بالتقادم، كما في قضاء الأشباه(ردالمحتار ۳۸۸/۱۰ کتاب الخنثى ، مسائل شتّى)

یتیموں کے مال پر قبضہ کرنا سخت ظلم اور معصیت ہے

سوال: (۷) بکر وعمر کے والد نے انتقال کیا، اور کافی جائداد اور ترکہ بصورت نقد و مال و اسباب تجارتی چھوڑا، اور بہ وجہ کم سنی بکر وعمران کے ایک قریبی رشتہ دار زید نے اس جائداد پر قبضہ کرلیا، اب جب کہ بکر وعمر بالغ ہوگئے اور زید سے حسابات اور رقم کا مطالبہ کررہے ہیں، تو وہ دینے سے انکار کرتا ہے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۹۸۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اوّل تو کسی کا مال بدون اس کی اجازت کے اپنے تصرف میں لانا اور قبضہ کرنا حرام اور باطل ہے، خصوصاً یتیموں کے مال پر اس طرح ظلماً قبضہ کرنا اور پھر ان کو نہ دینا باوجود ان کے مطالبہ کے سخت ظلم اور معصیت ہے۔ قال اللّٰہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا﴾ (سورۂ نساء، آیت: ۱۰) اور حدیث شریف میں ہے: **ألا لاتظلموا ! ألا لایحل مال امرئٍ إلابطیب نفس منه. (الحدیث)** (۱)

مشترک مال میں سے کچھ رقم خفیہ طور پر علیحدہ رکھنا

سوال: (۸) زید وعمر دو بھائی ہیں، زید نے مختصر پونجی سے کام شروع کیا، جب دکان کو ترقی کی صورت ہوئی تو عمر نے یہ کہا کہ ہم بھی آدھا دن دکان پر کام کریں گے، چنانچہ وہ کام کرنے لگے، جب دُکان میں خوب ترقی ہوگئی تو عمر نے کارخانہ توڑ کر مال اس دکان میں لگادیا، زید کو یہ خیال ہوا کہ بھائی کا خرچ بوجہ عیالدار ہونے کے زیادہ ہے اور میرا خرچ بوجہ مجرد ہونے کے کم ہے، اس وجہ سے مال مشترکہ میں سے کچھ رقم خفیہ طور پر علیحدہ رکھتا رہا، اب زید نے عمر سے علیحدہ ہونا چاہا، برادری نے یہ فیصلہ کیا کہ عمر کو روپیہ میں سے دس آنہ، کیونکہ اس کے لڑکوں نے زیادہ کام کیا ہے، اور زید کو روپیہ میں سے چھ آنہ ملنے چاہئیں، چنانچہ اسی طرح تقسیم ہوگئی، مگر بہ وقت تقسیم زید نے جو مال خفیہ تھا ظاہر نہیں کیا بہ وجہ بدنامی کے، اگر زید نصف کا مستحق تھا تو وہ خفیہ مال اگر نصف سے زاید نہ ہو تو زید کو رکھنا درست ہے یا نہ؟

(۱۴۶۸/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) مشكاة المصابيح ص: ۲۵۵ كتاب البيوع – باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني .

الجواب: زیداور عمر میں جس طرح برادری نے فیصلہ کرادیا کہ ٦ آنہ زید کے اور ١٠ آنہ عمر کے، اسی طرح معاملہ طے ہوگیا، پس زید نے جو مال خفیہ رکھا وہ اس کو رکھنا درست نہیں ہے، اس کو ظاہر کردے اور عمر کا حق اس میں سے حسب حصہ دیدے، اور دنیا کی عار اور بدنامی کا خیال نہ کرے، مؤاخذہ اخروی اور حق العباد سے بچنا ضروری ہے۔ فقط

مستعار زیور فروخت کرنا بہ حکم غصب ہے

سوال: (۹) ایک شخص نے کسی سے زیور چند یوم کے واسطے لیا، پھر اس نے اس زیور کو فروخت کردیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۶۴۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: امانت سے انکار کردینا اور زیور مذکور کو فروخت کردینا یہ بھی حکم میں غصب کے ہے، اس صورت میں ضمان بذمہ غاصب لازم ہے، اور درمختار میں ہے کہ مثلی چیز کا ضمان مثل سے لازم ہے، اور قیمتی میں قیمت واجب ہے(۱) اور شامی میں ہے: **فلو غصب دراهم أو دنانير فطالبه المالك في بلدة أخرىٰ، عليه تسليمها، وليس للمالك طلب القيمة إلخ (۲) وفيه تفصيل آخر.** فقط

نکاح خوانی کی اجرت نکاح خواں سے چھین لینا صریح ظلم ہے

سوال: (۱۰) زید نے اپنا نکاح پڑھوانے کے لیے امام جامع مسجد کو بلوایا اور سوا روپیہ اجرت دی، جامع مسجد زید کے محلّہ میں نہیں ہے، اس لیے اہل محلّہ اور امام مسجد نے سوا روپیہ جو زید نے امام جامع مسجد کو دیا تھا، اس سے واپس لے لیا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۵۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ فعل زید کے محلّہ داران اور امام مسجد کا ناجائز اور ظلم صریح ہے، وہ سوا روپیہ جو زید نے امام جامع مسجد کو اپنی خوشی سے دیا تھا محلّہ داران اور امام مسجد محلّۂ زید کا اس کو امام جامع مسجد سے غصب

---

(۱) و يجب ردّ عين المغصوب ...... في مكان غصبه ...... أو يجب ردّ مثله إن هلك وهو مثلي، و إن قطع المثل ...... وتجب القيمة في القيمي يوم غصبه إجماعًا (الدرالمختارمع الشامي ۹/۲۱۸-۲۲۱ كتاب الغصب – مطلب في ردّ المغصوب وفيما لو أبي المالك قبوله)

(۲) حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۹/۲۱۹ كتاب الغصب، مطلب في ردّ المغصوب وفيما لو أبي المالك قبوله.

کرنا جائز نہیں ہے، اسی کو واپس کرنا چاہیے۔ فقط

کسی سے جبراً زمین لے کر مدرسہ میں شامل کرنا

سوال: (۱۱) کسی شخص کی زمین جبراً مدرسہ میں لینی کیسی ہے؟ اور ایک شخص کو اتنی ہی زمین کے دام زیادہ دینا اور دوسرے کو اتنی ہی زمین کے کم دام دینا کیسا ہے؟ (۲۰۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جبراً بلا رضامندی مالک کے کسی سے زمین لے کر مدرسہ میں داخل کرنا درست نہیں ہے، باقی مالک اگر رضامند ہو تو جس قیمت کو وہ دیوے درست ہے، اگرچہ دوسرے کو زیادہ روپیہ دیا ہو، یہ امر رضا پر موقوف ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿لَا تَأْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ، اِلَّا اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۹) فقط

دھوکہ سے کسی کی زمین لینے والا ظالم وغاصب ہے

سوال: (۱۲) زید نے اپنی لڑکی کا نکاح بکر سے کیا، زید اپنی زمین لڑکی کے نام کرنا چاہتا ہے، سوائے لڑکی کے اور کوئی اولاد زید کے نہیں، لیکن اس کو وارثوں کا ڈر ہے، لیکن لڑکی کے خاوند بکر کے بھائی عمر نے زید کو یہ تجویز بتائی کہ تم مبلغ سات سو روپیہ کا اسٹامپ فرضی میرے نام لکھ دو، میں اس قرضے کے عوض آپ کی زمین لے کر آپ کی لڑکی کے نام کر دوں گا، چنانچہ زید نے ایسا ہی کیا، ابھی تک عمر نے زید کی لڑکی کے نام زمین نہیں لکھائی، نہ زید کو واپس کرتا ہے، تو عمر غاصب ہے یا نہیں؟ (۱۸۸۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس صورت میں عمر ظالم وغاصب ہے۔

موروثی زمین کی تعریف اور حکم

سوال: (۱۳) موروثی زمین کی تعریف کیا ہے اور کون حرام ہے اور کون حلال ہے؟

(۲۰۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: موروثی زمین وہ ہے جس کو کاشتکار زبردستی اور جبراً اپنے قبضہ میں رکھے، پس اس طریقے سے زمین پر قبضہ رکھنا حرام ہے۔ (اس کی تفصیل آگے آرہی ہے)

قرآن وحدیث کی روشنی میں کاشت موروثی کا حرام ہونا

سوال: (۱۴) کاشت موروثی کا حرام ہونا قرآن اور حدیث سے تحریر فرمایا جاوے؟

(۱۳۴۱/۲۸۰ھ)

الجواب: کاشت موروثی کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کاشتکار خلاف مرضی مالک یعنی زمیندار کے اس زمین پر قابض ہے، اور وہ چھڑانا چاہتا ہے تو یہ نہیں چھوڑتا، غاصبانہ قبضہ ہے، اور دوسرے کی زمین سے ناجائز طریقے سے فائدہ اٹھاتا ہے، اور اس کی حرمت قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۸۸) اور حدیث شریف میں ہے: **ألا لا تظلموا، ألا لايحل مال امرىءٍ إلا بطيب نفس منه ، الحديث**(۱)

موروثی زمین کی دوصورتیں اوران کے احکام

سوال: (۱۵) موروثی زمین سے تمتع حاصل کرنا کیسا ہے؟ جس کی دوصورتیں ہیں:

(۱) بعض کوخود زمین دار نے موروثی بنایا ہے۔

(۲) اور بعض بوجہ قانون کے موروثی ہیں۔ (۱۳۴۳/۲۰۵۰ھ)

الجواب: بصورت اجازت مالک کے اور راضی ہونے کے قبضۂ کاشتکار سے: کاشتکار کے حق میں نفع جائز ہے، اور بصورت عدم رضائے مالک قبضہ زمین پر رکھنا ناجائز ہے، اور ایسی زمین سے منافعہ حاصل کرنا ناجائز ہے اور درمختار میں ہے کہ اگر غاصب زمین مغصوبہ میں زراعت کرے تو جو کچھ عرف ہواس کے موافق غلۂ زراعت تقسیم ہوگا نصف یا ثلث وغیرہ کے حساب سے، اور اگر کچھ عرف نہ ہوتو غلہ زارع کا ہے، اور زمین کا جو کچھ اجر مثل ہو وہ مالک کو دلوایا جائے گا (۲)

---

(۱) مشكاة المصابيح ص: ۲۵۵ كتاب البيوع ـ باب الغصب والعارية ، الفصل الثاني.

(۲) ولو زرعها يعتبر العرف: فإن اقتسموا الغلة أنصافًا أو أرباعًا اعتبر، و إلا فالخارج للزّارع وعليه أجر مثل الأرض (الدرالمختارمع الشامي ۲۳۵/۹ كتاب الغصب ، مطلب : زرع في أرض الغير، يعتبر عرف القرية)

موروثی زمین سے فائدہ اٹھانا کیسا ہے؟

سوال: (۱۶) جو شخص زمیندار کی زمین میں ۱۲ سال تک کاشت کرے وہ موروثی ہو جاتا ہے اور زمین کو نہیں چھوڑتا، نہ اضافۂ لگان کرتا ہے ایسی صورت میں موروثی زمین سے فائدہ اٹھانا شرعًا کیسا ہے؟ (۱۳۳۸/۴۹۲ھ)

الجواب: یہ قبضہ کاشتکار کا غاصبانہ ہے، اس کو نفع اٹھانا ایسی موروثی زمین سے بلا اجازت مالک زمین کے درست نہیں ہے (۱) فقط

کاشتکار موروثی زمین کو فروخت کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷) زید کی زمین خالد کے پاس موروثی ہے، کاشتکار اس زمین موروثی کو فروخت کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۶۷۲ھ)

الجواب: کاشتکار کو فروخت کرنا اس زمین مملوکہ زمیندار کو بدون اس کی اجازت ورضا کے جائز نہیں ہے، اور کچھ تصرف کرنا اس میں درست نہیں ہے (۲)

ہندو کی موروثی زمین نہ چھوڑنا اور اس میں تصرف کرنا

سوال: (۱۸) ایک شخص کے پاس ایک ہندو کی زمین موروثی ہے، کاشتکار سے جب کہا جاتا ہے کہ اس زمین کو چھوڑ دو کہ موروثیت زمین شرعًا منع ہے، تو جواب دیتا ہے کہ ہندو کی زمین اگر موروثی ہو جائے تو اس کے نہ چھوڑنے میں کچھ حرج نہیں ہے، یہ قول اس کا صحیح ہے یا نہیں؟ موروثی زمین خواہ ہندو کی ہو یا مسلمان کی، اگر مالک زمین چھڑانا چاہے تو چھوڑ دینی چاہیے یا نہیں؟ جس شخص کا قبضہ کسی زمین پر بطور موروثیت کے ہو، اس سے دوسرا شخص کرایہ پر لے کر شرعًا کاشت کرسکتا ہے یا نہیں؟ علی ہذا

---

(۱) لا يجوز التصرف في مال غيره بلا إذنه ولا ولايته إلخ (الدرمع الرد ۹/۲۴۰ كتاب الغصب — مطلب فيما يجوز من التصرف بمالِ الغير بدون إذن صريح)

(۲) حوالۂ سابقہ۔

مکان موروثی کو رہنے والا فروخت کر دے یا کرایہ پر دیدے تو اس کو یہ حق ہے یا نہیں؟ (۲۸/۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: موروثیت شرعًا کوئی چیز نہیں ہے، اور زمین ہندو کی ہو یا مسلمان کی جس وقت مالک چھڑانا چاہے چھوڑ دینی چاہیے کاشت کرنے والے کو کچھ حق روکنے کا زبردستی سے نہیں ہے، اور جس شخص کا قبضہ کسی کی زمین پر موروثیت کے زور سے ہے تو یہ قبضہ غاصبانہ ہے اس کو کرایہ پر دینا اور اس سے کرایہ پر لینا درست نہیں ہے، اور اسی طرح سکونت کرنے والے کو کسی کے مکان میں بوجہ موروثیت کے یہ حق نہیں ہے کہ وہ اس مکان کو فروخت کر دے یا کرایہ پر دیوے، بلکہ اس کو خود رہنا بھی بلا رضائے مالک کے درست نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۱۹) ایک شخص بیان کرتا ہے کہ اہل ہنود کی موروثی زمین رکھنا جائز ہے، اور مسلمان کی موروثی جائز نہیں، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۵۵۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ غلط ہے کسی کی موروثی زمین بلا رضا مالک کے رکھنا اور اس میں کاشت کرنا درست نہیں ہے، یہ درحقیقت غصب ہے۔

موروثی زمین کو ٹھیکہ پر دینا

سوال: (۲۰) موروثی زمین جائز ہے یا نہ؟ اگر کاشتکار موروثی زمین دوسرے کو ٹھیکے پر دیدے تو یہ سود میں تو شامل نہیں؟ صورت ٹھیکہ کی یہ ہوتی ہے کہ موروثی کاشتکار کا قرض مالدار شخص اس شرط پر ادا کر دیتا ہے کہ مثلاً چار سال کو یہ زمین میری کاشت میں رہے گی، اسی لگان پر جو موروثی کاشتکار ادا کرتا تھا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ سب ناجائز ہے، بدون اجازت مالک زمین کے جو تصرف کیا جائے گا وہ ناجائز ہوگا۔ فقط

شرکاء میں سے ایک شریک موروثی زمین چھوڑنا چاہتا ہے تو کس طرح چھوڑے؟

سوال: (۲۱) ایک اراضی موروثی میں چار شریک ہیں، ایک ان میں سے بخوف خدا اس اراضی کو

چھوڑنا چاہتا ہے، لیکن اگر وہ استعفیٰ دے گا تو بحق زمیندار نہ ہوگا، بلکہ وہ تین شخص اس کے حصے کے مالک ہو جائیں گے، تو وہ شخص کیا کرے؟ اور کس طرح اس حق العبد سے بچے؟ (۱۳۳۹/۲۹۷ھ)

الجواب: وہ شخص استعفیٰ دیدے، اور اپنے حصہ کے قبضہ کو چھوڑ دے وہ بری الذمہ ہو جائے گا۔

موروثی زمین کے لگان کا نقصان وصول کرنے کے لیے جھوٹا دعوی کرنا اور دعوی میں سود کی رقم شامل کرنا

سوال: (۲۲) ایک کاشتکار مسلمان موروثی مبلغ چھبیس روپیہ سالانہ کا نقصان دے رہا ہے اضافہ نہیں کرتا، اگر اضافہ باقاعدہ کرتا ہوں تو عدالت سے بہت کم اضافہ ہوگا، اور میں نے اس کاشتکار پر معہ زرِ وصول شدہ جس کی رسید نہیں دی تھی، سود لگا کر نالش کر دی، اب بعد وصولیابی زر اصلی وخرچہ عدالت کے جو رقم زائد مجھ کو بچی ہے وہ مجھ کو رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ ظاہر ہے کہ کاشتکار سالہا سال سے نقصان دے رہا ہے۔ (۱۳۴۱/۸۱۸ھ)

الجواب: جھوٹا دعویٰ اور سودی روپیہ دعویٰ میں شامل کرنا شرعاً جائز نہ تھا اور جو روپیہ زائد آیا وہ کاشتکار کو واپس کرنا چاہیے احتیاط اسی میں ہے، اگر چہ یہ بھی روایت ہے کہ صاحب حق اپنے حق میں رقم وصول شدہ کو رکھ سکتا ہے(۱) مگر یہاں چونکہ زائد لگان کو کاشتکار نے تسلیم نہیں کیا تو اس کے ذمے کوئی رقم متعین قائم نہیں ہوئی۔ فقط

موروثی کاشت کی آمدنی مسجد، مدرسہ اور مساکین پر صرف کرنا درست نہیں

سوال: (۲۳) کاشت موروثی کی آمدنی کو مسجد و مدرسہ اور مساکین پر صرف کرنا کیسا ہے؟ (۱۳۳۷/۱۶۵۰ھ)

الجواب: مسجد و مدرسہ میں ایسے مال کو صرف کرنا درست نہیں ہے۔

---

(۱) وفي الشامي: أن عدم جواز الأخذ من خلاف الجنس كان في زمانهم لمطاوعتهم في الحقوق، والفتوى اليوم على جواز الأخذ عند القدرة من أي مالٍ كان ، لا سيما في ديارنا لمداومتهم للعقوق (ردالمحتار ۶/ ۱۱۷ كتاب السرقة – مطلبٌ : يُعذَر بالعمل بمذهب الغير عند الضرورة)

موروثی زمین کا لگان کم ہو تو زمیندار کسی ترکیب سے پورا لگان وصول کرسکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۴) جس اراضی کا لگان کاشتکاران خام تین روپیہ بیگھہ دیتے ہیں، اسی حیثیت کی اراضی کا لگان کاشتکاران موروثی ۴ آنہ بیگھہ دیتے ہیں، بہ وجہ قانونی مجبوری کے زمیندار مجبور ہیں، اگر کسی دیگر ترکیب سے زمیندار کاشتکار موروثی سے اپنا حق لگان پورا کرلے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں؟
(۱۶۵۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ لگان تین روپیہ ان سے ٹھہرا نہیں ہے تو اس کے وصول کا حق نہیں ہے، البتہ کوشش اس میں کرے کہ یا وہ زمین کو چھوڑ دے یا لگان بڑھاوے، بعد تسلیم کے اس کے ذمے لگان زید کا ادا کرنا لازم ہوگا۔

موروثی زمین کی آمدنی سے حج کرنا یا زکاۃ دینا

سوال: (۲۵) جو اراضی موروثی کاشت میں ہوچکی ہے، اس پر لگان جو ٹھہرا ہے وہ برابر دیا جاتا ہے، اور راجہ صاحب مالک زمین نے ابھی تک اس پر کوئی تقاضا استعفا کاشت دخیل کاری کا نہیں کیا، ملکیت موروثی کی آمدنی سے حج کرنا یا زکاۃ دینا مناسب ہوگا یا نہیں؟ اور کاشتکار کو یہ آمدنی حلال ہے یا نہیں؟ (۱۷۶۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: حق موروثیت شریعت میں کوئی چیز نہیں ہے، پس کاشت کرنے والا اس میں اپنا حق موروثیت کچھ نہ سمجھے، اور جس وقت مالک زمین بے دخل کرنا چاہے بے دخل ہوجائے، اور جس وقت تک مالک زمین اس زمین کو نہ چھڑاوے، کاشتکار کو اس کی آمدنی لینا اور کھانا درست ہے، اور حج وغیرہ کرنا جائز ہے، اور زکاۃ بعد حولان حول واجب ہے، کیونکہ جب موافق اجازت ورضامندی راجہ صاحب کے اس نے اس زمین کو کاشت کیا ہے اور لگان برابر ادا کرتا ہے، تو آمدنی کے حلال ہونے میں کچھ شبہ نہیں ہے، صرف یہ خیال رکھے کہ اپنا حق موروثیت اس میں کچھ نہ سمجھے اور جس وقت مالک زمین خالی کرانا چاہے کچھ عذر نہ کرے۔ فقط

موروثی زمین کی پیداوار کھانے والوں سے رشتہ داری رکھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۶) موروثی زمین کی پیداوار کا کھانا کیسا ہے؟ اور جو لوگ آباؤ اجداد سے موروثی کھا رہے ہیں ان لوگوں سے رشتہ وقرابت رکھنا شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: رشتہ وقرابت قطع نہ کرے، مسئلہ بتلا دیویں کہ جبرًا بدون رضائے مالک موروثی نہ کھاویں۔ فقط

غیر مالک کا بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور کو پکڑ کر فروخت کرنا جائز نہیں

سوال: (۲۷) جانور آں کہ کفار بنام بتاں رہا می کنند، دیگر اشخاص آں را قبضہ وفروخت کردن جائز است یا نہ؟ (۱۱۰۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: دریں کہ جانور آں کہ کفار بنام بتاں رہا می کنند، در ملک اوشاں داخل اند، ودیگر اشخاص اورا قبضہ کردن وفروخت کردن بلا اجازت مالکان جائز نیست۔ فقط

ترجمہ: سوال: (۲۷) جو جانور کفار بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں، دوسرے لوگ اس پر قبضہ کر کے اس کو فروخت کرتے ہیں؛ یہ جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: صورتِ مذکورہ میں جو جانور کفار بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں، انہیں کی ملک ہے، اور دیگر اشخاص کا اس پر قبضہ کر کے فروخت کرنا مالکوں کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہے۔ فقط

كتاب الشّفعة

شفعہ کا بیان

ثبوت شفعہ کے دلائل

سوال: (۱) قانون شفعہ کی ترمیم کونسل کے سامنے پیش ہے اور بعض ہندوممبران مسلمانوں سے حق شفعہ لینا چاہتے ہیں، نہ صرف یہی کہ ہندو کے مقابلے میں مسلمان کو حق شفعہ نہ ہو، بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ مسلمان کے مقابلے میں مسلمان کو بھی حق شفعہ نہ ہو، اور ایک بابو صاحب نے یہاں تک کرم فرمایا ہے کہ علمائے دین کی خدمت کو بھی اپنے ذمے لے لیا ہے اور فرماتے ہیں کہ نص قطعی سے بھی شفعہ ثابت نہیں ہے، میں بہ غایت ممنون ہوں گا اگر جناب والا ان احادیث یا آیات قرآنی کے حوالے سے مجھے مطلع فرمادیں گے کہ جن کی رو سے شریعت اسلامی شفعہ کو جائز سمجھتی ہے۔فقط (۱۵۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: حق شفعہ کے ثبوت میں احادیث صحیحہ کثیرہ وارد ہیں، اور اس پر اجماع امت ہے، اور خلاف حق پر امت محمدیہ کا اجماع نہیں ہوسکتا۔ **كما في الحديث: لن تجتمع أمتي على الضلالة** (۱) یعنی میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوسکتی، اس لیے اجماع حجت شرعیہ مانی گئی ہے۔

اور ثبوت شفعہ کے لیے بخاری شریف کی یہ حدیث دلیل ہے: **عن جابر بن عبداللّٰه رضی اللّٰه**

---

(۱) عن ابن عمر رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلم: لن تجتمع أمتي على الضلالة أبدًا، فعليكم بالجماعة، فإن يداللّٰه على الجماعة (المعجم الكبير للطبراني ۳۴۲/۱۲، رقم الحديث: ۱۳٦۲۳ المطبوعة: دارالإحياء التراث العربي)

عنـه قـال : قـضى النّبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم بالشفعة في كل ما لم يقسم الحديث رواه البـخـاري(۱) ترجمہ یہ ہے کہ حکم فرمایا نبی ﷺ نے شفعہ کا شریک کے لیے ہر ایک غیر منقسم چیز میں، اس حدیث سے شریک کے لیے شفعہ ثابت ہے۔اور دوسری حدیث مسلم شریف کی اسی کے ہم معنی ہے: قضى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم بالشفعة في كل شركة لم تقسم الحديث(۲)

اور جار کے شفعہ کے ثبوت کے لیے بخاری شریف کی یہ حدیث حجت صریحہ ہے: الـجـار أحـق بسقبه —— أي بقربه —— (۳) یعنی پڑوسی بوجہ قریب ہونے کے زیادہ مستحق ہے خریدنے کا، یعنی اس کو حق شفعہ حاصل ہے بسبب قرب کے، اور بعض روایات میں ہے: الجار أحق بشفعتهٖ الحديث رواه أحمد والترمذى وأبوداؤد وابن ماجة والدارمى (۴) الغرض ثبوت شفعہ میں احادیث کثیرہ صحیحہ وارد ہیں، اس کے خلاف کرنا اور اس حق کو باطل کرنا صریح مخالفت ہے حکم شریعت کی، اور مداخلت ہے مذہب میں، كما لايخفى على الماهر. فقط

بلا شرکت و جوار کوئی شخص شفیع نہیں ہوسکتا

سوال: (۲) ایک شخص مسمی نوراللہ خان نے اپنی اراضی چاہ داخلی موضع مقصودہ فروخت کیا، اور حافظ محمد افضل خان نے خرید کیا، اور محمود خان صاحب شفعہ کرنا چاہتا ہے؛ حالانکہ شفیع کو نہ حق اشتراک فی نفس المبیع ہے اور نہ اشتراک فی حق المبیع ہے، اور نہ حق جوار حاصل ہے، پس شفعہ شرعاً محمود خان کو پہنچتا

(۱) صحيح البخاري ۱/۳۰۰ كتاب السلم، باب الشفعة فيما لم يقسم، فإذا وقعت الحدود، فلا شفعة
(۲) عـن جـابـر رضـى اللّٰه عنه قال : قضى رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم الحديث (الصحيح لمسلم ۲/۳۲ كتاب المساقاة والمزارعة ، باب الشفعة)
(۳) عن عمرو بن الشريد قال: وقفت على سعد بن أبي وقاص رضى اللّٰه عنه ، فجاء المِسور بن مَخرمة ، فوضع يده على إحدى مَنْكِبيَّ .... إنّى سمعت رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم يقول: الجار أحق بسَقبهٖ الحديث (صحيح البخاري ۱/۳۰۰ كتاب السلم ، باب الشفعة فيما لم يقسم ، فإذا وقعت الحدود ، فلا شفعة)
(۴) عن جابر رضى اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم : الجار أحق بشفعته و ينتظر لها ، و إن كان غائبا ، إذا كان طريقهما واحدًا رواه أحمد والترمذي و أبوداؤد وابن ماجة والدارمى (مشكاة المصابيح ص :۲۵۷ كتاب البيوع ، باب الشفعة ، الفصل الثانى)

ہے یا نہیں؟ اور مشتری سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۱۶۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ محمود خان کو کوئی حق: شرکت فی نفس المبیع و فی حق المبیع و جوار کا نہیں ہے تو شرعاً محمود خان کسی طرح شفیع اراضی مبیعہ کا نہیں ہو سکتے، اور مشتری سے اس کو لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ **هٰكذا في عامة كتب الفقه** (۱)

پٹواری نے غلط طور سے جس کا نام سرکاری کاغذات میں درج کردیا ہے وہ شفعہ کا دعوی نہیں کرسکتا

سوال: (۳) مسمی امام علی خان و محمد علی خان کا؛ ونذیر احمد ولطیف احمد و مسماۃ: عمدۃ النساء وغفور النساء کا ایک حقیت صحرائی میں نام درج کاغذات سرکاری ہے، اور درحقیقت محمد علی خان اور امام علی خان کا اس میں حصہ شرعاً نہیں ہے، بلکہ پٹواری دہ (قریہ) نے غلط طور سے مسماۃ: عمدۃ النساء وغفور النساء کے حصے میں درج نام محمد علی خان و امام علی خان کا کرادیا، لہٰذا اگر نذیر احمد اپنا حصہ فروخت کردے، تو امام علی خان جس کو حقیقت میں شرعاً کچھ حصہ نہ پہنچتا تھا، وہ نذیر احمد کے مشتری پر دعوی شفعہ شرعی کر کے ڈگری پانے کا شرعاً مستحق ہے یا نہیں؟ (۱۹۷۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ امام علی خان درحقیقت شریک اس زمین میں نہیں ہے، تو محض اس کا نام تحریر ہوجانے سے وہ سہیم و شریک نہیں ہوا، اور اس وجہ سے شرعاً وہ شفیع نہیں ہے، اور شریک فی نفس المبیع ہوکر وہ دعوی شفعہ کا نہیں کرسکتا۔

شفعہ شرکت یا جوار سے ثابت ہوتا ہے اور طلب مواثبت وغیرہ نہ کرنے سے ساقط ہوجاتا ہے

سوال: (۴) شفعہ کس چیز سے ثابت ہوتا ہے، اور کس چیز سے باطل ہوتا ہے؟ اگر کوئی شریک

---

(۱) الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع، ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق، ثم للجار، أفاد هذا اللفظُ ثبوتَ حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء، و أفاد الترتيب (الهداية ۳/۳۸۹، أوائل كتاب الشفعة)

دوسرے شریک سے مکان خریدے، تو دیگر شرکاء کو حق شفعہ ہے یا نہیں؟ اور قرابت دار کو شفعہ ہوتا ہے یا نہیں؟ (۴۵۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شفعہ شرکت یا جوار سے ثابت ہوتا ہے، یہ نہ ہوں تو شفعہ ہی ثابت نہ ہوگا اور ترکِ طلب مواثبت وغیرہ سے بھی حق شفعہ ساقط ہو جاتا ہے(۱) اور قرابت کو شفعہ کے ثبوت یا سقوط میں کچھ دخل نہیں ہے، اگر شریک نے شریک سے مکان وزمین خریدی تو دیگر شرکاء کو حق شفعہ حاصل ہوگا۔

طلبِ شفعہ میں تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہو جاتا ہے

سوال: (۵) زید وعمر ایک مکان میں شریک ہیں، عمر اپنی ضرورت کی وجہ سے اپنا حصہ فروخت کرتا ہے، کچھ عرصہ تک اول زید سے جو کہ شفیع ہے بیع وشراء کی گفتگو ہوتی رہی، جب حسب منشا عمر؛ زید شفیع سے کوئی معاملہ طے نہ ہوا تو چند ذرائع سے غیر شخص کو خریدنے پر متوجہ کیا، ۷ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو ایجاب وقبول ہو کر زبانی مبیع سپرد غیر شخص کو کر دی، اور کچھ زرِ ثمن بطور بیعانہ رسید لکھ کر لے لیا، بقیہ کا وعدہ بہ وقت تکمیل کاغذ ٹھہرا، بائع نے ۹ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو بذریعہ نوٹس شفیع کو مطلع کیا، مگر شفیع کو نوٹس ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو ملا، جس کو شفیع نوٹس کے جواب میں نوٹس ہی کے ذریعہ سے بائع کو مطلع کرتا ہے، ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو شفیع اس میں لکھتا ہے:

(۱) اس معاملہ میں صحیح علم مجھے ابھی ہوا قیمت وغیرہ۔

(۲) ملاحظہ ہو: پھر شفیع نے ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو مشتری کے نام ایک تحریر بھیجی، جس میں طلب وعدہ واپسیٔ مبیع وطلب رہائش بحالت اشتراک دریافت کرتا ہے۔

(۳) ملاحظہ ہو: پھر ۱۶ ہی نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو شفیع نے ایک نوٹس بہ نام بائع لکھا، جس میں شفیع نے شکایات بیان کر کے طلب حق وطلب مہلت کی۔ ۱۳ اور ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کے درمیانی تواریخ میں شفیع نے کسی قسم کی گفتگو کسی سے نہیں کی نہ بائع سے نہ مشتری سے نہ مبیع سے، پھر غالباً ۱۸ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو وثیقہ

---

(۱) يُبطلها ترك طلب المواثبة، تركه بأن لايطلب في مجلس أخبر فيه بالبيع ...... أو ترك طلب الإشهاد عند عقار أو ذي يد لا الإشهاد عند طلب المواثبة لأنه غير لازم، مع القدرة كمامرّ، و يبطلها تسليمها بعد البيع علم بالسقوط أولا فقط، لا قبله إلخ (الدر المختار مع الشامي ۹/۲۸۸-۲۸۹ كتاب الشفعة، أوائل باب ما يُبطلها)

لکھا گیا، مشتری نے وثیقہ شفیع کے پاس بھیجا کہ اس پر دستخط کردو، شفیع نے دستخط سے انکار کیا، شرعاً صورت مسئولہ میں تکمیل بیع کب ہوگی؟ آیا بہ وقت ایجاب وقبول وسپرد مبیع؟ یا بوقت تکمیل کاغذ یا بوقت رجسٹری؟ اور شفیع کو کب تک حق شفعہ صورت مسئولہ میں باقی رہا؟ (۴۷/۱۷۴۷-۴۶/۱۳۴۷ھ)

الجواب: بیع کا انعقاد صرف ایجاب وقبول سے ہوجاتا ہے، دستاویز کی تحریر یا اس کی تکمیل پر موقوف نہیں، اور ایجاب وقبول کے بعد ہی مبیع کا انتقال من ملک البائع الی ملک المشتری ہوجاتا ہے، لیکن اس سے قبل کہ مشتری مبیع پر قابض ہو بیع میں احتمال انفساخ عقد بہلاک المبیع باقی رہتا ہے، اور جب کہ مشتری نے مبیع پر قبضہ کرلیا، تو یہ احتمال بھی باقی نہیں رہتا ہے، اسی طرح انعقاد بیع یا انتقال مبیع من ملک البائع الی ملک المشتری ادائے ثمن الی البائع پر موقوف نہیں ہے، بناءً علیہ صورت مسئول عنہا میں بیع کا انعقاد ۷ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء ہی کو ہوچکا ہے۔ رہی بقائے حق شفعہ کی بحث سو موجودہ صورت میں یہ حق باقی نہیں، کیونکہ اگرچہ شفیع سے معاملہ طے نہ ہونے کے بعد دوسرے شخص سے معاملہ کیا گیا، تاہم قبل وجود بیع بین البائع والمشتری اگر شفیع اپنے حق شفعہ کو ساقط کردے تو حق شفعہ ساقط نہیں ہوتا ہے، جب بائع اور مشتری کے مابین بیع کا انعقاد ہوجائے گا، تب اس کے بعد شفیع کو حق شفعہ حاصل ہوگا، اور اسی وقت تسلیم شفعہ معتبر ہے۔ زیلعي شرح کنز ۲۴۲/۵ میں ہے: **وقیل: البیع هو السبب بدلیل أن الشفیع لو أسقط الشفعة قبل الشراء لایصح لکونه إسقاطًا قبل وجود سببه ، وهو البیع ، ولو کان السبب الاتصال لصح لکونه بعد وجود السبب ، وجوابه: أنه إنما لم یصح الإسقاط قبله لفقد شرطه وهو البیع ، لأن السبب لا یکون سببًا إلا عند وجود شرطه کما في الطلاق المعلق (۱)**

لیکن کاغذات منسلکہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد انعقاد بیع، شفیع تسلیم حق شفعہ کرچکا ہے، کیونکہ نوٹس بائع بہ نام شفیع ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو شفیع کے پاس پہنچا ہے، اور شفیع نے اس کا جواب ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو لکھا ہے، اس قدر مدت کے بعد جواب دینا مسقط حق شفعہ ہے۔ مجلّہ کی دفعہ (۱۰۳۳) میں ہے: **لو أخر الشفیع طلب التقریر والإشهاد مدة یمکن إجراؤهٗ فیها ولو بإرسال**

---

(۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق للعلامة فخر الدین عثمان بن علی الزیلعيؒ ۲۴۲/۵ ، کتاب الشفعة ، المطبوعة : مکتبة إمدادیة ، ملتان ، باکستان .

مکتوب یسقط حق شفعته (۱) اور شفیع کی تحریر کا کہ اس معاملہ میں صحیح علم مجھ کو ابھی ہوا، اگر حقیقی معنی کے اعتبار سے لیا جائے، تو چونکہ نوٹس اس کے پاس ۱۳ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء کو پہنچ چکا ہے، اس لیے یہ کذب ہے، اور اگر مجازاً مراد یہ ہے کہ وصول نوٹس من جانب بائع بہ نام شفیع کے اس وقت علم ہوا تو طول مدت مسقط حق شفعہ ہے، علاوہ ازیں نوٹس شفیع بنام مشتری مرسلہ ۱۶ نومبر سنہ ۱۹۲۷ء ہی میں شفیع مشتری سے کیفیت رہائش دریافت کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ آئندہ ہمارے ہاتھ اس مکان کو فروخت کردو گے، جس سے ظاہر ہے کہ وہ اس وقت موجودہ بیع کو فسخ کرنا نہیں چاہتا ہے، آئندہ کے لیے مشتری سے وعدۂ بیع لینا چاہتا ہے، تو اس لیے بھی حق شفعہ ساقط ہے۔ مجلّہ کی دفعہ (۱۰۲۴) میں ہے: يشترط أن لا يكون للشفيع رضى صراحة أو دلالة بعقد البيع الواقع ، فإذا سمع بعقد البيع وقال: هو مناسب سقط حق شفعته وليس له طلب الشفعة بعد ذلك ، وكذا إذا طلب بعد سماعه بالبيع شراء العقار المشفوع أو استئجاره من المشتري سقط حق شفعته إلخ (۲) محمد اعزاز علی غفرلہ

سوال: (۶) کچھ زمین شاہی وقت سے سید منور عرف بھکاری کے نام معافی چلی آتی ہے، جس پر ان کے فوت ہونے کے بعد ان کے دونوں بیٹوں سید بخش اور سید دیوان بالاشتراک قابض رہے، اور ان دونوں کے بعد ان کی اولاد بھی آج تک اپنے اپنے حصے پر بالاشتراک قابض ہے۔ عرصہ پانچ ماہ کا ہوا کہ سید بخش کی اولاد میں سے سید بدیع الدین کے بیٹے سید جنید علی نے اپنے اور نیز اپنی بیٹی اشرفی بیگم کے حصے کی زمین، سید دیوان کی بیٹی عزیز النساء کے نواسے سید نواز علی کے ہاتھ فروخت کردی، لیکن اب سید بدیع الدین کے دوسرے بیٹے مسمی عابد علی مرحوم کا لڑکا سید حسین الدین کہتا ہے کہ قانوناً وشرعاً اس فروخت شدہ زمین کا حق شفعہ مجھے پہنچتا ہے۔ جب تک میں لوں تم اس زمین کو نہیں لے سکتے، حالانکہ مشتری مذکور نے وقت خرید اور نیز اس سے پہلے حسین الدین کو جتا دیا اور کہہ دیا تھا کہ زمین فروخت ہوئی ہے، اگر تم کو لینا ہے تو لے لو، جس کے جواب میں حسین الدین نے کہا کہ آپ میرے خسر ہیں اور میری

---

(۱) شرح المجلة ۱/۵۸۲، الكتاب الأوّل في البيوع و ينقسم إلى مقدمة و سبعة أبواب ، الباب الثالث في الشفعة و ينقسم إلى أربعة فصول ، الفصل الثالث في طلب الشفعة ، المادة : ۱۰۳۳، المطبوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت ، لبنان.

(۲) شرح المجلة ۱/۲/۵۷۲، الكتاب الأوّل .... الفصل الثاني في شرائط الشفعة ، المادة : ۱۰۲۴ ، المطبوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت ، لبنان.

طرح آپ کو بھی اس کا حق شفعہ پہنچتا ہے، مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ آپ خوشی سے لے لیں، اب باوجود اطلاع یابی فروخت کے ایک ماہ سے زائد گذرنے کے بعد شخص مذکور زمین مذکور کا دعوے دار اور خریدار ہے، لہٰذا سوال یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں زمین مذکورہ کا حق شفعہ عزیز النساء کے نواسے کو بھی پہنچتا ہے یا نہیں؟ اور زمین مذکورہ کا خریدنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۹۶۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: زمین مذکور جو کہ جملہ ورثہ میں اب تک مشترک ہے، سب شرکاء کو اس میں حق شفعہ حاصل ہے، سید نواز علی بھی شفیع ہے، جیسا کہ سید حسین الدین شفیع تھا، اور جب کہ سید حسین الدین نے بعد اطلاع پانے بیع کے فوراً طلب شفعہ نہیں کیا اور طلب مواثبت نہیں کی، شفعہ اس کا ساقط ہو گیا۔ بیع ہونے سے پہلے تو انکار کرنا شفعہ کو باطل نہیں کرتا، مگر بعد بیع کے اور اطلاع پانے کے طلب نہ کرنا اور اپنے خریدار ہونے کو ظاہر نہ کرنا مبطل شفعہ ہے۔ **ويطلبها الشفيع في مجلس علمه......بالبيع...... بلفظ يفهم طلبها كطلبت الشفعة ونحوه كأنا طالبها أو أطلبها إلخ (۱)(درمختار) وفيه أيضا: يبطلها ترك طلب المواثبة إلخ (۲) و يبطلها تسليمها بعدالبيع......فقط لاقبله، كمامرّ إلخ (۳) (درمختار)**

طلب مواثبت اور طلب اشہاد کا طریقہ اور طلب مواثبت کے گواہوں کا وقت کے بیان میں اختلاف کرنا

سوال: (۷)......(الف) مسئلہ شفعہ میں طلب مواثبت وطلب اشہاد کا کیا طریقہ ہے؟ اور کن صورتوں میں طلب مواثبت کا اعتبار نہ ہوگا؟

(ب) اگر مقدمۂ شفعہ میں حاکم کے سامنے طلب مواثبت پر تین گواہ موجود ہوں اور سب متفق ہوں، مگر بیان وقت میں اختلاف ہو تو اس صورت میں طلب مواثبت کیا باطل ہو جائے گی؟

(۲۶۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي ۹/۲۷۰ كتاب الشفعة، أوائل باب طلب الشفعة.
(۲) الدرالمختار مع الرد ۹/۲۸۸ كتاب الشفعة، أوائل باب ما يُبطلها.
(۳) الدرالمختار مع الرد ۹/۲۸۹ كتاب الشفعة، أوائل باب ما يُبطلها.

الجواب: (الف) طلب مواثبت یہ ہے کہ جس وقت شفیع کو خبر بیع کی لگے، فورًا اسی مجلس میں کہے کہ میں خریدتا ہوں، یا میں شفعہ طلب کرتا ہوں، پھر بائع کے پاس یا مشتری کے پاس یا اس مکان یا زمین کے پاس جس میں شفعہ ہے، دو گواہ لے جا کر یہ کہے کہ اس مکان کو فلاں شخص نے خریدا ہے، اور میں اس کا شفیع ہوں اور میں اس کو لیتا ہوں تم گواہ رہو الخ۔ چنانچہ درمختار میں ہے: **و یطلبها الشفیع في مجلس علمه...... بالبیع...... بلفظ یفهم طلبها کطلبت الشفعة ونحوه......وهو یسمی طلب المواثبة......ثم یشهد علی البائع الخ وهو طلب إشهاد إلخ** (۱) اس عبارت کا وہی حاصل ہے جو اوپر لکھا گیا۔

(ب) درمختار میں ہے: **ومنها موافقة الشهادتین لفظًا ومعنی** اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: **قوله : (موافقة الشهادتین) کما لو ادعی دارًا في ید رجل أنها له منذ سنة فشهد الشهود أنها منذ عشرین سنة بطلت ، فلو ادعی المدعی أنها منذ عشرین سنة و الشهود شهدوا أنها منذ سنة جازت شهادتهم، خانیة ، وفي الأ نقروي عن القاعدیة في الشهادات: الشهادة لو خالفت الدعویٰ بزیادة لا یحتاج إلی إثباتها أو نقصان کذلك ، فإن ذلك لایمنع قبولها إلخ** (۲) الغرض اگر دو گواہ ایک وقت پر متفق نہیں ہیں تو شہادت ان کی باطل ہے اس شہادت سے دعویٰ ثابت نہ ہوگا۔ فقط

طلب مواثبت واشہاد کے لیے کوئی خاص لفظ معین نہیں

سوال: (۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں مسمیان رائے بہادر وراج بہادر برادران حقیقی اہل ہنود نے اپنی اراضی مکان کنڈر مملوکہ مقبوضہ کو بدست مسماۃ حشمت بی اہل اسلام بہ قیمت بیس یا پچیس روپے میں فروخت کر دیا ہے، مسمی ڈاکٹر جوئے رام شفیع جائز جن کا حق شفعہ بطور جار ملاصق حاصل ہے، بوقت فروش اراضی مذکور شفیع تیرتھ (درشن، زیارت) کو گیا تھا، بعد واپسی شفیع کو اراضی مذکور کے فروخت ہونے کی اطلاع زبانی ملی، تو فورًا اس وقت شفیع؛ بائعین اراضی مذکور کے

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۲۷۰-۲۷۲ کتاب الشفعة ، باب طلب الشفعة .

(۲) الدر المختار و ردالمحتار ۸/۱۹۱ کتاب الشهادات ، باب الاختلاف في الشهادة .

پاس بہ مع قیمت اراضی مذکور کے گیا، اور اراضی مبیعہ کے خریدنے کے متعلق یہ کہا — الفاظ اپنی زبان سے ادا کیے — مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے اراضی کنڈ رمکان جس پر میرا شفعہ ہے فروخت کر دی ہے، جتنے میں فروخت کی ہے اتنے دام مجھ سے لے لو، اب اراضی مذکور میری ہے میں لے چکا ہوں، بعدہٗ حسب ذیل امور دریافت طلب ہیں کیونکہ بائعان ومشتری کو اراضی کنڈ ر مذکور ومشفوع فیہ شفیع کو دینے سے انکار ہے، اور شفیع کی بلا وجہ حق تلفی ہو رہی ہے۔

کیا بروئے شرع شریف طلب مواثبت واشہاد ادا کرنے کے واسطے کوئی خاص الفاظ مقرر معین ہیں؟ اور اگر تمام الفاظ مسلسل ادا نہ ہوں تو کیا طلب مواثبت واشہاد شرعاً ثابت نہیں ہوگی؟ اور اگر ہیں، تو کیا الفاظ ہیں؟ (۱۳۴۲/۲۵۰ھ)

الجواب: قال في الدرالمختار: ويطلبها الشفيع في مجلس علمه من مشترٍ أو رسوله أو عدل أو عدد بالبيع الخ بلفظ يفهم طلبها كطلبتُ الشفعة ونحوهٖ كأنا طالبها أو أطلبها، وهو يسمى طلب المواثبة: أي المبادرة والإشهاد فيه ليس بلازم بل لمخافة الجحود، ثم يشهد على البائع لو العقار في يدهٖ أو على المشتري و إن لم يكن ذايد لأنه مالك أو عند العقار فيقول: اشترى فلان هذه الدار، وأنا شفيعها، وقد كنت طلبتُ الشفعة وأطلبها الآن، فاشهدوا عليه، وهو طلب إشهاد، و يسمّى طلب التقرير وهذا الطلب لابد منه حتى لو تمكن ولو بكتاب أو رسول، ولم يشهد بطلت شفعته و إن لم يتمكن منه لاتبطل ولو أشهد في طلب المواثبة عند أحد هؤلاء كفاه وقام مقام الطلبين إلخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ طلب مواثبت وغیرہ کے لیے کوئی خاص لفظ معین نہیں ہے، بلکہ ایسے الفاظ کے ساتھ تکلم کافی ہے جو طلب شفعہ پر دال ہوں، لہٰذا جو الفاظ شفیع نے استعمال کیے وہ طلب مواثبت میں کافی ہیں، اور اگر یہی الفاظ بائع یا مشتری یا زمین مشفوعہ کے پاس جا کر روبرو دو گواہوں کے ادا کیے تو یہ طلب مواثبت اور طلب اشہاد دونوں ہو گئے، البتہ ثبوت شفعہ کے لیے عدالت اور اسلام گواہوں کا شرط ہے۔ کما في الشامي: و أما مایخص بعضها فالإسلام إن کان المشهود علیه مسلمًا إلخ (۲)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۹/۲۷۰-۲۷۲ کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة.
(۲) ردالمحتار ۸/۱۵۴ کتاب الشهادات.

طلب اشہاد مبیع کے پاس کرنا بھی کافی ہے اور بیع نامہ میں زر ثمن زیادہ لکھ دیا گیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں

سوال: (۹) ایک شخص نے یہ خبر سنی کہ فلاں مکان زید نے بکر کے ہاتھ فروخت کیا ہے، اس پر شریک مکان نے شرائط شفعہ فوراً ادا کیں، اور شفیع انہیں گواہان موجودہ کو لے کر مکان مبیعہ پر گیا، اور طلب دوم کی، پھر مشتری کے پاس اس کے مکان پر گیا؛ تو بکر نے کہا کہ بیع نامہ میرے نام نہیں ہے، میرے پسر و برادر کے نام ہے، وہ بھی وہیں موجود تھے، ان سے بھی طلب شفعہ کی گئی، یہ بھی معلوم ہوا کہ بیع نامہ زید کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ اس کے والد کی طرف سے ہے، ایسی صورت میں زید کہتا ہے کہ شرائط شفعہ ادا نہیں ہوئیں، تو اس صورت میں شفعہ صحیح ہے یا نہیں؟ بہ خوف شفعہ زر ثمن بہت ہی زائد لکھوایا گیا، تو زر ثمن وہی ملے گا جو بیع نامہ میں ہے یا کس قدر؟ (۱۳۴۳/۷۹۱ھ)

الجواب: اس صورت میں شفعہ ثابت ہے، اور طلب مواثبت وطلب اشہاد ہوگئی، کیونکہ طلب اشہاد اگر مبیع کے پاس بھی کرلیا جائے تو کافی ہے، جیسا کہ درمختار میں ہے: **و یطلبها الشفیع في مجلس علمه ...... بالبیع إلخ و هو یسمّٰی طلب المواثبة ، ...... ثم یشهد علی البائع لو العقار في یدہٖ أو علی المشتري أو عند العقار إلخ و هو طلب إشهاد انتهی ملخصًا** (۱) اور زر ثمن جو کچھ شرعی طریقے سے ثابت ہوجائے وہی دینا ہوگا، بیع نامہ میں اگر زیادہ ثمن لکھ دیا گیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ شفیع اگر دو عادل گواہوں سے یہ ثابت کردے کہ زر ثمن واقع میں اس قدر ہے تو وہی ثابت ہوگا، ورنہ مشتری جو کچھ قسم کھا کر بیان کرے وہ معتبر ہے، درمختار میں ہے: **و إن اختلف الشفیع و المشتري في الثمن ...... صدق المشتري بیمینه لأنه منکر ...... و إن برهنا فالشفیع أحق لأن بینته ملزمةٌ إلخ ملخصًا** (۲) فقط

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۲۷۰-۲۷۲ کتاب الشفعة ، باب طلب الشفعة .

(۲) الدر مع الرد ۹/۲۷۶ کتاب الشفعة ، باب طلب الشفعة ، مطلب : طلب عند القاضي قبل طلب الإشهاد بطلت .

اگر کسی جائداد کے چند شفیع ہوں تو ہر شفیع کے لیے پوری مبیع کا شفعہ طلب کرنا ضروری ہے

سوال: (۱۰) ہندہ نے دو قطعہ مکانات بہ قرار داد ملکیت خود بہ دست فاطمہ بیع قطعی کر دی، بعد بیع؛ زید اور صغری نے یکجائی عدالت میں دعوی اس بیان سے دائر کیا کہ مکانات متنازعہ مذکورہ میں ہم دونوں ذریعۂ میراث کے نصف کے مالک ہیں، نصف باثبات میراث ہم کو دلائے جائیں، اور نصف مکانات متنازعہ میں ہم شفیع ہیں، چنانچہ ہم مدعیان کو بہ تاریخ یکم مارچ سنہ ۱۹۲۷ء علم بیع مشفوعہ کا ہوا، مدعیان نے بہ مجرد علم بیع طلب مواثبت واشہاد عند المبیعہ حسب قاعدہ شرعی ادا کیے یعنی ہر ایک مدعی نے بابت نصف مکانات مشفوعہ کے، بعد خبر بیع ایک وقت میں الفاظ طلب مواثبت واشہاد کے علیحدہ علیحدہ کل نصف مکانات کے ادا کیے، اور اسی کے موافق ثبوت بھی مدعیان کا گزر گیا، اور دعوی میں استدعا ایں الفاظ کی گئی کہ نصف مکانات کی ڈگری بہ استحقاق شفعہ نفس المبیع بہ حق مدعیان صادر فرمائی جائے، اب ایسی حالت میں استفسار صرف اس امر کا ہے کہ اس کل نصف مشفوعہ کا یکجائی دعوی کرنا دونوں مدعیوں کا اور استدعائے مذکورہ دعوی میں بہ الفاظ مذکورہ لکھنا باعث بطلان شفعہ کا ہے یا نہیں؟ اور اگر موجب بطلان شفعہ کا نہیں ہے تو اس روایت درمختار: **لو طلب أحد الشريكين النصف بناءً أنه يستحقه فقط بطلت شفعته إذ شرط صحتها أن يطلب الكل** کا مطلب اور محمل اور کیا جواب ہے؟

(۷۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس صورت میں چونکہ مدعیان کے زعم کے موافق بیع نصف کی ہی صحیح ہوئی ہے جو کہ ملک بائع کی ہے، لہٰذا دعوی شفعہ کا اس میں کرنا مبطل حق شفعہ نہیں ہے، اور روایت درمختار کا محمل وہ ہے کہ ہر ایک شفیع اپنے حق کے قدر دعوی کرے، اور دوسرے شریک کا حصہ چھوڑ دے اس میں دعوی نہ کرے، اور صورت موجودہ میں جس مقدار کو مدعیان نے مبیع سمجھا ہے اس میں کل میں دعوی شفعہ کا کیا ہے، نہ اس کے نصف میں، کیونکہ مبیع اس صورت میں نصف ہے اور نصف مدعیان کی ملک بہ حق وراثت ہے، پس شرط صحت شفعہ جو کہ طلب کل مبیع ہے وہ اس صورت میں پائی گئی، **كما قال في الدر المختار:**

إذ شرط صحتها أن يطلب الكل (۱) فقط

بعض مبیع کا شفعہ طلب کرنے سے حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے

سوال: (۱۱) زید، عمر اور بکر ایک مکان کے مشترکا بہ حصۂ مساوی مالک ہیں، زید نے اپنا حصہ عمر کو فروخت کر دیا۔ بکر نے طلب مواثبت وطلب اشہاد نصف حصہ مبیعہ کی بابت کی، یعنی کل مکان کے ایک سدس کی بابت، اندریں صورت بکر کا حق شفعہ ساقط ہوگیا کہ نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ مصنف ردالمحتار کی ایک کتاب تنقیح فتاوی حامدیہ ہے اس میں لکھا ہے کہ ساقط ہوجاتا ہے، اس کو لازم تھا کہ کل حصہ مبیعہ کی بابت طلب کرتا۔ (۸۵۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ شفیع اگر ابتداء ہی سے جزو مبیع میں طلب مواثبت وغیرہ کرے تو شفعہ اس کا باطل ہوجاتا ہے، چنانچہ درمختار میں ہے: بل لو طلب أحد الشريكين النصف بناء أنه يستحقه فقط. بطلت شفعته، إذ شرط صحتها أن يطلب الكل كمابسطه الزيلعي إلخ قوله: (إذ شرط صحتها أن يطلب الكل) لأنه يستحق الكل والقسمة للمزاحمة وكذا لو كانا حاضرين فطلب كل منهما النصف بطلت، ولو طلب أحدهما الكل والآخر النصف، بطل حق من طلب النصف، وللآخر أن يأخذ الكل أو يترك إلخ (۲) (ردالمحتار للشامي ۵/۱۴۱ كتاب الشفعة، المطبوعة: مطبع مجتبائی منشي ممتاز علي دهلي) ترجمہ: بلکہ اگر دو شریکوں میں سے جو کہ شفیع ہیں ایک نے نصف کو طلب کیا اس وجہ سے کہ وہ صرف نصف کا مستحق ہے تو شفعہ اس کا باطل ہوگیا، کیونکہ شفعہ کے صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ کل کو طلب کرے (درمختار من الزيلعي) اس لیے کہ وہ یعنی ہر ایک شفیع کل کا مستحق ہے، اور تقسیم کرنا بوجہ مزاحمت دوسرے شریک کے ہے اور اسی طرح اگر وہ دونوں شریک وشفیع موجود ہوں، پس ہر ایک نے نصف کو طلب کیا تو دونوں کا شفعہ باطل ہوگیا،

---

(۱) الدر المختار مع حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۹/۲۶۸ كتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة، قبيل باب طلب الشفعة.

(۲) الدر والشامي ۹/۲۶۸ كتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة.

اور اگر ایک نے کل مبیع کو طلب کیا اور دوسرے نے نصف کو تو اس کا حق باطل ہوگیا جس نے نصف کو طلب کیا، اور دوسرے کو اختیار ہے کہ وہ کل مبیع کو لیوے یا چھوڑ دیوے۔ فقط

بیع شدہ اراضی کے چند شفیع ہوں تو تنہا ایک شفیع پوری مبیع کا شفعہ طلب کرسکتا ہے

سوال: (۱۲) کسی اراضی بیع شدہ کی متصلہ اراضی پر چند شرکاء مساوی قابض وحصہ دار ہیں، من جملہ شرکاء ایک شریک بہ وجہ اتصال والحاق اراضی مبیعہ بر بنائے حق شفعہ تنہا دعوے دار ہے، ایسے دعوی کے لیے جملہ شرکاء کی شرکت ضروری ہے یا نہیں؟ (۶۱/۷۱۳۳۹ھ)

الجواب: ایک شفیع تنہا دعوی شفعہ کا کل اراضیٔ مبیعہ پر کرسکتا ہے، دوسرے شرکاء شفعاء کا سکوت اس مدعی کے دعوی کو کچھ مضر نہیں ہے، بلکہ ہر ایک شریک پورے مکان کے شفعہ کا دعوی کرے۔ درمختار میں ہے: بل لو طلب أحد الشريكين النصف بناءً أنه يستحقه فقط بطلت شفعته إذ شرط صحتها أن يطلب الكل الخ. وقال في الشامي: قوله: (إذ شرط صحتها أن يطلب الكل) لأنه يستحق الكل والقسمة للمزاحمة إلخ(۱) فقط

دو خریداروں میں سے ایک سے شفعہ طلب کرنا

سوال: (۱۳) محمد یوسف نے ایک کوٹھری کا بیع نامہ محمد یامین ومحمد عمر کے نام کیا، اس میں شفیع محمد یٰسین ومحمد اسحاق ومحمد یوسف ہیں، من جملہ شفیع کے صرف ایک شخص محمد یٰسین نے محمد یامین مشتری سے شفعہ طلب کیا، تو ایک شخص کے شفعہ طلب کرنے سے شفعہ کی شرائط پوری ہوگئی یا نہیں؟

(۴۰۱/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں محمد یٰسین نے محمد یامین مشتری سے جو شفعہ طلب کیا ہے وہ صرف اس کے حصے میں قائم ہوگیا، اور جس سے طلب نہیں کیا اس کے حصے میں باطل ہوگیا، یعنی نصف کوٹھری جو

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۲۶۸/۹ كتاب الشفعة ، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة .

محمد یامین کے حصے میں ہے اس میں شفعہ صحیح ہے، بقیہ میں نہیں، کتب فقہ میں تصریح ہے کہ دو مشتری ہونے کی صورت میں شفیع جس سے شفعہ طلب کرے اس کے حصے میں شفعہ قائم ہو جاتا ہے۔ **كما في الدر المختار: إذا اشترى جماعة عقارًا والبائع واحد، يتعدد الأخذ بالشفعة بتعددهم، فللشفيع أن يأخذ نصيب بعضهم إلخ(۱)(درمختار مع الشامي ۱۵۶/۵ باب ما يبطلها) فقط**

شریک فی حق المبیع کے ہوتے ہوئے جار ملاصق شفعہ کا حق دار نہیں اور جار ملاصق کوچۂ غیر نافذہ میں دروازہ نہیں کھول سکتا

سوال: (۱۴) کوچۂ غیر نافذہ میں چند مکانات ہیں، بعض کی پشت اور بعض کا رخ اس کوچہ میں ہے، زید نے بہ اجازت باشندگانِ کوچہ ایک مکان خریدا ہے کہ جس کا رخ کوچہ کے اندر ہے، اس صورت میں عمر کو کہ جس کے مکانات کی پشت کوچہ کے اندر ہے حق شفعہ ہے کہ نہیں؟ اور عمر کو کوچۂ ہذا میں حق فتح الباب ہے یا نہیں؟ اور یہ عمر جار ملاصق ہے یا شریک فی حق المبیع؟ بصورت اولی عمر کو شرکاء فی حق المبیع پر ترجیح ہو سکتی ہے یا نہیں؟ حاصل سوال یہ ہے کہ زید کی بیع شرکاء فی حق المبیع سے بہ مقابلہ عمر کے صحیح ہوگی یا باطل؟ اور عمر کو اس مکان کے لینے کا حق زید سے بہ حق شفعہ پہنچتا ہے یا نہیں؟ بصورت شفیع ہونے کے باشندگانِ کوچہ اپنے اپنے حقوق زید کو ہبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا (۵۲۱/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں عمر کو جو کہ صرف جار ملاصق ہے شریک فی حق المبیع نہیں ہے اس مکان میں جس کا دروازہ کوچۂ غیر نافذہ کے اندر ہے اور زید نے اس کو خریدا ہے، بہ مقابلہ ان لوگوں کے جن کا دروازہ کوچہ کے اندر ہے حق شفعہ حاصل نہیں ہے، کیونکہ وہ شریک فی حق المبیع نہیں ہے، بلکہ جار ملاصق ہے، اور جار ملاصق کا مرتبہ شفعہ میں بعد شریک فی حق المبیع کے ہے، جیسا کہ درمختار کی عبارت میں جو کہ آگے منقول ہے مذکور ہے، البتہ اگر شرکاء فی حق المبیع نے لینے سے انکار کر دیا، اور عمر جار ملاصق نے بوقت علم بیع شفعہ کا دعوی کر دیا تھا تو بعد تسلیم شرکاء فی حق المبیع عمر کو حق شفعہ حاصل ہے اور وہ مکان مذکور کو لے سکتا ہے، لیکن اگر انکار کرنے شرکاء فی حق المبیع کے عمر نے خریدنے کا اظہار کیا اور بفور خبر پانے بیع مکان مذکور کے لینے کا ارادہ ظاہر نہ کیا تھا، جس کو طلب مواثبت کہتے ہیں، تو اب اس کو شفعہ نہیں

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۲۹۶/۹ كتاب الشفعة، باب ما يبطلها، مطلب: لا شفعة للمقر له بدار.

پہنچتا۔ درمختار میں ہے: تـجب......للخليط في نفس المبيع ، ثم إن لم يكن أوسلّم له —— أي الخليط —— في حق المبيع الخ ثم لجار ملاصق إلخ(۱) اورردالمحتار شامی میں ہے: واعلم أن كل موضع سلّم الشريك الشفعة فإنما تثبت للجار إن طلبها حين سمع البيع وان لم يكن له حق الأخذ في الحال أما إذا لم يطلب حتى سلّم الشريك فلاشفعة له . شرح المجمع ومثله فى النهاية وغيرها (۲) (شامي ۵/۱۴۰-۱۴۱) اورعمر مذکورکوکوچۂ مذکورہ میں حق فتح الباب نہیں ہے۔ كذا في الدرالمختار وغيره(۳) فقط

شریک فی حق المبیع فروخت شدہ مکان لینا نہ چاہے تو جار ملاصق لے سکتا ہے

سوال: (۱۵) ایک زمین افتادہ خالد کے دروازے کے سامنے واقع ہے، اوراسی زمین سے خالد کی آمدورفت ہے، اور جانب مغرب زمین مذکور زید کا مکان واقع ہے جس کا دروازہ جانب جنوب ملحق بہ سڑک ہے، وبگوشہ شمالی ومغربی مکان خالدوزید کے ایک کوچہ غیر نافذہ ہے جس میں دوتین مکان بھی واقع ہیں، ان کی آمدورفت بھی اسی زمین افتادہ سے ہے، مگرساکنان کوچۂ غیر نافذہ خواہاں زمین کے نہیں ہیں، جانب مشرق بکر کا مکان واقع ہے، جس کا دروازہ بھی جانب جنوب متصل بہ سڑک ہے، زیدو بکر کے مکانوں میں سے کسی کا دروازہ جانب زمین متنازعہ نہیں ہے، اب یہ زمین مرقوم فروخت ہوتی ہے، شرعًا اس میں حق شفعہ کس کو ہے؟ (۱۳۴۲/۲۹۴۶ھ)

---

(۱) الـدرالمختارمع ردالمحتار ۹/۲۶۵-۲۶۶ كتـاب الشـفعة ، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة .

(۲) ردالمحتار ۹/۲۶۷ كتاب الشفعة ، مطلب في الكلام على الشفعة إلخ .

(۳) ثم لجارملاصق بابه في سكة أخرى وظهر داره لظهرها، فلو بابه في تلك السّكة فهوخليط . وفـي الشـامي : أقـول : إذ لو كان محاذيا والطريق غير نافذ فهو خليط لاجار ، قوله : فلو بابه في تـلك السكة ، أي وهي غير نافذة كما سبق (الدر والرد ۹/۲۶۶-۲۶۷ كتـاب الشفعة ، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة)

الجواب: زمین افتادہ پیش دروازۂ خالد اگر فروخت ہو تو حق شفعہ اس کا خالد اور کوچۂ غیر نافذہ کے رہنے والوں کو ہے جن کا راستہ اس زمین افتادہ میں ہے، اور خالد اور وہ سب کوچۂ غیر نافذہ کے رہنے والے حق شفعہ میں برابر حق دار ہیں، اور جب کہ کوچۂ غیر نافذہ کے رہنے والے اس زمین کے طالب اور خریدار نہ ہوں تو خالد اس کو لے سکتا ہے، اور زید اور بکر کو بہ مقابلہ خالد کے حق شفعہ زمین مذکور میں حاصل نہیں ہے، کیونکہ زید اور بکر محض جار ملاصق ہیں، اور خالد اور کوچۂ غیر نافذہ کے رہنے والے شریک فی حق المبیع ہیں اور جار ملاصق سے حق شفعہ میں شریک فی حق المبیع مقدم ہے، جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے کہ اول حق شفعہ اس کو ہے جو شریک فی نفس المبیع ہو اور دوسرے درجے میں شریک فی حق المبیع ہے اور تیسرے درجے میں جار ملاصق ہے(۱) اور اول کے ہوتے ہوئے ثانی کو اور ثانی کے ہوتے ہوئے ثالث کو حق شفعہ نہیں ہے اور راستے کے شرکاء شریک فی حق المبیع کہلاتے ہیں، بناءً علیہ صورت مذکورہ میں خالد کا حق مقدم ہے زید اور بکر سے، البتہ اگر خالد نہ لیوے اور کوچۂ غیر نافذہ کے رہنے والے بھی طالب نہ ہوں تو پھر حق شفعہ زید اور بکر کو ہے اور وہ دونوں برابر درجہ میں ہیں۔ فقط

بیٹے جس مکان کی وجہ سے شفعہ کے دعویدار ہیں وہ باپ کی ملک ہو تو بیٹے شفعہ کا دعوی نہیں کر سکتے

سوال: (۱۶) ایک شخص نے باوجود واقفیت حکم شرع نسبت حق شفعہ، بلا علم ہمسایہ ومحلّہ والوں کے ایک مکان و زمین خریدا، مشتری اس سے دور محلّہ کا رہنے والا ہے، ہمسایہ ملحق کو کچھ ماہ بعد علم ہوا اور مشتری سے درخواست جائداد مذکور کی کی، مشتری نے انکار کیا، تو ہمسایہ مذکور نے بخلاف مشتری و بائعان دعویٰ دائر کیا، مشتری مذکور دلائل ذیل پیش کرتا ہے:

---

(۱) الشفعة واجبة للخليط في نفس المبيع ، ثم للخليط في حق المبيع كالشرب والطريق ، ثم للجار، أفاد هذا اللفظُ ثبوتَ حق الشفعة لكل واحد من هؤلاء ، و أفاد الترتيب (الهداية ۳/۳۸۹، كتاب الشفعة)

وسببها اتصال ملك الشفيع بالمشترى بشركة أو جوار وفي الشامي : قوله: (بالمشترى) بفتح الراء وقوله : (بشركة أو جوار) متعلق باتصال ، وشمل الشركة في البقعة والشركة في الحقوق (الدر والرد ۹/۲۶۱-۲۶۲ كتاب الشفعة)

(الف) مدعیان کو استحقاق حق شفعہ بوجہ عدم رواج اس محلّہ کے نہیں ہے۔

(ب) یہ مشفوعہ جائداد تجارت کرنے کے لیے مستعمل ہے۔

(ج) کشمیر کی زمین حق مرافق سرکار ہے شفعہ ناجائز ہے۔

(د) جار ملاصق —— ہمسایہ —— کو بذات خود حق نہیں ہے، ان کے باپ کی ملک ہے۔

(نوٹ): ''الف'' کے متعلق اس سے پیشتر کئی مرتبہ اس قسم کا دعوی حق شفعہ ہوا ہے، جو بحق دعوے دار یعنی شفیع کے حق میں فیصلہ ہوا ہے۔

''ب'' کے متعلق جائداد مذکور بستی اور تجارت کے لیے یکساں ہے، اور مثل بازاری دکانوں کے نہیں ہے۔

''ج'' کشمیر میں ماقبل اور حال میں کئی مرتبہ دعوی حق شفعہ ہوا ہے، اور بحق شفیع تصفیہ ہوا ہے۔

''د'' دعوے دار یعنی شفیعان جائداد مذکور دولڑکے بالغ جو بہت مدت سے باپ سے علیحدہ کاروبار کرتے ہیں، اور ہر قسم جوان کے متعلق ہو بلا تجویز و پابندیٔ پدر کرتے ہیں۔ (۲۲۶۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دلائل مشتری دربارۂ ابطالِ شفعہ از حرف ''الف'' تا حرف ''ج'' غلط ہیں، البتہ حرف ''د'' غور طلب ہے، کیونکہ صحت شفعہ کے لیے یہ ضروری ہے کہ شفیع مالک اس مکان کا ہو جس کی وجہ سے دعوی شفعہ کا کرتا ہے، پس مدعیان اگر مالک اس مکان کے نہیں ہیں جس مکان کی وجہ سے دعوی شفعہ کا مکان مبیع میں کیا گیا ہے، تو دعوی شفعہ کا پسران کی طرف سے صحیح نہ ہوگا، پس وہ مکان اگر ملک پدر ہے تو بہ موجودگی پدر کے پسران مالک اور حصہ دار اس مکان کے نہیں ہیں، لہٰذا دعوی شفعہ کا بھی ان کی طرف سے صحیح نہ ہوگا، البتہ پدر کی طرف سے دعوی شفعہ کا صحیح ہوسکتا ہے۔ **قال في الدر المختار: وسببها اتصال ملك الشفيع بالمشترىٰ بشركة أو جوارٍ إلخ** (۱) **فقط**

فاتر العقل اور مجنون کی طرف سے اس کا ولی شفعہ طلب کرسکتا ہے

سوال: (۱۷) فاتر العقل کی طرف سے اس کا ولی طلب شفعہ کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۴۴۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: فاتر العقل اور مجنون کی طرف سے اس کا ولی دعوی شفعہ کا کرسکتا ہے، اور قائم مقام

---

(۱) الدر المختار مع الرد ۹/۲۶۱-۲۶۲ کتاب الشفعة.

فاتر العقل کے شفعہ کے بارے میں اس کا ولی ہوگا، یہاں تک کہ اگر ولی شفعہ کو چھوڑ دے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔ کما في الدرالمختار : ولو تسلیمھا من أب و وصی إلخ (۱)

شفیع کا غیر کے واسطے شفعہ طلب کرنا اور اس صورت میں مشتری کا زیادہ قیمت طلب کرنا

سوال: (۱۸)......(الف) زید نے ایک قطعہ زمین مبلغ دو ہزار روپیہ میں خریدا، شفیعِ زید نے شفعہ للغیر کیا، کیا یہ شفعہ غیر کے واسطے جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اگر جائز ہے تو زید کے واسطے بطور نفع بجائے دو ہزار اصل قیمت کے تین ہزار روپیہ لینا شرعًا درست ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے کہ اگر شفیع اپنی ذات کے لیے شفعہ کرتا تو البتہ اصل ثمن سے زیادہ لینا درست نہ تھا، مگر چونکہ غیر کے نفع کے واسطے شفعہ کرتا ہے، لہٰذا یہ ایسا ہوا جیسا کسی غیر شخص کے ہاتھ زمین کو نفع کے ساتھ بیچنا۔ (۱۴۱۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) شفیع کو جب کہ حق شفعہ حاصل ہے تو وہ اس کے ذریعہ سے مبیع کو لے سکتا ہے اگر چہ نیت اس کی یہ ہو کہ میں لے کر کسی دوسرے کو دوں گا غرض یہ کہ یہ صورت مذکورہ جائز ہے۔

(ب) زید مشتری کو شفیع کو اسی قیمت کو دینا لازم ہے جس قیمت کو اس نے خریدا، قیمت کا فرق کرنا بصورت مذکورہ درست نہیں ہے۔

شفیع کو حق شفعہ سے محروم کرنے کے لیے زیادہ قیمت لکھوانا

سوال: (۱۹) ایک شخص اپنی زمین فروخت کرنی چاہتا ہے، خریدنے والے کہتے ہیں کہ قیمت سے زیادہ روپیہ لکھوادو تا کہ شفعہ والا نہ لیوے، آیا زیادہ لکھوانا قیمت سے جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۷۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: زیادہ قیمت لکھوانا کذب ہے اور ناجائز ہے، اور شفیع جس کا حق شفعہ شریعت سے ثابت ہے وہ اگر لے لے تو اس کو روکنے کی یہ تدبیر درست نہیں ہے۔ فقط

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۲۸۹/۹ کتاب الشفعة ، باب ما یبطلها.

جو زمین مسجد سے متصل ہے اس کے شفعہ کا دعوی متولی یا اہل محلّہ نہیں کر سکتے

سوال: (۲۰) ایک مسجد کے متصل اور ملحق ایک قطعہ زمین واقع ہے، جس پر مسجد کی طرف سے دعویٰ حق شفعہ دائر ہوسکتا ہے، امام مسجد فوت ہوگیا ہے، اس کا جانشین ایک نوعمر لڑکا ہے جو نوکری میں رہتا ہے، اور اس وجہ سے دعویٰ حق شفعہ کرنے کی طرف ملتفت نہیں ہوتا، اس صورت میں اہل محلّہ دعویٰ شفعہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۳۴۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: وقف میں شفعہ نہیں ہوتا، اور نہ وقف کی وجہ سے شفعہ ہوسکتا ہے، یعنی متولی وغیرہ دعوی شفعہ کا وقف کی طرف سے نہیں کر سکتے کما في الدر المختار: ولاشفعة في الوقف ولاله إلخ، وفي الشامي: ولاله: أي لالقيّمه ولالموقوف عليه لعدم المالك إلخ (۱) (ردالمحتار ۱۴۲/۵) فقط

موقوفہ جائداد کی طرف سے یا موقوفہ جائداد کا شفعہ طلب کرنا درست نہیں

سوال: (۲۱) موقوفہ پر اور موقوفہ کی طرف سے شفعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ یعنی متولیٔ موقوفۂ جار پر شفعہ کرے تو شرعًا جائز ہے یا ممنوع؟ یہاں پر معلوم ہوا ہے کہ ناجائز ہے، اگر جائز ہو تو مع حوالہ کے لکھ دیں۔ (۸۳۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: وقف کی طرف سے اور وقف پر شفعہ نہیں ہوسکتا، یعنی متولیٔ وقف وقف کی طرف سے دعوی شفعہ کا نہیں کر سکتا، اور نہ وقف پر کسی کا دعوی شفعہ کا مسموع ہوسکتا ہے کذافي الدر المختار (۲) فقط

سوال: (۲۲) ایک شخص نے اپنی جائداد وقف کردی، اور ہر متولیٔ وقف کو جملہ اختیارات نالشات وجوابدہی وغیرہ دے دیے، پس وہ شخص بحیثیت متولیٔ وقف کے، دعویٰ شفعہ کا حق شرعًا رکھتا ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کو ہر قسم کے نالشات وغیرہ کا حق واقف نے دے دیا ہے، اور نیز یہ شخص علاوہ حیثیت

---

(۱) الدر مع الشامي ۲۶۹/۹ كتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة.

(۲) ولاشفعة في الوقف ولاله، وفي الشامي: ولاله: أي لالقيّمه ولالموقوف عليه لعدم المالك إلخ (الدر والشامي ۲۶۹/۹ كتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة)

تولیت کے؛ ذاتی طور سے حق شفعہ کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ (۲۵۷۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں متولی کو حق شفعہ کسی حیثیت سے بھی حاصل نہیں؟ کیونکہ یہ حق ملکیت کے ساتھ مخصوص ہے، جن چیزوں میں ملکیت نہیں وہاں حق شفعہ بھی نہیں، ظاہر ہے کہ وقف کا کوئی مالک نہیں، پس اگر چہ واقف نے متولیٔ وقف کو ہر قسم کے اختیار دیدیے ہوں، لیکن ان اختیارات کے ماتحت وہ کسی ایسے حق کا مالک نہیں ہوسکتا، جس کی شرعاً ممانعت ہو، وقف جب کہ کسی کی ملکیت میں نہیں تو پھر اس کی وجہ سے حق شفعہ کس کو مل سکتا ہے۔ درمختار میں ہے: وأما إذا بيع لجواره أو كان بعض المبيع ملكًا وبعضه وقفًا، وبيع الملك فلا شفعة للوقف. وقال في الشامي: حاصله أنه لا شفعة له لا بجوارٍ ولا بشركة، فهوتصريح بالقسمين (۱) (شامي ۱۴۲/۵) وقال في البحر: وإنما تجب ـــ الشفعة ـــ لحق الملك في الأراضي حتى لو بيعت دارٌ بجنبها دار الوقف فلا شفعة للواقف ولا للمتولي لعدم الملك كذا في المحيط وغيره (البحر الرائق ۱۳۸/۸) وقال أيضًا: وفي المحيط وغيره مالايجوز بيعه في العقارات كالأوقاف والحانوت المسبل، فلاشفعة في ذلك الخ (۲) (أيضًا ص: ۱۳۸) عبارات مذکورہ میں تصریح ہے کہ اوقاف میں کسی قسم کا بھی حق شفعہ نہ خود واقف کو ہے نہ متولی کو۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مندر کی وجہ سے ہنود کو حق شفعہ حاصل نہیں

سوال: (۲۳) زید مسلمان نے ایک قطعہ زمین مملوکہ مقبوضہ خود عمر مسلمان کے ہاتھ فروخت کیا، چونکہ مندر ہنود کا اس مکان مبیعہ کے قریب ہے، لہٰذا اہل ہنود اس مکان مبیعہ پر حق شفعہ کر کے خود خرید کر بحق مندر وقف کرنا چاہتے ہیں، ایسی صورت میں شفعہ ہنود کا قابل سماعت ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور مندر موقوفہ سے شفعہ شرعاً ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۸۶۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مندر کی وجہ سے ہنود کو حق شفعہ حاصل نہیں ہے کیونکہ مندر کسی کی ملک نہیں ہے۔ شامی

---

(۱) الدر المختار ورد المحتار ۲۷۰/۹ كتاب الشفعة، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء الخ قبيل باب طلب الشفعة.

(۲) البحر الرائق ۲۵۰/۹ كتاب الشفعة، باب مايجب فيه الشفعة و مالايجب.

میں ہے:قال في التجريد:ما لايجوز بيعه من العقار كالأوقاف لاشفعة في شيء من ذلك عند من يرى جواز بيع الوقف ، ثم قال: لاشفعة في الوقف ولابجواره انتهى نقله الرملی (۱)پس دعوی ہنود کا اس صورت میں شرعًا قابلِ سماعت نہیں ہے۔فقط

حق شفعہ میں مسلم اور غیر مسلم دونوں برابر ہیں

سوال: (۲۴) ہندو بائع اور مسلمان مشتری ہو اور شفیع مسلمان ہو تو شرعًا شفعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۸۷۹ھ)

الجواب: شفعہ اس صورت میں مسلمان شفیع کے لیے ثابت ہے، کیونکہ شفعہ میں حکم کفار کا مثل مسلمانوں کے ہے، الأشباه والنظائر میں احکام الذمی میں ہے: حكمه حكم المسلمين إلافي مسائل (۲) وفي الدر المختار: ويأخذ بقيمتها...... لو كان الشفيع مسلمًا إلخ(۳) فقط

شوہر نے دَین مہر کے عوض بیوی کو جو مکان دیا ہے اس میں شفعہ کا دعوی کرنا درست ہے

سوال: (۲۵) زید کا نکاح ہندہ سے بہ عوض مہر مبلغ چار ہزار روپیہ رائج الوقت ہوا، زید نے نصف دین مہر میں اپنی جائداد غیر منقولہ اپنی بیوی کے نام ہبہ کردی، عمر شریک زید جائداد مذکورہ بالا پر شفعہ کرنا چاہتا ہے آیا شفعہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۴۹۲ھ)

الجواب: اس صورت میں شفعہ ہوسکتا ہے کیونکہ زید کا نکاح ہندہ سے بہ عوض دین مہر مبلغ چار

---

(۱) ردالمحتار ۹/۲۶۹ كتاب الشفعة ، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة.

(۲) حكمه حكم المسلمين إلاأنه لايؤمر بالعبادات ولا تصحّ منه ولايصح تيمّمه و يصح وضوءه وغسله إلخ (الأشباه والنظائر ۳/۸۳-۸۴، الفن الثالث وهو في الجمع والفرق ، أحكام الذمي ، المطبوعة : إدارة القرآن والعلوم الإسلامية ، كراتشي ، باكستان)

(۳) الدر المختارمع حاشية ابن عابدين ۹/۲۷۹ كتاب الشفعة ، باب طلب الشفعة ، مطلب : طلب عند القاضي قبل طلب الإشهاد بطلت .

ہزار روپیہ کے ہوا، پھر زید نے نصف دین مہر میں اپنی جائداد بیع کردی، لہٰذا اس صورت میں شفعہ ہوسکتا ہے، اور عمر شریک کو حق شفعہ حاصل ہے، البحر الرائق میں ہے: **بخلاف مالو باعها العقار بمهر المثل أو بالمسمّى عند العقد أو بعده حيث تجب فيه الشفعة ، لأنه مبادلة مال بمال، لأن ما أعطاه من العقار بدل عما فی ذمته من المهر (۱) فقط**

زرِ ثمن لے کر اپنی جائداد کسی کو ہبہ کرنے سے شفعہ ساقط نہیں ہوتا

سوال: (۲۶) زید نے عمر کو اپنی جائداد زرِ ثمن لے کر ہبہ کی، تاکہ میرے مرنے پر وارث شرعی بے قابو ہو جائیں، کیونکہ بیع نامہ کرنے کی صورت میں ورثائے شرعی بذریعہ شفعہ جائداد واپس لے لیتے، یہ ہبہ ہے یا بیع؟ (۵۵۳/۱۳۴۲ھ)

الجواب: یہ صورت بیع کی ہے، لہٰذا اس میں شفعہ جاری ہوگا۔ فقط

رہن میں شفعہ نہیں ہوتا

سوال: (۲۷) زید نے بکر کے پاس ایک مکان رہن رکھا جو عمر کے مکان سے ملا ہوا ہے۔ اور بکر نے زید سے رہن نامہ میں ۶۰ سال کی شرط نہ چھڑانے کی اس وجہ سے تحریر کرالی کہ عمر شفعہ نہ کرسکے، اس صورت میں عمر کو حق شفعہ حاصل ہے یا نہیں؟ (۹۱۹/۱۳۴۱ھ)

الجواب: رہن میں شفعہ نہیں ہوتا، لہٰذا اس صورت میں شفیع کو حق شفعہ نہیں ہے۔

ہبہ بلا عوض میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا

سوال: (۲۸) مسماۃ کلثوم بی نے اپنی جائداد قیمتی پانچ ہزار روپیہ، اپنے برادر حقیقی محمد ہادی کے نام ہبہ بلا عوض مع القبض کردی، اور ہبہ نامہ رجسٹری کرادیا، مسماۃ کے شوہر کے بھائیوں نے دعویٰ شفعہ کا اس بنا پر کیا ہے کہ محمد ہادی نے جس تاریخ کو یعنی ۳۰ جولائی سنہ ۴۳ء کو ہبہ نامہ لکھا ہے، اسی تاریخ کو مسماۃ مذکورہ کے نان ونفقہ کے واسطے ساڑھے سات روپیہ ماہوار، نوے روپیہ سالانہ دینے کا اقرار نامہ

(۱) البحر الرائق ۲۵۱/۹ کتاب الشفعة ، باب ما يجب فيه الشفعة ومالايجب.

لکھا تھا، اس لیے ہبہ نامہ کو بیع نامہ قرار دے کر شفعہ کیا ہے، یہ صحیح ہے یا نہ؟ وہ کہتے ہیں کہ ساڑھے سات روپیہ ماہوار ہم دیا کریں گے، جائداد ہماری طرف منتقل ہونی چاہیے۔(۱۳۴۲/۲۷۰۱ھ)

الجواب: یہ بیع نہیں ہے اور نہ بیع کے حکم میں ہے، لہٰذا دعوی شفعہ کا اس میں صحیح نہیں ہے، کیونکہ اول تو ہبہ میں تصریح بلا عوض کی ہے، اس کے سوا فقہاء نے یہ تصریح فرمائی ہے کہ اگر بہ وقت ہبہ عوض کی تصریح نہ ہو اور بعد میں موہوب لہ بطریق عوض کچھ واہب کو دیوے تو وہ مسقط حق رجوع نہیں ہے اور ہبہ مذکورہ کو بحکم بیع نہیں کرتا، اور حق شفعہ اس میں ثابت نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **تنبيه: نقل في المجتبى أنه يشترط في العوض أن يكون مشروطًا في عقد الهبة، أما إذا عوضه بعده فلا الخ وفي الشامي : قال أصحابنا: إن العوض الذي يسقط به الرجوع ماشرط في العقد، فأما إذا عوضه بعد العقد لم يسقط الرجوع، لأنه غير مستحق على الموهوب له — إلى أن قال — وليس كذلك إذا شرط في العقد، لأنه يوجب أن يصير حكم العقد حكم البيع، ويتعلق به الشفعة ويرد بالعيب إلخ**(۱) فقط

بیع فاسد میں شفعہ ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۹) بیع فاسد میں استحقاق شفعہ ہوتا ہے یا نہ؟ (۱۳۳۷/۳۲۷ھ)

الجواب: بیع فاسد میں جب تک کوئی امر مانع عن الفسخ حادث نہ ہوا ہو شفعہ نہیں ہے، بعد سقوط حق فسخ شفعہ ثابت ہے۔ **كما في الدر المختار: أو بيعت الدار بيعًا فاسدًا ولم يسقط فسخه فإن سقط حق فسخه كأن بنى المشتري فيها تثبت الشفعة كما مرّ**(۲)

شفعۂ جوار ساقط کرنے کا حیلہ

سوال: (۳۰) ایک شخص نے دعوی شفعہ کا بابت مکان شفعہ طلب کے مشتری و بائع پر کیا، مکان شفعہ طلب کی دیوار غربی و شفیع کے مکان کی دیوار شرقی سٹی (یعنی ملی) ہوئی ہے، مگر بیع نامہ میں مشتری

(۱) الدر المختار والشامي ۴۴۲/۸ كتاب الهبة ، باب الرجوع في الهبة .
(۲) الدر المختار مع الشامي ۲۸٦/۹ كتاب الشفعة ، باب ما تثبت هى فيه أولا .

نے مکان شفعہ طلب کی دیوار غربی کو بیع سے مستثنیٰ لکھایا ہے، اور زمین جس پر دیوار قائم ہے وہ مستثنیٰ نہیں لکھا ہے، دعویٰ کی جواب دہی میں مشتری نے یہ جواب دیا ہے: دیوار غربی اس غرض سے بیع سے مستثنیٰ کی گئی ہے کہ جو میں مدعا علیہ نے خرید کیا ہے اس کی بابت نالش شفعہ کی نہ ہوسکے، اور یہ بہر کیف شرعًا جائز ہے زمین زیر دیوار مستثنیٰ نہیں کیا ہے، صرف دیوار مستثنیٰ کی ہے، اور اب تک مکان شفعہ طلب کی دھرنیں (۱) اس دیوار مستثنیٰ شدہ پر رکھی ہوئی ہیں، اور یہ چالاکی کی ہے کہ ایک جدید دیوار نمائشی بلا نیہ (بلا بنیاد) کی صرف زینت کی کھڑی کر دی ہے، پس یہ چالاکی مشتری کی شرعًا جائز ہوسکتی ہے یا نہ؟ اور اس چالاکی و بدنیتی کے سبب سے شفیع اپنے دعوے میں کامیاب ہوسکتا ہے یا نہ؟ (۱۳۷/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ وإن باع رجل عقارًا إلا ذراعًا مثلا في جانب حد الشفيع، فلا شفعة لعدم الاتصال الخ (۲) اس روایت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں شفیع کا شفعہ ساقط ہوگیا، کیونکہ بہ جانب شفیع دیوار کو فروخت نہ کرنا اس کا مطلب یہ ہے کہ مع زمین ماتحت الجدار فروخت نہیں کیا، اور اس کو مستثنیٰ رکھا، کیونکہ ظاہر ہے کہ دیوار زمین کے اندر تک ہوتی ہے، اور عرفًا جب کوئی شخص کسی دیوار کو حد مقرر کرے اور یہ کہے کہ حقی إلى هٰذا الجدار أو بعت هٰذا الدار إلى هذا الجدار تو وہ دیوار مع زمین تحتانی کے خارج ہوجاتی ہے وھٰذا ظاهر لاخفاء فيه ، پس زمین کے استثناء کرنے کی صراحۃً ضرورت نہیں ہے جب کہ دیوار جانب شفیع کو مستثنیٰ کر دیا۔ فقط

سوال: (۳۱) ایک شخص نے ایک مکان خریدا، اور شفعہ ہمسایہ کے خیال سے کچھ حصہ زمین کا ہمسایہ کی طرف کا بیع نامہ سے خارج کر دیا، تو شفعہ باطل ہوگیا یا نہ؟ (۲۵۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ اس سے شفعہ شفیع کا یعنی جار کا ساقط ہوجاتا ہے، پس دعوی جار کا شرعًا قابل سماعت نہیں ہے۔ قال في الدر المختار: وإن باع رجل عقارًا إلا ذراعًا مثلا في جانب حد الشفيع، فلا شفعة لعدم الاتصال إلخ (درمختار ملخصًا) وفي الشامي: قوله: (إلا ذراعًا) أي مقدار عرض ذراع أو شبر أو إصبع ، وطوله تمام ما يلاصق دار الشفيع إلخ (۳) فقط

---

(۱) دھرنیں: دھرن کی جمع : شہتیر (فیروز اللغات)

(۲) الدر المختار مع الشامي ۲۹۲/۹ كتاب الشفعة ، باب ما يبطلها.

(۳) الدر و ردالمحتار ۲۹۲/۹ كتاب الشفعة ، باب ما يبطلها .

سوال: (۳۲) ایک شخص نے اپنا مکان ایک اجنبی شخص کے ہاتھ فروخت کیا، اور شفیع کا حق باطل کرنے کے لیے اس جزو دیوار کو جو مکان شفیع کے متصل ہے بیع سے مستثنیٰ کردیا ہے، تو جار ملاصق ہونے کی صورت میں بہ حالت مذکورہ شفعہ باطل ہوجاوے گا یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۲۷۲۴ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **و إن بـاع رجـل عقارًا إلاذراعًا مثلاً في جانب حد الشفيع ، فـلا شـفـعة لـعدم الاتصال الخ و كذا لا شفعة لو وهب هذا القدر للمشتري وقبضه إلخ** (۱)
پس معلوم ہوا کہ فقہاء نے یہ حیلہ اسقاط شفعہ کا لکھا ہے کہ ایک ذراع یا ایک بالشت مثلاً بہ جانب شفیع بیع نہ کرے، اس کو ویسے ہی مشتری کو ہبہ کردے، تو شفیع کا حق شفعہ ساقط ہے، یعنی شفعہ جوار ساقط ہوجاتا ہے اور اس صورت میں شفعہ بالجوار ہی ہے، لہٰذا بائع نے اگر دیوار معہ اس کی زمین ماتحت کے مشتری کو ہبہ کردیا اور بیع سے خارج کردیا، تو جار کا شفعہ باطل ہوگیا۔ فقط

دو زمینوں کے درمیان سرکاری حد حائل ہو تو شفعۂ جوار ثابت ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۳۳) دو اراضی باہمی متصل اور ملحق ہیں، جس میں ایک اراضی ایک موضع کی اور دوسری دوسرے موضع کی، مگر ان دونوں کا اتصال والحاق واقع ہوا ہے، درمیان میں صرف ایک سرحد جس کو باندھ کہا جاتا ہے من جانب سرکار بہ لحاظ انتظام واقع ہے، من جملہ ان اراضیات کے ایک اراضی بحق شخص ثالث بیع ہوگئی ہے، تو ایسی صورت میں آیا شرعًا قابض زمین متصلہ پر بربنائے حق شفعہ دعوی کرسکتا ہے؟ یا اراضیات کا صرف جداگانہ مواضعات میں شمار ہونا شفعہ میں کچھ اثر رکھتا ہے؟ (۱۳۳۹/۷/۶۰ھ)

الجواب: جو زمین ملحق ہے دوسری زمین کے ساتھ، اگرچہ ایک زمین ایک موضع کی ہو اور دوسری زمین دوسرے موضع کی، تو اگر ان میں سے ایک زمین فروخت ہو تو دوسری زمین ملحق کے مالک کو حق شفعہ ہے، کیونکہ شفعہ جوار کے لیے اتصال اراضی کا ضروری ہے، اگرچہ وہ مختلف دیہات کی ہوں، لیکن اتصال حسی مابین اراضی مذکورہ ضروری ہے، پس اگر درمیان میں حد سرکاری حائل ہے کہ جس کی وجہ سے کسی جگہ بھی ہر دو اراضی میں اتصال نہیں ہوا، اور نہ کوئی دوسری وجہ شفعہ کی مثلاً شرکت فی الشرب

(۱) الدر المختار مع الشامي للعلامة محمدأمين الشامي ۹/۲۹۲-۲۹۳ كتاب الشفعة، باب مايبطلها

پائی گئی، تو حق شفعہ حاصل نہ ہوگا، درمختار میں ہے: **ثم لجار ملاصق. وفي الشامي : والملاصق من جانب واحد ولو بشبر كالملاصق من ثلثة جوانب فهما سواء إلخ(۱) (شامي ۱۴۰/۵)** فقط

حق شفعہ باقی نہ رہنے کے باوجود مشتری نے شفیع کو جو جائداد دے دی، شفیع اس کا مالک ہوگیا

سوال: (۳۴) ایک شخص نے اپنی جائداد پانچ سو روپیہ کو اس شرط پر فروخت کی کہ اگر میں **ساقط الملكيت** سے دست بردار نہ ہوا، یا کسی نے حق شفعہ کا دعوی کیا، تو ایک سو روپیہ مشتری کو واپس کردوں گا لیکن بیع نامہ پانچ سو روپیہ کا رجسٹری شدہ قائم رہے گا، بائع کے ایک چچا زاد بھائی جن کی جائداد وغیرہ جدا تھی، مگر بعض حصۂ زمین غیر آباد اور بعض جہات مشترک تھے، انہوں نے جب اس بیع کی خبر مع شروط واپسی زرثمن بعد بیع نامہ رجسٹری شدہ پانچ سو کی سنی، تو یہ زبان سے نہیں کہا کہ میں شفعہ (طلب) کروں گا، غرضیکہ شرعاً ان کو کوئی استحقاق حق شفعہ حاصل نہ تھا، مگر انہوں نے قانوناً حقِ شفعہ کا دعوی دائر کردیا مع اس استغاثہ کے کہ زرثمن زیادہ لکھا گیا ہے، بعدازاں ایک ثالث نے دونوں کے درمیان صلح کرادی، اور قریب چار سو روپے کی جائداد مذکور شفیع کو دلادی، شرعاً اس بیع کا کیا حکم ہے؟ شفیع کے لیے اس جائداد کا رکھنا یا بیع وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ صلحاً شفیع کو وہ جائداد چار سو روپیہ کو مشتری نے دیدی تو شفیع مالک ہوگیا، تصرفات بیع وغیرہ کرسکتا ہے، اگرچہ حق شفعہ شفیع کا باقی نہ رہا ہو، مگر مصالحۃً جو معاملہ مابین شفیع و مشتری ہوگیا وہ صحیح ہوگا، اور مشتری سے خریدنے والے کے حق میں وہ طیب ہے۔ **كما صرح به الفقهاء : ويطيب للمشتري منه لصحة عقده (۲)(درمختار)**

---

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۲۶۶/۹ كتاب الشفعة ، مطلب في الكلام على الشفعة في البناء في نحو الأرض المحتكرة .

(۲) الدرالمختارمع الشامي ۲۲۲/۷ كتاب البيوع ، باب البيع الفاسد ، مطلب :البيع الفاسد لايطيب له و يطيب للمشتري منه .

شفیع مکان کی فروختگی کو گواہوں سے ثابت کر کے شفعہ طلب کر سکتا ہے

سوال: (۳۵) ایک شخص غلام محمد نے ایک مکان کی بابت شفعہ کا دعوی کیا، عبداللہ ساکنِ مکان کا دعوی ہے کہ میں نے اس مکان کو سات آٹھ سال ہوئے رہن رکھا ہے، بیع نہیں کیا ہے، دستاویز رہن نامہ موجود ہے۔ نصیر الدین مکان والا کہتا ہے کہ میں نے یہ مکان فروخت نہیں کیا ہے، بلکہ رہن رکھا ہے، غلام محمد کہتا ہے کہ رہن کے بعد حال میں فروخت ہوا ہے، میں ثبوت دے سکتا ہوں، اور گواہ پیش کر سکتا ہوں، عدالت نے امور تنقیح یہ قائم کی ہیں کہ کیا غلام محمد کو یہ حق ہے کہ گواہوں سے مکان کے خرید وفروخت ہونے کا ثبوت دے کر ڈگری حاصل کرے؟ (۱۳۳۵/۲۵۳ھ)

الجواب: غلام محمد شفیع کو یہ حق حاصل ہے کہ خرید وفروخت ثابت کرے، اور شفعہ طلب کرے۔

قال في الدرالمختار: سأله عن الشراء هل اشتريت أم لا ؟ فإن أقربه أو نكل عن اليمين إلخ أو برهن الشفيع قضى له بها إلخ . وفي ردالمحتار: وقد كان أنكر ــــ المشترى ــــ الشراء فأقام عليه ــــ الشفيع ــــ البرهان به إلخ(۱) فقط واللہ اعلم

---

(۱) الدر والرد ۲۷۴/۹ كتاب الشفعة ، باب طلب الشفعة ، مطلب : طلب عند القاضي قبل طلب الإشهاد بطلت.

كتاب المزارعة

مزارعت کا بیان

صحت مزارعت کی شرطیں

سوال: (۱) زمین کو بٹائی پر دینا جس کو مزارعت کہا جاتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز ہے تو اس کی شرطیں کیا ہیں؟ (۳۲۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اقول وباللہ التوفیق: در بارۂ مزارعت مفتی بہ قول صاحبین کا ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک مزارعت کی صحت کی آٹھ شرطیں ہیں جو درمختار میں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ بیان کیا جاوے کہ تخم (بیج) کس کا ہوگا: مالک زمین کا یا عامل کا؟ **قال في الدر المختار: ولا تصح عند الإمام، لأنها كقفيز الطحان، وعندهما تصح وبه يفتى للحاجة وقياسًا على المضاربة، بشروطٍ ثمانية إلخ وذكر رب البذر إلخ** (۱) **ثم قال: وكذا صحت لو كان الأرض والبذر لزيد والبقر والعمل للآخر، أوالأرض له والباقي للآخر، أوالعمل له والباقي للآخر إلخ** (۲) **(درمختار - كتاب المزارعة)** اور اسی میں بیان رسم المفتی میں ہے: **أما العلامات للإفتاء فقوله: وعليه الفتوى، وبه يفتى، وبه نأخذ إلخ** (۳) اور اسی کتاب میں ہے: **وأما نحن فعلينا**

---

(۱) الدرمع ردالمحتار ۹/۳۳۱-۳۳۲ أوائل كتاب المزارعة.

(۲) الدرمع الرد ۹/۳۳۴ أوائل كتاب المزارعة.

(۳) الدرمع الشامي ۱/۱۵۹-۱۶۰ مقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح.

اتباع ما رجّحوه وما صحّحوه كما لو أفتوا في حياتهم (۱) ان عبارات سے واضح ہے کہ ہم لوگوں کو اسی قول پر فتوی دینا چاہیے جس کو مشائخ نے مفتی بہ قرار دیا ہے۔ فقط

صحت مزارعت کے لیے پیداوار میں شرکت ضروری ہے

سوال: (۲) دس من غلہ فی بیگھہ مقرر کر کے زمین کاشتکار کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ صورت جائز نہیں ہے، بلکہ جواز کی صورت یہی ہے کہ حصہ مشترکہ مثل ثلث ونصف وغیرہ ہو (۲) (درمختار)

سوال: (۳) اگر کوئی شخص کسی کو اس شرط پر زمین دے کہ مجھ کو دو من یا چار من غلہ دینا ہوگا، اگر زیادہ ہو وہ تمہارا ہے، اور اگر کم ہو مجھ کو مقدار معین دو گے، یہ معاملہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۵۸/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس طرح معاملہ کرنا مزارعت کا درست نہیں ہے، بلکہ مزارعت میں حصہ مشترک ہونا چاہیے، مثلاً ثلث یا ربع یا نصف وغیرہ کہ جس قدر غلہ پیدا ہو، وہ دونوں کو تقسیم ہو بہ حساب مقررہ۔

سوال: (۴) ایک شخص نے اپنی زمین کے متعلق دوسرے شخص سے کہا کہ تم اس کو کاشت کرو، اور پیداوار ہو یا نہ ہو تم اس قدر غلہ مثلاً دس من یا گیارہ من مجھ کو دیدینا باقی تم لے لینا، اور بعض یہ کرتے ہیں کہ اگر پیداوار ہو تو دینا، ورنہ نہیں، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۶۵۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ صورت صحیح نہیں ہے، کیونکہ مزارعت میں ایسی شرط کرنا کہ دس من یا گیارہ من میں لوں گا، باقی تم لینا، ہر حال فاسد ہے، خواہ کچھ پیدا ہو یا نہ ہو، مزارعت کی صحت کے لیے من جملہ دیگر شرائط کے یہ بھی ضروری ہے کہ نفع مشترک ہو مثل نصف یا ثلث یا ربع وغیرہ کے۔

مزارعت کی ایک جائز صورت

سوال: (۵) ایک شخص اپنی زمین مع پانی کے کسی آدمی کو چوتھے یا پانچویں حصے پر دیتا ہے، اور

---

(۱) الدر المختار مع حاشية ابن عابدين ۱/۱۶۶ مقدمة، مطلب في طبقات الفقهاء.

(۲) و بشرط الشركة في الخارج. ثم فرع على الأخير بقوله: فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة، أو مايخرج من موضع معين (الدر المختار مع الشامي ۹/۳۳۳ كتاب المزارعة)
فإن شرطا لأحدهما قفزانًا مسماةً فهي باطلة لأن به تنقطع الشركة، لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هذا القدر. (الهداية ۴/۴۲۶ كتاب المزارعة)

مالک زمین سوائے زمین اور پانی کے عامل کو اور کچھ نہیں دیتا ہے، بیج عامل کا ہوتا ہے، یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صورت مزارعت کی درست ہے۔ **كما في الدر المختار: وكذا صحت لو كان الأرض والبذر لزيدٍ، والبقر والعمل للآخر، أو الأرض له والباقی للآخر إلخ** (۱)

بٹائی پر کھیت دینا

سوال: (۶) بٹائی پر کھیت دینا کہ نصف پیدا وار زمیندار کی اور نصف کاشتکار کی، جائز ہے یا نہیں؟ (۹۰۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس میں اگر مزارعت کی شرائط کا لحاظ رکھے تو درست ہے۔ فقط

مزارعت کی چند فاسد صورتیں

سوال: (۷) زید نے زمیندار سے ایک زمین باقی مقررہ نقد پر لی، اس کے بعد زید نے عمر سے شرکت اس طور پر کر لی کہ اے عمر! تخم و کھات تو دیدے، باقی عمل و بقر و بقایات سب میرے ذمے ہے، اور پیداوار میں نصفا نصفی کی شرکت، چنانچہ ایسا ہی ہو رہا ہے، یہ صورت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۲۰۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں مزارعت کو فقہاء نے فاسد و باطل لکھا ہے، **كما في الدر المختار: وبطلت في أربعة أوجه: لو كان الأرض والبقر لزيد أو البقر والبذر له والآخران للآخر، أو البقر أو البذر له والباقي للآخر إلخ** (۲) یہ اخیر صورت یعنی **أو البذر له والباقي للآخر** وہ صورت ہے جو سوال میں درج ہے، لہٰذا وہ بھی باطل ہوگی۔

سوال: (۸) بیل اور زمین اور کنواں پانی کے واسطے زید کا ہے، اور عمر اس میں اس طرح شریک ہے کہ علاوہ زمین اور قیمت پانی اور بیل کے کل لاگت یعنی تخم و مزدوری وغیرہ کل خرچ عمر کے ذمے ہے،

---

(۱) الدر مع الرد ۳۳۴/۹ أوائل كتاب المزارعة.

(۲) الدر المختار مع الشامي ۳۳۴/۹-۳۳۵ كتاب المزارعة.

اور عمر کو ایک حصہ اس پیداوار سے ملے گا، اور زید کو دو حصے ملیں گے، یہ صورت شرکت کی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۲۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ صورت مزارعت کی درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **وکذا صحت لو کان الأرض والبذر لزید، والبقر والعمل للآخر، أو الأرض له والباقي للآخر أوالعمل له والباقي للآخر، فهذه الثلثة جائزة، وبطلت في أربعة أوجهٍ، لوكان الأرض والبقر لزيد، أوالبقر والبذرله، والآخران للآخر، أوالبقر أو البذر له، والباقي للآخر إلخ(۱)(درمختار)**

سوال: (۹) ایک شخص نے زمین مزارعت پر دی ہے اس شرط پر کہ جو زمین بوئے گا اس سے دوسرا کام بھی لوں گا، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس شرط سے مزارعت فاسد ہوجائے گی۔

مزارعت میں مقتضائے عقد کے خلاف شرط لگانا

سوال: (۱۰) بندہ نے کل اراضی زرعی تہائی حصہ مقرر کر کے کاشت کاروں کو بٹائی پر دے رکھی ہے، علاوہ تہائی غلہ لینے کے فی من ایک سیر غلہ پیداوار میں سے لینا اور مقرر کرنا کیسا ہے؟ (۱۰۶۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: زمین کو اس طریق سے بٹائی پر دینا جائز ہے، پیداوار میں جب کہ مشترک طور پر شرکت ہے اور حصص شرکت کو متعین کردیا گیا ہے، تو پھر اس میں عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں، لیکن اس کے بعد شرط ثانی یعنی فی من ایک سیر اور غلہ مقرر کرنا مقتضائے عقد کے خلاف ہے؛ جائز نہیں، اور یہ شرط معاملہ کو ناجائز کردیتی ہے۔ **فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماةٍ أوما يخرج من موضع معين أو رفع رب البذر بذره إلخ(۲) (درمختار)**

مزارعت میں غلہ کی مقدار من وسیر سے مقرر کرنا درست نہیں

سوال: (۱۱) عمر نے زید سے کہا کہ پانچ من گیہوں ہم کو ایک سال میں دیا کرو اور ہمارا کھیت

(۱) الدرالمختارمع ردالمحتار ۹/۳۳۴-۳۳۵ كتاب المزارعة .

(۲) الدرالمختارمع الشامي ۹/۳۳۳ كتاب المزارعة .

جوتا کرو، اور جو کچھ غلہ ہو علاوہ پانچ من کے، وہ سب تم لے لیا کرو، درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۵۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: زمین کا معاملہ دو طرح سے شرعًا صحیح ہے:

ایک یہ ہے کہ مزارعۃً زمین کسی کو دیوے، اس کی صورت یہ ہے کہ کاشتکار کو زمین دیوے کہ اس کو جوتو بوؤ، جو کچھ پیدا ہوگا اس کا نصف یا ثلث میرا، باقی تمہارا (۱)

اور دوسری صورت اجارہ کی ہے کہ فی بیگھہ اس قدر روپیہ مجھے دو، یا کل زمین کا اس قدر روپیہ مجھے دو، اور زمین پیداوار خود رکھو، اس صورت اجارہ میں اس کو اختیار ہے کہ خود کاشت کرے یا کسی کو اجارہ پر دیوے یا کچھ بھی نہ کرے، ہرحال مالک زمین کو روپیہ مقررہ دینا ہوگا، (۲) اور پہلی صورت میں اگر غلہ پیدا ہوگا تو مالک کو جس قدر حصہ نصف یا ثلث اس کا ہے اس کو دیا جائے گا، باقی خود رکھے اور اگر کچھ پیدا نہ ہو تو کچھ نہ دیا جائے گا، اس صورت مزارعت میں غلہ کی مقدار من و سیر سے مقرر کرنا درست نہیں ہے، اس سے مزارعت فاسد ہو جاتی ہے۔ (۳) فقط

قرض حسنہ کی شرط پر زمین بٹائی پر دینا

سوال: (۱۲) زید اپنی مملوکہ زمین عمر کو اس شرط پر بٹائی پر دیتا ہے کہ مجھے ایک ہزار روپیہ بطور قرض حسنہ دیدے، اور چوتھائی حصہ غلے کا مقرر کرتا ہے، اور یہ شرط کرتا ہے کہ جب روپیہ ادا کردوں گا

---

(۱) هی عقد علی الزرع ببعض الخارج ولا تصح عند الإمام وعندهما تصح ، وبه يفتى بشروط ثمانية إلخ . (تنوير الأبصار مع الشامي ۹/۳۳۰-۳۳۲ أوائل كتاب المزارعة)

(۲) و تصح إجارة أرض للزراعة مع بيان ما يزرع فيها، أو قال: على أن أزرع فيها ما أشاء كي لاتقع المنازعة ، و إلا فهي فاسدة للجهالة وتنقلب صحيحة بزرعها ويجب المسمّى . وفيه أيضا بعد أسطر: حتى تلزم الأجرة بالتسليم أمكن زراعتها أم لا (الدرالمختار مع ردالمحتار ۹/۳۴-۳۵ كتاب الإجارة ، الباب الأول ، باب مايجوز من الإجارة و ما يكون خلافا فيها)

(۳) و بشرط الشركة في الخارج . ثم فرع على الأخير بقوله : فتبطل إن شرط لأحدهما قفزان مسماة، أو مايخرج من موضع معين . (الدرالمختارمع الشامي ۹/۳۳۳ كتاب المزارعة)

فإن شرطا لأحدهما قفزانًا مسماةً فهي باطلة لأن به تنقطع الشركة ، لأن الأرض عساها لا تخرج إلا هذا القدر . (الهداية ۴/۴۲۶ كتاب المزارعة)

زمین بٹائی سے واپس لوں گا، اور یہاں زمین نصف بٹائی پر دی جاتی ہے، یہ صورت جائز ہے یا نہ؟
(۳۱۲۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اگر ان میں سے ہر ایک معاملہ ایک دوسرے سے جدا ہو تو ظاہر ہے کہ ہر ایک ان میں سے درست ہے، لیکن اگر قرض دینے والا اس شرط پر قرض دیوے کہ قرض لینے والا مجھ کو اپنی زمین کم لگان وحصہ پر دیوے تو پھر یہ صورت کل قرض جر نفعًا فهو ربا (۱) میں داخل ہو کر ممنوع ہو جائے گی۔ فقط

مزارعت میں عشر کی ادائیگی کس کے ذمے ہے؟

سوال: (۱۳) مزارعت میں عشر کس حساب سے نکالا جائے؛ کل پیداوار یا اپنے حصہ کا؟
(۱۱۷۹/۱۳۴۵ھ)

الجواب: فتویٰ اس پر ہے کہ جس جگہ عشر واجب ہے وہاں زمیندار اپنے حصہ کا عشر دے اور کاشتکار اپنے حصے کا۔

مسلمان ہندو کی زمین بٹائی پر کاشت کر سکتا ہے

سوال: (۱۴) ہندو کی زمین کو مسلمان اس شرط پر کاشت کرتا ہے کہ اس زمین میں جو کچھ پیدا ہوگا اس کو دو حصے کر کے ایک حصہ مالک زمین کے پاس پہنچا دے گا، اور دوسرا حصہ خود رکھ لے گا، دارالحرب میں ایسی زراعت جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۸۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قال في الدر المختار في كتاب المزارعة: وعندهما تصح وبه يفتى للحاجة، وقياسًا على المضاربة بشروط ثمانية إلخ (۲) پس معلوم ہوا کہ بقول مفتی بہ مزارعت صحیح ہے اور نصف نصف کی شرکت سے مزارعت صحیح ہے جیسا کہ صورت مذکورہ میں ہے، وإذا صحت فالخارج على الشرط إلخ (۳) (درمختار)

---

(۱) اس حدیث کی تخریج باب القرض سوال (۱۴) کے جواب میں گزر چکی۔
(۲) الدر المختار مع ردالمحتار ۹/۳۳۱-۳۳۲ أوائل كتاب المزارعة.
(۳) الدر مع الرد ۹/۳۳۵-۳۳۶ كتاب المزارعة.

کاشتکار اپنے حقِ کاشت کو نہ رہن رکھ سکتا ہے نہ بیچ سکتا ہے

سوال: (۱۵) کاشتکار کی دو قسم ہیں:

ایک یہ کہ کاشتکار کو اکثر حقوق حاصل ہیں، مثلاً اپنے حق کاشت کو رہن رکھنا بیع کرنا وغیرہ، مال گذاری متعینہ زمیندار کو ادا کرنے کے سوا ان پر اضافہ لگان نہیں۔

دوسری قسم یہ کہ کاشتکار اپنے حق کاشت کو نہ رہن رکھ سکتا ہے، نہ بیع کر سکتا ہے، اور اضافہ مال گذاری بھی زمیندار کرتا رہتا ہے، اس میں کونسی قسم جائز ہے اور کونسی نہیں؟ (۴۲۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: پہلی قسم شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ کاشتکار کو حق کاشت؛ بیع و رہن کرنے کا کچھ اختیار نہیں ہے۔

اور دوسری قسم جو کہ زمیندار کی رضا و اجازت سے کاشتکار کاشت کرتا ہے اور مال گذاری مقررہ ادا کرتا ہے درست ہے، گویا یہ اجارہ ہے کہ محصول مقررہ پر بہ رضائے مالک زمین مستأجر یعنی کاشتکار اس زمین مستأجرہ میں کاشت کرتا ہے۔ فقط

کاشتکار کا مالکِ زمین کی اجازت کے بغیر زمین میں تصرف کرنا

سوال: (۱۶) جو کاشتکار کسی زمین کو ۱۲ سال تک کاشت کرے، اس کو زمین میں تصرف کرنا بلا رضامندی مالک زمین کے شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۳۶۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: کاشت کار کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ موروثیت شرعاً باطل ہے، کاشتکار کا کچھ حق شرعاً نہیں ہے کہ وہ زبردستی بلا رضامندیٔ زمیندار مالک زمین کے زمین میں تصرف کرے۔

کاشتکار یا زمیندار کا تقسیم سے پہلے پیداوار میں تصرف کرنا

سوال: (۱۷) جس کاشتکار نے زمیندار سے بٹائی پر کھیت لیا، اس کو بلا اجازت زمیندار یا زمیندار کو بلا اجازت کاشتکار اس کی جنس میں تصرف کرنا جائز ہے؟ (۸۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بدون تقسیم کے کسی کو تصرف کرنا درست نہیں، بعد تقسیم کے ہر ایک اپنے حصے میں

تصرف کرسکتا ہے، اوراگر قبل از تقسیم کسی نے کچھ جنس کو صرف کیا، تو اس کو حساب میں اپنی طرف لگانا چاہیے۔فقط

بارہ برس کے بعد کاشتکار کا دعوئے ملکیت کرنا

سوال: (۱۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں کہ مغربی بنگال میں تین قسم کی زمین ہے: اول لاخراج، دوسری ایمہ(۱) تیسری آبائی۔ یہ تینوں قسم کی زمین اگر کاشتکار کو دی جائے اور وہی زمین ان کے پاس بارہ سال رہے؛ تو وہ کاشتکار بارہ برس کے بعد دعوی ملکیت کا کرتا ہے۔آیا یہ دعویٰ کاشتکار کا کرنا شرعًا درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔(۲۹/۱۹۱۲-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اوّل دونوں قسم کی زمین مملوکۂ زمیندار ہیں، کاشتکار کو درست نہیں کہ دعویٰ ملکیت کا کرے، باوجود چھڑانے مالک کے زمین کو نہ چھوڑے کہ مستأ جر اور مزارع کو یہ جائز نہیں کہ مدت اجارہ کے بعد زمین کو نہ چھوڑے، یہ نہ چھوڑنا اور بدون رضائے مالکِ زمین زراعت وغیرہ کرنا ظلم ہے۔ قال علیه الصلاة والسّلام:" لیس لعرق ظالم حق"الحدیث رواه أحمدو الترمذی وغیرهما (۲) قال في اللمعات: أي من غرس في ملك غيره أو زرع فيه فلصاحب الملك قلعه مجانا إلــخ (۳) باقی رہی تیسری قسم کی زمین، وہ بھی زمیندار کی ملک ہے۔کاشتکار کو اس میں دعویٰ ملکیت کا درست نہیں اور قضیہ مخالفانہ رکھنا درست نہیں، جب تک زراعت وغیرہ کرے، بہ اجازت مالک اصلی یعنی زمیندار کے کرے، بدون رضا واجازت مالک کے اس میں تصرف کرنے کا بھی وہی حکم ہے جو پہلی اور دوسری قسم کی زمین کا ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) ایمہ: وہ زمین یا جاگیر جو علماء وفقہاء کو بادشاہ کی طرف سے بہ طور انعام دی جاتی ہے(فیروز اللغات)

(۲) عن سعيد بن زيد رضي الله عنه عن النبيّ صلّى الله عليه وسلّم أنه قال: من أحيٰ أرضًا ميتةً فهي له ، وليس لعرق ظالم حق . رواه أحمد والترمذي و أبو دوٗد (مشكاة المصابيح ص :۲۵۵، كتاب البيوع ، باب الغصب والعارية. وجامع الترمذي ۲۵۶/۱ أبواب الأحكام ، باب ماذكر في إحياء أرض الموات)

(۳) حاشية على المشكاة تحت قولهٖ " لعرق ظالم " ص: ۲۵۵ ، رقم الحاشية :۶، كتاب البيوع، باب الغصب والعارية .

كتاب الذبائح و الصيد

ذبائح اور شکار کرنے کا بیان

شرائط وآداب ذبح

سوال: (۱) ذبح میں کتنے فرض ہیں، اور کتنے سنن؟ (۱۳۴۱/۲۴۱۷ھ)

الجواب: ذبح میں چار رگوں کا یا ان میں سے اکثر کا قطع ہونا، اور بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کے ساتھ ذبح کرنا مسلمان کا شرط ہے اور فرض ہے، اور باقی امور سنن وآداب ہیں۔

سوال: (۲) مسلم کے ہاتھ سے جانور کے ذبح کرنے میں کن کن باتوں کی ضرورت ہے؟ اور کن کن باتوں سے احتیاط کرنی چاہیے؟ اور کیا فرض کیا واجب اور کیا سنت ومستحب ہے؟ اور طریق ذبح کیا ہے؟ کس جگہ سے ذبح کرنا چاہیے؟ طریقِ ذبح وشرائطِ ذبیحہ ارقام فرماویں، اور صرف ذابح کا مسلمان ہونا ضروری ہے یا پکڑنے والے کا بھی؟ اگر پکڑنے والا جانور کا ہندو ہو، تو بعض محتاط لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں اور پکڑنے والے کے لیے بھی بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہنا ضروری کہتے ہیں، اس صورت میں جو حکم شرعی ہو مدلل تحریر فرماویں۔ (۱۳۳۶-۳۵/۵۲۳ھ)

الجواب: وہ رگیں گردن کی جن کے قطع ہوجانے سے جانور ذبح ہوجاتا ہے چار ہیں: حلقوم، مری اور ودجان، ودجان وہ دو رگیں ہیں جو حلقوم ومری کی دو جانبوں میں ہوتی ہیں، یہ خون نکلنے کی رگیں ہیں، اور حلقوم سانس آنے جانے کا راستہ ہے، اور مری کھانا پانی جانے کا راستہ ہے، ان چاروں میں سے

اگر اکثر یعنی تین بھی قطع ہو جائیں؛ ذبیحہ حلال ہے کوئی سی تین ہوں کذا في الدر المختار (۱) بہر حال طریقِ ذبح معلوم و معروف ہے، اور ذابح مسلمان ہونا چاہیے اور اللہ کے نام پر ذبح کرے یہ ضروری ہے، اور جانور کو قبلہ رخ کرنا (۲) اور چھری کو تیز کر لینا (۳) وغیرہ یہ امور سنت و مستحب ہیں، مسلمان ہونا صرف ذابح کا شرط ہے اور بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہنا بھی صرف ذابح کا شرط ہے، اگر ہاتھ پیر جانور کے پکڑنے والا کافر ہو یا بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر نہ کہے اور مسلم ذبح کرنے والا کہہ لیوے تو ذبیحہ حلال ہے۔ درمختار میں ہے: وفيها تشترط التسمية من الذابح إلخ (۴) فقط

سوال: (۳) جانور کو ذبح کرنے کے باریک مسائل کون سے ہیں؟ (۱۸۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جانور کے ذبح کرنے کے مسائل معروف ہیں ان میں کچھ خفا اور باریکی نہیں ہے، مسلم ذبح کرنے والا ہو، اور اللہ کے نام پر ذبح کرے، پس ذبیحہ حلال ہے۔

وقتِ ذبح جانور کو کس کروٹ پر لٹانا چاہیے؟

سوال: (۴) مویشی مذبوحہ کو وقت ذبح کس کروٹ سے ذبح کرنا جائز ہے؟

(۱۹۸۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جانور کو وقت ذبح بائیں کروٹ پر متوجہ الی القبلہ لٹایا جائے (۵)

---

(۱) وذكاة الاختيار ذبحٌ بين الحلق واللبة............وعروقه الحلقوم............وهو مجرى النفس على الصحيح، والمرى هو مجرى الطعام والشراب، والودجان مجرى الدم، وحل المذبوح بقطع أي ثلاث منها، إذ للأكثر حكم الكل (الدر المختار مع الشامي ۹/ ۳۵۵-۳۵۶ أوائل كتاب الذبائح)

(۲) وكره ترك التوجه إلى القبلة لمخالفته السنة (الدر المختار مع الشامي ۹/ ۳۵۸ كتاب الذبائح)

(۳) وندب إحداد شفرته قبل الإضجاع وكره بعده (الدر مع الرد ۹/ ۳۵۷ كتاب الذبائح)

(۴) الدر المختار مع رد المحتار ۹/ ۳۶۵ كتاب الذبائح.

(۵) ليشد قوائمهٗ وليلقه على شقه الأيسر، وليوجهه نحو القبلة، وليسم الله تعالىٰ عليه، والذبح بما قلنا أسهل على الحيوان وأقرب إلى راحته (بدائع الصنائع ۴/ ۱۸۸ كتاب الذبائح والصيود، فصل في بيان شرط حل الأكل في الحيوان المأكول، أما ما يستحب من الذكاة ومايكره منها)

ذبح سے پہلے جانور کو پانی پلانا اور شکار جب پانی پینے کے لیے تالاب پر آئے تو گولی مارنا

سوال: (۵) ذبح کرنا ان جانوروں کو جو اہلی اور حلال ہیں، بلا دکھائے پانی اور دانہ کے درست ہے یا نہ؟ اور جو جانور صحرائی ہیں جیسے ہرن جب کہ وہ گرمی میں کسی تالاب پر پانی پینے کے لیے آویں، اور وہ پانی پینے بھی نہ پاویں، اور شکاری اس کو گولی سے مار دیوے جائز ہے یا نہ؟ (۴۹۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: پلے ہوئے جانوروں میں یہ بہتر ہے کہ پانی وغیرہ پیاسے جانوروں کو قبل ذبح پلا دیا جاوے جیسا کہ قربانی میں کرتے ہیں، لیکن ہرن وغیرہ کے شکار میں اس کا لحاظ دشوار ہے، اور اس لیے کہ اس کا حکم شریعت میں نہیں ہے، پس اگر قبل پانی پینے کے گولی ماری تو اس میں کچھ مؤاخذہ اور معصیت شکاری پر نہیں ہے۔

نحر کے معنی اور اونٹ کو نحر کے بجائے ذبح کرنا

سوال: (۶) شتر یعنی اونٹ کو نحر کس طور کیا جائے؟ کیونکہ اس ملک میں نحر کرنے کا کوئی رواج بھی نہیں، اور نہ کبھی اونٹ کو یہاں کے دیہات میں کسی نے قربانی کیا ہے، اگر اونٹ کسی کا تقدیر الٰہی سے مرنے لگے تو اس کو ذبح کیا جائے یا نحر؟ اگر ذبح کیا جائے تو کس طرح؟ آیا مثل گائے بھینس وغیرہ کے ایک جگہ سے یا کہ سہ جگہ سے؟ اور اگر نحر کیا جائے تو کس طرح پر؟ اس کی پوری وجہ وترتیب مفصل کتبِ معتبرہ فقہ وحدیث سے بیان فرمائے۔ (۵۴۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شامی میں نحرِ ابل کی تفسیر اس طرح کی ہے: **قوله: (وحُبَّ نحر الإبل) النحر: قطع العروق في أسفل العنق عند الصدر والذبح قطعها في أعلاه تحت اللحيين إلخ** (۱) یعنی نحر کے معنی یہ ہیں کہ سینہ کے قریب گردن کے نیچے کے حصہ پر عروق قطع کی جائیں الخ اونٹ میں نحر ہونا مستحب ہے، اگر بجائے نحر کے اونٹ کو بھی ذبح کر دیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے، ذبیحہ حلال ہے، پس جس کو نحر کرنا نہ آتا ہو وہ اونٹ کو بھی ذبح کر دے۔ فقط

---

(۱) ردالمحتار للعلامة محمد أمين الشامي ۳٦٦/۹ كتاب الذبائح .

راحت کے لیے ذبح کے بعد ذبیحہ کا سینہ کھولنا

سوال: (۷) عیدالاضحیٰ میں جو گائے قصاب ذبح کرتے ہیں وہ بعد ذبح کے گائے کا سینہ کھولتے ہیں چھری سے جس سے گائے جلد مر جاتی ہے، اور یہ کہتے ہیں کہ اگر سینہ نہ کھولیں تو دیر میں مرتی ہے اور تکلیف زیادہ ہوتی ہے، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۴۰۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حدیث شریف میں **فلیرح ذبیحته** (۱) کا لفظ وارد ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ذبیحہ کو جس میں راحت ہو وہ امر کرنا چاہیے، پس اگر اس میں ذبیحہ کو راحت ہو بوجہ جلد مر جانے کے، تو اس میں یعنی سینہ کھولنے میں کچھ حرج معلوم نہیں ہوتا۔

ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے تک ذبیحہ کو دبائے رکھنا

سوال: (۸) چوپایہ جانور یا پرند بعد ذبح تڑپنے کے لیے چھوڑ دیا جایا کرے یا دبا لینا چاہیے؟ (۱۰۶۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جانور کو ذبح کرنے کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے کھال اتارنا اور صاف کرنا وغیرہ مکروہ لکھا ہے۔ **كما في الدر المختار : وكره كل تعذيب بلا فائدة مثل قطع الرأس والسلخ قبل أن تبرد أي تسكن عن الاضطراب وهو تفسير باللازم إلخ** (۲) اس کا حاصل یہ ہے کہ جانور کے ٹھنڈا ہونے اور سکون سے پہلے سر علیحدہ نہ کیا جائے اور کھال نہ نکالی جائے وغیرہ، غرض یہ ہے کہ قبل سکون یہ کام نہ کیے جائیں، باقی اگر اس کو ٹھنڈا ہونے تک دبائے رکھیں تا کہ تلویث نہ ہو درست ہے۔ فقط

---

(۱) عن شداد بن أوس رضی الله عنه قال: ثنتان حفظتهما عن رسولِ الله صلّى الله عليه وسلّم قال: إن اللّٰه تعالىٰ كتب الإحسان على كل شيء، فإذا قتلتم فأحسنوا القتلة ، و إذا ذبحتم فأحسنوا الذبح ، وليحدّ أحدكم شفرته ؛ فليرح ذبيحته (الصحيح لمسلم ۱۵۲/۲ كتاب الصيد والذبائح ، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل وتحديد الشفرة)

(۲) الدر مع الشامي ۳۵۸/۹ كتاب الذبائح .

سوال: (۹) مرغ کو جب ذبح کیا جائے تو بعد ذبح کرنے کے اس کو چھوڑ دیا جائے؟ یا جب تک اس میں جان رہے تو نہ چھوڑا جائے؟ (۵۴۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: مرغ کو اگر بعد ذبح کرنے کے چھوڑ دیا جائے کچھ حرج نہیں ہے، لیکن اگر خون کی چھینٹیں آنے اور پھیلنے کا خیال ہو (تو) بہتر یہ ہے کہ نہ چھوڑے۔

ذبح کرنے کے بعد جانور کو آگ میں تپانا

سوال: (۱۰) جانور حلال کو ذبح کر کے اگر اس پر آگ جلائی جائے تو اس کا گوشت کھانا کیسا ہے؟ (۱۱۸۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کا حکم شامی میں فتح القدیر سے یہ منقول ہے کہ اگر وہ جانور آگ میں اتنی دیر تک چھوڑا جاوے کہ حرارت اندر تک پہنچ جائے کہ امعاء وغیرہ کی نجاست کا اثر گوشت میں آجاوے تو اس کا کھانا ناجائز ہے اور وہ ناپاک ہے، اور اگر تھوڑی دیر آگ میں چھوڑا جاوے کہ حرارت کا اثر جلد اور بال تک رہے اندر تک نہ پہنچے؛ تو وہ پاک ہے اور کھانا اس کا درست ہے(۱) بصورت شک بہتر ہے کہ نہ کھایا جاوے، بہرحال آئندہ اس فعل کو چھوڑ دینا چاہیے، آگ اس کے اوپر نہ جلائی جاوے۔

بطخ اور مرغابی کے پر دور کر کے کھال کے ساتھ آگ پر بھوننا

سوال: (۱۱) شکاریان اکثر جانور مثل بط و مرغابی وغیرہ کے پر دُور کر کے بہ وجہ چربی کھال نہیں اتارتے، بلکہ اس کو آگ پر بھون لیتے ہیں، ایسے شکار کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۱۵۵۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس طرح کھانا شکار وغیرہ کا شرعًا درست ہے؛ لیکن آگ میں اتنا نہ رکھے کہ اس کے

---

(۱) وكذا دجاجة ملقاة حالة على الماء للنتف قبل شقها فتح. وفي الشامي قوله: (وكذا دجاجة إلخ) قال في الفتح: إنها لا تطهر أبدا، لكن على قول أبي يوسفؒ تطهر. والعلة — والله أعلم — تشربها النجاسة بواسطة الغليان ...... لكن العلة المذكورة لا تثبت مالم يمكث اللحم بعد الغليان زمانا يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم، وكل منهما غير متحقق فى السميط حيث لا يصل إلى حد الغليان ولا يترك فيه إلا مقدار ما تصل الحرارة إلى ظاهر الجلد لتنحل مسام الصوف إلخ (الدر و الرد ۱/۴۷۱-۴۷۲ كتاب الطهارة، باب الأنجاس، قبيل فصل الاستنجاء)

اندر تک اثر پہنچے جس کی وجہ سے امعاء کی نجاست کا اثر گوشت میں آجاوے، اور بہتر ہے کہ ویسے ہی پر اُکھاڑ دے، آگ میں نہ جھلسے (۱) فقط

مرغ کو ذبح کرنے کے بعد گرم پانی میں ڈالنا

سوال: (۱۲) اگر مرغ را ذبح کردہ شکم پارہ ساختہ بآب شستہ، بعد آں آب گرم چناں براں ریزند کہ ریشہا بہ آسانی برآیند؛ حلال است یا نہ؟ (۱۱۴۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر شکم چاک ساختہ امعاء وغیرہ خارج کردہ و بآب شستہ در آب گرم بدارند، البتہ گوشت نجس نیست، و اگر قبل اخراج امعاء وغیرہ آب گرم برآں ریزند، دراں تفصیل است کہ اگر آں قدر در آب گرم بدارند کہ تشرب ودخول حاصل شود واثر نجاست درلحم سرایت کند، نجس خواہد شد وإلاّ لا۔ کما قال في الشامي: لكن العلة المذكورة لا تثبت مالم يمكث اللحم بعد الغليان زمانًا يقع في مثله التشرب والدخول في باطن اللحم إلخ (۲)

ترجمہ: سوال: (۱۲) اگر مرغ ذبح کرکے پیٹ چیر کر پانی سے دھویا، اس کے بعد گرم پانی میں ڈالا کہ اس کے بال و پر آسانی سے نکل جائیں؛ حلال ہے یا نہ؟

الجواب: اگر پیٹ چیر کر انتڑیاں وغیرہ نکال کر پانی سے دھوکر گرم پانی میں ڈالا گیا ہے؛ تو گوشت ناپاک نہیں ہے، اور اگر انتڑیاں وغیرہ نکالنے سے پہلے پانی میں ڈالا تو اس میں تفصیل ہے کہ اگر اتنے وقت تک پانی میں رکھا کہ تشرب (جذب) اور دخول حاصل ہو، اور ناپاکی کا اثر گوشت میں سرایت کرجائے؛ تو ناپاک ہے، ورنہ نہیں، جیسا کہ شامی کی مذکورہ عبارت سے واضح ہے۔

ذبح کرتے وقت سورۂ فاتحہ اور قل ہو اللہ وغیرہ پڑھنا

سوال: (۱۳) اگر کوئی ناواقف ذبح کرنا نہ جانتا ہو، اور ذبح کرنے کے وقت الحمد قل ہو

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۴۷۲/۱ كتاب الطهارة ، باب الأنجاس ، قبيل فصل الاستنجاء .

اللہ اور پانچوں کلمے اور آمنت باللہ پڑھ کر ذبح کردے، تو ذبیحہ حلال ہے یا مردار؟ (۱۳۳۵/۱۷۱۹ھ)

الجواب: ذبیحہ حلال ہے، کیوں کہ اللہ کا نام ان سب میں موجود ہے اور یہی شرط ہے۔

ذبح کے وقت پوری بسم اللہ پڑھنی چاہیے یا بسم اللہ اللہ اکبر؟

سوال: (۱۴) بِسْمِ اللّٰــهِ أَللّٰــهُ أَكْبَر پڑھنے سے ذبح ہوتا ہے یا پوری بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھیں؟ بعض پوری بسم اللہ پڑھنے سے ذبح کے وقت منع کرتے ہیں۔ (۱۳۴۳/۸۶۳ھ)

الجواب: ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰــهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہنا چاہیے یہ سنت ہے، اور اگر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر ذبح کرے گا تب بھی جانور حلال ہو جائے گا، لیکن بہتر اور سنت وہی ہے جو پہلے گزرا۔ فقط

پلے ہوئے کبوتر یا مرغی کو بسم اللہ پڑھ کر تیر مارنا

سوال: (۱۵) پلے ہوئے کبوتر یا مرغی اگر ضرورت کے وقت ہاتھ نہ آئے، تو بسم اللہ کہہ کر تیر وغیرہ مارا اور وہ مر گیا، تو کھانا حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۶۱۰ھ)

الجواب: پلے ہوئے کبوتر اور مرغی میں ذبح ہی کا حکم ہے، تیر وغیرہ سے مارنے سے بلا اضطرار حلال نہیں ہوتے۔ **ولابدمن ذبح صید مستأنس، لأن ذکاة الاضطرار إنما یصار إلیها عند العجز عن ذکاة الاختیار** (۱) (درمختار)

غلط تلفظ کے ساتھ بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنا

سوال: (۱۶) اگر کوئی جاہل غیر محتاط جو نماز کا بھی پابند نہ ہو غلط تلفظ کے ساتھ بِسْمِ اللّٰــهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر ذبح کرے تو ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۲۹۱ھ)

الجواب: اگر بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر اس نے کہہ دیا ہے تو ذبیحہ حلال ہے۔ فقط

ذبح کی پوری نیت معلوم نہ ہو تو کیا کرے؟

سوال: (۱۷) کسی کو پوری نیت ذبح کرنے کی معلوم نہ ہو، صرف بِسْمِ اللّٰــهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۳۶۶-۳۶۷ کتاب الذبائح.

ذبح کرلیا، تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۲۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: صرف بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہوجاتا ہے۔

مسلمان کا تکبیر پڑھنا اور غیر مسلم کا ذبح کرنا

سوال: (۱۸) محمد عیسیٰ نے تین فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہوکر تکبیر پڑھی، اور ایک غیر مسلم سے گائے ذبح کرائی، یہ ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ اور اس گائے کا گوشت حلال ہے یا نہیں؟ (۶۳۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: ذبح کرنے والا جب کہ مسلمان نہیں ہے اور اس نے خود تکبیر نہیں پڑھی تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، اور محمد عیسیٰ کا تکبیر پڑھنا کافی نہیں ہے، بلکہ یہ ضروری ہے کہ جو شخص ذبح کرے وہ مسلمان ہو یا کتابی ہو اور وہی تکبیر پڑھے، یعنی بِسْمِ اللّٰـهِ أَللّٰـهُ أَكْبَر کہے، تمام کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہے۔ درمختار میں ہے: **وشرط كون الذابح مسلما .... أو كتابيا، ذميا أو حربيا .... فتحل ذبيحتهما** (۱) بہرحال ذبح کرنے والا مسلمان ہو یا کتابی ہو یعنی یہودی یا نصرانی ہو، اور بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر پڑھ کر ذبح کرے (۲) اس وقت ذبیحہ حلال ہوتا ہے۔ فقط

جو جانور صحیح طریقے پر ذبح نہ ہوا ہو اس کو دوبارہ ذبح کرنا

سوال: (۱۹) عادت ہے کہ جب جانور کو ذبح کرتے ہیں تو حلقوم کاٹ کر مری کاٹتے ہیں، مگر اتفاق ایسا ہوا ہے کہ جب زید جانور کو ذبح کرنے لگا تو حلقوم اور مری کو نہیں کاٹا بلکہ گوشت محاذیٔ حلقوم اور مری کے کٹ گیا اور حلقوم اور مری مسلّم بچ گئے، اور جانور کو زندہ پاکر دوبارہ ذبح کیا جس میں حلقوم اور مری ہر دو کٹ گئے اور خون بھی آیا، ذبح ثانی جائز ہوا یا نہیں؟ (۱۷۱۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ذبح ثانی صحیح ہوا اور ذبیحہ حلال ہے۔ **في الدر المختار: و إن عُلمت حياتها و إن قلت وقت الذبح أكلت مطلقًا إلخ** (۳) **وفيه أيضا: وسيجيء أنه يكفى من الحياة قدر ما يبقى**

---

(۱) الدرمع الرد ۹/ ۳۵۸- ۳۵۹ كتاب الذبائح .

(۲) وفيها تشترط التسمية من الذابح حالَ الذبح (الدر المختار مع ردالمحتار ۹/ ۳۶۵ كتاب الذبائح)

(۳) الدرالمختارمع الشامي ۹/ ۳۷۴ كتاب الذبائح .

في المذبوح .وفي الشامي : والمختار أن كل شيء ذبح وهو حی أكل ، وعليه الفتوى (۱)

اللہ اکبر شریعت ہے کہہ کر ذبح کرنا

سوال: (۲۰) ایک شخص وقت ذبح گائے بِسْمِ اللّٰـهِ أَللّٰـهُ أَكْبَر کے؟ لفظ ''اللہ اکبر شریعت ہے'' کہتا ہے، کیا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۴۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ذبح کے وقت مسنون ومستحب یہ ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر ذبح کرے، اگر اللہ اکبر شریعت ہے کہہ کر ذبح کیا، اگر چہ ذبیحہ حلال ہے مگر ایسا نہ کہنا چاہیے اچھا نہیں ہے، اگر صرف اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے تب بھی درست ہے۔ قوله: (والشرط في التسمية هو الذكر الخالص) بأي اسم كان مقرونًا بصفة كالله أكبر أو أجل أو أعظم الخ (۲) (شامي) والمستحب أن يقول: بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ بلا واو إلخ (۳) (درمختار) وفي الشامي : قال الزيلعي : حتى إذا سمى واشتغل بعمل آخر من كلام قليل أو شرب ماء أو أكل لقمة أو تحديد شفرة ثم ذبح يحل إلخ (۴)

اس اخیر عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں ذبیحہ حلال ہے، مگر اس طرح کہنا خلاف سنت ہے، اس وجہ سے مکروہ ہے۔ فقط واللہ اعلم

جس کا داہنا ہاتھ نہیں اس کا بائیں ہاتھ سے ذبح کرنا

سوال: (۲۱) ایک شخص مسائل ذبح سے واقف ہے، لیکن اس کا داہنا ہاتھ نہیں، بائیں ہاتھ سے ذبح کرتا ہے، جائز ہے یا نہیں؟ (۱۲۸۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ذبیحہ حلال اور جائز ہے۔

---

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۹/۳۵۶-۳۵۷ أوائل كتاب الذبائح .

(۲) ردالمحتار ۹/۳۶۴ كتاب الذبائح .

(۳) الدرالمختار مع الشامي ۹/۳۶۵ كتاب الذبائح .

(۴) حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۹/۳۶۶ كتاب الذبائح .

ذابح کا باوضو ہونا ضروری نہیں

سوال: (۲۲) تارک صوم وصلاۃ مسلمان کو جانور ذبح کرنے کے وقت باوضو اور باطہارت ہونا ضرور ہے یا نہ؟ اگر باطہارت نہ ہو تو ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۶۰۳ھ)

الجواب: مسلمان تارک صوم وصلوۃ بلا وضو وطہارت نے اگر بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر جانور ذبح کیا تو وہ بھی حلال ہے، اگرچہ بہتر یہ ہے کہ ذابح نمازی اور باطہارت ہو۔

مسلمان کا ہندو کے واسطے مرغ یا بکرا ذبح کرنا

سوال: (۲۳)......(الف) ایک ہندو گوشت کھاتا ہے، اس نے اپنا مرغ یا بکرا کسی مسلمان سے ذبح کرایا، ذبح کر دینا جائز ہے یا کیا؟ اور ایسے ذبیحہ کا لحم مسلمان کو کھانا جائز ہے یا کیا؟ جب کہ وہ مالک خوشی سے بلا قیمت دیوے۔

(ب) ایک اہل ہنود کا بکرا قریب المرگ ہے یا ضعیف بے کار ہے، مالک کہے کہ اس کو ذبح کر دو، تو اس کو ذبح کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۹۵۵ھ)

الجواب: (الف) ذبح کرنا اس کا جائز ہے اور اس کا گوشت کھانا بھی مسلمان کو درست ہے۔

(ب) ذبح کر دینا چاہیے۔

اجرت لے کر ذبح کرنا

سوال: (۲۴) جو لوگ صوم وصلوٰۃ کے پابند نہیں اور اجرت لے کر ذبح کرتے ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۰۰۴ھ)

الجواب: اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے، اور اجرت لے کر ذبح کرنا اگرچہ اچھا نہیں ہے، لیکن وہ ذبیحہ حلال ہے۔

فوق العقدۃ ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۲۵) اگر عقدۂ مذبوحہ در وقت ذبح زیر رفتہ شود، پس علمائے بلاد ما یان دریں مسئلہ مختلف

است، بعض می گویند کہ مذبوحۂ مذکور حلال است، وبعض می گویند کہ حرام است، پس مذہب حنفیہ دریں امر وحکم مفتیٰ بہ ولائق بالاحتیاط دریں مسئلہ چیست؟ جواب معہ حوالہ کتاب تحریر فرمایند۔

(۱۵۶۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: علامہ شامی آں چہ تحقیق کردہ است ایں است کہ اگر از ذبح فوق العقدہ قطع عروق ذبح یافتہ شود، ذبیحہ حلال خواہد شد، وعبارته هكذا: والتحرير للمقام أن يقال: إن كان بالذبح فوق العقدة، حصل قطع ثلاثة من العروق، فالحق ما قاله شراح الهداية تبعًا للرستغفنى و إلا فالحق خلافه (۱) وروایت امام رستغفنی ایں است: فتحل سواء بقيت العقدة ممايلى الرأس أو الصدر، لأن المعتبر عندنا قطع أكثر الأوداج وقد وجد إلخ (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: سوال: (۲۵) اگر ذبح کے وقت عقدۂ مذبوحہ رُفقہ کے نیچے ہو، تو ہمارے علاقہ کے علماء کا اس میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں ذبیحہ مذکور حلال ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ حرام ہے، پس اس امر میں حنفیہ کا مذہب اور اس مسئلے میں مفتی بہ حکم اور لائق احتیاط کیا بات ہے؟ جواب مع حوالۂ کتاب تحریر فرمائیں۔

الجواب: علامہ شامی کی تحقیق یہ ہے کہ اگر ذبح فوق العقدہ میں عروق ذبح قطع ہوجائیں تو ذبیحہ حلال ہے۔

سوال: (۲۶) ایک شخص حلال جانور کو ذبح کرتا ہے، مگر ذبح کرتے وقت غلطی سے جانور کا گلا گنڈہ سے ادھر کاٹتا ہے، کیا وہ جانور مذبوحہ قطعًا حرام ہے یا مکروہ یا جائز ہے بلا کراہت؟ بینوا توجروا۔

(۱۶۸۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شامی میں یہ نقل کیا ہے کہ اگر ما فوق العقدہ ذبح کرنے میں عروق ذبح قطع ہوجائیں تو ذبیحہ حلال ہے۔فقط

سوال: (۲۷) ذبح فوق العقدہ میں ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ (۸۳۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: روایات اس بارے میں مختلف ہیں اور فیصلہ یہ ہے کہ اگر ذبح فوق العقدہ میں اکثر عروقِ

---

(۱) ردالمحتار ۹/۳۵۶ أوائل كتاب الذبائح .

(۲) الشامي ۹/۳۵۵ أوائل كتاب الذبائح .

ذبح قطع ہوجاویں تو ذبیحہ حلال ہے، اور بعض اہل تجربہ ایسا کہتے ہیں کہ قطع ہوجاتی ہیں۔ شامی میں ہے: **لكن رواية الإمام الرستغفنى تخالف هذه ، حيث قال : هذا قول العوام وليس بمعتبر ، فتحل سواء بقيت العقدة مما يلى الرأس أو الصدر ، لأن المعتبر عندنا قطع أكثر الأوداج وقد وجد إلخ**(۱) اور اس میں یسر بھی ہے اور حدیث: **الذبح مابين اللبة واللحيين**(۲) کے بھی مطابق ہے۔ فقط

سوال: (۲۸) ذبح فوق العقدہ میں ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ (۱۴۱۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: حنفیہ کے اس بارے میں دو قول ہیں، اور دونوں کی تصحیح کی گئی ہے، پس فیصلہ یہ ہے کہ اگر ذبح فوق العقدہ میں تین رگیں عروقِ ذبح میں سے قطع ہوجاویں تو ذبیحہ حلال ہے، ورنہ نہیں، اور تجربہ والوں سے معلوم ہوا ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں اکثر عروقِ ذبح قطع ہوجاتی ہیں، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ تحت العقدہ ذبح کیا جاوے تاکہ کچھ اختلاف نہ رہے۔ شامی میں ہے بعد نقل کرنے اقوال مختلفہ کے: **أقول: والتحرير للمقام أن يقال: إن كان بالذبح فوق العقدة حصل قطع ثلثة من العروق، فالحق ما قاله شراح الهداية تبعًا للرستغفنى وإلا فالحق خلافه ، إذ لم يوجد شرط الحل باتفاق أهل المذهب ويظهر ذلك بالمشاهدة أوسؤال أهل الخبرة** (۳) فقط

---

(۱) الشامي ۹/۳۵۵ أوائل كتاب الذبائح .

(۲) قال الزيلعي في نصب الراية قال عليه السّلا : "الزكاة ما بين اللبة و اللحيين" قلت غريب بهذا اللفظ؛ و أخرج الدار قطني في سننهٖ عن سعيد بن سلام العطار ثنا عبدالله بن بديل الخزاعي عن الزهري عن سعيد بن المسيّب عن أبي هريرة رضى الله عنه قال: بعث رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بديل بن ورقاء الخزاعي على جمل أورق ، يصيح في فجاج مِنٰى : " ألا إن الذكاة في الحلق واللبة انتهٰى . قال في "التنقيح": هذا إسناد ضعيف بمرة ، وسعيد بن سلام أجمع الأئمة على ترك الاحتجاج بهٖ، وكذبه ابن نمير ، وقال البخاري : يذكر بوضع الحديث ، وقال الدار قطني : يحدث بالأباطيل ، متروك ، انتهٰى . و أخرجه عبدالرزاق في "مصنفهٖ" موقوفًا على ابن عباس، وعلى عمر: الذكاة في الحلق واللبة انتهٰى (نصب الراية لأحاديث الهداية ۴/۱۸۵ كتاب الذبائح، الحديث السادس، وسنن الدارقطني ۴/۱۸۸ كتاب الأشربة وغيرها، رقم الحديث : ۴۷۰۹، المطبوعة : دارالكتب العلمية ، بيروت ، لبنان)

(۳) ردالمحتار ۹/۳۵۶ أوائل كتاب الذبائح .

جانور کو بے ہوش کر کے ذبح کرنا

سوال: (۲۹) ہمیشہ سے تمام مذبح میں گائے بیل کے پیر باندھ کر ذبح کیا جاتا تھا، اب سرکار کی جانب سے یہ حکم ہوا ہے کہ جس گائے بیل کو ذبح کیا جاوے پہلے ایک آلہ جو مانند ہتوڑے کے ہے جس میں ایک اسپرنگ لگی ہوئی ہے، اس میں سے ایک سوزن (سوئی) نکل کر جانور کے دماغ کے عصبۂ حاسّہ پر جالگتی ہے، جس سے جانور بے ہوش ہوجاتا ہے، اسی بے ہوشی کی حالت میں ذبح کرنے کا حکم ہوا ہے، اس طرح ذبح کرنے میں کوئی حرج شرعی تو نہیں ہے یا ہے؟ (۲۱۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس طرح ذبح کرنے سے ذبیحہ حلال ہوجاتا ہے، شرط حلت ذبیحہ کی یہ ہے کہ وقت ذبح کے اس کی حیات متحقق ہو، اور ظاہر ہے کہ وہ جانور اس فعل سے مردہ نہیں ہوتا۔ **و إن علمت حیاتها وإن قلت وقت الذبح أکلت مطلقًا بکل حال (درمختار) قوله : (بکل حال) سواء وجدت تلك العلامات أو لا (۱) (شامي جلد: ۵)** فقط واللہ سبحانہٗ تعالیٰ اعلم

ذبح کے وقت شکار نہ حرکت کرے نہ خون نکلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۰) چڑیوں کے شکار میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ درخت سے زندہ گرتی ہیں اور چاقو حلق پر رکھتے وقت یقینی جان ہوتی ہے، مگر ذبح کے وقت خون نہیں آتا اور نہ بعد ذبح کسی قسم کی حرکت وغیرہ ہوتی ہے، اور کبھی چاقو حلق پر رکھنے سے پہلے مردہ معلوم ہوتی ہیں، مگر بعد ذبح خون بھی آجاتا ہے اور حرکت بھی ہوتی ہے، ان صورتوں میں ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۰۷۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر ذبح کے وقت جان یقیناً ہے تو ذبیحہ حلال ہے اگر چہ حرکت نہ ہو۔ اور خون نہ نکلے، درمختار میں ہے: **وإن علم حیاته حلت مطلقًا وإن لم تتحرك ولم یخرج الدم (۲) (درمختار)**

ذبح کے وقت بیمار جانور یا شکار حرکت کرے یا خون نکلے تو ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۳۱) اگر مریض جانور ذبح کیا جائے اور وہ پاؤں کو نہ ہلائے، تو پھر کس طرح معلوم کیا

---

(۱) الدر المختار و ردالمحتار ۳۷۴/۹ کتاب الذبائح .

(۲) الدر مع الرد ۳۷۴/۹ کتاب الذبائح .

جائے کہ یہ جانور وقت ذبح زندہ تھا؟ اور فقہائے کرام نے خروج دم جو علامت فرمائی ہے اس کا اندازہ ومقدار کیا ہے؟ اور خون کا کونسا رنگ دال بر حیات ہے؟ (۴۶۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر بوقت ذبح کرنے کے اس جانور کا زندہ ہونا معلوم ہے، تو پھر نہ حرکت کی ضرورت ہے نہ خروج دم کی، اور اگر زندہ ہونا اس کا معلوم نہ ہو تو پھر حرکت یا خروج دم ان میں سے اگر ایک بھی پایا گیا ذبیحہ حلال ہے، مگر وہ حرکت نہ ہو جو دلیل حیات نہیں ہے۔ قال في الدر المختار: ذبح شاة مريضة فتحركت وفي الشامي : أي بغير نحو مد رجل وفتح عين مما لايدل على الحياة. أوخرج الدم. وفي الشامي:أي كمايخرج من الحی (شامي)حلت وإلا لا، إن لم تدر حياته عند الذبح، وإن علم حياته حلت مطلقًا وإن لم تتحرك ولم يخرج الدم إلخ (۱)(درمختار) وهذا عين ماقلنا.

سوال: (۳۲)......(الف) اگر شکار کو ذبح کرتے وقت خون اس قدر نکلا کہ بہہ گیا، مگر جانور نے کسی قسم کی حرکت نہیں کی وہ جانور حلال ہے یا نہیں؟

(ب) شکار کو ذبح کرتے وقت خون نہیں نکلا، مگر جانور نے حرکت کی، یہ ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ (۷۹۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) وہ جانور حلال ہے اس کا کھانا درست ہے (۲) (درمختار)

(ب) یہ بھی حلال ہے کیونکہ کتب فقہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر جانور حرکت کرے، یا خون نکلے، دونوں صورتوں میں وہ جانور حلال ہے۔ ذبح شاة مريضة فتحركت أو خرج الدم حلت(۲)(درمختار)

ذبح کے وقت جانور کی صرف دو رگیں کٹیں تو ذبیحہ حلال نہ ہوگا

سوال: (۳۳) ذبح کرتے وقت جانور کا حلقوم اور مری ہر دو رگیں قطع نہیں ہوئیں، صرف دونوں شہ رگیں کٹی ہیں، آیا ایسا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟ (۸۱۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: کتب معتبرۂ حنفیہ میں یہ تصریح ہے کہ عروق ذبح میں سے جو کہ چار ہیں حلقوم ومری

---

(۱) الدر المختار و ردالمحتار ۹/۳۷۳-۳۷۴ كتاب الذبائح .

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار ۹/۳۷۳-۳۷۴ كتاب الذبائح .

اور ودجان ان میں سے اگر اکثر یعنی تین قطع ہو جائیں تو ذبیحہ حلال ہے، ورنہ حرام ہے پس جس جانور کی دو رگیں قطع ہوئیں اور دو قطع نہ ہوئیں وہ حلال نہ ہوگا کذا في الشامي والدر المختار وغيرهما(۱) فقط

دو رگیں کٹنے کے بعد جانور بھاگ گیا پھر دوسرے شخص نے پکڑ کر بقیہ رگیں کاٹیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۴) زید گائے کو ذبح کرنے لگا تھا کہ دو رگیں حلقوم و مری منقطع ہوئیں کہ گائے زید سے زور کر کے مذبح سے بھاگ گئی، بکر نے گائے کو پکڑ کر بقیہ دو رگیں بہ تکبیر جدید کاٹی یعنی دو ذابح کے ہاتھ سے ذبح ہوئی، ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۶۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں ذبیحہ حلال ہے۔ لوجود التسمية من كل من الذابحَيْنِ .

حلقوم کاٹتے وقت جانور زندہ ہو اور بقیہ رگیں کاٹتے وقت بالکل مردہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۵) اگر مذبوح کی حیات بہ وقت ذبح یعنی بہ وقت کاٹنے حلقوم کے پائی جائے اور بہ وقت کاٹنے مری اور ودجان کے بالکل مردہ ہو جائے، تو ایسا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۶۹۵/۱۳۴۲ھ)

الجواب: جب کہ خون نکلا ذبیحہ حلال ہے۔

بلی سے مرغی چھڑا کر ذبح کی اور خون ایک منٹ کے بعد نکلا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۶) مرغی کو بلی نے پکڑا، بلی سے لوگوں نے چھڑالیا، اور ذبح کرلیا، مگر اس نے ایک

---

(۱) و ذكاة الاختيار ذبح بين الحلق واللبة ...... وعروقه: الحلقوم ...... والمري ...... والودجان ...... وحلّ المذبوح بقطع أي ثلاث منها ، إذ للأكثر حكم الكل وفي الشامي : لأن المعتبر عندنا قطع أكثر الأوداج (الدر والرد ۹/۳۵۵-۳۵۶ أوائل كتاب الذبائح)

منٹ کے بعد خون دیا، حلال ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر بوقت ذبح کرنے کے اس میں حس وحرکت تھی یا خون نکلا تو حلال ہے، ایک منٹ کے بعد خون نکلنا بھی کافی ہے۔

بلّی یا غیر شکاری کتے نے مرغے کا سر جدا کر دیا پھر زندگی کی حالت میں ذبح کیا گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۷) ایک مرغے کا سر بلی یا کتے غیر شکاری نے کاٹ کر بالکل جدا کر دیا، اور باقی کو زندگی کی حالت میں ذبح کیا گیا، تو یہ مذبوحہ شرعاً حلال ہے یا حرام؟ (۲۶۱۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قال في الشامي عن البزازية: ولو انتزع رأسها وهی حيةٌ تحل بالذبح بين اللبة واللحيين إلخ (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ وہ حلال ہے۔ فقط

اس مرغی کے ذبح کرنے کا طریقہ جس کی گردن بلی نے جدا کر دی ہے

سوال: (۳۸) بلی نے ایک مرغی کو پکڑ کر اس کی گردن جدا کر دی، بعد جدا ہونے گردن کے مرغی تھوڑی دیر زندہ رہی، شرعاً اس کے ذبح کرنے کی کیا صورت ہے؟ (۱۵۶۵/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اگر سر جدا کرنے کے بعد محل ذبح باقی رہے، اور وہ زندہ رہی تو ذبح کرنے سے حلال ہو سکتی ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: و لوانتزع رأسها و هي حية ، تحل بالذبح بين اللبة واللحيين إلخ (۲)

سوال: (۳۹) ایک مرغی کا سر بلی نے علیحدہ کر دیا، اب اس کو کس طرح ذبح کریں؟

(۱۵۶۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شامی میں ہے بزازیہ سے: شاة قطع الذئب أوداجها وهی حية لاتذکی لفوات

---

(۱) حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۳۷۴/۹ كتاب الذبائح .

(۲) ردالمحتار للعلامة محمد أمين الشامي ۳۷۴/۹ كتاب الذبائح .

محل الذبح، ولو انتزع رأسها وهي حيةٌ تحل بالذبح بين اللبة واللحيين إلخ(۱) حاصل یہ ہے کہ اگر بعد علیحدہ ہونے سر کے محل ذبح باقی رہے اور عروق ذبح موجود ہوں، اور وہ زندہ ہو تو ذبح کرنے سے حلال ہو سکتی ہے ورنہ نہیں۔

شکار کردہ جانور کا زیادہ حصہ درندہ نے چبالیا ہو، مگر جانور زندہ ہے تو ذبح سے حلال نہیں ہوگا

سوال: (۴۰) درندہ کا ایسا شکار کردہ کہ جانور کے جسم کا زیادہ حصہ درندہ نے چبالیا ہو، مگر جانور زندہ ہے، بعد الذبح وہ حلال ہے یا نہ؟ (۱۴۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: نہیں۔ فقط

شیر یا چیتے نے جس جانور کا گلا زخمی کردیا ہے وہ ذبح کرنے سے حلال ہوگا یا نہیں؟

سوال: (۴۱) ایک حلال جانور کو جنگل میں شیر یا چیتے نے اس کے گلے میں زخم کردیا، لوگوں نے اس کو چھڑالیا، اگر دو چار مہینے کے بعد اس کو ذبح کرلیا جائے تو شرعاً کیا حکم ہے؟ (۱۸۱۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: وہ جانور ذبح کرنے سے حلال ہوجائے گا۔ فقط

جو جانور کنویں میں گر گیا اور ذبح کرنا دشوار ہو تو کیا کیا جائے؟

سوال: (۴۲) گائے یا بھینس یا بکری اگر کنویں میں گر جاویں، اور ذبح کرنا اس کا دشوار ہو، تو ایسی حالت میں کیا کیا جاوے؟ اور وہ جانور کس طرح حلال ہو؟ (۱۱۳۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: گائے یا بھینس وغیرہ اگر کنویں میں گر جاویں، اور زندہ نکلنا اس کا دشوار ہو اور ذبح کرنا متعذر ہو، تو کسی جگہ (تسمیہ کے ساتھ) زخم کردیا جاوے کہ اسی زخم سے وہ مرجاوے، پس کھانا اس کا

---

(۱) حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۳۷۴/۹ كتاب الذبائح.

حلال ہے، اور یہ زخم لگانا قائم مقام ذبح کے ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمہ نے کہا ہے کہ اگر یہ امر مشتبہ ہو کہ اسی زخم سے مرا ہے یا نہیں؛ تب بھی حلال ہے

وكفى جرح نعم كبقر وغنم توحش فيجرح كصيد أوتعذر ذبحه كأن تردى في بئرٍ (درمختار) قوله : (كأن تردى في بئر) أي سقط وعلم موته بالجرح أو أشكل ، لأن الظاهر أن الموت منه و إن علم أنه لم يمت من الجرح لم يؤكل ، وكذا الدجاجة إذا تعلقت على شجرةٍ وخيف فوتها فذكاتها الجرح زيلعي(۱)(شامي)

(ترجمہ): اور کافی ہے زخمی کرنا چہار پایہ مثل گائے، بھینس اور بکری کا جو وحشی ہو گیا، سو اس کو زخمی کر دیا جاوے مانند شکار کے، یا دشوار ہو ذبح کرنا اس کا جیسا کہ کوئی جانور کنویں میں گر گیا (درمختار) اور جانا گیا مرنا اس کا اس زخم سے، یا مشتبہ ہوا کیونکہ ظاہر یہی ہے کہ اسی زخم سے مرا، اور اگر یہ معلوم ہوا کہ وہ اس زخم سے نہیں مرا تو نہ کھایا جاوے، یعنی وہ حلال نہیں، اور اسی طرح مرغ اگر درخت پر جا پھنسا اور اس کے فوت ہونے کا اندیشہ ہے تو اس کا ذبح کرنا بھی یہی ہے کہ اس کو زخمی کر دیا جاوے زیلعی (شامی) فقط

بندوق کی گولی لگنے سے شکار کا سر کٹ جائے یا ذبح کے وقت سر علیحدہ ہو جائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۳) شکاری نے شکار کے بندوق لگائی، جانور کا سر اڑ گیا اور وہ زندہ ہے، یا تھوڑے سے چمڑے میں سر لگا رہ گیا، یا بہ وقت ذبح کرنے کے سر علیحدہ ہو گیا، تو ان صورتوں میں ان جانور کا کیا حکم ہے؟ (۶۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بندوق کی گولی چھرے سے جو جانور شکار کیا جائے، جب تک اس کو ذبح نہ کیا جائے حلال نہیں ہوتا، اگر گولی چھرا مارا جس سے جانور مر گیا، یا سر اڑ گیا، تو وہ حلال نہیں ہے (۲) اور اگر جانور زندہ رہا اور ذبح کی رگیں موجود اور باقی ہیں، تو بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر اگر ان رگوں کو کاٹ دیا جائے

(۱) الدر المختار والشامي ۹/ ۳٦٧ كتاب الذبائح .

(۲) قال قاضي خان : لايحل صيد البندقة (الشامي ۱۰/ ۵۷ كتاب الصيد)

تو حلال ہے(۱) اور اگر جانور کو ذبح کرتے وقت چھری تیز چل گئی اور سر علیحدہ ہو گیا، یا حرام مغز تک پہنچ گیا تو ذبیحہ حلال ہے، مگر یہ فعل مکروہ ہے ایسا کرنا قصداً نہ چاہیے، هٰكذا في كتب الفقه (۲)

ہر قسم کی چھری سے جس سے رگیں کٹ جائیں ذبح کرنا درست ہے

سوال: (۴۴) ذبح کرنے کے واسطے چھری کیسی ہونی چاہیے؟ اگر دستہ لکڑی کا اور سوراخ نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ اور تکبیر بھی باقاعدہ پڑھی جاوے؟ اور اگر دستہ لوہے کا ہو اور سوراخ اس میں نہ ہو تو ذبح کرنا اس چھری سے کیسا ہے؟ (۱۶۷۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسی چھری سے جس کا دستہ لکڑی کا ہو اور سوراخ نہ ہو ذبح کرنا درست ہے، چھری تیز ہونی چاہیے، باقی دستہ چاہے کیسا ہی ہو، شرعاً اس میں کچھ قید نہیں۔ هكذا في كتب الفقه (۳) چھری کیسی ہی ہو، دستہ اس کا لوہے کا ہو یا لکڑی کا، اور سوراخ دستہ میں ہوں یا نہ ہوں، ہر طرح ذبح کرنا اس سے بلا کراہت درست ہے۔ فقط

ہر دھار دار ہتھیار سے ذبح کرنا درست ہے

سوال: (۴۵) حلال کس کس ہتھیار سے ہو سکتا ہے؟ اس ہتھیار میں تین کیل ہونا ضروری ہیں یا نہیں؟ اور پرند کون کونسا جائز ہے؟ (۳۴۲۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: وحل الذبح بكل ما أفرى الأوداج وأنهر الدم أي أساله ولو بنار أو بليطة أي قشر قصب أو مروةٍ هي حجر أبيض كالسكين يذبح بها إلخ (۴) اس روایت

(۱) شاة قطع الذئب أوداجها و هي حية لا تذكّى لفوات محل الذبح ، ولو انتزع رأسها و هي حية تحل بالذبح بين اللبة و اللحيين (ردالمحتار ۹/۳۷۴ كتاب الذبائح)

(۲) وفي البحر: وكره النخع و قطع الرأس والذبح من القفاء ، النخع هو أن يصل إلى النخاع وهو خيط أبيض في جوف عظم الرقبة......وفي قطع الرأس زيادة تعذيب فيكره (تكملة البحر الرائق، شرح كنز الدقائق ۹/۳۱۱ كتاب الذبائح، قبيل فصل فيما يحل ولا يحل)

(۳) وحلّ الذبح بكل ما أفرى الأوداج ...... وأنهر الدم أي أساله و لو بنار أو بلِيْطَة أي قشر قصب أو مروة هي حجر أبيض كالسكين يذبح بها (الدر المختار مع الشامي ۹/۳۵۷ كتاب الذبائح)

(۴) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۵۷ كتاب الذبائح .

سے معلوم ہوا کہ ہر ایک دھاردار چیز اور دھاردار ہتھیار سے جس سے عروق ذبح قطع ہوجائیں اور خون بہہ جائے ذبح کرنا جائز ہے، اوراس میں تین کیل ہونا ضروری نہیں ہے، اور جو پرند جانور ذی مخلب ہیں اور مخلب یعنی پنجے سے شکار کرتے ہیں، ان کو درمختار میں حرام لکھا ہے(۱) بوجہ حدیث مسلم وابوداؤد کے۔ شامی میں ہے: **والدليل عليه أنه صلّى الله عليه وسلّم نهى عن أكل كل ذي ناب من السباع وكل ذي مخلب من الطير رواه مسلم وأبو داوٗد وجماعة (۲)**

بندوق صاف کرنے کی سلاخ یا دھاردار پتھر سے شکار کو ذبح کرنا

سوال: (۴۶) ہرن کو گولی سے مارا، ذبح کرنے کے لیے چاقو موجود نہیں ہے، اگر بندوق کے گز (سلاخ) سے زخم پہنچا کر کسی عضو سے خون بہادیں، تو ہرن حلال ہوگا یا نہیں؟ اگر لوہے کا گز نہ ہو تو دھار دار پتھر سے تکبیر کہہ کر کسی عضو سے خون بہادیں، تو بعد مرنے کے جانور حلال ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۱۸۰ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وحل الذبح بكل ما أفرى الأوداج ...... و أنهر الدم إلخ و لو بليطة ...... أو مروةٍ إلخ (۳)** پس ہرن جس کو گولی سے شکار کیا، اس کا ذبح کرنا ضروری ہے، اور لوہے کے گز سے ذبح نہیں ہوسکتا، البتہ دھاردار پتھر سے ذبح کرسکتے ہیں۔

مرغی یا کبوتر کو دھاردار ہتھیار سے زخمی کرنا

سوال: (۴۷) پلے ہوئے کبوتر یا مرغی وغیرہ وقت ضرورت جلد ہاتھ نہیں آتے تو اس حالت میں بسم اللہ کہہ کر پتھر یا دھاردار ہتھیار سے ماردے اور مرجاوے؛ تو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۶ھ)

الجواب: یہ حکم متنفر جانوروں کے لیے ہے جو کسی طرح ہاتھ نہ آویں، مانوس پلے ہوئے کبوتر

---

(۱) ولايحل ذوناب يصيد بنابه .... أو مخلب يصيد بمخلبه أي ظفره (الدرالمختار مع الرد ۳۶۸/۹ كتاب الذبائح)

(۲) ردالمحتار ۳۶۸/۹ كتاب الذبائح .

(۳) الدرالمختار مع الرد ۳۵۷/۹ كتاب الذبائح .

وغیرہ کے لیے یہ حکم نہیں ہے، مگر جب کہ اس (وحشی ہونے کی) حالت میں پہنچ جاویں (۱) فقط

جس پرندے کو انگلیوں سے چیر کر ذبح کیا ہو اس کا کھانا حرام ہے

سوال: (۴۸) اگر کسی پرند جانور کو ہاتھ سے چیرا گیا ہو، جب کہ کوئی چھری چاقو وغیرہ نہ تھا تو درست ہے؟ (۱۱۹۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جانور کو کسی تیز دھاردار چیز سے کاٹنا اور ذبح کرنا شرط ہے۔ کماجاء في الحدیث (۲) لہٰذا پرند مذکور جس کو انگلیوں سے چیرا گیا حلال نہیں، اس کا کھانا حرام ہے۔

کلہاڑی مار کر ذبح کرنا

سوال: (۴۹) اگر کوئی جانور ماکول اللحم بحالت نزع ہو، اور آلۂ ذبح موجود نہ ہو، اور کلہاڑی وغیرہ سے جو تیز نہ ہو اس کو زد (چوٹ) کے ساتھ ذبح کیا جائے، تو مذبوح حلال ہوگا یا نہیں؟ (۳۱۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: حلال ہے۔ فقط

میخ سے ذبح کرنا

سوال: (۵۰) میخ سے ذبح کرنا صحیح اور جائز ہے یا نہ؟ (۸۶۳/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) ولا بد من ذبح صيد مستأنس لأن ذكاة الاضطرار إنما يصار إليها عند العجز عن ذكاة الاختيار وكفى جرح نعم كبقر و غنم توحش فيجرح كصيد أو تعذر ذبحه كأن تردّى في بئر أوندّ أو صال حتى لو قتله المصول عليه مريدا ذكاته حل . وفي الشامي : وكذا الدجاجة إذا تعلقت على شجرة وخيف فوتها ، فذكاتها الجرح ...... قوله: (مريدا ذكاته) أي بأن سمّى عند جرحه إلخ (الدرالمختار و ردالمحتار ۹/۳٦٦-۳٦۷ كتاب الذبائح)

(۲) عن رافع بن خديج رضي الله عنه قال: قلت : يا رسول الله ! إنا لاقوا العدوِّ غدا وليست معنا مدًى ، قال : أعجل أو أرِن ما أنهر الدم وذكر اسم الله ، فكل ليس السنّ والظفر وسأحدثك. أمّا السنّ فعظم و أما الظفر فمدى الحبش قال: و أصبنا نهب إبل وغنم ، فند منها بعير فرماه رجل بسهم فحبسه ، فقال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : إن لهذه الإبل أوابد كأوابد الوحش ، فإذا غلبكم منها شيء فاصنعوا به هكذا (الصحيح لمسلم ۲/۱۵٦-۱۵۷ كتاب الأضاحي ، باب جواز الذبح بكل ما أنهر الدم إلا السن و الظفر وسائر العظام)

الجواب: درمختار میں ہے: **وحل الذبح بکل ما أفری الأوداج الخ وأنهر الدم إلخ** (۱) یعنی ذبح کرنا جانور کو ایسی تیز چیز سے حلال ہے جس سے رگیں کٹ جائیں، اور خون بہے، پس میخ گلے میں گاڑنے سے جانور حلال نہ ہوگا۔

کھرپا سے ذبح کرنا

سوال: (۵۱) ایک ہرنی گولی سے ماری گئی، اس کو شکاری نے کھرپا (۲) سے ذبح کیا، اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۳۹/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: جب کہ گولی لگنے کے بعد وہ ہرنی زندہ رہی اور اس کو کھرپے سے ذبح کرلیا گیا کہ رگیں گردن کی کٹ گئیں، تو وہ ہرنی حلال ہوگئی، اس کا گوشت کھانا درست ہے۔ فقط

لاٹھی مار کر جان نکالنے سے جانور مردار ہوجاتا ہے

سوال: (۵۲)...... (الف) جس جانور کو لٹھوں سے مار کر جان نکال لی جاوے، اس کا کھانا حلال ہے یا نہ؟

(ب) مرغی، بکری کو بغیر ذبح کے کھانا حلال ہے یا نہ؟ (۱۱۶۱/ ۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف ـ ب) بغیر ذبح کے مار کر جان نکالنے سے جانور میتة یعنی مردار ہوجاتا ہے، اس کا کھانا حلال نہیں ہے (۳) نص قطعی سے حرام ہے، **قال اللّٰہ تعالیٰ:** ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الآية﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۲) پس کوئی جانور حلال مثل بکری و مرغی وغیرہ کے بدون ذبح کے حلال نہیں ہوتے، اور اس کا کھانا درست نہیں ہے۔ فقط

قصائی کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۵۳) ذبح کرنا قصائی یا کسی مقررہ آدمی کا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۳۲/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/ ۳۵۷، کتاب الذبائح.

(۲) کھرپا: گھاس کھودنے کا آلہ (فیروز اللغات)

(۳) قال قاضي خان: لا یحل صید البندقة والحجر والمعراض والعصا و ما أشبه ذلك و إن جرح، لأنه لا یخزق (الشامي ۱۰/ ۵۷ کتاب الصید)

الجواب: دونوں کا ذبیحہ حلال ہے، مگر یہ اچھا ہے کہ نیک آدمی پابند صوم وصلوٰۃ ذبح کرے۔

محض وہم اور شک سے قصائی کا ذبیحہ حرام نہیں ہوتا

سوال: (۵۴) زید قصاب ہے، علاوہ تجارت جانورانِ گوشت بھی اپنے ہاتھ سے ذبح کرتا ہے اور فروخت کرتا ہے۔ خالد وعمرو کہتے ہیں کہ زید کے ہاتھ کا ذبیحہ اس وجہ سے درست نہیں ہے کہ شاید وہ اپنے نفع کی وجہ سے مردہ کاٹ کر کھلا دے، چنانچہ ایسا واقعہ ہو بھی جاتا ہے، اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ آیا اس کا ذبیحہ درست ہے کہ نہیں؟ (۳/۷۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مسلمان کے ذبیحہ میں کچھ وہم اور شک نہ کرنا چاہیے، احتمال سے ذبیحہ حرام نہیں ہوتا۔ پس جب کہ زید مسلمان ہے اور وہ خود ذبح کرتا ہے، پھر فروخت کرتا ہے، تو اس گوشت کا کھانا مسلمان کو درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عورت کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۵۵) عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۵۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ذبیحہ؛ مسلمان عورت کا جو اللہ کے نام پر ذبح کرے درست ہے (۱)

سوال: (۵۶) عورت کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا کیسا ہے؟ اور عورت خود ذبح کرسکتی ہے یا نہیں؟ (۲۶۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر عورت ذبح کرنے پر قادر ہو، اور موافق حکم شریعت ذبح کرے، ذبیحہ اس کا حلال اور جائز ہے۔

نابالغ، عورت، مخنث اور اہل کتاب کا ذبیحہ کب حلال ہے؟

سوال: (۵۷) نابالغ کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ (۳۹۶/۱۳۴۱ھ)

---

(۱) وشرط كون الذابح مسلمًا، حلالا، خارج الحرم إن كان صيدا أو كتابيا ذميا أو حربيا، فتحل ذبيحتهما ولو مجنونا أو امرأة أو صبيا يعقل التسمية والذبح (تنوير الأبصار مع الشامي ۹/۳۵۸-۳۵۹ كتاب الذبائح)

الجواب: ذبیحہ نابالغ کا حلال ہے جب کہ وہ سمجھ دار ہو اور بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر ذبح کرے کما في الدر المختار: ولو مجنونًا أو امرءةً أو صبيًا يعقل التسمية والذبح إلخ(۱) فقط

سوال: (۵۸) عورتوں اور نابالغوں اور مخنث اور اہل کتاب کا ذبح کیا ہوا درست ہوگا یا نہیں؟ جب کہ وہ چھری چلاتے ہوئے بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر پڑھیں۔ (۱۷۷۹/۱۳۳۵ھ)

الجواب: درست ہے۔

جنبی کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۵۹) اگر جنابت کی حالت میں کوئی جانور ذبح کرلیا، تو حلال ہے یا نہیں؟ (۱۸۷۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر ذبح کیا گیا، تو ذبیحہ حلال ہے، جنابت کی وجہ سے ذبیحہ کے حلال ہونے میں کچھ فرق نہیں آتا (۲)

جنبی، حائضہ اور نفساء کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۰) جنبی مرد یا عورت حائضہ ونفساء اور نابالغ ونابالغہ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۴۹/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جنبی وحائضہ ونفساء ونابالغ ونابالغہ کا ذبیحہ جو کہ تسمیہ کو سمجھتا ہو درست ہے۔ و شرط كون الذابح مسلمًا إلخ و لو الذابح مجنونا أو امرءة أو صبيا يعقل التسمية و الذبح إلخ(۳) (درمختار) فقط

یہودی یا عیسائی عورت کا ذبیحہ درست ہے مگر احتیاط کرنا اچھا ہے

سوال: (۶۱) عورت مؤمنہ یا عیسائی یا یہودیہ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۴۶/۱۳۴۲ھ)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۵۹ كتاب الذبائح .

(۲) وتحل ذبيحة مسلم ...... ولو امرءة حائضًا أو نفساء، أو جنبًا اهـ (الدر المنتقى في شرح الملتقى على هامش مجمع الأنهر ۴/۱۵۴، أوائل كتاب الذبائح ؛ المطبوعة : دار الكتب العلمية ، بيروت)

(۳) الدر المختار مع الرد ۹/۳۵۸-۳۵۹ كتاب الذبائح .

الجواب: عورت مسلمہ یا کتابیہ کا ذبیحہ درست ہے مگر کتابیہ کے ذبیحہ سے احتیاط کرنا اچھا ہے(۱) فقط

ناخواندہ شخص کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۶۲) ایک قصائی بالکل ناخواندہ ہے، اس کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۵۲۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ذبیحہ ہر مسلمان کا جب کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر ذبح کرے حلال ہے۔

دیوانہ مسلمان اللہ کا نام لے کر ذبح کرے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۶۳) ذبیحہ مسلمان کا اگر لڑکا نابالغ ہو یا عورت، دیوانہ ہو یا بے وضو ہو، اور وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے، تو وہ ذبیحہ حلال ہوگا یا نہیں؟ جو شخص اس کو ناجائز بتلاوے، اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۱۷۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: وہ ذبیحہ حلال ہے، اور حرام کہنے والا غلطی پر ہے، اس کو مسئلہ معلوم نہ ہوگا، اس کو مسئلہ بتلا دیا جاوے، آئندہ اس کو ماننے نہ ماننے کا اختیار ہے۔ فقط

گونگے اور دیوانہ مسلم کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۶۴)......(الف) گونگے، نابالغ اور دیوانہ مسلم کا ذبیحہ جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ بلا تکبیر کہے ذبح کریں۔

(ب) گونگا ذبح کے وقت صرف اللہ، اور نابالغ و دیوانہ تکبیر کہہ کر ذبح کریں، تو ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۱۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) مجنون و نابالغ کا ذبیحہ جب کہ وہ بلا تکبیر ذبح کریں تو جائز نہیں، البتہ گونگے کا ذبیحہ جائز ہے۔ شامی میں ہے: قوله : (أو أخرس) .... لأن عجزه عن التسمية لا يمنع

---

(۱) وتحل ذبيحة النّصارى مطلقًا سواء قال: ثالث ثلاثة أو لا، ومقتضى الدلائل الجواز كما ذكره التمرتاشي في فتاواه ، و الأولى أن لا يأكل ذبيحتهم ولا يتزوج منهم إلا للضرورة كما حققه الكمال ابن الهمام (ردالمحتار ۳۵۹/۹، كتاب الذبائح)

صحة ذكاته كصلاته إلخ (۱)

(ب) حلال ہے۔ قال في الدر المختار: **فتحل ذبيحتهما ولو الذابح مجنونًا أو امرأة أو صبيًا يعقل التسمية والذبح ...... أو أقلف أو أخرس (۱)**

غیر مختون کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۵) ایک شخص کو جس کی عمر ۳۰- ۴۰ سال ہے مسلمان کیا ہے، اس کی ختنہ نہیں ہوئی، اس سے بکری ذبح کرانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۲۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے (۲) مگر ختنہ اس کی ضرور کرنی چاہیے۔

عنین کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۶) ایک شخص مادرزاد عنین ہے، اور اس کی ڈاڑھی موچھ بالکل نہیں ہے، لیکن وہ شخص باشرع اور نمازی ہے، اور تمام رسومِ شرک و بدعت سے مبرا ہے، ایسے شخص کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۷۴۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ذبیحہ اس کا درست ہے اور حلال ہے بشرطیکہ بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کے ساتھ ہو۔

عمداً بسم اللہ ترک کرنے والے کا ذبیحہ حلال نہیں

سوال: (۶۷) ہمارے ملک میں لوگ اکثر شافعی مذہب کے رہتے ہیں، ذبح کرتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر نہیں کہتے، کیا ان کے یہاں کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۹۶۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: عمداً تسمیہ ترک کر دیا تو عند الحنفیہ بلکہ عند الجمہور ذبیحہ حلال نہیں ہے۔ **كما في الدر المختار: لا تحل ذبيحة .... وتارك تسمية عمدًا إلخ (۳)** فقط

---

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۹/۳۵۹-۳۶۰ كتاب الذبائح .

(۲) و لو الذابح مجنونا ...... أو أقلف و في الشامي :قوله: (أو أقلف) : هو الذي لم يختن (الدر والرد ۹/۳۵۹-۳۶۰ كتاب الذبائح)

(۳) الدر مع الرد ۹/۳۶۲ كتاب الذبائح .

بھول سے بسم اللہ ترک ہوجائے تو ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۸) اگر بہ وقت ذبح بسم اللہ سہواً ترک ہوجائے تو ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۴۴ھ)

الجواب: ذبیحہ مذکورہ حلال ہے۔ کما في الدر المختار: فإن ترکھا ناسیًا حل (۱)

جاہل بے نمازی مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۶۹) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ بے نمازی جاہل کا ذبیحہ بلا کراہت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۴۰/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر مسلمان بے نمازی جاہل نے اللہ کے نام پر کوئی جانور ماکول ذبح کیا، کھانا اس کا بلا کراہت جائز ہے۔ قال في الدر المختار: وشرط کون الذابح مسلمًا إلخ (۲)

بے نمازی، بے وضو اور طہارت کا خیال نہ رکھنے والے کا ذبیحہ حلال ہے

سوال: (۷۰) جو بے نمازی طہارت کا بھی خیال نہ رکھتا ہو، اور بے وضو بھی ہے، ایسے مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۰۶۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ذبیحہ حلال ہے۔

فاسق کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۷۱) ایک شخص جس کا نام مسلمانوں کا سا بھی نہیں، اور شراب وغیرہ پیتا ہے، غرض فاسق ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۹۵۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر وہ کلمہ گو مسلمان ہے تو ذبیحہ اس کا درست ہے اور حلال ہے، اگرچہ زانی وفاسق ہو۔ فقط

---

(۱) الدر مع الرد ۳۶۲/۹ کتاب الذبائح .

(۲) الدر المختار مع الشامي ۳۵۸/۹ کتاب الذبائح .

سوال: (۷۲) آج کل جو ملا بکری ذبح کرنے پر مقرر ہیں وہ مندروں اور قبروں کے پاس بکری ذبح کرتے ہیں، اور وہی ملا مسلمانوں کی بکری بھی ذبح کرتے ہیں، ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا شرعاً حلال ہے یا نہیں؟ اگرچہ وہ ساتھ بسم اللہ کے ذبح کرتے ہیں۔ (۱۳۳۵/۴۳۶ھ)

الجواب: ان کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے، اگرچہ اس فعل سے وہ گنہ گار ہوتے ہیں اور فاسق ہوتے ہیں، مگر فاسق مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے۔ فقط

سوال: (۷۳) ایک فقیر نماز روزہ کا پابند نہیں، بلکہ ہنود کی رسوم کرتا ہے، اور جو لوگ نجس کھاتے ہیں ان کے گھر کا کھانا کھاتا ہے، احکام اسلام سے ناواقف ہے، تو اس کا ذبیحہ حلال ہے یا نہ؟

(۱۳۴۱/۲۳۷۳ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ ہر ایک مسلمان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے، جب کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر پڑھ کر ذبح کرے، اگرچہ وہ مسلمان فاسق فاجر، تارک نماز و تارک روزہ ہو، لہٰذا ذبیحہ اس فقیر کا جب کہ وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہے اور کلمہ پڑھتا ہے حلال ہے، البتہ اس وجہ سے کہ وہ ہندو کی رسوم کرتا ہے، اور نجس خور لوگوں کے گھر کا کھانا کھاتا ہے، اور اسلام کے احکام نہیں جانتا، اس کے ذبیحہ میں احتیاط کرنا اچھا ہے، اور تنبیہ کے لیے اس کے ہاتھ کا ذبیحہ نہ کھانا اچھا ہے، تاکہ آئندہ کو وہ اسلام کی باتیں سیکھے اور نماز و روزہ کی پابندی کرے۔ فقط

بدعتی کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۷۴) بدعتی کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۰۶۳ھ)

الجواب: حلال ہے۔

شیعہ کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۷۵) رافضی کے ہاتھ کا ذبیحہ سنی کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۰۵۸ھ)

الجواب: جو روافض کہ سبِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما و قذف سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کرتے ہیں وہ کافر و مرتد ہیں، اور مرتد کا ذبیحہ جائز نہیں ہے، اس لیے ایسے روافض کے ہاتھ کا ذبیحہ

بھی جائز نہ ہوا۔ درمختار میں ہے: لا تحل ذبيحة غير كتابي من وثني ومجوسي ومرتدٍ إلخ (۱) وفي الخانية: لاتحل ذبيحة المرتد إلخ (۲) البحر الرائق میں ہے: وقد صرح في الخلاصة والبزازية: بأن الرافضي إذا سبّ الشيخين ـــــ أبي بكر وعمر رضى الله عنهما ـــــ وطعن فيهما كفر. وفي الجوهرة: من سبّ الشيخين أو طعن فيهما كفر (۳) اور شامی میں ہے: لاشك في تكفير من قذف السيدة عائشة رضى الله عنها أو أنكر صحبة الصديق رضى الله عنه إلخ (۴)

سوال: (۷۶) شیعہ سبی کا مذبوحہ شرعاً حلال ہے یا حرام؟ (۲۶۱۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کے مذبوحہ میں احتیاط چاہیے نہ کھایا جاوے۔

سوال: (۷۷) ایک شخص نمازی یا غیر نمازی اہل شیعہ نے بکرا ذبح کیا، اہل تسنن کو ایسے ذبیحہ کا لحم کھانا جائز ہے یا کیا؟ (۹۵۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: شیعہ سے ذبح کرانے میں احتیاط کرنی چاہیے، کیونکہ جو فرقہ ان کا کافر ہے اس کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، اور شبہ سے کسی حال خالی نہیں ہے۔

سوال: (۷۸) یہاں ایک شیعہ مرد کے ذبیحہ پر بحث ہے، شرعاً ذبیحہ شیعہ کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر وہ تبرائی ہے تو کیا حکم ہے؟ اور اگر تبرائی نہیں ہے تو کیا حکم ہے؟ (۸۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شیعہ تبرائی کو بعض فقہاء نے کافر قرار دیا ہے، اس کا ذبیحہ نہ کھانا چاہیے، احتیاط کرنی چاہیے۔ اور بعض روافض باتفاق کافر ہیں، جو نصوص قطعیہ کے منکر ہیں، جیسا کہ وہ فرقہ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک کا قائل ہے، اور ان پر تہمت رکھتا ہے، یا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا منکر ہے وغیرہ، ان کا ذبیحہ قطعاً حرام ہے، البتہ وہ فرقہ جس کے عقائد کفریہ نہیں ہیں جیسے تفضیلیہ فرقہ، ان کا ذبیحہ حلال ہے، مگر چونکہ آج کل جو روافض ہیں وہ اکثر تبرائی ہیں، اس لیے ان کے ذبیحے سے احتیاط کرنی چاہیے۔ فقط

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۶۰ كتاب الذبائح .

(۲) الفتاوى الخانية ۳/۳۶۸ كتاب الصيد والذبائح ، باب في الذكاة .

(۳) البحر الرائق ۵/۲۱۲ كتاب السير ، باب أحكام المرتدين .

(۴) ردالمحتار ۶/۲۸۸ كتاب الجهاد ، باب المرتد ، مطلب مهم في حكم سبّ الشيخين .

سوال: (۷۹) زید کہتا ہے کہ شیعہ کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے حرام ہے، اس لیے کہ یہ شیخین کو برا کہتے ہیں لہٰذا کافر ہیں، عمر کہتا ہے کہ شیعہ بقول لا إلٰه إلا الله مسلمان ہیں، البتہ شیخین کو برا کہنے کی وجہ سے فاسق فاجر ہیں، کافر نہیں ہیں؛ آیا ذبیحہ ان کا حلال ہے یا نہیں؟ (۱۵۸۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: صرف سب شیخین کی وجہ سے تو صحیح یہ ہے کہ کافر نہیں ہوتے فاسق ہوتے ہیں، اور ذبیحہ ان کا حلال ہے، لیکن اگر روافض منکر قطعیات ہیں مثلاً حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے افک کے قائل ہیں، اور ان کو تہمت سے بری نہیں سمجھتے جیسا کہ غالباً تبرائی رافضی قریب قریب سب ایسے ہی ہیں، تو وہ مرتد ہیں، ذبیحہ ان کا حلال نہیں، بہر حال احتیاط لازم ہے کہ معاملہ حلال وحرام کا ہے۔

سوال: (۸۰) ایک شخص شیعہ تبرا گو بہ ظن غالب ہے، اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟
(۵۵۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: رافضی تبرا گو اگر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے افک اور قذف کا بھی معتقد ہے، تو اس کو باتفاق علماء نے کافر کہا ہے، کیونکہ براءت حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نص قطعی سے ثابت ہے، پس منکر اس کا کافر ہے، ایسے رافضی کا ذبیحہ کھانا حلال نہیں ہے، اور اگر بظاہر وہ ایسے عقیدہ کا اظہار نہیں کرتا، اور احتمال قوی ہے کہ وہ تبرا گو اور افکِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا معتقد ہے، تب بھی اس کے ہاتھ کا ذبیحہ حلال نہیں ہے، اور چونکہ فرقۂ مذکورہ بوجہ خباثتِ باطنی کے اس کھانے میں جو اہل سنت کو کھلاتے ہیں، نجاست ملا دیتے ہیں، اگر بہ ظن غالب ایسا خیال ہو، تو ان کے گھر کا کھانا بھی نہ کھاوے۔ فقط

قادیانی کے ذبیحہ کا حکم

سوال: (۸۱) مرزا غلام احمد قادیانی کی پیرو جو جماعت ہے، ان کا ذبیحہ کھانا درست ہے یا نہیں؟
(۲۰۴۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ذبیحہ ان کا درست نہیں ہے۔

بدفعلی کا ارتکاب کرنے والے شخص کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۲) مسمی عبد اللہ قصاب سے ایک لڑکے خاکروب کے ساتھ فعلِ بد صادر ہوا، ہم

باشندگان نے ایک روز ان دونوں کو پکڑ لیا، اور مار پیٹ کر چھوڑ دیا، اور اس کا ذبیحہ کھانا ترک کر دیا، بعدہ اس کے برادر حقیقی کی سفارش پر قصور معاف کر دیا، اور ذبیحہ کھاتے رہے۔ عرصہ ۷ ماہ کا ہوا کہ ایک بھینسا بیمار دوسرے موضع سے گاڑی میں ڈال کر لایا جو قریب المرگ تھا، اس کا گوشت ہم لوگوں کو کھلایا اس پر بھی قصور معاف کر دیا، پھر اس نے بعض قصور کیے اور توبہ کر لی، ایسے شخص کا ذبیحہ کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور وہ شخص دائرۂ اسلام سے خارج ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: وہ مسلمان ہے اور اس کا ذبیحہ کھانا درست ہے۔ خوش گفت:

ایں درگاہ مادرگاہ ناامیدی نیست ۞ صد بار گر توبہ شکستی باز آ

اور یہ مضمون حدیث شریف کا ہے(۱)

مردار کی کھال اور ہڈی نکالنے والے کا ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۸۳) قصاب جو کہ مردار جانور یعنی گائے و بیل مرے ہوئے کا پوست و ہڈی نکالتے ہیں، اور ایسے ہی گوشت وغیرہ بھی بیچتے ہیں، اور اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کرتے ہیں، تو ان کا ذبح کیا ہوا حلال ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اگر قصاب مذکور میں شرائط ذبح موجود ہیں، تو اس کا ذبیحہ حلال ہے۔ کما في الدر المختار: و شرط کون الذابح مسلمًا حلالاً خارجَ الحرم إن کان صیدًا...... أو کتابیًا ذمیًا

---

(۱) عن أبي ذر رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم فیما یروی عن اللّٰه تبارك وتعالٰی : أنه قال:...... یا عبدي ! إنکم تُخْطِئُون باللیل والنهارِ و أنا أغفر الذنوب جمیعًا فاستغفروني أغفر لکم ...... رواه مسلم .

وعن أبي هریرة رضي اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم: إن عبدًا أذنب ذنبا، فقال: ربّ ! أذنبتُ فاغفره ، فقال ربه : أعَلِم عبدي أن له ربًّا یغفر الذنب ویأخذ به ؟ غفرت لعبدي ، ثم مکث ماشاء اللّٰه ، ثم أذنب ذنبا ، قال : رب ! أذنبت ذنبا فاغفره ، فقال : أعَلِم عبدي أن له ربًّا یغفر الذنب ویأخذ به ؟ غفرت لعبدي ، ثم مکث ماشاء اللّٰه ، ثم أذنب ذنبا ، قال : رب ! أذنبت ذنبا آخر فاغفره لي ، فقال : أعَلِم عبدي أن له ربًّا یغفر الذنب ویأخذ به ؟ غفرت لعبدي ، فلیفعل ماشاء . متفق علیه (مشکاة المصابیح ص: ۲۰۳-۲۰۴ کتاب أسماء اللّٰه تعالٰی ، باب الاستغفار والتوبة ، الفصل الأول)

أو حربيًا إلا إذا سمع منه عند الذبح ذكر المسيح فتحل ذبيحتهما ولو مجنونًا أو امرأة أو صبيًا يعقل التسمية والذبح ملخصًا (۱) فقط

ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور جانور کو پکڑنے والا غیر مسلم ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۴) جانور کے ذبح کے وقت ایک کافر ذبح میں یعنی جانور کے پکڑنے میں شریک ہو اور مسلمان ذبح کرے، وہ ذبح جائز ہوگا یا نہیں؟ (۲۷۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر ذبح کرنے والا صرف مسلمان ہے اور بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کے اس نے ذبح کیا، اور وہ کافر صرف جانور کو پکڑے ہوئے ہو، چھری پھیرنے میں شریک نہیں ہے، تو وہ ذبیحہ حلال ہے۔ كما في الدر المختار : وفيها تشترط التسمية من الذابح إلخ (۲) فقط

سوال: (۸۵) ذبیحۂ حلال کو ہندو نے دبایا اور مسلمان نے بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر ذبح کیا اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جب کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہے اور اس نے بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر ذبح کیا تو ذبیحہ حلال ہوگیا، دبانے والا اگر تکبیر وتسمیہ نہ کہے یا دبانے والا کافر ہندو وغیرہ ہو تو ذبیحہ میں کچھ شبہ نہیں ہے، کھانا اس کا حلال ہے۔

سوال: (۸۶) ...... (الف) ہمارے دیار میں اکثر قصاب ہندو ہیں، اور وہ کسی مسلمان کو بلا کر ذبح کرا لیتے ہیں، اور خود جانور کو پکڑتے ہیں، اور کسی وقت کوئی مسلمان بھی جانور کو پکڑتا ہے، لیکن پکڑنے والا بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر نہیں پڑھتا، صرف ذابح بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر پڑھتا ہے۔ "رفاہ المسلمین" میں لکھا ہے کہ جب تک ذابح اور اس کا معین ومددگار دونوں بسم اللہ نہ پڑھیں تو وہ ذبیحہ حلال نہیں، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۵۸-۳۵۹ كتاب الذبائح .

(۲) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۳۶۵ كتاب الذبائح .

(ب) ہندو نے پکڑا، اور مسلمان نے بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر ذبح کیا تو وہ ذبیحہ حلال ہے یا نہیں؟ (۱۰۶۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف) بسم اللہ صرف ذابح پر ہے پکڑنے والے کا بسم اللہ پڑھنا ضرور نہیں ہے، اور یہ جو "رفاہ المسلمین" وغیرہ میں لکھا ہے کہ معین پر بھی بسم اللہ لازم ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو ذبح میں معین ہو یعنی اس کا ہاتھ بھی قصاب کے ساتھ چھری پر ہو، جیسا کہ اس کی تشریح شامی میں ہے: **فوضع يده مع يد القصاب في الذبح و أعانه على الذبح سمى كل وجوبا، فلو تركها أحدهما حرمت إلخ**(۱)

(ب) حلال ہے۔ فقط

صرف ذبح کرنے والے پر بسم اللہ کہنا ضروری ہے

سوال: (۸۷) ذبیحہ کے دبانے والے اور چھری پھیرنے والے پر تکبیر واجب ہے یا نہیں؟ اگر کافر دباوے تو ذبیحہ حلال ہوگا یا حرام؟ (۶۳۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: صرف چھری پھیرنے والے پر تسمیہ واجب ہے دبانے والے پر واجب نہیں، پس اگر کافر نے دبایا اور مسلمان نے تکبیر پڑھ کر ذبح کیا تو ذبیحہ حلال ہے۔

سوال: (۸۸) جو شخص ذبیحہ کو ذبح کرتا ہے، اور اس کے ساتھ دوسرا ایک شخص اور جو شریک حال ہوتا ہے، اور ذبیحہ کے بقیہ اعضاء کو پکڑے ہوئے ہے، اگر ذبح کرنے والے کے علاوہ اس کا شریکِ حال تکبیر نہ کہے، تو کیا ذبیحہ حرام ہو جائے گا؟ کیا ذبح کرنے والے اور پکڑنے والے دونوں کے لیے ذبح کے وقت تکبیر کہنا لازمی ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر صرف ذبح کرنے والے پر فرض ہے۔ ہاتھ پیر پکڑنے والے پر تسمیہ فرض نہیں ہے، اور وہ جو درمختار وغیرہ میں شریک ذابح پر تسمیہ فرض لکھا ہے اس کا مطلب درمختار وغیرہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ غرض اس سے یہ ہے کہ جس کا ہاتھ ذابح کے ساتھ چھری پھیرنے میں ہو اس پر بھی تسمیہ فرض ہے نہ کہ ہاتھ پیر پکڑنے والے پر، اور علمائے حرمین شریفین سے ایک دفعہ سوال کیا

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۴۰۵ آخر كتاب الأضحية .

گیا تھا کہ تسمیہ صرف ذابح پر فرض ہے یا ہاتھ پیر بدن کے پکڑنے والوں پر بھی؟ تو ان حضرات نے عربی میں ان مختصر الفاظ میں جواب دیا: علی الذابح یعنی تسمیہ صرف ذابح پر فرض ہے۔ فقط

سوال: (۸۹) اگر وقت ذبح جانور کو کافر یا مشرک یا وہ مسلمان جو تکبیر نہ جانتا ہو یا وہ جو جانتا ہو مگر پکڑنے کے خیال میں تکبیر کہنا بھول جائے، تو ہر چہار صورت میں ذبیحہ درست ہوگا یا نہیں؟ (۱۷۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہر چہار صورت میں ذبیحہ حلال ہے۔ قال في الدر المختار کتاب الذبائح: وفیها تشترط التسمیة من الذابح إلخ(۱) مطلب اس کا یہ ہے کہ صرف ذبح کرنے والے کا بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَکْبَر کہنا حلتِ ذبیحہ کے لیے شرط ہے۔

سوال: (۹۰) ذبح کرنے والے اور پکڑنے والے دونوں پر بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَکْبَر کہنا شرط ہے یا کیا؟ بعض فقہاء پکڑنے والے پر بھی تسمیہ شرط کہتے ہیں۔ (۱۵۰۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: صرف چھری پھیرنے والے اور ذبح کرنے والے پر بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَکْبَر کہنا شرط ہے، جانور کے پکڑنے والے پر تسمیہ شرط نہیں ہے، اور جن فقہاء نے معین پر تسمیہ شرط کیا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ چھری پکڑنے میں اگر کوئی شریک قصاب کا ہو، اور ذبح کرنے میں شریک ہو، تو اس پر تسمیہ شرط ہے، صرف ہاتھ پیر پکڑنے والے پر نہیں ہے، اور کہہ لینا اچھا ہے۔

کافر کے واسطے گلا گھونٹ کر جانور کو مارنا جائز نہیں

سوال: (۹۱) زید ایک انگریز کا نوکر ہے، انگریز کہتا ہے کہ مرغ یا کسی پرند کو گلا گھونٹ کر پکا کر ہم کو کھلاؤ، ذبح کر کے مت کھلاؤ، زید کو ایسا کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۵۴۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: گلا گھونٹ کر مارنا جانور کو جائز نہیں ہے اس بارے میں اس کی اعانت نہ کرے۔ کما ورد في الحدیث: لاطاعة لمخلوق في معصیة الخالق(۲) قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ

---

(۱) الدرمع حاشیة ابن عابدین للعلامة محمد أمین الشامي ۹/۳۶۵ کتاب الذبائح.

(۲) عن النوّاس بن سِمْعان رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: لاطاعة لمخلوق في معصیة الخالق رواه في شرح السنة (مشکاة المصابیح ص: ۳۲۱ کتاب الإمارة والقضاء، الفصل الثاني)

الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَا اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ الآية﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۲) فقط

کافر کے واسطے جانور کو جھٹکا سے مارنا جائز نہیں

سوال: (۹۲) ایک خانساماں ایک انگریز کا ملازم ہے، انگریز اس کو کہتا ہے کہ تم ہمارے جانور کو ذبح مت کرو، بلکہ اس کو جھٹکا سے مارو، یہ اس کو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵/۶۴۵ھ)

الجواب: اس خانساماں کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، اس کو صاف کہہ دینا چاہیے کہ موافق قاعدۂ اسلام کے، میں اس جانور کو ذبح کر سکتا ہوں، جھٹکا وغیرہ سے نہیں مار سکتا۔ فقط

جھٹکا کے واسطے بکرا وغیرہ دینا یا دلانا کیسا ہے؟

سوال: (۹۳)......(الف) اگر کوئی قصاب جان بوجھ کر جھٹکا کرنے کے واسطے بکرا وغیرہ دے، تو وہ کیسا ہے؟

(ب) اگر کوئی بڑا آدمی جس کے ماتحت وہ قصاب ہو، اور وہ جھٹکا کے واسطے جبراً بکرا دلانے کی کوشش کرے، تو وہ کیسا ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۶۰۱ھ)

الجواب: (الف) یہ فعل اچھا نہیں ہے، بغیر کسی مجبوری کے خوشی سے جھٹکا کے لیے اپنا بکرا دینا گناہ ہے، اور مجبوری ہو تو گناہ نہیں ہے۔

(ب) وہ بھی عاصی ہے۔

بسم اللہ پڑھ کر یا بغیر بسم اللہ کے چوری کی گائے ذبح کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۹۴)......(الف) چوری کی گائے کو بغیر بسم اللہ کہے ذبح کی، اور بسم اللہ قصداً ترک کی، اور بعد میں مالک نے کھانے کی اجازت دیدی، تو اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

(ب) چوری کی گائے بکری کو بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کے ساتھ ذبح کیا، اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۲۳۱ھ)

الجواب: (الف) حرام ہے۔

(ب) وہ ذبیحہ حلال ہوگیا، مگر کھانا اس کا بدون اذنِ مالک وادائے ضمان ممنوع ہے۔

چوری کا بکرا ذبح کرنے سے حلال ہوتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۵) ایک شخص نے ایک چھوٹا بکرا کسی کا چرا کر ایک قصاب کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور وہ لوگ باوجود علم اس بات کے کہ یہ بکرا چوری کا ہے اس کو ذبح کر کے کھا گئے، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۴۲۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: فقہ حنفیہ کی کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ چوری اور غصب کا جانور ذبح کرنے کے بعد ملک اس غاصب اور چرانے والے کی ہوجاتی ہے، اور اس کے ذبح سے ضمان اس جانور کا لازم ہوجاتا ہے، مثلاً جو کچھ قیمت اس بکرے کی ہو، وہ بذمہ اس قصاب چرانے والے کے واجب ہے، وہ قیمت مالکِ بکرے کو ادا کرے یا معاف کراوے، اور بکرے کا گوشت کھانا حلال ہے، یعنی وہ مردار نہیں ہے بلکہ ذبیحہ ہے۔ اور درمختار میں یہ بھی لکھا ہے کہ قبل از ادائے ضمان نفع اٹھانا اس چوری کے جانور سے حلال نہیں ہے، اگرچہ ملک بوجہ ذبح کے اس کی ہوجاتی ہے۔ **وملكه بلاحلّ انتفاع قبل أداء ضمانه أي رضا مالكه بأداء أو إبراء إلخ كذبح شاة إلخ أي شاة غيره(۱) (درمختار)** فقط

ہندو اور چمار نے جو بکرا اللہ کے نام پر ذبح کر کے تقسیم کرنے کے لیے دیا ہے اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

سوال: (۹۶) صدقات ہندو و چمار بایں وجہ مسلمان کو دیویں کہ تم اس بکرے کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کر کے تقسیم کردو، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۹۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: کفار ہنود وغیرہ اگر کوئی بکرا وغیرہ کسی مسلمان کو دیویں کہ اس کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے تقسیم کردو، تو دیکھنا چاہیے کہ اگر ان کفار نے اس بکرے کو کسی بت وغیرہ کے نامزد کیا ہے اور مسلمان

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۹/۲۳۰-۲۳۱ كتاب الغصب ، مطلب شرى دارا وسكنها فظهرت لوقف أو يتيم وجب الأجر وهو المعتمد .

کی ملک نہیں کیا، تو اس کا کھانا حلال نہیں ہے، اور اگر کسی بت وغیرہ کے نام پر اس کو نامزد نہیں کیا، تو پھر مسلمانوں کو اس کا کھانا بعد ذبح کرنے مسلمان کے حلال ہے۔

غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا

سوال: (۹۷) دو شخص مسلمانوں کے دو لڑکے پیدا ہوئے، انہوں نے شیخ سدو کے نام کے بکرے چھوڑے کہ ہمارے لڑکے جس وقت سال بھر کے ہوں گے تو ذبح کریں گے، اتفاق سے ایک کا لڑکا مر گیا اس نے حافظ سے کہا، اسے ذبح کردو، دوسرے کا لڑکا سال بھر کا ہوا، اس نے بھی کہا ذبح کردو، حافظ نے دونوں بکرے بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر ذبح کردیے، اس وقت کوئی ذکر سدو کا نہ تھا، پہلے ہی سدو کا نام لیا گیا تھا، حافظ ذبح کرنے والے کی نیت میں کچھ نہ تھا، پس گوشت ان بکروں کا حلال ہے یا حرام؟ اور دونوں میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ ان کا گوشت بھنگی وغیرہ کو دیا جاوے؟ یا دفن کردیا جاوے؟ یا محتاجوں کو دیا جاوے؟ (۱۰۷۹/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: ان دونوں بکروں پر جب کہ اول نیت شیخ سدو کی ہوگئی، اور مالک نے اس نیت کو بدلا بھی نہیں، تو وہ ما أهل به لغير الله ہوگئے۔ بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر پڑھ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہ ہوں گے، اور دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے اس گوشت کو دفن کردیا جاوے، یا بھنگی کو دیا جاوے، مسلمانوں کو کھانا اور کھلانا درست نہیں ہے۔ کذا في الدر المختار (۱) فقط

سوال: (۹۸) ایک مسلمان واعظ جس کو لوگ اپنا بزرگ پیشوا اور ناصح مسلم وعالم، دین دار مانتے ہیں، اور اس کے ساتھ عقیدۂ نیک رکھتے ہیں، کہتا ہے کہ شیخ سدّو کا بکرا اس طرح کرنا جائز ہے کہ پہلے سے شیخ سدّو کے نامزد کردو اور کچھ دنوں چھوٹا رہنے دو، جب ذبح کرو تو بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر ذبح کردو، بس جائز عند الشرع ہوگیا، اس طرح اس کا ثواب شیخ سدّو کو پہنچ گیا اور مسلمانوں کو اس گوشت کا کھانا حلال ہوگیا، غرض کسی کے نام کا بکرا یا مرغا یا جانور کچھ ہو، نامزد کردیا جائے یا چھوڑ دیا جائے، مگر

---

(۱) ذبح لقدوم الأمير ونحوہ كواحد من العظماء يحرم ، لأنه أهل بہ لغير الله ولو ...... ذكر اسم الله تعالیٰ (الدر المختار مع الشامي ۹/ ۳۷۵ أواخر كتاب الذبائح)

جب ذبح کیا جائے بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر پڑھ لینا چاہیے، بلا کراہیت جائز ہوجائے گا، اور یہ بھی نیت رکھے کہ شیخ سدّو یا فلاں کے نام کا بکرا ہے جس کو بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر ذبح کیا جارہا ہے اور تعظیم وتکریم کے طور پر شیخ سدّو یا کسی کے نام پر چھوڑا جاتا ہے، یا نامزد کیا جاتا ہے، اس صورت میں شرعی حکم کیا ہے؟ (۵۲۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بعض لوگوں کو اس زمانے میں یہ غلطی ہورہی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر ذبح کرنے سے حلال ہوجاتا ہے حالانکہ آیت قرآنیہ اور حدیث شریف سے اور روایات فقہیہ سے مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کا حرام ہونا مطلقا ثابت ہے۔ خواہ وہ اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے یا نہ کیا جائے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ نے اپنی تفسیر فتح العزیز میں باوجود بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر ذبح کرنے کے وجہ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی حرمت کی یہ تحقیق فرمائی ہے کہ غیر اللہ کا نام کسی جانور پر تعظیمًا رکھ دینے سے وہ جانور مثل خنزیر کے نجس العین ہوگیا، پس جس طرح خنزیر تسمیہ پر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوسکتا اسی طرح مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ بھی تسمیہ سے حلال نہ ہوگا (۱) درمختار میں جو کہ فقہ حنفیہ میں معتبر ومقبول کتاب ہے یہ روایت ہے: **ذبح لقدوم الأمیر ونحوه کواحد من العظماء یحرم لأنه أهل به لغیر اللّٰہ ولو وصلیة ذکر اسم اللّٰہ تعالٰی إلخ** (۲) پھر آگے لکھا ہے کہ ایسا کرنے والا کافر ہوجاتا ہے یا نہیں، اس میں دو قول ہیں: **وهل یکفر؟ قولان بزازیة وشرح وهبانیة** (۲) شامی میں ہے: **قوله وهل یکفر أي فیمابینه وبین اللّٰہ تعالٰی إذ لایفتی بکفر مسلم أمکن حمل کلامه أوفعله علی محمل حسن أوکان في کفره خلاف إلخ** (۲) فقط

---

(۱) ودر حدیث صحیح وارد است کہ ملعون من ذبح لغیر اللّٰہ یعنی ہر کہ بذبح جانور تقرب بغیر خدا نماید ملعون است، خواہ در وقت ذبح نام خدا بگیرد یا نہ، زیرا کہ چوں شہرت داد کہ ایں جانور برائے فلانی است، ذکر نامِ خدا وقتِ ذبح فائدہ نکرد، چہ آں جانور منسوب بآں غیر گشت وخبثے درو پیدا گشت کہ زیادہ از خبث مردار ست، زیرا کہ مردار بے ذکر نام خدا جان دادہ است وجان ایں جانور را از آں غیر قرار دادہ گشتہ اند وآں عین شرک ست، وہرگاہ ایں خبث درو ے سرایت کرد، ودیگر بہ ذکر نام خدا حلال نمی شود مانند سگ وخوک کہ اگر بہ نام خدا مذبوح شوند حلال نمی گردند، وکنہ ایں مسئلہ آنست کہ جان را برائے غیر جان آفریں نیاز کردن درست نیست الخ (فتح العزیز المعروف بتفسیر عزیزي ص: ۶۱۵ در بیان احکام مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ تحت الآیة: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۷۳)

(۲) الدر و الرد ۹/۳۷۵ کتاب الذبائح .

سوال: (۹۹) زید نے ایک بکرا شیخ سدو کے نام نیاز مان کر بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر سے ذبح کیا یا کسی مشرک نے بت کے نام بکرا کو آزاد کیا اب وہ بکرا کسی اہل اسلام کے ہاتھ آیا، اور بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر کہہ کر ذبح کیا، شرعاً اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۴۱۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ذبح لقدوم الأمیر ونحوہ کواحد من العظماء یحرم لأنہ أہل بہ لغیر اللّٰہ ولو وصلیۃً ذکر اسم اللّٰہ تعالیٰ إلخ (۱) اس سے معلوم ہوا کہ جو جانور غیر اللہ کے تقرب کے لیے معین کیا گیا ہو، اور قربت لغیر اللہ اس سے مقصود ہو، وہ جانور اگر چہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کیا جائے وہ حلال نہیں ہوتا، کیونکہ وہ مَا أُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ میں داخل ہے اور مَا أُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ کی حرمت قرآن شریف میں منصوص ہے (۲) اور تحقیق اس کی تفسیر حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہ میں مفصلاً مذکور ہے (۳) پس شیخ سدو کے نام کا بکرا اور بتوں کے نام کا جانور بِسْمِ اللّٰہِ أَللّٰہُ أَکْبَر پر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا۔ فقط

اہل ہنود نے جو جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑے ہیں ان کو مالکوں سے خریدنا اور ذبح کر کے کھانا

سوال: (۱۰۰) ایک موضع میں اہل ہنود نے جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑے جیسا کہ ان کا طریقہ ہے، جب ان جانوروں نے کھیتوں وغیرہ کا نقصان کیا اور مسلمانوں نے ہنود سے شکایت کی کہ یہ نقصان کرتے ہیں، تو اب ہنود ان جانوروں کو جو غیر اللہ کے نام پر یعنی انہوں نے اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑے تھے، مسلمانوں کو فروخت کرتے ہیں، لہٰذا ان جانوروں کا مسلمانوں کو خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

---

(۱) الدرمع الرد ۹/۳۷۵ کتاب الذبائح .

(۲) اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۷۳)
حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ .... وَمَا اُہِلَّ لِغَیْرِ اللّٰہِ بِہٖ الآیۃ (سورۂ مائدہ، آیت:۳)

(۳) فتح العزیز المعروف بتفسیر عزیزي ص:۴۱۵ در بیان احکام مَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ تحت الآیۃ: اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَۃَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُہِلَّ بِہٖ لِغَیْرِ اللّٰہِ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۷۳)

الجواب: وہ جانور بعد چھوڑنے کے ان ہی چھوڑنے والوں کی ملک رہتے ہیں، پس جب کہ وہ مالکین خود ان کو مسلمانوں کے ہاتھ فروخت کردیں تو مسلمانوں کو خریدنا اور کھانا ان کا جائز ہے، جب کہ ان جانوروں کو مالکوں نے فروخت کیا تو غیر اللہ کا نام ہی اٹھ گیا، اب ان کو خریدنے اور کھانے میں کچھ حرج نہیں ہے۔

بت کے نام پر چھوڑے ہوئے سانڈ کا کھانا

سوال: (۱۰۱) سانڈ جو کہ اہل ہنود اپنے بت کے نام سے چھوڑ دیتے ہیں، اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ ایک مولوی صاحب اس کو حلال کہتے ہیں۔ (۵۷۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جو جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا جائے، اور تقرب بغیر اللہ اس سے مقصود ہو، وہ مَـا أُهِـلَّ بِـهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ہے اور کھانا اس کا حرام ہے، حرمت اس کی قرآن شریف میں منصوص ہے(۱) اور کتب فقہ حنفیہ میں تصریح ہے کہ جو جانور تقرب بالغیر اللہ چھوڑا جائے وہ مَـا أُهِـلَّ بِـهٖ لِـغَيْرِ اللّٰـهِ ہے اور اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا(۲) پس کھانا سانڈ مذکور کا درست نہیں ہے اور حلال سمجھنے والا اس کا غلطی پر ہے۔ فقط

پرندہ وغیرہ کو کسی کے سر پر گھوما کر ذبح کرنا

سوال: (۱۰۲) جو پرندہ یا مرغی یا بکری کا بچہ کسی شخص کے سر پر گھوما کر ذبح کیا جائے، تو یہ فعل گناہ ہے، یا وہ جانور حرام ہے؟ (۲۳۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ بھی مَـا أُهِـلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہے اور حرام ہے، اور اگر صدقہ کرتا ہے اللہ کے نام پر تو حلال ہے۔ فقط

---

(۱) ﴿ اِنَّـمَـا حَـرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت:۱۷۳) ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ......وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ الآية ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۳)

(۲) ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم ، لأنه أهل به لغير اللّٰه ولو...... ذكر اسم اللّٰه تعالىٰ (الدرمع الرد۹/۳۷۵ كتاب الذبائح)

جو جانور غیر اللہ کے نام کا ہو اس کو نیت بدل کر اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھانا

سوال: (۱۰۳) جو جانور غیر اللہ کے نام کا ہو پھر اس جانور کو نیت بدل کر اللہ کے نام پر ذبح کر کے کھا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نیت بدلنے سے وہ حلال ہو جائے گا تو سود کا جو روپیہ ہے وہ بھی نیت بدلنے سے حلال ہونا چاہیے؟ (۹۰۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جو جانور غیر اللہ کے نام زد کرنے کی وجہ سے مَـاأُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہو کر حرام ہو گیا تھا اگر ناذر اپنی نیت بدل دے اور غیر اللہ کا نام اس سے زائل کر دے اور مَـا أُهِـلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ سے اس کو علیحدہ کر دے اور پھر تقربا الی اللہ، اللہ کے نام پر اس کو ذبح کرے، تو وہ حلال ہے، اصل یہ ہے کہ مَاأُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں بسبب تقرب غیر اللہ کے جو کہ شرک ہے، حرمت آئی تھی، پس جب کہ تقرب غیر اللہ کی نیت نہ رہی تو بہ حکم إنـمـا الأعمال بالنيات (۱) وہ جانور حلال ہو گیا، کیونکہ اصل میں جانور حلال تھا، تقرب غیر اللہ کی نیت سے اس میں خرابی آئی تھی، جب وہ نیت نہ رہی تو خرابی دفع ہو گئی، بخلاف سود کے روپیہ کے کہ وہ اصل سے ہی حرام ہے اور دوسرے شخص کا مال ناجائز طریقہ سے لیا گیا ہے، لہٰذا اس کا واپس کرنا مالک کی طرف لازم ہے جیسا کہ کسی کی کوئی شئ ظلما اور غصبًا لی جائے تو واپسی اس کی ضروری ہے، مگر یہ کہ مالک اپنی رضا سے اس کو ہبہ کر دے۔ قَـالَ الـلّٰـهُ تَـعَـالٰى: ﴿ وَلَا تَاْكُلُوْا اَمْـوَالَـكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۸۸) وَقَـالَ تَـعَـالٰى: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اتَّـقُـوْا الـلّٰـهَ وَذَرُوْا مَابَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ الآية﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۲۷۸) قال في الدرالمختار: ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم، لأنه أهل به لغير الله ولو وصلية ذكر اسم الله تعالىٰ عليه إلخ (۲) وفي الشامي: واعلم أن المدار على القصد عند ابتداء الذبح إلخ (۲) فقط

---

(۱) صحیح البخاری ۱/۲ باب كيف كان بدء الوحي.

(۲) الدر والرد ۹/۳۷۵ كتاب الذبائح.

جو جانور بزرگوں کی قبروں پر ذبح کیے جاتے ہوں ان کا حکم

سوال: (۱۰۴) فی زماننا لوگ بزرگوں کے نام نیاز کے طور پر مانتے ہیں، مثلاً شیخ سدو کا بکرا، یا دادا ملک سورج کی خانقاہ پر مانا ہوا بکرا کہتے ہیں اور پھر اس کو قبر پر لے جا کر ذبح بہ بسم اللہ کرتے ہیں، آیا ایسا ماننا اور قبروں پر لے جانا جائز ہے یا نہ؟ اور وہ مذبوح حلال ہے یا حرام؟ (۲۹/۱۹۰۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۳) ترجمہ: تم پر حرام ہے مردار جانور اور خون اور گوشت خنزیر کا اور وہ جانور جس پر پکارا گیا نام غیر اللہ کا۔ درمختار میں ہے کہ جس جانور پر غیر اللہ کا نام پکارا گیا جیسا شیخ مذکور کا بکرا، اللہ کے نام پر ذبح کرنے سے حلال نہیں ہوتا انتہی [۱] پس حال اس جانور کا مثل خنزیر کے ہے، کہ وہ بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر سے حلال اور پاک نہیں ہوتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۰۵) عوام قبروں پر بکرا چڑھاتے ہیں، اور نذریں مانتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ یہ بکرا فلاں پیر کا ہے، پھر اس کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتے ہیں ایسے جانور کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے تو بعض تفاسیر میں أهلّ به عندالذبح کی قید کا کیا مطلب ہے؟ جو شخص اس جانور کی حلت کا قائل ہو، اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ (۶۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جس جانور کو تعظیماً و تقرباً الیٰ غیر اللہ ذبح کیا جاوے اگرچہ بوقت ذبح اللہ کا نام اس پر لیا جاوے اس کا کھانا حلال نہیں کہ وہ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل ہے، اور مفسرین جو ومَا ذبح لِغَيْرِ اللّٰهِ کے ساتھ تفسیر کرتے ہیں ان کا منشا یہ ہے کہ یہ بھی ایک فرد ہے مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا، اور نیز اس وقت میں جس کو غیر اللہ کے نام پر پکارتے تھے اس کو غیر اللہ کے نام پر ہی ذبح بھی کرتے تھے، ورنہ دراصل محرم اہلال لغیر اللہ ہے جو بمعنی رفع الصوت ہے، کتب حنفیہ میں ایسے جانور کے حرام ہونے کی تصریح ہے، پھر حنفیہ کے لیے کوئی محل ریب باقی نہیں۔ درمختار میں ہے: **ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم لأنه أهل به لغير اللّٰه ولو .... ذكر اسم اللّٰه تعالىٰ إلخ** (۲) پس جو

(۱) ذبح لقدوم الأمير ونحوهٖ كواحد من العظماء يحرم، لأنه أهل به لغير اللّٰه ولو ...... ذكر اسم اللّٰه تعالىٰ (الدر المختار مع الشامي ۹/۳۷۵ كتاب الذبائح)

(۲) الدر المختار مع الرد ۹/۳۷۵ كتاب الذبائح .

شخص اس جانور کی حلت کا قائل ہو، اس کی امامت درست نہیں ہے، اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۰۶) جو جانور قبورِ اولیاء اللہ پر ذبح کیے جاتے ہیں، اس کا کھانا حلال ہے یا نہ؟ (۱۴۲۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر تقرب بالغیر اللہ ذبح کیے جائیں، تو وہ مَا أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ہیں، اور کھانا ان کا حرام ہے۔ **قال في الدر المختار: ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحدٍ من العظماء، يحرم لأنه أهل به لغير الله ولو وصلية ذكر اسم الله تعالىٰ إلخ(۱)**

جو مسلمان غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا جانور ذبح کر کے کھاتے ہیں ان کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

سوال: (۱۰۷) بعض مسلمانوں نے ہنود کے ساتھ مل کر ایک بھیڑ کو دیوتا کے مقام پر لے جا کر بہ طریقِ رسوم اہل ہنود نذر کیا، ازاں بعد ایک مسلمان نے اس کو تکبیر کہہ کر ذبح کیا، اور گوشت آپس میں تقسیم کیا، اور استعمال کیا، یہ لوگ فرائض وارکانِ اسلام کی تعمیل میں انحراف کرتے ہیں، روزہ اور اسلام کی نسبت سخت بدزبانی کی اور قرآن وحدیث کو توہین آمیز لفظوں میں استعمال کیا ایسے لوگوں کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۸۹۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: بہ موجب حکم نص قرآنی مااہل بہ لغیر اللہ کا کھانا حرام ہے، پس جن لوگوں نے ایسا کیا توبہ کریں اور ایسے لوگوں سے جب تک وہ توبہ نہ کریں احتراز اور علیحدگی کرنا اور اختلاط نہ کرنا موافق حکم قرآن شریف کے ہے۔ **قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ:** ﴿وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ الآية﴾ (سورۂ ہود، آیت: ۱۱۳) ﴿فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ الاية﴾ (سورۂ انعام، آیت: ۶۸) فقط

بارانِ رحمت کے لیے ولی کی قبر پر بیل وغیرہ ذبح کرنا

سوال: (۱۰۸) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کلاچی ایک قصبہ ہے جس کے

(۱) الدر المختار مع الرد ۹/۴۷۵ كتاب الذبائح .

مضافات میں ایک بخاری سید کی قبر ہے جس کو ولی اللہ خیال کیا جاتا ہے، اور جو کہ عام طور پر بخاری صاحب کے لقب سے مشہور ہیں باشندگان کلاچی میں ایک رسم ہے کہ جب کبھی بارش نہیں ہوتی اور قحط سالی کا زمانہ آتا ہے تو یہ لوگ ایک بیل بخاری صاحب کے مزار پر لے جا کر ذبح کرتے ہیں ان کا اعتقاد یہ ہوتا ہے کہ اس طرح ایک جانور کی قربانی کرنے سے بخاری صاحب ہم سے خوش ہوں گے اور بارگاہ کبریا میں دعائے نزولِ باراں کریں گے، اور ولی اللہ ہونے کی بناء پر ان کی دعا مقبول ہوگی، کیا اس قسم کا عقیدہ رکھنا درست ہے؟ اور ان کا یہ فعل کیا حکم رکھتا ہے؟ اور اس جانور کا گوشت کھانا حلال ہے یا حرام؟
(۳۲۵۳/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بظاہر اس ذبح سے تقرب غیر اللہ مقصود ہے جیسا کہ بخاری صاحب کی قبر کے پاس ذبح کرنے کی خصوصیت بھی اس طرف مشیر ہے لہٰذا وہ ذبیحہ ما اہل بہ لغیر اللہ میں داخل ہے اور غیر اللہ کے نام زد کیا گیا ہے، اور جو جانور غیر اللہ کے نامزد کر دیا جائے وہ تکبیر پڑھ کر ذبح کرنے سے بھی حلال نہیں ہوتا ہے، تفسیر نیشا پوری میں ہے: **قال العلماء: لو أن مسلمًا ذبح ذبيحةً وقصد بذ بجها التقرب إلى غير الله، صار مرتدًا وذبيحته ذبيحة مرتد انتهى** (۱) درمختار میں ہے: **ذبح لقدوم الأمير ونحوه كواحد من العظماء يحرم لأنه أهل به لغير الله لو......ذكر اسم الله الخ** (۲) اور اس رسم ذبیحہ کو ترک کرنا ضروری ہے، اور بارش کے لیے دعا واستغفار کرنا چاہیے، اور صدقہ بطریق مسنون کرنا چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مہمان کے لیے مرغ یا بکرا ذبح کرنا

سوال: (۱۰۹) اگر بخانۂ زید چند مہمان رسند، وزید برائے مہمانان خود یک مرغ یا بز ذبح کردہ برائے مہمانان خود پخت واوشاں راخورانند، ایں ذبح جائز است یا نہ؟ (۳۰۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)
(ترجمہ: اگر زید کے یہاں کچھ مہمان آئیں، اور زید اپنے مہمانوں کے لیے ایک مرغ یا ایک بکری

---

(۱) تفسير غرائب القرآن ورغائب الفرقان المعروف بــ" تفسير نيشابوري" للشيخ العلامة حسن بن محمد القمي النيشابوري ص: ۱۸۰ تحت تفسير قوله عز وجل: ﴿إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (سورۂ بقرہ، آیت: ۱۷۳) المطبوعة: عالى نول كشور لكهنؤ.
(۲) الدر مع الرد ۹/ ۳۷۵ كتاب الذبائح .

ذبح کر کے خود پکا کر ان کو کھلائے، یہ ذبح جائز ہے یا نہیں؟)

الجواب: درمختار میں ہے: **ولو ذبح للضيف لايحرم لأنه سنة الخليل وإكرام الضيف إكرام الله تعالىٰ إلخ (۱)** ترجمہ اور اگر ذبح کیا مہمان کے لیے تو حرام نہیں ہے اس لیے کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے اور مہمان کا اکرام کرنا اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے، پس معلوم ہوا کہ مہمان کے لیے مرغ یا بکرا وغیرہ ذبح کر کے اس کو کھلانا موجب اجر وثواب ہے، اور جو لوگ اس کو مَاأُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ سمجھ کر حرام کہتے ہیں ان کے قول کی تردید علامہ شامی نے مدلل نقل کی ہے، اور یہ لکھا ہے کہ جو ایسا کہتے ہیں وہ قرآن شریف اور حدیث شریف کے اور عقل کے مخالف ہیں۔ **عبارته هكذا:**

قوله: (لايحرم إلخ) قال البزازي: ومن ظن أنه لايحل، لأنه ذبح لإكرام ابن آدم فيكون أهل به لغير الله تعالىٰ، فقد خالف القرآن والحديث والعقل، فإنه لاريب أن القصاب يذبح للربح ولو علم أنه نجس لايذبح، فيلزم هذا الجاهل أن لايأكل ما ذبحه القصاب وماذبح للولائم والأعراس والعقيقة (۱) (شامی ۱۹۶/۵ كتاب الذبائح) فقط

مسلمان سے ذبح کرا کر (کافر) کھٹیک گوشت فروخت کرتا ہو تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۰) ذبیحہ مسلم کا؛ کھٹیک (۲) فروخت کرتا ہے، اس گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(۱۳۳۳-۳۲/۸۷ھ)

الجواب: مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے، لیکن کھٹیک جب کہ فروخت کرنے والا ہے تو اس کا قول اس بارے میں معتبر نہیں ہے، لہٰذا وہ گوشت نہ کھانا چاہیے، شامی میں ہے: **ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسيًا يُثبت الحرمة إلخ (۳)**

سوال: (۱۱۱) ذبیحہ مسلم کا کھٹیک لوگ دکان پر فروخت کرتے ہیں، اور اس پر مہر ڈاکٹر کی بدلنے

---

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۳۷۵/۹ كتاب الذبائح .

(۲) کھٹیک: ہندوؤں کی ایک قوم جس کا پیشہ عموماً ہر قسم کے جانور پالنے اور رکھنے کا ہے (فیروزاللغات)

(۳) ردالمحتار ۴۱۹/۹ كتاب الحظر والإباحة قبل فصل في اللبس .

کے شبہ سے لگی ہوتی ہے، اور مسلمان کی نظر سے غائب ہوجاتا ہے؛ آیا یہ گوشت کھانا شرعًا درست ہے یا نہیں؟ (۶۳۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ قرائن سے یہ محقق ہے کہ گوشت اسی ذبیحہ مسلمان کا ہے اور کھٹیک نے بدلا نہیں تو اس کا کھانا درست ہے۔

سوال: (۱۱۲) جو گوشت ہندو کھٹیک فروخت کرتے ہیں اگر چہ ذابح مسلمان ہوتا ہے، مگر ہندو کھٹیک ذبیحہ کو اپنے گھر لاکر فروخت کرتے ہیں اور وہ گوشت صورت اشتباہ پیدا کرتا ہے یعنی نظر سے غائب ہونا اور کسی مسلمان کا مذبح سے اس کے مکان تک نہ آنا ایسی صورت میں مسلمان ہندو کھٹیک کے یہاں سے لے کر کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۲۷۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر ذابح کا مسلمان ہونا معلوم ہو تو درمختار کی عبارت سے اس گوشت کے کھانے کا جواز معلوم ہوتا ہے اور شامی نے ہدایہ سے بھی ایسا ہی نقل کیا ہے، لیکن تاتارخانیہ کی عبارت سے شامی نے حرمت نقل کی ہے، اور آگے لکھا ہے: **ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسيًا يُثبت الحرمة إلخ** (۱) پس احتیاط نہ کھانے میں ہے۔

سوال: (۱۱۳) یہاں عام طور سے ہندو کھٹیک کے یہاں سے گوشت لے کر کھانے کا رواج ہے، اس میں اکثر ہندو کھٹیک سے بے احتیاطی بھی ہوجاتی ہے، کبھی خود ذبح کرلاتا ہے اور یہ کہہ کر فروخت کرتا ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ کا ذبیحہ ہے اور کبھی ناگہاں اور اتفاقیہ مرض یا موت سے مری ہوئی بکری کو ارزاں خرید کر کے اس کے گوشت کو مسلمانوں کا ذبیحہ مشہور کر کے اور زندہ حلال شدہ کا گوشت مشہور کر کے فروخت کرتا ہے، اکثر تجربہ ومشاہدہ ہوا ہے اور معتبر سے معتبر کھٹیک ایسا کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں، اور الزام ثبوت کو پہنچ گیا ہے، ایسی حالت میں مسلمانوں کو ہندو کھٹیک سے گوشت خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۲۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: علامہ شامی نے نقل کیا ہے: **وفي التاترخانية قبيل الأضحية عن جامع الجوامع لأبي يوسفؒ: من اشترى لحمًا فعلم أنه مجوسى وأراد الرد ، فقال: ذبحه مسلم ، يكره أكله اهـ ومفاده : أن مجرد كون البائع مجوسيًا يُثبت الحرمة فإنه بعد إخباره بالحل بقوله:**

(۱) ردالمحتار ۴۱۹/۹ كتاب الحظر والإباحة ، قبل فصل في اللبس .

ذبحه مسلم كره أكله ، فكيف بدونه ؟ تأمل (۱)(شامی ۵/ ۲۱۹) اس روایت سے معلوم ہوا کہ کھٹیک سے گوشت خرید کر کھانا درست نہیں ہے خاص کر جب کہ قرائن اور عادت سے کھٹیکوں کی ایسی بے احتیاطی جو سوال میں درج ہے ظاہر ہو، تو بالضرور اسی روایت پر عمل کرنا چاہیے، بعض ثقہ لوگوں سے معلوم ہوا کہ بسا اوقات بعض کھٹیکوں نے مسلمانوں کو کتے کا گوشت کھلایا ہے، ان دشمنانِ دین سے کچھ تعجب نہیں ہے، اور میتہ کا کھلانا بھی ایسا ہی ہے جیسا کتے کا گوشت کھلانا، والعیاذ باللہ الغرض مسلمانوں کو اس میں احتیاط ضروری ہے۔ فقط

سوال: (۱۱۴) ایک مسلمان نے ایک بکری ذبح کی، اس کا گوشت ایک ہندو کھٹیک فروخت کرتا ہے، اور بوقت فروخت کوئی مسلمان اس کے پاس موجود نہیں ہے، تو اہل اسلام کو اس گوشت کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۵۵۶/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: اگر یہ معلوم اور محقق ہو کہ مسلمان نے اس کو ذبح کیا ہے اور صرف فروخت کرنے والا کھٹیک ہے، تب تو اس کا کھانا درست ہے، لیکن اس علم کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کی نظروں سے بعد ذبح کے وہ ذبیحہ غائب نہ ہوا ہو، اور اگر غائب ہوگیا اور صرف کھٹیک کے کہنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے، تو اس میں اختلاف ہے، احوط یہ ہے کہ اس کو نہ کھائیں۔ كما في الشامي: وفي التاترخانية قبيل الأضحية عن جامع الجوامع لأبي يوسف رحمه الله: من اشترى لحمًا فعلم أنه مجوسی و أراد الرد. فقال: ذبحه مسلم يكره أكله اهـ ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسيًا يُثبت الحرمةَ فإنه بعد إخباره بالحل بقوله ذبحه مسلم كره أكله فكيف بدونه ؟ إلخ(۱) (الشامي ۵/ ۲۱۹ كتاب الحظر والإباحة) فقط

سوال: (۱۱۵) کھٹیک لوگ جو گوشت فروخت کرتے ہیں، اگر وہ سور کا گوشت بھی بناتے ہوں اور مردار جانور کا گوشت بھی فروخت کرتے ہوں، اس کا علم ہونے پر جملہ اہل اسلام اس بات کا عہد کرلیں کہ آئندہ ان سے نہیں لیں گے، یہ عہد کیسا ہے؟ (۹۶/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: یہ اتفاق اور عہد مسلمانوں کا اچھا ہے، اور موافق شریعت کے ہے، مسلمانوں کو ایسا

---

(۱) ردالمحتار ۹/ ۴۱۹ كتاب الحظر والإباحة ، قبل فصل في اللبس .

ہی کرنا چاہیے، کہ کھٹیک کے پاس سے گوشت لے کر نہ کھائیں۔

سوال: (۱۱۶) جس جگہ بکر قصاب ہندو ہے اور وہ مسلمان سے ذبح کراتا ہے اور خود بناتا ہے اور خود فروخت کرتا ہے اور یہ بھی انتظام نہیں کہ مسلمان بروقت اس کی نگرانی کرے تو کیا ایسا گوشت کھانا جائز ہے؟ (۲۰۲۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اگر یقین ہے کہ ذبح کرنے والا مسلمان ہے تو کھانا جائز ہے، لیکن جب کہ وہ ہندو بکر قصاب نظروں سے غائب ہو کر پھر گوشت کو لائے اور کہے کہ یہ ذبح کیا ہوا مسلمان کا ہے، تو اس کا قول معتبر نہیں، اور وہ گوشت کھانا درست نہیں، لہٰذا احتیاط ایسے موقع میں لازم ہے۔ فقط

ہندو سے گوشت خرید کر کھانا

سوال: (۱۱۷) بکری ذبح کرنے والا تو مسلمان ہے اور گوشت فروخت کرنے والا ہندو ہے، اور مسلمان ذبح کر کے چلا آتا ہے، ہر وقت مسلمان وہاں موجود نہیں رہتا، اس گوشت کا کھانا کیسا ہے؟ (۸۷۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسی حالت میں اس ہندو کافر سے گوشت خرید کر کھانا درست نہیں ہے۔ کما في الشامي (۱) فقط

سوال: (۱۱۸) قصبہ ہلدوانی میں یہ طریقہ ہے کہ قصاب مسلمان و اہل ہنود دونوں ایک احاطے کے اندر گوشت بکری کا کاٹ کر فروخت کرتے ہیں، اور ہنود سے بھی مسلمان گوشت خریدتے ہیں، مگر ذبح مسلمان کے ہاتھ سے ہوتا ہے، لیکن ہندو یہ کرتے ہیں کہ احاطہ کے اندر کھال نکالی اور گوشت اپنے مکان کو لے گئے اور اپنے مکانوں سے آ کر دکانوں پر گوشت فروخت کرتے ہیں، اور مسلمان گوشت خریدتے ہیں، مسلمانوں کو اس گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۱۰۳۶/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس صورت میں کہ ہندو اس گوشت کو اپنے گھر لے جا کر پھر دکان پر لاتے ہیں مسلمانوں کو ان سے گوشت خرید کر استعمال کرنا اور کھانا درست نہیں ہے۔ کذا في الشامي.

---

(۱) و مفاده : أن مجرد كون البائع مجوسيا يُثبت الحرمة ، فإنه بعد إخبارِهِ بالحل بقوله : ذبحه مسلم ، كره أكله ، فكيف بدونهِ ؟ تأمل (ردالمحتار ۹/۴۱۹ كتاب الحظر والإباحة)

مشرک سے گوشت خرید کر کھانا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۹) مشرک سے گوشت خرید کر کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۵۰۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: مشرک دکان دار سے گوشت خریدنا اور کھانا شامی میں ناجائز لکھا ہے(۱) لہٰذا احتیاط اس میں لازم ہے۔

مسلمان نے ذبح کیا اور غیر مسلم نے چمڑا اتارا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۰) جس ذبیحۂ حلال کو مسلمان نے ذبح کیا ہو اس کا چمڑا چمار یا کھٹیک سے نکلوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس گوشت کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: چمار یا کھٹیک وغیرہ سے چمڑا ذبیحہ کا اگر نکلوایا، ذبیحہ کے گوشت میں کچھ خرابی نہیں ہوئی، کھانا اس گوشت کا جائز ہے۔

سوال: (۱۲۱) ایک حلال جانور کو مسلمان نے تکبیر پڑھ کر ذبح کیا اور بعد ذبح اس کا چمڑا غیر مسلم نے اتارا تو اس ذبیحہ کا کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۷۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: غیر مسلم کے چمڑا اتارنے سے اس ذبیحہ کی حلت میں کچھ فرق نہیں آیا، البتہ اس غیر مسلم کا سامنے رہنا اور سامنے مسلمانوں کے چمڑا اتارنا ضروری ہے۔ فقط

عیسائی ملازم کا دُکان تک مسلمان کا ذبیحہ پہنچانا اور کولڈ اسٹور میں ذبیحہ رکھنا

سوال: (۱۲۲)...... (الف) شہر جوہانس برگ میں از جانب سرکار واسطے یہود ونصاریٰ ومسلمان کے ایک اس قدر بڑا مذبح تیار کیا گیا ہے جس کے اندر ایک علیحدہ جگہ چاروں طرف پختہ دیواروں سے بنائی گئی ہے، جس میں ایک ہول سیل تاجر گوشت —— تاجر کبیر —— مسمی ابراہیم جمال الدین جو پکے

(۱) ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسيا يُثبت الحرمة ، فإنه بعد إخباره بالحل بقوله : ذبحه مسلم ، كره أكله ، فكيف بدونه ؟ تأمل (ردالمحتار ۹/۴۱۹ كتاب الحظر والإباحة)

مسلمان مسائلِ فقہیہ سے واحکامِ اسلام سے واقفیت تامہ رکھتے ہیں، اپنی گائے، بیل، بکریوں کو خود کی نگرانی میں ایک ذابح مسلم کے ہاتھ سے جو احکامِ ذبح میں ماہر ہے، ذبح کروا کر اور چمڑے اتروا کر ہر ایک جانور پر اپنے نام کی مہر کا سکہ لگاتے ہیں، تا کہ تبدل وتغیر کا بالکل خدشہ نہ رہے، پھر مذکور مذبوح جانوروں کو اپنی خاص گاڑی پر جس پر جلی قلم سے ان کا نام تحریر کیا ہوا ہے، لدوا کر ہر ایک مسلمان گوشت فروش دکان دار کے یہاں پہنچاتے ہیں، گاڑی ہانکنے والا خاص ان کا ملازم ہے از قوم حبشی عیسائی مذہب کا ہے، اس گوشت کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

(ب) مذبح کے متصل از جانب سرکار ایک ایسا مکان بنایا گیا ہے جس کے اندر برف رکھا ہوا ہے، اسے انگریزی میں کولڈ اسٹور کہتے ہیں، اس میں گرمی کے موسم میں یہود ونصاریٰ رات کے وقت ماکول اللحم مذبوح جانوروں کو ایک طرف رکھتے ہیں، اور دوسری طرف مسلمان اپنے ذبح کردہ جانوروں کو رکھتے ہیں، درمیان میں فاصلہ ہے اور مسلمان کے ہر ایک جانور پر اسلامی مہر کا سکہ لگا ہوا ہوتا ہے تا کہ مبدل ہونے کا خوف وخطر نہ رہے، اور وہ مکان رات کے وقت مقفل ہوتا ہے، جس کی چابی ایک سرکاری افسر نصاری کے نزدیک رہتی ہے، جو صبح کے وقت اس مکان کو کھولتا ہے، تب مسلمان وہاں سے اپنے مذکور جانوروں کو لا کر دوسرے دکان دار مسلمانوں کو فروخت کرتے ہیں، یہ گوشت از روئے شرع شریف حلال ہے یا حرام؟ (۱۴۴۷/۱۳۴۳ھ)

الجواب: (الف) جب کہ یہ معلوم ہے کہ وہ گوشت مسلمان کے ہاتھ کے ذبح کیے ہوئے حلال جانور کا ہے تو مسلمانوں کو کھانا اس کا بلا شبہ جائز ہے۔ قال في الدر المختار: **وشرط کون الذابح مسلمًا حلالاً إلخ** (۱) اور چونکہ اس گوشت پر مہر کا سکہ مسلم قصاب کا لگا ہوا ہے تو عیسائی ملازم کا لانا سبب اشتباہ نہیں ہوسکتا۔

(ب) یہ گوشت مثل سابق مسلمانوں کے لیے حلال ہے۔ کما مرّ سابقًا.

بت پرست سے گوشت خرید کر کھانا

سوال: (۱۲۴۳) گوشت فروش اگر بت پرست ہو اور اہل کتاب بھی نہ ہو اور کوئی اہل کتاب ذبح

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۵۸ کتاب الذبائح .

کردے اور یقین کامل ہو کہ مسلمان نے ذبح کیا ہے، تو اس بدمذہب سے گوشت خرید کر کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۵۶۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: شامی میں ہے: **ومفاده: أن مجرد كون البائع مجوسيًا يُثبت الحرمةَ ، فإنه بعد إخباره بالحل بقوله: ذبحه مسلم كره أكله ، فكيف بدونه ؟ إلخ** (۱) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صورت مسئولہ میں اس بت پرست سے گوشت خرید کر کھانا درست نہیں ہے: **وهو الأحوط .**

جس جانور کو ہندو نے ذبح کیا ہے مسلمانوں کے لیے اس کا گوشت کھانا حرام ہے

سوال: (۱۲۴) کسی گاؤں میں ہنود لوگ بہت زیادہ ہیں، اور چند گھر مسلمان کے بھی ہیں، مگر وہ جاہل ہیں، اور ہنود لوگ تلوار سے بھیڑ وغیرہ مار کر کھاتے ہیں، تو مسلمانوں کو وہ گوشت حلال ہے یا نہیں؟ اور پوجا پاٹ میں جو چیزیں آتی ہیں ان کا کھانا بھی جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۵-۴۴/۱۲۸ھ)

الجواب: مسلمانوں کو وہ گوشت کھانا حرام ہے، اور پوجا پاٹ کا کھانا بھی مسلمانوں کو حرام ہے۔

بھینس کے پیٹ میں بچہ مر گیا پھر بھینس کو ذبح کردیا تو اس کا گوشت حلال ہے

سوال: (۱۲۵) ایک بھینس کا جب زمانہ جننے کا قریب ہوا، تو بچہ مقامِ مخصوص سے نہ نکل سکا، بایں وجہ لوگوں نے اس بچے کا سر کاٹ دیا، وہ بچہ ماں کے پیٹ میں مر گیا، جب بھینس کے ضائع ہوجانے کا خوف ہوا، تو اس کو ذبح کردیا، بعد ذبح اس کے گوشت کی حلت وحرمت میں مابین مسلمین اختلاف ہوا، بعض نے کہا: حلال ہے، کیونکہ شرعًا ذبح ہوئی ہے اور بعض نے کہا: حرام ہے، کیونکہ جب بچہ پیٹ کے اندر بلا ذبح شرعی سر کاٹنے سے مر گیا، اور اس کا خون نجس اس بھینس کے گوشت پوست میں مل گیا، تو اب اس بھینس کا گوشت کھانا درست نہ رہا، آیا شرعًا اس بھینس کا گوشت حلال ہے یا نہیں؟ اور اگر اس بچے کا

---

(۱) ردالمحتار ۴۱۹/۹ كتاب الحظر والإباحة قبل، فصل في اللبس .

سر اللہ اکبر کے ساتھ کاٹا جاتا، تو وہ بھی حلال ہوجاتا یا نہیں؟ (۲۲۷۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: وہ بھینس حلال ہے، اس کا گوشت کھانا اللہ کے نام پر ذبح کرنے کے بعد جائز اور حلال ہے، اور بچے کا ماں کے پیٹ میں مرجانا موجب حرمت ماں کے گوشت کے نہیں ہے، آخر پیٹ میں دیگر نجاسات گوبر وغیرہ بھی تو ہوتی ہیں، اور وہ بچہ جس کا سر کاٹا گیا اور حال یہ کہ وہ ماں کے پیٹ میں تھا اگر اس کو اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا، تو اس کا کھانا بھی حلال ہے۔ کما في الدر المختار: بقرة تعسرت ولادتها فأدخل ربها يده وذبح الولد حل إلخ (۱) فقط

جو جانور چلنے پھرنے اور اٹھنے بیٹھنے سے عاجز ہو اس کو ذبح کرنا چاہیے یا اپنی موت مرنے دینا چاہیے؟

سوال: (۱۲۶) جو ضعیف وکمزور مویشی بوجہ کسی بیماری یا زیادہ عمر ہوجانے کے اس قدر کمزور ہوگئے ہوں کہ ان کا چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا دشوار ہو، ایسے ہی بعض جوان العمر اور موٹے تازے مویشی جن کا پیر وغیرہ ٹوٹ جاتا ہے، ان کا کھانا پینا سب چھوٹ جاتا ہے، اور بڑی تکلیف سے ہاتھ پیر رگڑ رگڑ کر مرتے ہیں، ان کو اپنی موت سے مرنے دینا چاہیے یا بخیال ان کی تکلیف کے فوراً ذبح کردینا چاہیے؟ افضل کونسی صورت ہے؟ جہاں غیر مسلمان کی بستی ہے وہاں ذبح کرنے سے پھر مویشی اس کو نہیں ملتا، اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۶۵۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: ایسے جانوروں کا ذبح کردینا بہتر ہے، اور ان کا گوشت کھانا اور فروخت کرنا درست ہے، اور اپنی موت مرنے دینا برا ہے، لیکن اگر اس میں کچھ فتنہ ہے اور نقصان زیادہ ہوتا ہے تو اس وجہ سے ذبح نہ کرنے میں بھی مؤاخذہ نہ ہوگا۔

ذبیحہ کا گوشت ہندوؤں کے پانی سے صاف کرنا

سوال: (۱۲۷) ایک قصاب نے گاؤں میں بکرا ذبح کیا، جہاں ہندو اور کچھ اہل اسلام آباد ہیں،

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۶۷ كتاب الذبائح .

اہل ہنود مذکور نے مسلمان قصاب کو کہا کہ ہمارے پانی سے گوشت صاف کیا جاوے، اگر مسلمانوں کے پانی سے صاف ہوا تو ہم نہیں لیں گے، اور مسلمانوں نے کہا کہ ہمارے پانی سے گوشت صاف کیا جاوے ورنہ ہم نہیں لیں گے، جب تم ہمارے سے پرہیز کرتے ہوتو ہم کو بھی اسلام کا حکم ہے کہ ہندوؤں سے پرہیز کرو، سب مسلمانوں نے گوشت لینے سے انکار کیا، کیونکہ ہنود کے پانی سے گوشت صاف کیا گیا تھا، پس اگر ایک مسلمان اس گوشت کو خریدے جس کے خریدنے کے بعد عموماً لوگوں نے خریدا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ (۱۰۵۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ایسے امور میں شریعت یہ حکم نہیں کرتی کہ خواہ مخواہ ضد کی جاوے کہ اگر ہندوؤں کے پانی سے صاف ہوا تو ہم گوشت نہ خریدیں گے، اگر ہندوؤں کا پانی پاک تھا اور پاک برتن میں تھا تو مسلمانوں کو ہندوؤں کی طرح ضد اور نفسانیت نہ کرنی چاہیے تھی۔ پس جس مسلمان نے گوشت خرید لیا اور اس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں نے خریدا تو اس نے کوئی جرم نہیں کیا، ہندو تو عموماً مسلمانوں کی چیزوں سے پرہیز کرتے ہیں، لیکن مسلمانوں کو اس کے مقابلہ میں یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی ہندو کے ہاتھ کی چیز نہ کھاویں، آخر مٹھائی وغیرہ ہندوؤں کے ہاتھ کی پکی ہوئی اور ان کے برتنوں میں پکی ہوئی اور ان کے پانی سے پکی ہوئی مسلمان کھاتے ہی ہیں، اور شرعاً یہ درست ہے، پھر اس گوشت میں ہی کیا خرابی ہوگئی؟! جب کہ وہ مسلمان ہی کا ذبح کیا ہوا ہے۔

مردہ بکری ذبح کر کے کھلانے والے اور کھانے والوں کے لیے کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۸) ایک مسلمان کی بکری جنگل میں بیمار ہوئی، اس نے وہیں ذبح کر کے اس کا گوشت گاؤں میں لا کر فروخت کر دیا، بعد کھانے کے معلوم ہوا کہ بکری مردہ ذبح کی گئی ہے، جس شخص نے پکڑ کر ذبح کرائی تھی وہ حلفیہ کہتا ہے کہ بکری ذبح کرنے سے پہلے یقیناً مر چکی تھی، تو کھانے اور کھلانے والوں پر کیا حکم ہے؟ (۳۱۵/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: کھانے والے جنھوں نے لاعلمی میں کھایا گناہ گار نہیں ہیں، کھلانے والا گنہ گار رہوا۔ وہ توبہ کرے یہی اس کا کفارہ ہے۔ فقط

مذبوحہ کے پیٹ میں سے بچہ نکلے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۹) گائے مذبوحہ کے پیٹ میں سے اگر مردہ بچہ مل جاوے، تو وہ حلال ہے یا نہ؟
(۱۳۴۵-۴۴/۵۲۹ھ)

الجواب: اگر جنین بلا ذبح کے مرجاوے تو وہ حلال نہیں ہے، البتہ اگر زندہ نکلے اور ذبح کر دیا جاوے تو حلال ہے(۱) (درمختار و شامی)

سوال: (۱۳۰) اگر بکری، بھیڑ یا ہرنی وغیرہ حلال جانور کے پیٹ میں سے بعد ذبح کے بچہ نکلے، تو اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسا ذبیحہ کرنے والا کس جرم شرعی کا مرتکب ہوگا؟ اگر وہ دکان دار ہے، تو اس کی دکان بند ہوسکتی ہے؟ اور وہ خارج از برادری ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۸۵۱/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس بکری یا بھیڑ یا ہرنی وغیرہ کا بعد ذبح کے کھانا جائز ہے، لہٰذا وہ شخص جس نے ایسا گوشت کھایا یا فروخت کیا کسی جرم کا مرتکب نہیں ہے، اور اس کی دکان بند کرنا یا اس کو برادری سے اس وجہ سے خارج کرنا جائز نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۱۳۱) جو بکری ذبح کی جاوے اور اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلے، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۱۶/ ۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر وہ بچہ زندہ نکلا، تو اس کو ذبح کر کے کھانا درست ہے، اور اگر مردہ نکلا تو نہ کھایا جاوے یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ہے۔

گائے ذبح کرنے کی حلت قرآن وحدیث سے ثابت ہے

سوال: (۱۳۲) ...... (الف) ذبیحہ گائے کس زمانہ سے آنحضرت ﷺ نے بحکم ربی حلال فرمایا؟

---

(۱) و منظومة النسفي قوله :

إن الجنين مفرد بحكمهِ ۞ لم يتذكّ بذكاة أمهِ

و في الشامي : ومعنى البيت أن الجنين وهو الولد في البطن إن ذكّى على حدة حلّ، وإلا لا . (الدر و الشامي ۹/ ۳٦۷ ، كتاب الذبائح)

(ب) کون کون آیات قرآن مجید سے بابت ذبیحہ حکم ناطق کے دلیل ظہور میں آئیں؟ اور ذابح البقر پر کیا وعید آئی ہے؟ (۲۰۸۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءَآلذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ أَمِ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ (سورۂ اَنعام، آیت:۱۴۴) سے حلت بقر ثابت ہے، اور رسول اللہ ﷺ سے ذبح کرنا بقر کا احادیث سے ثابت ہے(۱) اور یہ مسئلہ مجمع علیہا امت مرحومہ کا ہے کسی کا اس میں خلاف نہیں ہے، اور ذابح البقر پر جیسا کہ عوام میں کچھ وعید مشہور ہے وہ غلط ہے کوئی وعید اس پر نہیں ہے، اور ظاہر ہے کہ جب کہ رسول اللہ ﷺ نے خود گائے کو ذبح فرمایا تو اس میں کیا خرابی ہوسکتی ہے۔ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ الاية﴾ (سورۂ اَحزاب، آیت:۲۱)

جوگھوڑی گدھے سے گابھن تھی اس کو ذبح کیا گیا تو اس کا گوشت کھاسکتے ہیں یانہیں؟

سوال:(۱۳۳) ما تقول السادة العلماء وأئمة دين الهدى ــــ وفقهم الله لما يحب و يرضى ــــ في أنثى فرس حامل من حمار ذبحت، وخرج من بطنها ولد ، أحلال أكلها أم حرام؟(۱۳۶۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: المعتبر في الحل والحرمة الأم ، فالبغل الذي أمه فرس حكمه كفرس أى يكره عندهما تنزيهًا وعنده تحريما كذا في الشامي (۲)

---

(۱) عن جابر رضي اللّٰه عنه قال: ذبح رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن عائشة بقرة يوم النحر (الصحيح لمسلم ۴۲۴/۱ كتاب الحج ، باب جواز الاشتراك في الهدي وأجزاء البدنة والبقرة كل واحدة منهما عن سبعة)

(۲) و(لايحل) البغل الذي أمه حمارة ، فلوأمه بقرة أكل اتفاقا، ولو فرسًا فكأمه .وفي الشامي : قوله : (فكأمه) فيكون على الخلاف الآتي في الخيل ، لأن المعتبر في الحل والحرمة الأم فيما تولد من مأكول وغير مأكولٍ(الدرالمختار و ردالمحتار ۳۶۸/۹-۳۶۹ كتاب الذبائح)

ترجمہ: سوال: (۱۳۳۳) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور ائمۂ دین ہدی ـــــ اللہ تعالیٰ ان کو ایسے کاموں کی توفیق عطا فرمائیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں اور جن کاموں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ـــــ اس گھوڑی کے بارے میں جو گدھے سے گابھن تھی اس کو ذبح کیا گیا اور اس کے پیٹ سے بچہ نکلا تو اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟

الجواب: حلت وحرمت کا مدار ماں پر ہے، پس جس خچر کی ماں گھوڑی ہے اس کا حکم گھوڑی جیسا ہے، یعنی صاحبین کے نزدیک مکروہ تنزیہی ہے اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ تحریمی۔

بکری کا بچہ کتے کے ہم شکل ہو تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۴۴) ایک بکری خواہ کوئی جانور ایک بار دو بچے جنے جس میں ایک ہم شکل ماں کے اور دوسرا بہ شکل کتے یا کسی حرام جانور کے ہو؛ تو جو بچہ بہ شکل حرام جانور کے ہے، اس کی شناخت کیوں کر ہوگی؟ اور اس کا کھانا ہمارے لیے حرام ہے یا درست؟ (۱۷۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: درمختار میں اور شامی میں یہ ہے کہ اگر وہ بچہ جو بہ شکل کتے کے ہے، بھونکے مثل کتے کے؛ تو نہ کھایا جاوے، اور اگر آواز کرے بکری کی؛ تو ماسوائے سر کے باقی کھایا جاوے، اور سر کو پھینک دیا جاوے، **قوله: (الصياح يخبر إلخ) أي فإن نبح لا يؤكل ، و إن ثغا يُرمى رأسه ، و يؤكل الباقي** (۱) **(شامي ، كتاب الذبائح)**

جو بچہ بکری سے کتے کی شکل میں پیدا ہوا ہے اس میں یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ گوشت کھاتا ہے؛ تو کتے کے حکم میں ہے، اور اگر گھاس کھاتا ہے؛ تو سر کے علاوہ باقی گوشت کھالیا جاوے، اور اگر اس طرح سے شناخت نہ ہو سکے تو دوسری صورت شناخت کی آواز سے ہے: اگر کتے کی طرح بھونکے تو کتے کے حکم میں ہے، اور اگر بکری کی طرح بولے تو بکری کے حکم میں مثل سابق کیا جائے، کہ سر کاٹ کر پھینک دیں، باقی کو کھالیں، اور اگر دونوں کی علامتیں پائی جاتی ہوں؛ تو ذبح کرنے کے بعد اگر اوجھڑی نکلے تو

(۱) الشامي ۹/۳۷۷ كتاب الذبائح .

بکری ہے، اور اگر صرف آنتیں نکلیں تو کتا ہے(۱) (شامي، کتاب الذبائح ۲۷۱/۵) محمد اکمل غفرلہٗ

گندگی کھانے والی مرغی کو کب ذبح کرنا چاہیے؟

سوال: (۱۳۵) مرغی کو تین روز بند کر کے ذبح کرنا چاہیے؟ یا جس وقت ضرورت ہو چرتی ہوئی مرغی کو ذبح کر کے کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۰/۱۴۹۱ھ)

الجواب: گندگی کھانے والی مرغی کو روک کر بند کر کے ذبح کر کے کھانا چاہیے، اگر چہ فی الفور ذبح کر کے کھانا بھی درست ہے، مگر مکروہ ہے، اور جو مرغ گندگی نہ کھاتا ہو اس کو فی الحال ذبح کر کے کھانا بلا کراہت کے درست ہے، اور شامی میں منتقٰی سے منقول ہے کہ جلالہ یعنی گندگی کھانے والا جانور وہ مکروہ ہے کہ اس کے گوشت میں سے بدبو آنے لگے، پس اگر ایسا نہ ہو تو اس کو فی الفور بدون روکنے کے ذبح کر کے کھانا درست ہے(۲) فقط

---

(۱) وَ إِنْ يـنـزُ كَـلْـبٌ فَـوْقَ عَنْزٍ فَجَاءَ هَا ۞ نِتَـاجٌ لَـهُ رَأسٌ كَـكَـلْـبٍ فَيَـنْـظُرُ
فَـإِنْ أَكَـلَـتْ لَـحْـمًا فَكَلْبٌ جَمِيْعُهَا ۞ وَإِنْ أَكَـلَـتْ تِبْـنًـا فَذَا الـرَّأسُ يُبْتَـرُ
وَيُـؤكَـلُ بَـاقِيْهَـا وَ إِنْ أَكَـلَـتْ لِـذَا ۞ وَذَا فَـاضْـرِبَـنْهَـا وَالصِّيَـاحُ يخبـرُ
وَ إِنْ أَشْكَلَتْ فَاذْبَحْ فَإِنْ كِرْشُهَا بَدَا ۞ فَـعَـنْـزٌ وَ إِلَّا فَهُـوَ كَـلْـبٌ فَيُـطْـمَـرُ

وفي الشامي قوله:(و إن ينزإلخ) يقال:نزل الفحل إذا وثب على الأنثى فواقعها، والنتاج بالكسر اسم يشمل وضع البهائم من الغنم وغيرها، شارح.قوله: (فإن أكلت إلخ)تفصيل لقولہٖ"فينظر" ...... والبتر القطع : أي يقطع الرأس ويرمى ويأكل الباقي . قوله: (والصياح يخبر) أي فإن نبح لايؤكل، وإن ثغا يرمى رأسه و يؤكل الباقي .قوله: (و إن أشكلت) بأن نبح كالكلب وثغا كالعنز. قوله: (فعنز) أي فيؤكل ماسوى رأسہٖ . قوله: (و إلا) بأن خرج لہٗ أمعاء بلا كرش . والطمر: الدفن في الأرض إلخ(ردالمحتار۹/۳۷۷ كتاب الذبائح)

(۲) وفي المنتقٰى : الجلالة المكروهة التي إذا قربت وجدت منها رائحة ، فلا تؤكل ولا يشرب لبنها ولايعمل عليها، ويكره بيعها وهبتها وتلك حالها ...... وصرح المصنف في الحظر والإباحة : أنه يكره لحم الأتان والجلّالة.قال الشارح هناك: وتحبس الجلالة حتى يذهب نتن لحمها. وقدر بثلاثة أيام لدجاجة و أربعة لشاة، وعشر لإبل و بقر على الأظهر؛ و لو أكلت النجاسة وغيرها بحيث لم ينتن لحمها حلت اهـ(الشامي۱/۳۴۰-۳۴۱كتاب الطهارة – باب المياه – فصل في البئر، مطلب في السؤر، و أيضًا الدرالمختارمع الشامي ۹/۴۱۴، كتاب الحظر والإباحة)

بکری یا گائے کے بچہ نے خنزیر کا دودھ پیا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۶) بکری یا گائے کے بچے نے خنزیر کے دودھ سے پرورش پائی، اس کا دودھ اور گوشت حلال ہے یا حرام؟ اگر حلال ہے تو کیوں؟ (۱۳۳۶-۳۵/۱۴۶ھ)

الجواب: اس بچے کا گوشت اور دودھ حلال ہے۔ جیسا کہ شامی میں ہے: **وکونه یتغذی بالنجاسة لایمنع حله إلخ**(۱) (ص:۱۹۴) اور وجہ یہ ہے کہ اس میں انقلابِ عین ہو جاتا ہے۔

بکری کے بچہ نے کتی کا دودھ پیا ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۳۷) اگر بکری کا بچہ کتی کا دودھ پی کر پرورش ہوا ہو، تو اس بچہ کا گوشت حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۳۴-۳۳/۲۳/۷ھ)

الجواب: گوشت اس کا حلال ہے۔ درمختار میں ہے: **کما حل أکل جدي غذی بلبن خنزیر لأن لحمه لایتغیر وماغذی به یصیر مستهلکا لایبقی له أثر الخ**(۲) اور شامی نے بعض کتب سے یہ نقل فرمایا ہے کہ حلت اس کی اس حالت میں ہے کہ دودھ نجس پلانے کے بعد چند ایام کے ذبح کیا جائے(۳)

حلال جانوروں کی تفصیل کہاں ہے؟

سوال: (۱۳۸)...... (الف) سارے جانور کیسے حلال ہو گئے؟

(ب) جو جانور حلال ہیں ان سب کے نام قرآن مجید میں درج ہیں یا نہ؟ اور کس پارے میں ہے؟ (۱۳۳۴-۳۳/۴۲۹ھ)

---

(۱) حاشیة ابن عابدین ۳۷۱/۹ کتاب الذبائح .

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار ۴۱۴/۹ کتاب الحظر والإباحة .

(۳) وفي شرح الوهبانیة عن القنیة راقما أنه یحل إذا ذبح بعد أیام، و إلا لا (ردالمحتار ۴۱۵/۹ کتاب الحظر والإباحة)

الجواب: (الف) جن جانوروں کو قرآن وحدیث میں حلال فرمایا وہ حلال ہیں، اور جن کو حرام فرمایا وہ حرام ہیں، حدیث شریف میں ہے: **نهى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يوم خيبر عن أكل كل ذي ناب من السباع وعن كل ذي مخلب من الطير** (۱)

(ب) بعض جانوروں کا ذکر قرآن شریف میں ہے، اور بعض کا احادیث میں ہے اور حدیث میں حلت وحرمت جانوروں کے لیے قواعد کلیہ درج ہیں، اور فقہ کی کتابوں میں اس کی پوری تفصیل ہے، اس تفصیل کو فقہ میں دیکھنا چاہیے (۲) فقہ خلاصہ قرآن اور حدیث کا ہے ہر ایک مسئلہ کی تحقیق فقہ کی کتابوں سے کرنی چاہیے۔

گھوڑے کا گوشت کھانا اور قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۹) گھوڑے کا گوشت کھانا اور قربانی گھوڑے کی کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۹۸۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: گھوڑے میں امام صاحب علیہ الرحمہ کا مذہب عدم حلت کا ہے، اور صاحبین علیہما الرحمہ حلت کے قائل ہیں **مع الكراهة التنزيهية. كذا في الشامي** (۳) پس گوشت اسپ کو نہ کھانا چاہیے، اور قربانی گھوڑے کی باتفاق درست نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **و ركنها: ذبح ما يجوز من النعم لاغير الخ** (۴) (درمختار)

کچھوا، مینڈک اور گھڑیال کا کھانا حرام ہے

سوال: (۱۴۰) کچھوا، مینڈک، گھڑیال حلال ہیں؟ (۳۳۲/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) سنن أبي داوٗد ص: ۵۳۳ كتاب الأطعمة ، باب ما جاء في أكل السباع .

(۲) راجع للتفصيل إلى الدر والشامي ۹/ ۳۶۸-۳۷۱ كتاب الذبائح .

(۳) و (لايحل) الخيل و عندهما رحمهما الله والشافعي رحمه الله تحل. وفي الشامي: و إن قالا بالحل لكن مع كراهة التنزيه (الدر والرد ۹/ ۳۶۹ كتاب الذبائح)

(۴) الدرالمختار مع ردالمحتار ۹/ ۳۷۹ ، أوائل كتاب الأضحية .

الجواب: امام صاحب بوجہ آیت ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ﴾ (سورۂ أعراف، آیت: ۱۵۷) ان سب کو حرام فرماتے ہیں۔

سوال: (۱۴۱) کچھوا دریائی اور دریائی مینڈک وغیرہ حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۴۴/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک کوئی دریائی جانور سوائے مچھلی کی اقسام کے حلال نہیں ہے، اور حدیث: أحلت لنا المیتتان (۱) سے عندالحنفیہ مچھلی اور ٹڈی مراد ہے۔ درمختار میں ہے: ولا یحل حیوان مائی إلا السمك الخ وحل الجراد و أنواع السمك بلا ذكاة لحديث: أحلت لنا ميتتان: السمك والجراد (۲) پس کچھوا دریائی، مینڈک دریائی کا کھانا بھی حرام ہے۔ فقط

ساہی (خاردار جنگلی چوہا) کھانا حرام ہے

سوال: (۱۴۲) قنفذ جس کو فارسی میں خارپشت اور اردو میں ساہی کہتے ہیں حلال ہے یا مردار؟ نورالہدایۃ اور غایۃ الأوطار میں جانور مذکور کو حشرات میں داخل کیا ہے۔ (۱۳۴۵/۵۵۷ھ)

الجواب: قنفذ جس کو فارسی میں خارپشت اور اردو میں سیہہ یا ساہی کہتے ہیں حشرات الارض میں سے ہے، اور کھانا اس کا حرام ہے لقوله تعالیٰ: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ﴾ (سورۂ أعراف، آیت: ۱۵۷) چنانچہ شامی میں ہے: قوله: واحدها حشرة ...... كالفأرة والوزغة وسام أبرص والقنفذ والحية الخ (۳) اور غایت الأوطار میں ہے: اور حلال نہیں حشرات إلى أن قال چنانچہ چوہا اور گھوس اور نیولا اور سیہی جو زمین میں رہتے ہیں حرام ہیں، اس واسطے کہ مستخبث ہیں قال الله تعالیٰ: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ﴾ (سورۂ أعراف، آیت: ۱۵۷) (۴) اور ایسا ہی نورالہدایہ میں ہے۔ فقط

---

(۱) عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: أحلت لنا ميتتان، الحوت والجراد (سنن ابن ماجة ص: ۲۳۲ أبواب الصيد، باب صيد الحيتان والجراد)

(۲) الدرمع الرد ۹/۳۷۱-۳۷۲ كتاب الذبائح.

(۳) ردالمحتار للعلامة محمد أمين الشامي ۹/۳٦۹ كتاب الذبائح.

(۴) غایۃ الأوطار ترجمۂ اردو الدرالمختار ۴/۱۷۵-۱۷٦ کتاب الذبائح۔

کوّا حلال ہے یا حرام؟

سوال: (۱۴۳) کوّا نجاست وحلال کھاتا ہو، اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۸۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **والغراب الأبقع الذي يأكل الجيف لأنه ملحق بالخبائث الخ** اور شامی میں **والغراب الأبقع** کی شرح میں ہے: **فهو أنواع ثلاثة:**

(۱) نوع يلتقط الحب ، ولا يأكل الجيف وليس بمكروه.

(۲) ونوع لا يأكل إلا الجيف وهو الذي سماه المصنف الأبقع وأنه مكروه.

(۳) ونوع يخلط: يأكل الحب مرّة والجيف أخرى ولم يذكره في الكتاب وهو غير مكروه عنده رحمه الله ، مكروه عند أبي يوسف رحمه الله اهـ والأخير هو العقعق إلخ (۱)

اور درمختار میں ہے: **والعقعق هو غراب يجمع بين أكل جيف وحب والأصح حله الخ (۲)** فقط

سوال: (۱۴۴) **فاكهة البستان** مصنفہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی اور **مصلح المفتاح سند هي** میں وارد ہے کہ کوے کا سور (جھوٹا) حلال ہے اور خود کوا حلال ہے کیوں کہ فقط حرام نہیں کھاتا، بلکہ مرغی کے موافق ہر دو حرام وحلال کھاجاتا ہے اور پنجے سے شکار نہیں کرتا، چونچ سے شکار کرتا ہے، عنایت فرما کر غور سے اس مسئلہ کا جواب عطا فرمادیں۔ (۱۲۱۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جوکچھ کتاب **فاكهة البستان** میں کوے کی بابت لکھا ہے صحیح ہے، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے کتب فقہ شامی وغیرہ میں منقول ہے یہ کوا دیسی جو حلال وحرام سب کھاتا ہے حلال ہے اور اس کا سور بھی پاک ہے۔ فقط

بگلا حلال ہے

سوال: (۱۴۵) بگلا تالاب کا رہنے والا حلال ہے یا حرام؟ (۳۱۲/۱۳۳۹ھ)

الجواب: بگلا حلال ہے، کیونکہ جو پرند نہ ذی مخلب ہو اور نہ خبائث میں سے، وہ حلال ہے۔

---

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۳۷۰/۹ كتاب الذبائح .

(۲) الدرالمختار مع الشامي ۳۷۳/۹ كتاب الذبائح .

كما في الحديث: أنه صلّى الله عليه وسلّم نهٰى عن أكل كل ذى ناب من السباع و عن كل ذي مخلب من الطير. رواه مسلم (۱) فقط

گوہ کا کھانا حلال نہیں

سوال: (۱۴۶) ضب ــ گوہ ــ کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۴۵/۵۷۰ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ ضب کا کھانا حلال نہیں ہے، اور جو کچھ اس کی حلت میں وارد ہوا ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے بعد میں منسوخ ہوگیا۔ شامی میں فرمایا کہ جس وقت آیت ﴿ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ ﴾ (سورۂ اَعراف، آیت: ۱۵۷) نازل ہوئی تو ضب کا کھانا حرام ہوگیا (۲) فقط

خرگوش حلال ہے

سوال: (۱۴۷) خرگوش حلال ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۴۰۴ھ)

الجواب: خرگوش حلال ہے، کتب فقہ میں حلت اس کی مصرح ہے، اور قاعدۂ حرمت میں وہ داخل نہیں ہے، احادیث اور آثار صحابہ سے خرگوش کی حلت ثابت ہے (۳) درمختار میں فرمایا: وحل غراب الزرع...... والأرنب الخ (۴)

(۱) الصحيح لمسلم ۲/۱۴۷ كتاب الصيد والذبائح. باب تحريم أكل كل ذي ناب من السباع وكل ذي مخلب من الطير.

(۲) ولايحل ذوناب...... والفيل والضب، وما روي من أكله محمول على الابتداء. وفي الشامي: قوله: (على الابتداء) أي ابتداء الإسلام قبل نزول قوله تعالى وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰئِثَ (الدر والرد ۹/۳۶۸-۳۷۰ كتاب الذبائح)

(۳) عن أنس بن مالك رضى اللّٰه عنه قال: مررنا فاستنفجنا أرنبا بمرّ الظهران فسعوا عليه، فلغبوا قال: فسعيتُ حتى أدركتُها، فأتيتُ بها أبا طلحة فذبحها، فبعث بِوَركها و فخذيها إلى رسول اللّٰه صلّى الله عليه وسلّم، فأتيت بها رسول الله صلّى الله عليه وسلم فقبله (الصحيح لمسلم ۲/۱۵۲ كتاب الصيد والذبائح، باب إباحة الأرنب) وهكذا في جامع الترمذي (۲/۱ أبواب الأطعمة، باب ما جاء في أكل الأرنب)

(۴) الدرالمختار مع الرد ۹/۳۷۳ كتاب الذبائح.

سوال: (۱۴۸) خرگوش دو قسم کا ہوتا ہے ایک پنجے والا اور دوسرا کھر والا، ان میں سے کون سا حلال ہے؟ (۱۳۴۲/۹۶۷ھ)

الجواب: خرگوش کی ہر دو قسم حلال ہیں۔

پیلو مرغ حلال ہے

سوال: (۱۴۹) پیلو مرغ حلال ہے یا حرام؟ یعنی اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ مدلل ارقام فرمایا جاوے۔ (۸۰۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پیلو مرغ حلال ہے کیوں کہ وہ ذی مخلب نہیں ہے، پس جیسا کہ تمام مرغ حلال ہیں، یہ بھی حلال ہے۔ درمختار میں ہے: **ولا يحل ذو ناب يصيد بنابه ......أو مخلبٍ يصيد بمخلبه أي ظفره فخرج نحو الحمامة من سبع ...... أوطير إلخ . ملخصا** (۱) پس مرغ پیلو اس قاعدۂ حرمت میں داخل نہیں ہے، لہٰذا اس کی حلت میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

سوال: (۱۵۰) پیلو جو ایک قسم مرغ کی ہے، حلال ہے یا حرام؟ (۱۳۶۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پیلو حلال ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۵۱) فیل مرغ (۲) جو کسی جزیرہ کا ہوتا ہے، جس کو اکثر انگریز پالتے ہیں، قسمِ مرغ سے ہے، اور دیسی مرغ سے سہ چند اس میں گوشت ہوتا ہے، چونچ سیدھی ہوتی ہے، یہ مرغ حلال ہے یا نہیں؟ (۳۷۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: فیل مرغ جس کا ذکر سوال میں ہے حلال ہے۔

سوال: (۱۵۲) ایک پرند جانور جس کو فیل مرغ فارسی میں خروس بوقلمون کہتے ہیں، اس کا کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۲۵۹۴/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس کا کھانا درست ہے اور وہ حلال ہے۔ فقط

---

(۱) **الدرالمختار مع الشامي ۹/۳٦٨ كتاب الذبائح .**

(۲) فیل مرغ: پیلو مرغ، پیرو (PERU) ایک قسم کا بڑا مرغ (فیروز اللغات)

ایک پہاڑی جانور اور اس کا حکم

سوال: (۱۵۳) دنبہ کے قد و قامت کا ایک پہاڑی جانور ہے، جس کی پیٹھ پر ابلق کانٹے ہیں، اور پیٹ وٹانگوں پر سخت سیاہ بال ہوتے ہیں، اور پنجے اگلے پاؤں کے کتے کے موافق اور پچھلے پنجے چھوٹے بچے کی مانند ہیں، اور کان آدمی کے موافق اور چار تھن ہیں، سر بکرے کی مانند ہے دانت خرگوش کی، نیز جگالی کرنے والا جانور ہے، پھاڑنے والا نہیں ہے، یہ جانور حلال ہے یا نہیں؟ (۳۶۴/۱۳۴۵ھ)

الجواب: قرائن سے جانور مذکور حلال معلوم ہوتا ہے کیوں کہ وہ درندہ ذی ناب نہیں ہے بلکہ اَنعام میں داخل ہے۔ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: ﴿ اُحِلَّتْ لَکُمْ بَهِیْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا یُتْلٰی عَلَیْکُمْ الْآیَةَ ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت: ۱) فقط

مچھلی کے علاوہ کوئی دریائی جانور حلال نہیں

سوال: (۱۵۴) امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سوائے مچھلی کے اور کوئی دریائی جانور حلال ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: حنفیہ کے نزدیک دریائی جانوروں میں سے سوائے مچھلی بجمیع اقسامہ کے اور کوئی جانور دریائی حلال نہیں ہے، بلکہ حرام ہے بہ نص قطعی ﴿وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ﴾ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۵۷) وفي الحديث: أحلت لنا الميتتان: السمك والجراد(۱) قال في الدرالمختار: ولا يحل حيوان مائی إلاالسمك الخ وفيه أيضًا: وحل الجراد...... وأنواع السمك الخ (۲) فقط

غیر مذبوح مچھلی کے حلال ہونے کی دلیل

سوال: (۱۵۵) مچھلی بلا ذبح کیے ہوئے کھانی کس دلیل سے جائز ہے؟ (۳۰۳۶/۱۳۴۵ھ)

الجواب: حدیث شریف میں آیا ہے: أحلت لنا الميتتان السمك والجراد الحديث(۳) فقط

---

(۱) سنن ابن ماجة ص: ۲۳۲ أبواب الصيد، باب صيدالحيتان والجراد.

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار المعروف بالشامي ۹/۳۷۱-۳۷۲ كتاب الذبائح .

(۳) سنن ابن ماجة ص: ۲۳۲ أبواب الصيد ، باب صيد الحيتان والجراد.

سوال: (۱۵۶) چند آدمی اس بات کا تجسس کرتے ہیں کہ مچھلی کس وجہ سے بے ذبح کیے ہوئے حلال ہے، اور جانور جو حلال ہیں وہ بغیر ذبح کیے ہوئے استعمال میں نہیں آتے، پھر کیا وجہ ہے کہ مچھلی ذبح نہیں کی جاتی؟ (۳۲۸۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **وحل الجراد الخ وأنواع السمك بلاذكاة لحديث أحلت لنا ميتتان: السمك والجراد الحديث** (۱) روایت فقہی اور حدیث سے معلوم ہوا کہ ٹڈی اور مچھلی بدون ذبح کے حلال ہیں۔

طافی مچھلی کا کھانا مکروہ ہے

سوال: (۱۵۷) مچھلی پکڑ کر تالاب یا حوض میں چھوڑ دے، اس حالت میں اگر طافی ہوگئی، تو کھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: طافی مچھلی کا کھانا مکروہ ہے (۲)

کتے وغیرہ شکاری جانور کی پکڑی ہوئی مچھلی حلال ہے چاہے اس میں سے کتے نے کچھ کھالیا ہو

سوال: (۱۵۸) غیر حلال شکاری جانور کی پکڑی ہوئی مچھلی حلال ہے یا نہیں؟ اگر وہ اس میں سے کچھ کھالیوے، تو باقی کا کیا حکم ہے؟ (۲۱۸۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: حلال ہے، اور اگر اس نے کچھ کھالیا تو باقی حلال ہے، اس کو دھولیوے۔

بڑی مچھلی جس کا وزن ایک من سے زائد ہو حلال ہے

سوال: (۱۵۹) مچھلی اگر ایک من سے زائد ہو تو وہ حلال ہے یا حرام؟ جو شخص ایک من سے زیادہ کی مچھلی کو حرام بتلاوے اس پر حکم شرع کیا ہے؟ (۶۵۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

---

(۱) الدرالمختار مع ردالمحتار ۳۷۲/۹ كتاب الذبائح .

(۲) ويكره أكل الطافي منه (الهداية ۴۴۲/۴ كتاب الذبائح)

الجواب: مچھلی کلاں خواہ کتنی ہی وزنی ہو حلال ہے، اور جو شخص حرام کہتا ہے وہ غلطی پر ہے، اس کے قول کا اعتبار نہ کیا جاوے، ناواقفیت سے ایسا کہتا ہے، اس کے قول کا اعتبار نہ کرو، یہی سزا اس کے لیے کافی ہے۔ فقط

سوکھی ہوئی مچھلی کا کھانا حلال ہے

سوال: (۱۶۰) ماہی خشک یعنی سوکھی مچھلی جس کو بنگلہ میں سوٹکی کہتے ہیں یعنی جیلے لوگ (ماہی گیر) مچھلی پکڑ کر دھوپ میں سکھاتے ہیں، جب مچھلی سوکھ جاتی ہے تو گھر میں مہینہ دو مہینے رکھتے ہیں یا زائد، بعد اس کے اس کو بازار میں یا گاؤں میں فروخت کرتے ہیں، مگر اس میں بو رہتی ہے، ایسی مچھلی کو کھانا حرام ہے یا حلال؟ یہاں پر بعض علماء حرام کہتے ہیں اور بعض حلال کہتے ہیں، اور قائل حرمت پر کفر کا فتوی دیتے ہیں، آیا قائل حرمت کافر ہے یا نہیں؟ (۲۰۲۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: سوکھی ہوئی مچھلی کا کھانا حلال ہے، حرام کہنا اس کو صحیح نہیں ہے، لیکن قائل حرمت کو کافر نہ کہا جاوے، اگر بدبو کی وجہ سے کسی کو کراہتِ طبعی معلوم ہو، وہ نہ کھاوے لیکن حرام نہیں ہے۔

جریث و مارماہی مچھلی حلال ہے

سوال: (۱۶۱) دریا میں ایک مچھلی ڈھال کی شکل کی ہوتی ہے، غالباً عربی میں اس کو جریث کہتے ہیں، وہ حلال ہے یا نہ؟ (۹۸۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اقسام ماہی سب حنفیہ کے نزدیک حلال ہیں، اور جریث و مارماہی بھی حلال ہے۔ درمختار میں ہے: **ولایحل حیوان مائیٌّ إلا السمك...... غیر الطافی الخ. والجریث الخ والمارماهی الخ** (۱)

سوال: (۱۶۲) **ما قولکم أیها العلماء الکرام والفضلاء العظام في الحیوان البحری المُدَوَّرِ کالترس، له ذنب طویل کالسوط، وعلی أصل الذنب شوکة وله فَلْس وشق ویکون مولده ومعاشه في الماء، ولیس له لسان أصلاوهو من السمك أم لا؟ وعلامة**

---

(۱) **الدرالمختارمع الشامي ۹/۳۷۱-۳۷۲ کتاب الذبائح.**

السمك ماهي؟ وصورة الجريث ماهي؟والحيوان البحرى المدور المذكور هو داخل في الجريث أم لا؟(۵۱۰/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قال في الدرالمختار: ولايحل حيوان مائى إلا السمك الخ و إلاالجريث سمك أسود والمار ماهي سمك في صورة الحية. وأفردهما بالذكر للخفاء وخلاف محمد إلخ.وفي الشامي:(قوله سمك أسود)كذا قاله العيني،وقال الوانى:نوع من السمك مدور كالترس...... قوله:(للخفاء)أى لخفاء كونهما من جنس السمك...... قوله: (وخلاف محمد) نقله عنه في المغرب...... قال في الدرر: وهوضعيف إلخ (۱)(الشامي۵/۱۹۵) فعلم أن الحيوان البحرى المدور كالترس هوالجريث وهو من أنواع السمك كما قال الوانى. فقط

ترجمہ:سوال:(۱۶۲) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور فضلائے عظام اس دریائی جانور کے بارے میں جو ڈھال کے مانند گول ہوتا ہے،اور کوڑے کی طرح اس کی دم لمبی ہوتی ہے،اوراس کی دُم کی جڑ میں ایک کانٹا ہوتا ہے،اوراس کے بدن پر سفنے اور چھٹن ہوتی ہے،اس کی پیدائش اور بود و باش پانی میں ہوتی ہے،اوراس کے منہ میں زبان نہیں ہوتی؛ آیا یہ مچھلی ہے یا نہیں؟ اور مچھلی کی علامت اور نشانی کیا ہے؟ اور جریث کی شکل وصورت کیا ہے؟ اور مذکورہ دریائی جانور جریث ہے یا نہیں؟

الجواب: درمختار میں ہے: حلال نہیں دریائی جانور مگر مچھلی الخ اور مگر جریث یعنی سیاہ مچھلی اور مار ماہی یعنی سانپ کی ہم شکل مچھلی،مصنف علیہ الرحمہ نے جریث اور مار ماہی دونوں کو علاحدہ بیان کیا اس لیے کہ ان کے مچھلی ہونے میں پوشیدگی تھی،اور امام محمد علیہ الرحمہ کا اختلاف ہے۔

اور شامی میں ہے: ماتن کا قول **سمك أسود** علامہ عینیؒ نے بھی جریث کی یہی تعریف کی ہے،اور علامہ وانیؒ نے فرمایا ہے کہ جریث مچھلی کی ایک قسم ہے جو ڈھال کی طرح گول ہوتی ہے ـــــ اور ماتن کا قول **للخفاء** یعنی ان دونوں کے مچھلی ہونے کی پوشیدگی کی وجہ سے ـــــ اور ماتن کا قول **خلاف محمد** اس قول کو امام محمد سے مغرب میں نقل کیا گیا ہے،اور الدرر میں ہے کہ یہ قول ضعیف ہے۔

پس معلوم ہوا کہ وہ دریائی جانور جو ڈھال کی طرح گول ہوتا ہے جریث ہی ہے اور وہ مچھلی کی اقسام میں سے ہے جیسا کہ علامہ وانیؒ نے فرمایا ہے۔فقط

---

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۹/۳۷۱-۳۷۲ كتاب الذبائح .

سوال: (۱۶۳) اس ملک میں ایک قسم مچھلی کی جو گول اور بہت بڑی ہے، اور منہ اس کا بیچ میں، دم اس کی دو تین ہاتھ لمبی ہوتی ہے، جریث کہہ کر حلال کہتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ اگر جریث ہوتی تو دم چھوٹی ہوتی، تو وہ حرام ہے؟ اور ہمارے ملک میں اس کو ساکوس مچھلی کہتے ہیں، یہ حلال ہے یا نہیں؟

(۲۰۲۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ظاہر یہ ہے کہ وہ جریث کی قسم ہے اور وہ حلال ہے، اور مچھلی کی جملہ اقسام حلال ہیں، حرام کہنا صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ **وإلا الجريث سمك أسود. وفي الشامي: قوله: (سمك أسود) كذا قاله العيني. وقال الواني: نوع من السمك مدور كالترس** (۱)

جھینگا کھانا حلال ہے یا حرام؟

سوال: (۱۶۴) جھینگا کھانا حلال ہے یا حرام؟ بینوا توجروا (۱۸۳۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جھینگا دریائی جس کو جھینگا مچھلی کہتے ہیں وہ اقسامِ مچھلی میں سے ہے، اور مچھلی کی تمام اقسام جائز و مباح ہیں —— اور یہ جھینگا جو اِن دیار میں خشکی میں ہوتا ہے یہ ناجائز ہے، کیونکہ یہ حشرات الارض اور خبائث میں سے ہے (۲) فقط

---

(۱) **الدرالمختار و ردالمحتار ۳۷۲/۹ كتاب الذبائح .**

(۲) جھینگا حلال ہے یا حرام؟ یہ مسئلہ اختلافی ہے، حضرت گنگوہی قدس سرہٗ نے حرام لکھا ہے:

فرماتے ہیں: جھینگا خشکی کا حشرات میں (سے) ہے حرام ہے، اور دریائی غیر ماہی کا ہے (یعنی مچھلی نہیں ہے اور) سوائے ماہی کے سب دریائی جانور حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک ناجائز ہیں (فتاوی رشیدیہ، ص: ۵۵۱)

اور فتاوی دارالعلوم دیوبند کے مذکورہ فتوی میں جائز فرمایا ہے، اور حکم کا مدار اس پر ہے کہ جھینگا مچھلی ہے یا نہیں؟ علامہ دمیری نے حیاۃ الحیوان میں اس کو مچھلی قرار دیا ہے، چنانچہ ساحلِ سمندر پر رہنے والے مفتیان کرام نے اس کی حلت کا فتوی دیا ہے، اور ساحل کے رہنے والے مسلمان اس کو کھاتے ہیں، فتاوی رحیمیہ میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''جھینگا دریائی جانور ہے اور دریائی جانوروں میں مچھلی حلال ہے اور جو مچھلی نہیں ہے وہ حرام ہے، جھینگا میں اختلاف ہے، بعض علماء نے مچھلی سمجھ کر حلال کہا اور بعض نے کیڑا خیال کر کے منع کیا؛ تو یہ جانور مشکوک ہوا اور مشکوک اپنی اصل پر محمول ہے، جھینگا میں اصل مچھلی ہونا ہے، کیڑا ہونے کا شبہ ہے، لہٰذا بنا بر اصل کے =

= حلال ہے، حرام قرار دینا صحیح نہیں اور یہ بھی صحیح نہیں کہ جھینگا کیڑا ہے اس لیے کہ کیڑا پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور جھینگا مچھلی کی طرح انڈے سے پیدا ہوتا ہے، نیز مچھلی کی دیگر علامتیں بھی جھینگے میں پائی جاتی ہیں اس لیے جھینگا حرام اور واجب الترک نہ ہوگا، یہ فتوی ہے اور بچنے میں تقوی ہے اور تقوی مرتبۂ کمال ہے''

(فتاوی رحیمیہ، قدیم ۶/ ۲۵۷، سوال: ۱۷۹۶)

مگر ڈابھیل کے مفتی حضرت مولانا احمد صاحب خانپوری مدظلۂ العالی نے جو ساحل سمندر کے رہنے والے ہیں، انھوں نے عدم جواز کا فتوی دیا ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے:

''تذکرۃ الخلیل ص: ۲۰۰ میں عدم جواز کا فتوی ہے، یہی راجح ہے، نیز جب کہ اس میں حرمت کا قول بھی ہے تو اس سے اجتناب ہی بہتر ہے'' (محمود الفتاوی ۳/ ۳۰۷)

اور حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اس مسئلہ میں بہت احتیاط کی بات لکھی ہے:

''اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ سمک بہ جمیع انواعہ حلال ہے، اب صرف شبہ اس میں ہے کہ یہ سمک ہے یا نہیں؟ سو سمک کے کچھ خواص لازمہ کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوئے کہ اُن کے انتفاء سے سمکیت منتفی ہو جائے، اب مدار صرف عدول مبصرین کی معرفت پر رہ گیا ہے، اور اگر مبصرین میں اختلاف ہوگا تو حکم میں بھی اختلاف ہوگا، چنانچہ اسی وجہ سے جریث میں امام محمد رحمہ اللہ مخالف ہیں، کما نقلہ الشامی، اس وقت میرے پاس حیاۃ الحیوان دمیری کی جو کہ ماہیاتِ حیوانات سے بھی باحث ہے موجود ہے، اس میں تصریح ہے: الروبیان هو سمك صغير جدًا، اور اس کے مقبول نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں، پس یہ مقتضی حلت کو ہے، مخزن جو کہ نیز باحث ہے ماہیات ادویہ سے، اس میں گو اس کو ماہی سے تعبیر کرنا حجت نہیں، مگر آگے اس کو حلال کہنا صاف قرینہ ہے کہ اُس نے اس کو ماہیتِ ماہی میں داخل کیا ہے، پس اس سے اور بھی تائید ہوگئی، بہر حال احقر کو اس وقت تو اس کے سمک ہونے میں بالکل اطمینان ہے۔ ولعل الله يحدث بعد ذلك أمرا، والله أعلم''

(امداد الفتاوی ۴/ ۱۰۳-۱۰۴، سوال: ۸۶)

مگر امام بخاری علیہ الرحمہ نے بخاری شریف كتاب الصلاة، باب ما يذكر في الفخذ میں ایک بہت اچھا اصول لکھا ہے: قال أبو عبد الله: وحديث أنس أسند وحديث جرهد أحوط حتى نخرج من اختلافهم (۱/ ۵۳) ران ستر ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث اقوی ہے کہ ران ستر نہیں ہے، اور حضرت جرہد کی حدیث پر عمل کرنا احتیاط کی بات ہے کہ ران ستر ہے تاکہ ہم علماء کے اختلاف سے باہر نکل آئیں، یعنی بچ جائیں، یہی اصول جھینگے میں اپنانا چاہیے کیوں کہ ہر حلال چیز کا کھانا ضروری نہیں اور ہر حرام سے بچنا ضروری ہے۔ واللہ الموفق ۱۲ سعید احمد پالن پوری

جو مچھلیاں انتڑیوں سمیت خشک کی جاتی ہیں ان کا کھانا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱٦۵) بعض جگہ خشک مچھلی اس طرح کھاتے ہیں کہ نمک نہیں لگاتے اور خشک کرتے وقت اس سے اجزاء ممنوعہ مکروہہ مثل پتاّ، حرام مغز، غدود، ذکر، خصیہ وغیرہ کُلاًّ یا جُــزْءً نہیں نکالتے، بعض جگہ نکال کر بھی خشک کرتے ہیں، لیکن پھر بھی بعض اقسام ماہی سے ایسی بدبو آتی ہے کہ بعد پکنے کے بھی بو نہیں جاتی، اس سے خوفِ حدوثِ امراض ہوتا ہے، آیا ایسی مچھلی یا گوشت کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۵۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: سمک منتن و بدبودار و متغیر کے اکل کی ممانعت میں کوئی کلام نہیں بوجہ ضرر کے، کلام اس میں ہے کہ جو اجزاء حیوان دموی میں حرام و مکروہ ہیں وہ سمک میں بھی حرام اور مکروہ ہیں یا نہیں؟ پس جب کہ میتہ ہونا مچھلی کا سبب حرمت و کراہت نہیں ہے تو یہ مقتضی اس کو ہے کہ اس کے اجزاء مثانہ وغیرہ بھی حرام و نجس نہیں ہیں: **ولینظر مافي ردالمحتار آخر الذبائح قبیل الأضحیة عن معراج الدرایة: ولو وجدت سمکة في حوصلة طائرٍ تؤکل وعند الشافعیؒ لاتؤکل، لأنه کالرجیع ورجیع الطائر عنده نجس، وقلنا: إنما یعتبر رجیعًا إذا تغیر. وفي السمك الصغار التي تقلی من غیر أن یشق جوفه، فقال أصحابه ــــ الشافعي رحمه اللّٰه ــــ لایحل أکله لأن رجیعه نجس وعندسائر الأئمة یحل** (۱) فقط

نہایت چھوٹی مچھلیاں جن کی انتڑیاں نکالنا دشوار ہو ان کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱٦٦) نہایت چھوٹی مچھلی مثلاً ڈولی کے بچے وغیرہ حلال ہے یا حرام؟ مچھلی کے اندر کیا چیز حرام ہے؟ چھوٹی مچھلی سے اگر حرام چیزیں دور کرنا دشوار ہو تو بدون دور کرنے کے حلال ہوگی یا نہیں؟ (۲۳۲۸/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) ردالمحتار ۳۷۵/۹ کتاب الذبائح، قبیل کتاب الأضحیة.

الجواب: حدیث شریف میں ہے: أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ السَّمَكُ وَالْجَرَادُ (۱) اور کتب فقہ میں ہے کہ مائی المولد مثل سمک وسرطان کے پانی میں مرنے سے پانی نجس نہیں ہوتا (۲) پس معلوم ہوا کہ سمک کے اندر کوئی چیز ناپاک نہیں ہے، لہٰذا چھوٹی مچھلی جس کے اندر کے امعاء وغیرہ دور نہ ہو سکے حلال وپاک ہے۔ فقط

مذبوحہ جانور میں کتنی چیزیں حرام ہیں؟

سوال: (۱۶۷) بکری مذبوحہ میں کتنی چیزیں حرام ہیں؟ (۱۶۳۵/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: کل سات چیزیں فقہاء نے بکری وغیرہ میں ممنوع لکھی ہیں، ان میں سے دم سائل حرام ہے، جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا﴾ (سورۂ اَنعام، آیت: ۱۴۵) اور باقی اشیاء ستہ یعنی خصیہ، ذکر، فرج، پتا، غدہ، مثانہ مکروہ تحریمی ہیں اور بعض نے مکروہ تنزیہی فرمایا ہے (۳) اور یہ سات اشیاء بعض علماء نے اس شعر میں جمع کی ہیں:

فَقُلْ ذَكَرٌ والأنثيانِ مَثانةٌ ۞ كذاك دمٌ ثمّ المَرارة والغُدَدْ

وقال غيره :

إذا ما ذُكِّيت شاةٌ فكُلْها ۞ سوى سبعٍ ففِيهنّ الوبالُ

فحاء ثم خاء ثم غين ۞ و دال ثم ميمانِ و ذالٌ (۴)

---

(۱) سنن ابن ماجة ص: ۲۳۲ أبواب الصيد، باب صيد الحيتان والجراد.

(۲) و يجوز رفع الحدث بما ذكر و إن مات فيه أي الماء ولو قليلا غير دموي كذنبور وعقرب وبق ...... ومائي مولد ولو كلب الماء وخنزيره كسمك وسرطان الخ (الدرالمختارمع ردالمحتار ۱/۲۹۴-۲۹۶ كتاب الطهارة ، باب المياه ، مطلب في مسئلة الوضوء من الفساقي)

(۳) كره تحريما وقيل تنزيها ، والأول أوجه من الشاة سبع : الحياء والخصية و الغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر (الدرمع الرد ۱۰/ ۳۹۵-۳۹۶ كتاب الخنثىٰ ، مسائل شتّٰى)

(۴) (الدرالمختارمع ردالمحتار ۱۰/۳۹۶ كتاب الخنثىٰ ، مسائل شتّٰى)

حرام مغز حلال ہے یا مکروہ؟

سوال: (۱٦۸) حرام مغز جو پشت کے مہرہ میں ہوتا ہے حلال ہے یا مکروہ، اگر مکروہ ہے تو تنزیہی ہے یا تحریمی؟ (۲۱۸۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: كره تحريمًا الخ من الشاة سبع: الحياء والخصية والغدة والمثانة والمرارة والدم المسفوح والذكر إلخ (۱) اسی طرح شامی میں بھی کتاب الذبائح میں مذکور ہے: ان میں نخاع یعنی حرام مغز کا ذکر نہیں ہے (۲) بندہ نے اور بھی چند کتب میں دیکھا مگر حرام مغز کی کراہت یا حرمت خصوصیت کے ساتھ نظر نہیں پڑی، لیکن اکابر علماء نے جو اس کو مکروہ وحرام لکھا ہے تو ضرور ہے کہ وہ بے اصل نہیں ہے اور آیت کریمہ: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (سورۂ اعراف، آیت: ۱۵۷) بھی اس کی حرمت کو مقتضی ہے، لہٰذا حرام مغز کو نہ کھانا چاہیے، شامی میں ہے: "وكره ما سواه، لأنه مما تستخبثه الأنفس وتكرهه وهذا المعنىٰ سبب الكراهية لقوله تعالىٰ: ﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ (۳) پس احتیاط اس کے ترک میں ہے۔ باقی فقہاء نے یہ تصریح فرمائی کہ شوربا جس میں غدود وغیرہ مکروہ اشیاء پک جائیں وہ شوربا مکروہ نہیں ہے (۴) پس ایسا ہی حرام مغز میں بھی وہ شوربا مکروہ نہ ہوگا، لیکن خود اس حرام مغز کا کھانا مکروہ ہے۔

سوال: (۱٦۹) كره رسول الله صلّى الله عليه وسلّم سبعة أشياء: الذكر والأنثيين

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۱۰/ ۳۹۵-۳۹٦ كتاب الخنثىٰ، مسائل شتى.

(۲) تتمة: ما يحرم أكله من أجزاء الحيوان المأكول سبعة: الدم المسفوح والذكر والأنثيان والقبل والغدة والمثانة والمرارة، بدائع (حاشية ابن عابدين ۹/ ۳۷۷ آخر كتاب الذبائح، قبيل كتاب الأضحية)

(۳) رد المحتار ۱۰/ ۳۹۵ كتاب الخنثىٰ، مسائل شتّٰى.

(۴) قوله: (وقيل تنزيها) قائله صاحب القنية، فإنه ذكر أن الذكر أو الغدة لو طبخ في المرقة لاتكره المرقة وكراهة هذه الأشياء كراهة تنزيه لا تحريم اهـ. واختار في الوهبانية ما في القنية وقال: إن فيه فائدتين: إحداهما أن الكراهة تنزيهية، والأخرى أنه لا يكره أكل المرقة واللحم (الشامي: ۱۰/ ۳۹٦ كتاب الخنثىٰ، مسائل شتّٰى)

والقبل والغدة والمرارة والمثانة والدم. و زاد في الينابيع الدبر اگر کراہت انہی اشیاء پر منحصر ہے تو شاہ عبدالعزیز صاحبؒ تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں النخاع حرام اس کے کیا معنی ہیں؟

(۲۴۸۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: انحصار نہیں ہے بلکہ جس چیز کی حرمت یا کراہت کی تصریح پائی جاوے گی، اس کو حرام ومکروہ کہہ دیا جاوے گا، کتب فقہ میں جو عبارت نخاع کے بارے میں مذکور ہے وہ اس طرح ہے: وكره النخع اس کے معنی یہ لکھے ہیں: أي بلوغ السكين النخاع (۱) یعنی جانور کے ذبح کرنے میں چھری کو نخاع تک پہنچا دینا جو گردن کے پچھلے حصہ میں ہے مکروہ ہے۔ شاید شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کو کوئی دوسری روایت النخاع حرام کی پہنچی ہو، یہ جملہ تفسیر فتح العزیز میں کس موقع پر ہے اور کس آیت کی تفسیر کے متعلق ہے اس کا پتا لکھو تو اس کو دیکھا جاوے۔ فقط

اوجھڑی حلال ہے

سوال: (۱۷۰) اوجھڑی حرام نہیں ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ مکروہ بھی نہیں ہے؟ (۵۰/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اوجھڑی حرام بھی نہیں، اور مکروہ بھی نہیں، اور طبعی کراہت دوسری بات ہے۔

کنویں میں گرے ہوئے جانور کو بسم اللہ پڑھ کر نیزہ یا گولی مارنا

سوال: (۱۷۱) کنویں میں حلال جانور مینڈھا بکرا گر گیا، اور جب قریب مرنے کے ہوا تو اس کے مالک مسلمان نے بسم اللہ پڑھ کر نیزہ مارا یا بندوق ماری، اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں؟

(۹۴۷/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس حالت میں بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر اگر نیزہ مارا اور اس زخم سے وہ مر گیا تو حلال ہے، اور بندوق کی گولی سے اگر مارا تو حلال نہ ہوگا۔ قال في الدرالمختار: وكفى جرح نعم كبقر وغنم توحش فيجرح كصيد، أوتعذر ذبحه كأن تردى في بئر إلخ أي سقط وعلم موته

---

(۱) وفي البحر: وكره النخع...... النخع هو أن يصل إلى النخاع وهو خيط أبيض في جوف عظم الرقبة (تكملة البحر الرائق، شرح كنز الدقائق ۹/۳۱۱ كتاب الذبائح، قبيل فصل فيما يحل ولا يحل)

بالجرح أو أشكل لأن الظاهر أن الموت منه إلخ(۱)(شامي) فقط

جس شکار کو بندوق کی گولی لگی اور ذبح کرنے سے پہلے مرگیا اس کا کھانا حرام ہے

سوال: (۱۷۲) بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر اگر بندوق چلائی جاوے، اور شکار مر جاوے، تو بلا ذبح کے حلال ہے یا نہیں؟ (۱۴۹۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: بندوق کا شکار بدون ذبح کے حلال نہیں ہوتا، اگر چہ بِسْمِ اللّٰهِ أَللّٰهُ أَكْبَر کہہ کر بندوق چھوڑی جاوے۔ كذا في الشامي (۲)

سوال: (۱۷۳) بندوق کا شکار بدون ذبح کے حلال ہے یا نہیں؟ (۳۴۲۵/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: بندوق کا شکار بدون ذبح کے حلال نہیں ہوتا، پس جو جانور بندوق سے شکار کیا جائے اور وہ بدون ذبح کرنے کے مر جائے، کھانا اس کا حلال نہیں ہے اور جائز نہیں ہے، بلکہ وہ میتہ اور حرام ہے جیسا کہ فرمایا باری تعالیٰ نے: ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ الآية﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۳) اور شامی میں ہے: لايحل صيد البندقة إلخ وبعد أسطر وفي التبيين والأصل أن الموت إذا حصل بالجرح بيقين حل؛ و إن بالثقل أو شك فيه فلا يحل حتما أو احتياطا اهـ. ولايخفى أن الجرح بالرصاص إنما هو بالإحراق، والثقل بواسطة اندفاعه العنيف إذ ليس له حد فلايحل، وبه أفتى ابن نجيم (۳) فقط

---

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۹/ ۳۶۷ كتاب الذبائح .

(۲) لايحل صيد البندقة إلخ و بعد أسطر: و في التبيين : والأصل أن الموت إذا حصل بالجرح بيقين حل؛ و إن بالثقل أو شك فيه فلا يحل حتما أو احتياطا اهـ. ولايخفى أن الجرح بالرصاص إنماهوبالإحراق، والثقل بواسطة اندفاعه العنيف إذ ليس له حد فلايحل، وبه أفتى ابن نجيم (حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۱۰/ ۵۷ كتاب الصيد)

(۳) حاشية ابن عابدين للعلامة محمد أمين الشامي ۱۰/ ۵۷ كتاب الصيد .

بندوق کا شکار ذبح سے پہلے مرجائے تو حرام ہوجاتا ہے

سوال: (۱۷۴) تسمیہ اور تکبیر کہہ کر اگر بندوق چلائی اور شکار مرگیا تو حلال ہے یا حرام؟
(۱۸۳۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بندوق کا شکار کیا ہوا جانور جو بلا ذبح کے مرجاوے حرام ہے، اگرچہ تسمیہ وتکبیر کہہ کر گولی وغیرہ چلائی ہو۔ شامی میں ہے: ولا یخفی أن الجرح بالرصاص إنما هو بالإحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنیف إذ لیس له حد فلایحل، وبه أفتی ابن نجیم(۱) (۳۰۴/۵ کتاب الصید) فقط

سوال: (۱۷۵) بندوق کا شکار اگر قبل ذبح کے مرجاوے تو حلال ہے یا نہیں؟
(۱۱۸۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بندوق کا شکار اگر قبل ذبح مرجائے تو وہ حلال نہیں ہے۔ قال قاضي خان: لایحل صید البندقة إلخ (۱) (شامي)

سوال: (۱۷۶) ماقول العلماء في هذه المسئلة: إن الصید بالبندقة الرصاصیة إذا ذکر اسم الله علیها أحلال أم حرام؟ ویجرح الحیوان ویجری الدم. (۶۱۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: أقول وبالله التوفیق: لایحل صید قتل ببندقة رصاصیة کانت أو غیرها کما في الدرالمختار: أو بندقة ثقیلة ذات حدة لقتلها بالثقل لا بالحد إلخ. قال في ردالمحتار: قال قاضي خان: لایحل صیدالبندقة — إلی أن قال — ولایخفی أن الجرح بالرصاص إنما هو بالإحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنیف، إذ لیس له حد، فلایحل. وبه أفتی ابن نجیم(۲) (ردالمحتارللشامي: ۵) وفي الحدیث: دع ما یریبك إلی مالایریبك(۳) فقط

---

(۱) ردالمحتار ۱۰/۵۷ کتاب الصید.

(۲) الدرالمختاروالشامي ۱۰/۵۷ کتاب الصید.

(۳) عن أبي الحوراء السعدي قال: قلتُ لحسن بن علي رضي الله عنهما: ما حفظتَ من رسول الله صلّی الله علیه وسلّم؟ قال: حفظتُ من رسول الله صلّی الله علیه وسلّم: دع مایریبك إلی مالایریبك، فإن الصدق طمانینة و إن الکذب ریبة (جامع الترمذي ۲/۷۸ أبواب الزهد عن رسول الله صلّی الله علیه وسلّم، باب منه)

ترجمہ: سوال: (۱۷۶) اس مسئلہ میں علماء کیا فرماتے ہیں کہ چھرے والی بندوق سے کیے ہوئے شکار پر جب اللہ کا نام لیا گیا ہو تو حلال ہے یا حرام؟ جب کہ بندوق کا چھرا جانور کو زخمی کرتا ہے اور خون بہاتا ہے۔

الجواب: اقول وباللہ التوفیق: وہ شکار حلال نہیں ہوگا جو چھرے دار یا غیر چھرے دار بندوق سے مارا گیا ہو جیسا کہ درمختار میں ہے: أو بندقة رصاصية إلخ اور حدیث شریف میں ہے: دع ما يريبك إلى مالا يريبك. فقط

بندوق اور توپ سے شکار کرنا تعذیب بالنار میں داخل ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۷۷) بندوق وتوپ سے مارنا تعذیب بالنار میں داخل ہے یا نہیں؟ پس بندوق و توپ وغیرہ کا استعمال کرنا جنگ میں اور شکار کرنا طیور کا اس سے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۷۲۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ اس زمانے میں بندوق وتوپ ہی کارآمد ہوسکتی ہے، اور شکار کرنا بندوق سے درست ہے، مگر ذبح ہونا مرمی کا شرط ہے۔

بندوق کے ایک فائر سے بیس چڑیا شکار کرنے کے بعد تین چار کو ذبح کیا بقیہ مرگئیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۸) اگر ایک آدمی تکبیر پڑھ کر بندوق سے بیس چڑیا ایک فائر میں مارے اور پھر تین چار ذبح کرنے کے بعد بقیہ مرجاویں، آیا پھر باقی کو ذبح کرنے کی ضرورت ہے یا نہ؟ اور ان بقیہ مردہ کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ اور ذبح کرنے سے وہ حلال ہوسکتی ہیں یا نہ؟ کتے وغیرہ سے شکار کا بھی مسئلہ تحریر فرمائیں۔ (۴۶۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بندوق کا شکار اگر ذبح کرنے سے پہلے مرجاوے تو وہ مردار ہے اور کھانا اس کا حرام ہے، ذبح ہونا اس کا ضروری ہے اور بندوق کا فائر کرتے وقت تکبیر کہنے سے بلا ذبح کرنے کے وہ شکار حلال نہیں ہوتا اور مرنے کے بعد پھر ذبح کرنا بے فائدہ ہے، اس سے وہ مردار حلال نہ ہوگا، کتے معلّمہ

یعنی سکھائے ہوئے کتے کا شکار بلا ذبح کرنے کے بھی اگر مرجائے تو حلال ہے یہ مضمون قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے(۱) اور اسی طرح تیر اگر تکبیر کہہ کر شکار پر مارا جائے اور شکار مرجائے تو وہ بھی بدون ذبح کے حلال ہے، مگر بندوق کا شکار بدون ذبح کرنے کے حلال نہیں ہے اور وجہ فرق کی شامی میں مذکور ہے(۲) مسئلہ یہ ہے جو لکھا گیا۔ فقط

گولی کھا کر شکار ایسی جگہ گھس گیا کہ گردن ہاتھ نہیں آتی تو کیا کرے؟

سوال: (۱۷۹) ایک شکار گولی کھا کر ایسی جگہ گھس گیا کہ گردن ہاتھ نہیں آتی اور مرنے کے قریب ہے تو کیا کیا جاوے؟ (۵۸۹/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: وہ جانور حرام اور میتۃ ہوگیا، اس کو نہ کھایا جاوے، کیونکہ وہ ذبح نہیں ہوسکتا، اور بندوق کی گولی کا شکار بدون ذبح کے حلال نہیں ہوتا (۳) (شامی) فقط

---

(۱) ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّا اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ (سورۂ مائدہ، آیت:۴)

عن عدي بن حاتم رضي الله عنه عن النّبي صلّى الله عليه وسلّم قال: إذا أرسلت كلبك وسميت فأمسك وقتل فكل، و إن أكل فلا تأكل الحديث (صحيح البخاري ۲/۸۲۴ كتاب الذبائح و الصيد ، باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة)

(۲) أوقتله معراض بعرضه وهو سهم لاريش له ، سمي به لإصابته بعرضه ، ولولرأسه حدة فأصاب بحده حل ، أو بندقة ثقيلة ذات حدة لقتلها بالثقل لابالحد . وفي الشامي : قال قاضي خان: لايحل صيد البندقة والحجر والمعراض والعصا و ما أشبه ذلك و إن جرح ، لأنه لايخزق إلّا أن يكون شيء من ذلك قد حدده وطوله كالسهم و أمكن أن يرمي به...... وفي التبيين : و الأصل أن الموت إذا حصل بالجرح بيقين حل ؛ و إن بالثقل أو شك فيه فلا يحل حتما أو احتياطا اهـ . ولايخفى أن الجرح بالرصاص إنما هو بالإحراق والثقل بواسطة اندفاعه العنيف إذ ليس له حد فلايحل ، وبه أفتى ابن نجيم (الدر والرد ۱۰/ ۵۶-۵۷ كتاب الصيد)

(۳) قال قاضي خان: لايحل صيد البندقة إلخ (ردالمحتار ۱۰/ ۵۷ كتاب الصيد)

غُلّا، ڈھیلا اور گو پیا سے کیا ہوا شکار ذبح سے پہلے مر جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں

سوال: (۱۸۰) غُلّے اور ڈھیلے اور گوپیے (۱) اور بندوق سے اگر بسم اللہ کہہ کر شکار مارا، اور شکار مر گیا قبل از ذبح، تو وہ شکار حلال ہے یا نہ؟ (۶۹۴/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: ان تمام صورتوں میں جانور حلال نہیں ہوتا، اس کا کھانا جائز نہیں ہے۔ جرح جو کہ ذکاۃِ اضطراری کی سب سے پہلی شرط ہے ان صورتوں میں مفقود ہے، ہدایہ میں ہے: **ولا يؤكل ما أصابه البُندقة فمات بها، لأنها تدقّ وتكسر ولا تجرح إلخ وكذلك إن رماه بحجر إلخ (٢) وفيه أيضًا: ولا بد من الجرح في ظاهر الرواية ليتحقق الذكاة الاضطراري، وهو الجرح في أي موضع كان من البدن بانتساب ما وجد من الآلة إليه بالاستعمال إلخ (٣)** فقط

نوک دار تیر سے کیا ہوا شکار ذبح سے پہلے مر جائے تو حلال ہے

سوال: (۱۸۱) نوک دار تیر سے کسی حلال جانور کو بسم اللہ پڑھ کر شکار کرے، اور تیر کی ضرب سے وہ جانور مر جائے، تو حلال ہے یا نہیں؟ (۴۸۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: حلال ہے۔ درمختار (۴)

روزانہ شکار کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۱۸۲) روزانہ شکار کھیلنا کیسا ہے؟ (۱۹۰۹/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) فلاخن یعنی وہ رسی کا پھندہ جس میں رکھ کر پتھر پھینکتے ہیں (فیروز اللغات)

(۲) الهداية ۴/۵۱۱-۵۱۲ كتاب الصيد.

(۳) الهداية ۴/۵۰۳ كتاب الصيد.

(۴) ولو لرأسه حدة فأصاب بحده حلَّ (الدر المختار مع رد المحتار ۱۰/۵۷ كتاب الصيد) وشرط لحله بالرمي التسمية (الدر مع الرد ۱۰/۵۲ كتاب الصيد)

الجواب: روزانہ شکار کرنا مباح اور جائز ہے، کچھ گناہ نہیں ہے۔

سوال: (۱۸۳) ایک شخص کو شکار کھیلنے کا اس قدر شوق ہے کہ اکثر اَوقات تمام تمام دن شکار کھیلتا رہتا ہے جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۱۰۵۶ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط

جمعرات یا جمعہ کو شکار کرنا

سوال: (۱۸۴) جمعرات و جمعہ کو شکار کرنا ممنوع تو نہیں؟ (۱۳۳۳-۳۲/۶۲۶ھ)

الجواب: اس (کے ممنوع ہونے) کی کچھ اصل نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۱۸۵) پنج شنبہ کو یا جمعہ کے روز قبل نماز جمعہ شکار کرنا ممنوع ہے؟ (۱۳۴۲/۱۰۵۶ھ)

الجواب: یہ ممنوع نہیں ہے، بلکہ شکار کا جیسا حکم اور دنوں میں ہے ویسا ہی جمعہ اور جمعرات کو ہے۔

شکاری کتا پالنا اور اس سے شکار کرنا

سوال: (۱۸۶) شکاری کتے کا رکھنا، اور پالنا، اور اس سے شکار کرنا، اور اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور کتا شکاری کس وقت ہوتا ہے؟ اور اس کا شکار کیا ہوا کس حالت میں جائز ہے؟ (۱۳۳۳-۳۲/۵۴۷ھ)

الجواب: حدیث صحیح میں ہے: **من اقتنیٰ كلبًا إلا كلبا ضاريا لصيد أو كلب ما شية فإنه ينقص من أجره كل يوم قيراطين** (۱) اس کا حاصل یہ ہے کہ بلاضرورت شکار وحفاظت جانوران وغیرہ، کتے کا پالنا سبب نقصان ثواب کا ہے، اور ہر روز ایک مقدار ثواب اس کے لیے کم ہوجاتی ہے، پس معلوم ہوا کہ شکار کے لیے کتا رکھنا اور پالنا درست ہے، مگر شامی میں فتح القدیر سے منقول ہے کہ اپنے گھر میں نہ رکھے، علیحدہ جگہ رکھے اور علیحدہ جگہ اس کتے کے لیے مقرر کرے، مگر چوروں کا خوف ہو تو مضائقہ نہیں۔ **في الفتح: وأما اقتناؤه للصيد وحراسة الماشية والبيوت والزرع، فيجوز بالإجماع، لكن لاينبغي أن يتخذه في داره إلا إن خاف لُصوصًا أو أعداء إلخ** (۲) (شامي)

(۱) صحيح البخاري ۲/۸۲۴ كتاب الذبائح والصيد، باب من اقتنى كلباليس بكلب صيد أوماشية

(۲) ردالمحتار ۷/۳۶۹ كتاب البيوع – أوائل باب المتفرقات.

اور ردالمحتار میں ہے کہ فروخت کرنا کتے کا اور خریدنا اس کا درست ہے۔ وفي الشامي: بيع الكلب المعلّم عندنا جائز إلخ (۱) اور کتا شکاری اس وقت ہو جاتا ہے کہ شکار کو خود نہ کھاوے، تین دفعہ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ شکاری ہے اور شکار کیا ہوا اس کا حلال ہے۔ وذا بترك الأكل ...... ثلاثًا إلخ (۲) فقط

کتا کب معلَّم ہوتا ہے اور اس کا کیا ہوا شکار کب حلال ہوتا ہے؟

سوال: (۱۸۷) کتے کے معلَّم یعنی سکھلائے ہوئے ہونے کی کیا شرط ہے؟ اور ایسا کتا اگر شکار کو پکڑے اور شکار مر جاوے، تو اس شکار کے حلال ہونے کی کیا شرائط ہیں؟ (۱۰۶۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: کتے کا معلَّم ہونا یہ ہے کہ شکار میں سے خود نہ کھاوے تین بار، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ معلَّم ہے (۳) اس کا شکار بہ شرائطِ آئندہ حلال ہے، اور اس شکار کے حلال ہونے کی شرائط میں سے یہ ہے کہ وہ زخمی ہو جاوے، اور چھوڑنے والا کتے کا مسلمان یا کتابی ہو کہ اس نے چھوڑتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہا ہو، غرض یہ کہ اللہ کے نام پر چھوڑا ہو، اور یہ کہ اس کتے کا شریک شکار کے پکڑنے میں ایسا دوسرا کتا نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں، جیسے کتا غیر معلَّم، یا مجوسی کا چھوڑا ہوا کتا، یا جس کو چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اور اس کی شرائط میں سے یہ ہے کہ اس کے چھوڑنے کے بعد وہ کسی دوسرے کام میں سوائے شکار کے مشغول نہ ہو (۴) (درمختار و شامی) پس اگر یہ شرائط متحقق ہیں اور وہ شکار مر گیا، تو حلال ہے اور اگر زندہ پایا تو ذبح کرنا چاہیے۔ فقط

---

(۱) ردالمحتار ۷/۱۹۱ کتاب البیو ع – باب البيع الفاسد، مطلب في بيع دودة القُرْمُز .

(۲) الدر المختار مع ردالمحتار ۱۰/ ۴۸ کتاب الصيد .

(۳) وذا بترك الأكل ...... ثلاثا في الكلب (الدر مع الرد ۱۰/ ۴۸ كتاب الصيد)

(۴) و بشرط جرحهما في أي موضعٍ منه على الظاهر، وبهٖ يفتىٰ...... و بشرط إرسال مسلم أو كتابي و بشرط التسمية عند الإرسال ولو حكما......وبشرط أن لايشرك الكلبَ المعلَّم كلب لايحل صيده ككلب غير معلَّم و كلب مجوسي أولم يرسل أولم يسم عليه وبشرط أن لاتطول وقفته بعد إرسالهٖ ليكون الاصطياد مضافًا للإرسال (الدر المختار مع حاشية ابن عابدين ۱۰/ ۴۸-۵۱، كتاب الصيد)

معلَّم کتا شکار کو پکڑ کر جان سے مار ڈالے تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۸۸) کتا معلَّم اگر شکار پر چھوڑا جائے اور وہ شکار کو پکڑ کر جان سے مار ڈالے، تو اس کا کھانا جائز ہے یا نہ؟ (۲۱۸/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر کلب معلَّم یعنی تعلیم دادہ شدہ اللہ کا نام لے کر چھوڑا جائے، اور شکار مجروح بھی ہو جائے، پھر اس کتے نے اس میں سے کچھ کھایا بھی نہ ہو تو پھر یہ شکار کھانا جائز ہے۔ فإن اصطاد بإرسال الجوارح المعلمة جاز ، وهذا الاصطياد مختص بشرائط : أحدها: أن يكون ما يصطاد به معلّمًا. والثانی: أن يكون جارحًا إلخ .... والرابع: التسمية إلخ (۱) (قاضي خان ج:۳) وقوله عليه السلام لعدي بن حاتم الطائي رضي اللّٰه عنه: إذا أرسلت كلبك المعلم، و ذكرتَ اسم اللّٰه عليه فكل ، و إن أكل منه فلا تأكل (۲)

مچھلی پکڑنے کے لیے مینڈک یا کیچوے کو کانٹے میں لگانا

سوال: (۱۸۹) مچھلی پکڑنے کے لیے مینڈک اور کیچوے پکڑ کر کانٹے میں لگاتے ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ (۲۷۸/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ درست نہیں ہے۔

سوال: (۱۹۰) زندہ مینڈک کو کانٹے میں باندھ کر مچھلی کا شکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۴۶۸/۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ اچھا نہیں ہے کہ زندہ کو کانٹے میں باندھا جاوے۔ فقط

سوال: (۱۹۱) صدہا خراطین (۳) کی جان ضائع کرنا کیسا ہے؟ اس مچھلی کو جو اس سے شکار کرتے ہیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور اس کے متعلق ضروری امر سے مطلع کریں؟ (۲۵۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: زندہ خراطین کو کانٹے میں لگا کر مارنا درست نہیں ہے، اور وہ مچھلی جو اس شکار سے

---

(۱) الفتاوی الخانية علی هامش الهندية ۳/۳۶۳ كتاب الصيد والذبائح .

(۲) الهداية ۴/۵۰۱ أوائل كتاب الصيد و صحيح البخاري ۲/۸۲۴ كتاب الذبائح و الصيد ، باب الصيد إذا غاب عنه يومين أو ثلاثة.

(۳) خَرَاطِین: معرب ہے خراتین کا، کیچوے جو گیلی زمین میں ہوتے ہیں (لغات کشوری)

حاصل ہوئی حلال ہے اس میں کچھ شبہ نہیں ہے۔

مرے ہوئے جنین کے گوشت، کیچوے اور گائے کی کلیجی سے مچھلی کا شکار کھیلنا

سوال: (۱۹۲) بکری ذبح کرنے کے بعد اس کے شکم سے مرا ہوا بچہ نکلا، اس کے گوشت سے مچھلی کا شکار کھیلنا، اور کیچوا اور گائے کی کلیجی سڑا کر ان سب چیزوں سے مچھلی کا شکار کھیلنا کیسا ہے؟

(۱۳۳۷/۹۷۰ھ)

الجواب: مرا ہوا بچہ جو بکری وغیرہ کے شکم سے نکلا حرام ہے کما في الشامي: أن الجنین وھو الولد في البطن إن ذکّی علیحدة حلّ و إلاّ لا إلخ (۱) اور اسی طرح کیچوا وغیرہ حشرات الارض حرام ہیں، پس شکار کھیلنا مچھلی کا ان سے ناجائز ہے، اور کلیجی مذبوحہ جانور کی پاک وحلال ہے، اس کے ذریعے سے شکار مچھلی کا کرنا درست ہے۔ فقط

زندہ مچھلی کو کانٹے میں لگا کر مچھلی کا شکار کرنا

سوال: (۱۹۳) زندہ مچھلی کو کانٹے میں لگا کر مچھلی کا شکار کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۹۲۱ھ)

الجواب: زندہ مچھلی کو کانٹے میں لگانا اس وجہ سے کہ اس میں ایذائے ذی روح ہے مکروہ ہے، اس سے بچنا اچھا ہے۔

جو مچھلی چھیپ اُکھاڑ کر بھاگ گئی اس کا مالک کون ہے؟

سوال: (۱۹۴) زید نے رات کو کنٹیا یعنی بنسی دریا میں نصب کر دیا، جیسے کہ مئو کے اندر رواج ہے کہ بانس کی لگّی (۲) جس کو چھیپ کہتے ہیں اور اس میں کنٹیا وڈوری لگی رہتی ہے، اس کو رات کو دریا

---

(۱) الشامي ۹/۳۶۷ کتاب الذبائح.

(۲) لگّی: مچھلی پکڑنے کی لچک دار چھڑی (فیروز اللغات)

میں گاڑ دیتے ہیں اور صبح کو مچھلی لگی رہتی ہے نکال لاتے ہیں، اس طرح زید نے بھی رات کے وقت چھیپ معہ کنٹیا وڈوری کے گاڑ دیا، رات میں بڑی مچھلی لگی اور اوکھاڑ کر بھاگ چلی، صبح گئے تو چھیپ اپنی جگہ نہ رہی، تلاش کیا تو ایک جگہ نظر پڑی، اس طرف زید یعنی مالک چھیپ (۱) اور دوسری طرف دوسرے لوگ شِسْت (۲) والے رہے، اتنے میں شِسْت والوں نے اس کو نکالنا چاہا، تب زید نے منع کیا کہ ہماری چھیپ ومچھلی تم لوگ مت نکالو، لیکن انہوں نے شِسْت پھینک کر چھیپ مع مچھلی کے نکال لیا، زید دوسری جانب سے ہوکر وہاں پہنچا تو وہ لوگ مچھلی لے کر وہاں سے بھاگ گئے، اور کنٹیا وچھیپ وہیں چھوڑ گئے، تب زید اپنی کنٹیا وچھیپ لے کر گھر چلا آیا، اب وہ مچھلی کس کی ہوئی؟ آیا زید کی یعنی مالک چھیپ کی یا جولوگ اس کو نکال لائے؟ (۱۲۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ مچھلی زید کی ہے، جس نے کانٹا وڈوری وغیرہ بہ غرض شکار دریا میں چھوڑی تھی، **كما في الدر المختار: نصب شبكة للصيد ملك ما تعقل بها إلخ** (۳) **فقط**

جو مچھلیاں کسی کے حظیرہ یا پنجرہ میں ہیں ان کو دوسرا شخص پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۵)...... (الف) تالاب غیر مملوکہ یا جھیل افتادہ کے کنارے میں لوگ مچھلی پکڑنے کے لیے حظیرہ بنا لیتے ہیں، اور اس میں درخت کی ڈالیاں و پتے وغیرہ ڈالتے ہیں، اور ایک طرف سے اس حظیرہ کا منہ کھلا چھوڑتے ہیں تاکہ اس راہ سے مچھلیاں اس میں آسکیں، اس حظیرہ سے جب مچھلیاں پکڑتے ہیں اس وقت وہ منہ یعنی فرجہ بند کرتے ہیں، اور سب پانی سینچ کر مچھلیاں پکڑ لیتے ہیں، آیا بلا اذن حظیرہ والے کے دوسرا کوئی شخص اس کو سینچ کر مچھلی پکڑ سکتا ہے یا نہیں؟

(ب) بانس وغیرہ سے ہم لوگ ایک قسم کا پنجرہ مچھلی پکڑنے کا بنا لیتے ہیں، اس کو ندی یا کھال بیل (جھیل) میں چھوڑ آتے ہیں، مچھلی اس پنجرہ میں آکر بند ہو جاتی ہیں، آیا مالک پنجرہ کے بلا اذن دوسرا

---

(۱) چھیپ: مچھلیاں پکڑنے کی چھڑی (فیروز اللغات)
(۲) شِسْت: مچھلی پکڑنے کا کانٹا، بنسی (فیروز اللغات)
(۳) **الدر المختار مع الشامي ۱۰/ ۴۵ كتاب الصيد.**

شخص اس پنجرہ کی مچھلی لے سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۵۸۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) دوسرا شخص نہیں پکڑ سکتا۔

(ب) دوسرا شخص اس پنجرہ کی مچھلیاں نہیں لے سکتا (۱) فقط

جو مچھلیاں برسات میں کسی کے مملوکہ تالاب میں آ گئی ہیں ان کو دوسرا شخص پکڑ سکتا ہے

سوال: (۱۹۶) ایک موضع میں ایک تالاب زمینداران کی ملک ہے جس میں پانی نہر یا ندی سے برسات میں آ کر بھر جاتا ہے اور مچھلیاں بھی ندی سے آتی ہیں، اگر غیر مالک مچھلی شکار کرے تو کر سکتے ہیں یا نہ؟ (۱۶۳۰/۱۳۴۰ھ)

الجواب: کر سکتے ہیں (۲)

شکاری پرندے سے مچھلی چھڑا کر کھانا

سوال: (۱۹۷) شکاری پرند سے مچھلی چھڑا کر کھانا کیسا ہے؟ (۱۹۲۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: شکاری پرند سے مچھلی چھڑا کر کھانا درست ہے۔ فقط

جو گائیں وحشی ہو جاتی ہیں ان کا شکار کرنا اور کھانا درست ہے

سوال: (۱۹۸) گائے بَن کی بہت سی وحشی ہو جاتی ہیں، اور غدر کے وقت سے وہ گائیں بن ہی

---

(۱) نصب شبكة للصيد ملك ماتعلق بها (الدر مع الرد ۱۰/۴۵ كتاب الصيد)

(۲) والحاصل كما في "الفتح" أنه إذا دخل السمك في حظيرة: فإما أن يعدها لذلك أو لا، ففي الأول يملكه وليس لأحد أخذه، ثم إن أمكن أخذه بلاحيلة جاز بيعه لأنه مملوك مقدور التسليم، و إلا لم يجز لعدم القدرة على التسليم، وفي الثاني: لايملكه، فلايجوز بيعه لعدم الملك، إلا أن يسد الحظيرة إذا دخل فحينئذ يملكه، ثم إن أمكن أخذه بلاحيلة جاز بيعه و إلا فلا، و إن لم يعدها لذلك لكنه أخذه و أرسله فيها ملكه، فإن أمكن أخذه بلا حيلة جاز بيعه لأنه مقدور التسليم (الشامي ۷/۱۸۲، كتاب البيوع، باب البيع الفاسد، مطلب في البيع الفاسد)

میں توالدو تناسل جاری رکھتی ہیں، اور کوئی ان کا نگراں اور مالک نہیں ہے، تو ان کا شکار کرنا اور کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۵۴۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ان کا شکار کرنا اور کھانا درست ہے، کیوں کہ وہ ملحق بالوحوش ہیں۔ فقط

شکار کا گوشت فروخت کرنا درست ہے

سوال: (۱۹۹) شکار کا گوشت فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۷۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط

کتاب الأضحیة

قربانی کا بیان

قربانی کس پر واجب ہے؟

سوال: (۱) قربانی کس کس پر واجب ہے؟ ایک مکان میں کیا سب پر علیحدہ علیحدہ واجب ہے یا کیا؟ (۲۰۲۹/۱۳۳۹ھ)

الجواب: قربانی صاحب نصاب پر لازم وواجب ہے، بچوں کی طرف سے واجب نہیں ہے، اس میں اور صدقۂ فطر میں فرق ہے، اور ایک مکان میں جو جو مرد اور عورت صاحبِ نصاب ہیں ان سب پر علیحدہ علیحدہ قربانی واجب ہے۔

صاحب نصاب پر ہر سال قربانی کرنا واجب ہے

سوال: (۲) کیا قربانی ہر سال صاحب زکاۃ کے ہر فرد پر واجب ہوتی ہے؟ (۱۱۷۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قربانی ہر سال صاحب نصاب پر واجب ہوتی ہے۔

سب بھائی مالک نصاب ہوں تو ہر ایک کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے

سوال: (۳) اس ملک میں رواج ہے کہ لوگ قربانی اس طور پر دیتے ہیں مثلاً تین بھائی ہیں وہ

قربانی فقط ایک بھائی کی طرف سے کرتے ہیں اور مال سب شرکت میں ہے اور اہلِ نصاب بھی ہیں، یہ درست ہے یا نہیں؟ اور اس ملک میں بہن کو ترکہ نہیں دیتے اس مال سے قربانی درست ہے یا نہیں؟ یا مسجد وغیرہ تیار کرا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس مسجد میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ (۲/۱۷۲ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جب کہ ہر ایک بھائی بقدر نصاب مال کا مالک ہے تو قربانی ہر ایک کی طرف سے کرنا لازم ہے، ایک بھائی کی طرف سے قربانی کرنے میں باقی دو بھائیوں کی طرف سے قربانی نہیں ہوئی، اور بہن کا حصہ اگر نہیں دیا تو وہ بھائی کے ذمے ہے اور اس کا مطالبہ اور محاسبہ اس پر ہے، قربانی کرنا اور مسجد بنانا اس کا اس طریق سے صحیح ہے کہ وہ اس کے یعنی بھائی کے حصہ میں سمجھا جائے گا اور نماز اس مسجد میں صحیح ہے۔ فقط

باپ اور بیٹے سب صاحب نصاب ہیں تو ہر ایک کے ذمے علیحدہ قربانی واجب ہے

سوال: (۴) ایک گھر میں دو بیٹے اور ایک باپ ہے تو قربانی کس کے ذمے ہے؟ (۹۳/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اگر ان بھائیوں اور باپ میں سے ہر ایک صاحبِ نصاب ہے تو ہر ایک کے ذمے قربانی علیحدہ واجب ہے۔

مشترک مال میں جس کا حصہ نصاب سے کم ہے اس پر قربانی واجب نہیں

سوال: (۵) چار بھائیوں کا مال مشترک ہے اگر تقسیم کیا جائے تو کسی کا حصہ بقدرِ نصاب نہیں ہے، قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟ (۲۱/۷-۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں کہ کسی ایک بھائی کا حصہ قدرِ نصاب کو نہیں پہنچتا کسی پر فطرہ اور قربانی واجب نہ ہوگی۔ فقط

بیوی کے پاس نصاب کے بقدر زیور ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے

سوال: (۶) جو خاوند صاحبِ نصاب ہے اور اس کی بیوی کے پاس زیور بقدر نصاب ہے اور مہر

بھی بذمہ خاوند ہے، تو کیا اس پر بھی خاوند کی موجودگی میں قربانی فرض ہے؟ (۲۳/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر زوجہ کی ملک میں زیور وغیرہ(۱) بقدر نصاب ہے، تو اس کے ذمے علیحدہ قربانی واجب ہے۔

کرایہ پر دیے ہوئے مکان اور غیر مستعمل اسباب خانہ داری کی وجہ سے قربانی واجب ہوگی یا نہیں؟

سوال: (۷)...... (الف) ایک شخص سفر میں بوجہ ملازمت کے رہتا ہے، اور اس کا مکان وطن اصلی میں کرایہ پر رہتا ہے اور خود بھی کرایہ کے مکان میں رہتا ہے؛ تو اس مکان کی وجہ سے اس شخص پر قربانی وفطرہ واجب ہے یا نہیں؟

(ب) وطن اصلی میں جو زید کا اثاث البیت مکان میں مقفل ہے اور بالفعل کار آمد نہیں، زائد رکھا ہوا ہے؛ اس اسباب کی وجہ سے اس پر اضحیہ اور فطرہ واجب ہے یا نہیں؟ (۸۹۵/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) رہنے کا مکان حاجت اصلیہ میں داخل ہے اگر چہ سفر کی وجہ سے اس میں کرایہ دار رہتا ہو اور خود کرایہ کے مکان میں رہتا ہو، اس مکان مسکونہ کی وجہ سے فطرہ واضحیہ واجب نہیں۔

(ب) وہ اسباب خانہ داری بھی سبب وجوبِ فطرہ اور اضحیہ کا نہ ہوگا۔

ایک شخص کسی قدر جائداد کا مالک ہے مگر اس کی آمدنی نا کافی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

سوال: (۸) زید مالک کسی قدر جائداد کا ہے اور اس نے اس کو ایک تجارت میں لگا رکھا ہے، جس کے منافع سے وہ بہت ہی عسرت اور تنگدستی سے بسر کرتا ہے، بلکہ قرض دار رہتا ہے، اگر وہ اس جائداد کو علیحدہ کرے تو بعد ادائے قرض صاحبِ نصاب ہوسکتا ہے ایسے شخص پر قربانی وصدقۂ فطر بحالت موجودہ واجب ہے یا نہ؟ (۶۶۹/ ۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) وغیرہ یعنی رقم، اور مہر مؤجل جو شوہر کے ذمے ہے وہ نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔۱۲ سعید احمد پالن پوری

الجواب: اس شخص پر موافق قول مفتی بہ کے قربانی وصدقہ فطر واجب نہیں ہے (۱)

سوال: (۹) دو چار بیگھہ زمین، فی بیگھہ پانچ سو روپیہ قیمتی اگر کسی کے پاس ہو، اور اس کی پیداوار اور آمدنی اس کے اور اس کے عیال کے لیے کافی نہ ہوتی ہو، ایسے شخص پر زکاۃ، فطرہ، قربانی واجب ہے یا نہیں؟ (۱۴۱۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: واجب نہیں ہے اور اس میں اختلاف ہے، لہٰذا احتیاطاً فطرہ دینا، قربانی کرنا بہتر ہے۔

صاحب قربانی کی نیت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے صاحب قربانی کے والدین کی طرف سے قربانی کردی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۰) میں نے ایک سپاہی کو کہا کہ دو بکرا خرید لو، میں دوسرے مقام پر چلا جاؤں گا جس کی طرف سے بتلا دوں گا قربانی کر دینا، میں ۷ ذی الحجہ کو چلا گیا، سہواً یہ بتلانا بھول گیا کہ کس کی جانب سے قربانی کرنا ہے، ۹ ذی الحجہ کو میں نے خط لکھا کہ ایک مسماۃ مریم کی طرف سے، دوسرا میری طرف سے کر دینا، وہ خط نہیں پہنچا، سپاہیوں وغیرہ نے مشورہ کر کے میرے والدین کی طرف سے قربانی کردی، تو یہ قربانی کس کی طرف سے ہوئی؟ (۱۹۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: وہ دونوں قربانی موافق آپ کی نیت کے مریم کی طرف سے اور آپ کی طرف سے ہوئی، کیونکہ اس میں صاحب قربانی کی نیت کا اعتبار ہے، ذبح کرنے والوں کی نیت کا اعتبار نہیں ہے۔ **كذا يفهم من كتب الفقه. فقط**

بلا اجازت مالک کی طرف سے قربانی کا جانور ذبح کرنا

سوال: (۱۱) ایک شخص نے قربانی کے لیے بکرا پالا، عید الاضحیٰ کے روز شخص مذکور باہر سے نہیں

---

(۱) وفيها ـــــ أي التاترخانية ـــــ سئل محمد عمن له أرض يزرعها، أو حانوت يستغلها، أو دار غلتها ثلثة آلاف، ولا تكفى لنفقته ونفقة عياله سنة، يحل له أخذ الزكاة وإن كانت قيمتها تبلغ ألوفًا، وعليه الفتوى، وعندهما لايحل اهـ (ردالمحتار ۳/۲۶۷ كتاب الزكاة، باب المصرف، قبيل مطلب في جهاز المرءة هل تصير به غنية؟)

آیا تھا کہ مسجد کے امام نے یہ خیال کر کے کہ بہرحال بکرا قربانی کا مجھے ذبح کرنا پڑے گا میں اس کے آنے سے پہلے فارغ ہو کر دوسروں کے بکرے ذبح کردوں، امام مسجد نے اصل مالک کی طرف سے بلا اجازت مالک کے نیابۃً وہ بکرا ذبح کردیا اس صورت میں مالک کی طرف سے قربانی واجبہ ادا ہوئی یا نہیں؟ (۱۴۸۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں بکرے کے مالک کی طرف سے قربانی واجب ادا ہوگئی۔ کما في الشامي: و إذا ذبح أضحية الغير ناويًا مالكها بغير أمره جاز، ولاضمان عليه اهـ وهذا استحسان لوجود الإذن دلالةً كما في البدائع إلخ (۱) فقط

ہیجڑے پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۲) مخنث نہایت دین دار ہو اس کی قربانی عنداللہ مقبول ہے یا نہیں؟ (۱۳۰۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: ہیجڑا جب دین دار اور پرہیز گار ہو تو اس کی قربانی مقبول ہے، بلکہ اگر صاحبِ استطاعت ہے تو قربانی اس پر واجب ہے اگر نہ کرے تو عاصی ہے۔ فقط

صاحب نصاب نے اپنے کسی عزیز یا آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کی تو اس کے ذمے سے واجب قربانی ساقط نہیں ہوئی

سوال: (۱۳) ایک مالک نصاب نے جس پر قربانی واجب ہے اپنے متعلقین میں سے کسی کے نام سے قربانی کی، تو اس کے ذمے سے قربانی واجبہ اتر گئی یا نہیں؟ (۹۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس صورت میں مالک نصاب کے ذمے سے قربانی ادا نہیں ہوئی، ایک قربانی اس کو اپنی طرف سے کرنی ضروری ہے باقی کا اختیار ہے۔

سوال: (۱۴) زید صاحب نصاب اگر اپنی زوجہ یا کسی مردہ کی طرف سے قربانی کرے تو زید کے ذمے سے قربانی اتر گئی یا اپنی طرف سے کرنی چاہیے؟ (۷۵۷/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) ردالمحتار ۹/۴۰۰ كتاب الأضحية.

الجواب: اس صورت میں زید کے ذمے سے قربانی ساقط نہیں ہوئی، اس کو اپنی طرف سے علیحدہ قربانی کرنی چاہیے۔

سوال: (۱۵) اگر کوئی صاحب نصاب اپنی طرف سے قربانی نہ کرے، بلکہ اپنے کسی عزیز یا آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کرے تو کرسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کرے گا تو اس کے ذمے اس سال کی قربانی واجب رہے گی یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۲۹ھ)

الجواب: صاحب نصاب کو اپنی طرف سے قربانی کرنا ضروری ہے، اپنی قربانی کے ساتھ دوسری آنحضرت ﷺ کی طرف سے یا اور کسی کی طرف سے کرسکتا ہے مگر اپنی قربانی ضروری ہے۔

صاحب نصاب کا ایک سال اپنی طرف سے اور دوسرے سال اپنی بیوی یا ماں کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: (۱۶) اگر کوئی صاحبِ نصاب اپنی طرف سے قربانی کرے اور آئندہ سال اپنی زوجہ یا ماں کی طرف سے کرے اور اپنی طرف سے نہ کرے یہ جائز ہے، یا ہر سال اپنی طرف سے کرنا ضروری ہے؟ اور زوجہ کی طرف سے ہر سال قربانی کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۵/۳۰۰ھ)

الجواب: جب کہ شوہر صاحبِ نصاب ہو تو اس کو اپنی طرف سے ہر سال قربانی علیحدہ کرنی چاہیے، اور اگر اس کی زوجہ بھی صاحبِ نصاب ہے یعنی مثلاً اس کو زیور اس کے والدین کی طرف سے اس قدر ملا ہے کہ جو بقدرِ نصاب ہے؛ تو اس کو علیحدہ قربانی کرنی چاہیے، ایک قربانی کئی کی طرف سے کافی نہیں ہے۔ فقط

جس پر قربانی واجب نہیں وہ ایک برس اپنی طرف سے اور دوسرے برس اپنے کسی عزیز کی طرف سے قربانی کرسکتا ہے

سوال: (۱۷) زید، بکر دونوں بھائی ان کی بی بی لڑکے سب ایک جگہ مزدوری لاکر جمع کرتے ہیں، زید خرچ کا مالک ہے، اہل نصاب نہیں ہے، اگر زید ایک برس قربانی اپنے نام سے کرے،

دوسرے برس بھائی بکر کے نام سے، تیسرے برس لڑکے کے نام سے، چوتھے برس بی بی بچے کے نام سے قربانی کرے، تو جائز ہوگا یا نہیں؟ (۲۰۳۸/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اگر ان میں سے کوئی اہل نصاب نہیں ہے اور نہ زید صاحب نصاب ہے تو بہ طریق مذکور قربانی کرنا درست ہے، کہ وہ قربانی نفلی ہے جس کے نام سے چاہیں کریں، اور اگر زید صاحبِ نصاب ہو (تو) اس کو اپنی طرف سے قربانی کرنا ضروری ہے۔

اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں

سوال: (۱۸) ایک شخص صاحبِ نصاب ہے؛ تو قربانی اپنی جانب سے کرے یا تمام عیال کی طرف سے بھی کرے؟ (۲۸/۷۔۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اپنی طرف سے واجب ہے، اہل وعیال کی طرف سے فرض نہیں ہے۔

نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا مستحب ہے، واجب نہیں

سوال: (۱۹) کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت غراء رحمہم اللہ تعالیٰ ان سب سوالوں کے جواب میں:

(الف) اوّل ایں کہ قربانی کرنا اولاد کی طرف سے باپ پر واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب؟

(ب) اولاد کی طرف سے اپنے اوپر واجب سمجھ کر قربانی کرنا کیسا ہے؟

(ج) اولاد کی طرف سے اپنے اوپر واجب، سنت، مستحب کچھ نہیں سمجھتا لیکن یوں ہی کر دیتا ہے، اس کا کیا حکم ہے؟

(د) زید کہتا ہے حسن بن زیاد کی روایت کے موافق اگر واجب سمجھ کر قربانی کرے گا تو چوں کہ وہ مفتی بہ قول نہیں بلکہ ساقط الاعتبار ہے، اس لیے یہ قربانی نفل ہونے کا بھی ثواب نہیں رکھتی ہے، اور بکر کہتا ہے کہ یہ نفل ہوگئی۔ (۲۵۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: (الف) باپ پر قربانی کرنا اولاد صغیر کی طرف سے مستحب ہے۔ قال في الدر المختار: عن نفسه لا عن طفله علی الظاهر بخلاف الفطرة إلخ قال في الشامي (قوله علی الظاهر): قال في الخانية: في ظاهر الرواية أنه يستحب ولا يجب بخلاف صدقة الفطر ـــــ إلی أن قال ـــــ

والفتوىٰ على ظاهر الرواية (۱) (ص: ۲۷۵)

(ب) واجب سمجھ کر قربانی نہ کرے بلکہ اگر کرے تو مستحب ہی سمجھ کر کرے۔

(ج) قربانی ہوگئی (د) یہ قربانی نفل ہوجاوے گی زید کا قول صحیح نہیں ہے۔

سوال: (۲۰) والدین کے ذمے اولاد صغیر وکبیر کی طرف سے صدقۂ عیدالفطر اور قربانی کرنی دونوں واجب ہیں یا ایک؟ اگر ایک واجب ہے اور دوسری چیز نہیں تو بحوالۂ کتاب بتلایے (۱۵۳۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: غنی کے ذمے اولادِ صغار کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے اور قربانی واجب نہیں ہے، اور اولاد کبیر کی طرف سے والدین کے ذمے صدقۂ فطر بھی لازم نہیں ہے، بلکہ اگر وہ خود غنی ہیں تو صدقۂ فطر ادا کریں اور قربانی کریں۔ کذا في الدرالمختار: عن نفسه لاعن طفله على الظاهر، بخلاف الفطرة إلخ (درمختار) قوله: (لاعن طفله) أي من مال الأب إلخ (۲) (شامي، كتاب الأضحيه) وفيه من الأضحية: وليس للأب أن يفعله من مال طفله ورجّحه ابن الشحنة إلخ (۳)

سوال: (۲۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ کوئی شخص صاحبِ نصاب جس کی زوجہ واولاد صغار وکبار ذکور واناث نا کتخدا (غیر شادی شدہ) اور مملوک ہوں، ان میں سے کوئی بھی صاحب نصاب نہیں ہے، اور سب کھانا وکپڑا وغیرہ جملہ ضروریات خرچ وغیرہ سب اسی شخص کے ذمے ہیں، آیا اس پر قربانی سب کی طرف سے واجب ہے یا صرف اپنی ذات کی؟ (۱۹۸۸/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: فتجب التضحية ...... على حر مسلم مقيم ...... موسر ...... عن نفسه، لاعن طفله على الظاهر بخلاف الفطرة (۴) پس معلوم ہوا کہ اس شخص صاحب نصاب پر قربانی صرف اپنی طرف سے واجب ہے نہ اولاد صغار اور کبار ذکور واناث ومما لک کی طرف سے۔

---

(۱) الدرالمختار و ردالمحتار ۳۸۲/۹ كتاب الأضحية.

(۲) الدر و الرد ۳۸۲/۹ كتاب الأضحية.

(۳) الدرمع الرد ۳۸۴/۹ كتاب الأضحية.

(۴) الدرمع الرد ۳۸۰/۹-۳۸۲ كتاب الأضحية.

نابالغ اولاد مالکِ نصاب ہوتو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۲) درانحالیکہ اولاد صغار مالک نصاب ہو، تو اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۹۸۸/ ۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اور اگر اولاد صغار مالک نصاب ہوں تو اس وقت بھی مفتی بہ قول کے موافق اولاد کے مال میں قربانی نہیں۔ کذا في الدر المختار (۱)

بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں

سوال: (۲۳) باپ جو کہ جائداد پر قابض ہے اور اس کے بالغ لڑکے ولڑکیاں بھی ہیں تو قربانی صرف باپ پر واجب ہے یا لڑکے لڑکیوں کی طرف سے بھی کرنی واجب ہے؟ (۲۳/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: باپ اگر مالکِ نصاب ہے تو صرف باپ پر قربانی واجب ہے، لڑکوں اور لڑکیوں کی طرف سے اس پر قربانی واجب نہیں ہے۔

نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر واجب ہے، قربانی واجب نہیں

سوال: (۲۴) جیسا کہ صاحب نصاب پر صدقۃ الفطر بچوں کی طرف سے بھی واجب ہوتا ہے، اسی طرح قربانی بھی واجب ہے یا کچھ فرق ہے؟ (۲۱۰۵/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **فتجب التضحية ......علی حر مسلم مقیم......موسر......عن نفسه لاعن طفله علی الظاهر، بخلاف الفطرة إلخ** (۲) اس سے معلوم ہوا کہ ظاہرِ مذہب یہ ہے کہ قربانی صاحب نصاب پر اپنے بچوں کی طرف سے واجب نہیں ہے، بخلاف صدقۃ الفطر کے کہ وہ بچوں کی طرف سے بھی واجب ہوتا ہے، پس عبارت مذکورہ سے فرق درمیان قربانی اور صدقہ فطر کے معلوم ہوگیا۔ فقط

---

(۱) ويضحی عن ولده الصغير من ماله صححه في الهداية، وقيل: لا، صححه في الكافي. قال: و ليس للأب أن يفعله من مالِ طفله و رجحهٗ ابن الشحنة، قلت: وهو المعتمد لما في متن مواهب الرحمان من أنه أصح ما يفتٰی به (الدر المختار مع رد المحتار ۹/ ۳۸۳-۳۸۴ کتاب الأضحية)

(۲) حوالۂ سابقہ۔

نابالغ اولاد کی طرف سے ان کے مال میں سے قربانی کرنا درست نہیں

سوال: (۲۵) نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۴۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اپنے پاس سے اگر قربانی اولاد نابالغ کی طرف سے کرے، ان کے مال میں سے نہ کرے تو درست ہے۔

جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کا قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۲۶) کیا اس شخص کا قربانی کرنا جائز ہے جس کا عقیقہ نہ ہوا ہو؟ یہاں یہ رواج ہے کہ جس شخص کا عقیقہ نہ ہوا ہو اس کی قربانی ناجائز سمجھتے ہیں؟ (۷۷۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قربانی اس شخص کی درست ہے اور یہ جو کچھ مشہور ہے کہ بلا عقیقہ کے قربانی درست نہیں ہوتی یہ غلط ہے، مسئلہ ایسا نہیں ہے۔ فقط

قربانی کا روپیہ مظلومین، بیوگان اور یتامی کی امداد میں صرف کرنا اور قربانی نہ کرنا

سوال: (۲۷) امسال قربانی کا تمام وکمال روپیہ اپنے بلقانی بے بس بھائیوں کی مرہم پٹی اور ان کی بیوگان ویتامی کی امداد کے لیے ٹرک بھیج دیا جاوے، اور ایسی حالت میں جب کہ اسلام کے دروازے پر قیامت برپا ہے قربانی نہ کی جائے (تو درست ہے یا نہیں؟) (۱۸۹۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قربانی اس طرح ادا ہوگی کہ قربانی یہاں کی جاوے چرم قربانی (کی قیمت) کو وہاں بھیج دینے کا اہتمام کرنا چاہیے، اور کیا اچھا ہو کہ جن لوگوں پر قربانی واجب ہے وہ اپنا تمام وکمال نصاب وہاں بھیج دیں کہ قربانی ذمے پر نہ رہے، اللہ تعالیٰ اگر مسلمانوں کو ایسی توفیق دے دیوے تو اس سے بہتر کیا ہے؟! الحاصل یہ درست نہیں کہ صاحبِ نصاب مالک نصاب رہیں اور قربانی نہ کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جانوروں پر مہربانی کرنے کی غرض سے قربانی نہ کرنا

سوال: (۲۸) ایک مسلمان جو صاحب نصاب و زکاۃ ہے، بہ لحاظ رحم حیوانات ایک سال سے تارک لحم خوری ہے، عیدالاضحیٰ میں وہ دس قربانیاں کیا کرتا تھا، امسال اگر بجائے قربانی کے قیمت صدقہ کردے تو جائز ہے یا نہ؟ (۲۵۵۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: جس کے ذمے قربانی واجب ہے وہ قیمت قربانی صدقہ کرکے قربانی سے سبکدوش نہیں ہوسکتا، اس کو قربانی ہی کرنی ضروری ہے، اور یہ قربت خاص ذبح حیوان سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ فقط

سوال: (۲۹) سوال یہ ہے کہ چونکہ ذبح کرنے میں مذبوح کو تکلیف ہوتی ہے، اس لیے بجائے قربانی کے دیگر کار خیر میں روپیہ صرف کرنا چاہتے ہیں اس بارے میں کیا حکم ہے؟ (۹۳۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: قربانی سے اللہ کا تقرب اور نزدیکی حاصل ہوتی ہے، اور حدیث شریف میں ہے کہ قربانی کا خون اللہ تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب ومقبول ہے، اور آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے جانوروں کو ذبح کیا ہے، پس اس کے بعد کسی مسلمان کو کیسے اس میں تأمل ہوسکتا ہے؟! الغرض یہ وسوسۂ شیطانی ہے کہ قربانی میں بوجہ مذکورہ تأمل کرے عن عائشة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ماعَمِل ابن آدم من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم، وأنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وإن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع بالأرض، فطيبوا بها نفسًا رواه الترمذی وابن ماجة (۱)

قربانی کے ایام میں قربانی کرنے کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا

سوال: (۳۰) ہدایہ کتاب الاُضحیہ میں بین السطور تحت عبارت ہذا (والتضحية فيها أفضل من التصدق بثمن الأضحية لأنها تقع واجبة أو سنة، والتصدق تطوع محض فتفضل عليه) وإن كان يسقط عنه الواجب (۲) ہے، اور یہ عبارت والتصدق تطوع محض کے نیچے بین

(۱) مشكاة المصابيح ص: ۱۲۸ كتاب الصلاة، باب في الأضحية، الفصل الثاني.

(۲) الهداية ۴/۴۴۶ كتاب الأضحية.

السطور واقع ہے، دریافت طلب یہ امر ہے: اگر کوئی شخص ایام نحر میں بجائے قربانی کے قیمت تصدق کردے تو کیا واجب اس کے ذمے سے ساقط ہوجائے گا؟ بین السطور کی عبارت وإن کان یسقط عنه الواجب کہاں تک قابل اعتبار ہے؟(۱۳۴۰/۴۵ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ ایام اضحیہ میں غنی پر قربانی واجب ہے، اس وقت تصدق بالقیمت درست نہیں ہے کیونکہ قربت اراقتِ دم میں ہے۔ کمافي الشامي (۱) البتہ اگر ایام اضحیہ گزر گئے تو تصدق بالقیمت لازم ہے، کذا في الشامي (۲) پس مطلب عبارت ہدایہ؛ یہ لینا چاہیے کہ قربانی ایام نحر میں افضل ہے تصدق بالقیمت سے بعد ایام نحر کے۔ اس صورت میں بین السطور کا مطلب صحیح ہو جاوے گا کیونکہ بعد مضي ایام نحر تصدق بالقیمت سے وجوب ساقط ہو جاتا ہے، اور اس میں کچھ اور بھی تفصیل ہوسکتی ہے جس کی اس وقت گنجائش نہیں ہے۔ قال في ردالمحتار (۲۰۳/۵): إذا وجبت بإیجابه صریحا أو بالشراء لها ، فإن تصدق بعینها في أیامها فعلیه مثلها مکانها لأن الواجب علیه الإراقة، وإنما ینتقل إلی الصدقة إذا وقع الیأس عن التضحیة بمضي أیامها و إن لم یشتر مثلها حتی مضت أیامها تصدق بقیمتها(۲) فقط

سوال: (۳۱) اگر کوئی شخص عیدالاضحیٰ کے موقع پر بجائے ذبح کرنے کسی جانور قربانی کے اس کی کل یا جزو قیمت کسی مسکین محتاج کو دیدے، تو کیا وہ حکم شرع سے عہدہ برآ ہوسکتا ہے یا نہیں؟(۱۳۳۸/۲۰۸۹ھ)

الجواب: قربانی کی جگہ اس کی قیمت دینا مساکین وغیرہم کو درست نہیں ہے، کیونکہ موقع قربانی میں اراقت دم ہی قربت ہے، پس جس کے ذمے قربانی واجب ہے وہ قیمت قربانی صدقہ کر کے قربانی کے وجوب سے سبکدوش نہیں ہوسکتا هكذا في كتب الفقه. فقط

سوال: (۳۲) قربانی کے ایام میں بجائے قربانی کرنے کے اس کی قیمت نقد صدقہ کر دینا اور تین حصہ کر کے فقراء کو تقسیم کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۲۳۴ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے، قربانی ہی کرنا ضروری ہے۔

---

(۱) لأن الإراقة إنما عرفت قربة في زمان مخصوص ، ولا تجزیه الصدقة الأولی عما یلزمه بعدُ ، لأنها قبل سبب الوجوب(الشامي ۳۸۸/۹، کتاب الأضحیة)

(۲) الشامي ۳۸۸/۹ کتاب الأضحیة .

سوال: (۳۳)اگر کوئی شخص قربانی نہ کرے بلکہ قیمت قربانی کی صدقہ کردے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جو قربانی واجب ہے اس میں تو قربانی کرنا ہی ضروری اور فرض ہے قیمت دینا جائز نہیں ہے، اور جو قربانی نفلی ہے اس میں اگرچہ یہ درست ہے کہ کوئی شخص قربانی نفلی نہ کرے کچھ روپیہ صدقہ اور خیرات کردیوے مگر جو ثواب اور قربت قربانی میں ہے وہ قیمت صدقہ کرنے میں نہیں ہے۔

غیر اقوام کی رضا جوئی کے خیال سے گائے کی قربانی نہ کرنا، یا خفیہ طور سے کرنا

سوال: (۳۴) قربانی جانور کی ضروری ہے کہ نہیں؟ کس حکم کی رو سے ہم لوگ بقرعید میں قربانی کرتے ہیں، سنت نبوی ہے یا حکم قرآنی؟ وہی رقم جو قربانی پر صرف ہو خیرات کیوں نہ کردی جائے۔ غیر اقوام سے اتحاد میں اگر دین کی غیرت قائم رہتی ہو تو ان کی رضا جوئی کے خیال سے امراء کا بجائے گائے کے بکری ذبح کرنا اور غرباء کا پردے میں گائے ذبح کرنا شرعاً کیسا ہے؟ (۲۳۸۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: صاحب نصاب کے لیے قربانی کرنا ضروری ہے اور قربانی کرنا آیات(۱) واحادیث سے ثابت ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے قربانی کی اور قربانی کا حکم فرمایا(۲) اور قربانی میں اراقتِ دم

---

(۱) ﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾ (سورۂ کوثر، آیت:۲) ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ (سورۂ حج، آیت:۳۷) ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِيَذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ (سورۂ حج، آیت:۳۴)

(۲) عن أنس رضي الله عنه قال: ضحّی رسول الله صلّی الله علیه وسلّم بکبشین أملحین أقرنین ذبحهما بیده، وسمی وکبر قال: رأیته واضعا قدمه علی صفاحهما ویقول: بسم الله والله أکبر، متفق علیه (مشکاۃ المصابیح، ص:۱۲۷، کتاب الصلاۃ باب في الأضحیة، الفصل الأول)

وعن أبي هریرۃ رضی الله تعالیٰ عنه أن رسول الله صلّی الله علیه وسلّم قال: من کان له سعة و لم یضح فلایقربن مصلانا (سنن ابن ماجة ص: ۲۲۶ أبواب الأضاحي، باب الأضاحي واجبة هي أم لا ؟)

یعنی خون بہانا قربت ہے(۱) قیمت دینا اور قیمت کا صدقہ کرنا قائم مقام قربانی کے نہیں ہے، اور اس سے قربانی ادا نہیں ہوتی کذا في کتب الفقه (۲) اور قربانی گائے کی غیر اقوام کی رعایت سے اور ان سے اتحاد قائم کرنے اور رکھنے کی وجہ سے ترک کرنا درست نہیں ہے اور خلاف حکم شریعت ہے، اور پردے میں گائے کی قربانی کرنا اور مخفی طور سے کرنا کہ جس سے غیر اقوام کو اشتعال نہ ہو اور فتنہ نہ ہو اچھا ہے، ایسا ہی کرنا چاہیے کیونکہ غرض اپنا مذہبی فرض ادا کرنا ہے نہ کسی کو اشتعال دینا۔ فقط

قربانی ایک اسلامی فریضہ ہے اس میں کسی قسم کی پابندی لگانا مذہب میں مداخلت ہے

سوال: (۳۵) اگر بہ موقعہ عیدالاضحیٰ کوئی غیر مسلم قوم یا حکومت چوپائے یا محض گائے کی قربانی جبریہ بند کرے، یا حکومت کسی قانون کی آڑ یا تحت میں کسی قسم کی پابندی مثل لائسنس حاصل کرنے اور مذبح میں جا کر قربانی کرنے کی عائد کرے تو اس صورت میں ایسا ناجائز مطالبہ اور دباؤ مسلمانوں کو قبول کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور قانونی قیود کی پابندی ناجائز تو نہیں ہے جب کہ قربانی کرنے کا اصلی و حقیقی مقصد قرب الی اللہ اور گھروں میں ذبح کر کے اس کے خون کے قطروں سے برکت حاصل کرنا ہو، یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ اگر کوئی ایسی قانونی پابندی جائز بھی ہو تو اس قصبہ میں جہاں ایسا قانون محض مسلمانوں کے وقار اور جذبات مذہبی کے احترام کو پیش نظر رکھ کر ۵۶ سال سے واجب العمل نہ بنایا گیا ہو اور نصف صدی گذرنے کے بعد اس کا اجراء کرنا یا کرانا صرف اس لیے ضروری ہو کہ مسلمانوں کا وقار تباہ کیا جائے، اور ان کا تقریباً نوسو (۹۰۰) سال کا شہری حق غصب اور مذہبی آزادی سلب کر لی جائے، تو

---

(۱) عن عائشة رضی الله عنها قالت : قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : ماعمل ابن آدم من عمل يوم النحر أحبّ إلى الله من إهراق الدم. الحديث (مشكاة المصابيح ص: ۱۲۸ كتاب الصلاة، باب في الأضحية – الفصل الثاني)

(۲) والتضحية فيها أفضل من التصدق بثمن الأضحية ، لأنها تقع واجبة أوسنة ، والتصدق تطوع محض فتفضُل عليه (الهداية ۴/ ۴۴۶ كتاب الأضحية)

فإن تصدق بعينها في أيامها فعليه مثلها مكانها ، لأن الواجب عليه الإراقة ، و إنما ينتقل إلى الصدقة إذا وقع اليأس عن التضحية بمضي أيامها (ردالمحتار ۹/ ۳۸۸ كتاب الأضحية)

اس صورت میں عمومیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے حالات خصوصی میں مسلمانان قصبہ کو کیا حکم دیا جائے گا؟ اوران کے لیے کون سی راہ جائز اور کون سی نا جائز ہوگی؟ (۱۰۰۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قربانی ایک فریضۂ اسلامی ہے جس میں کسی قسم کی قیود اور پابندیاں عائد کرنے میں مذہبی مداخلت ہے اور یہ ایک عبادت مخصوصہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ ایام قربانی میں کوئی عمل محبوب نہیں ہے جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے: عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها قالت: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: ما عَمِل ابن آدم من عمل يوم النحر أحب إلى الله من إهراق الدم ، وأنه ليأتي يوم القيامة بقرونها وأشعارها وأظلافها وأن الدم ليقع من الله بمكان قبل أن يقع بالأرض؛ فطيبوا بها نفسًا. رواه الترمذي وابن ماجة (۱)

حاصل اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ ابن آدم کا کوئی عمل یوم النحر یعنی یوم قربانی میں جانورِ قربانی کے خون بہانے سے اور اس کے ذبح کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب و پسندیدہ نہیں ہے، اور قیامت کے دن قربانی معہ اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے آوے گی، اور قربانی کا خون اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بڑے مرتبہ پر واقع ہوتا ہے اس سے پہلے کہ زمین پر گرے، پس اے مسلمانو! قربانی کر کے اپنے نفسوں کو پاک کرو۔

الغرض قربانی ایک خاص عبادت خاص وقت میں ہے کہ اس سے زیادہ اس وقت کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں، بلکہ سب عبادتوں سے محبوب اور پسندید ہے اور یہ خاص شعار اہل اسلام کا ہے، اور سلاطین زمانہ نے کسی وقت کوئی قید اور پابندی عائد نہیں کی، لہٰذا گورنمنٹ کو بھی اس میں کسی قسم کی پابندی اور تنگی عائد نہ کرنی چاہیے، اور آزادئ مذہب میں کسی قسم کی رکاوٹ اور پابندی نہ کرنی چاہیے، اور جو حق اہل اسلام کو صدیوں سے حاصل ہے اس میں ادنی مداخلت بھی نہ کرنی چاہیے اور اہل اسلام کا فرض ہے کہ وہ اپنے اس فرض مذہبی کو بہ آزادی ادا کرنے میں ہر طرح کی جدوجہد کریں اور جو آزادی ان کو ہمیشہ سے قربانی کے متعلق تھی اس کو برقرار رکھنے کی کوشش کریں۔ فقط

سوال: (۳۶) ایک قصبہ میں تین ہزار مسلمان اور سات ہزار ہندو آباد ہیں، اور باہم تعلقات

(۱) مشكاة المصابيح ص: ۱۲۸ كتاب الصلاة ، باب في الأضحية ، الفصل الثاني .

تجارت وابستہ ہیں، اب ہنود نے مسلمانوں سے ترکِ موالات اس طرح سے کردیا ہے کہ کوئی ہندو کسی مسلمان سے مال نہ خریدے، اور نہ اس کو دے جب تک کہ مسلمان گائے کی قربانی بند نہ کردیں، اور مسلمانان نے مسجد میں جمع ہوکر یہ حلف کرلیا ہے کہ خلافِ اسلام اور خلافِ قوم کوئی کام نہ کریں گے، اب ہنود نے اکثر مسلمانوں پر اپنے بازاری معاملات اور دیرینہ تعلقات کا دباؤ ڈالا کہ تم چند اشخاص کے معاملات ترک کردو تو تمہارے تعلقات تجارتی و بازاری مثل پیشتر کے کھول دیے جائیں گے، اس پر یہ گروہ تیار ہوگیا، لہٰذا اس گروہ کے ساتھ بقیہ مسلمانوں کو کیا معاملہ کرنا چاہیے؟ اور گائے کی قربانی کے بارے میں کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۲/۹۸۳ھ)

الجواب: قربانی مسلمانوں کا فرض مذہبی ہے، اس میں کسی قسم اور کسی طرح کی مداہنت مسلمانوں کو نہ کرنی چاہیے، اور گائے کی قربانی سے مسلمانوں کی نیت اپنا فرضِ مذہبی ادا کرنا ہونا چاہیے نہ کسی کی دل شکنی، باقی اگر ان کی دل شکنی اس سے ہوتی ہو تو اس کی کچھ پرواہ مسلمانوں کو نہ کرنی چاہیے، اور یہ بھی غلط ہے کہ ان کی دل شکنی اس سے ہوتی ہے، کیونکہ لاکھوں ہزاروں گائے روزانہ ذبح ہوتی ہیں، ان سے دل شکنی نہیں ہوتی خاص قربانی سے ہوتی ہے، جو مسلمانوں کا فرضِ مذہبی ہے، اس سے مذہب میں مداخلت اس قوم کی ظاہر ہے، سو یہ کسی طرح مسلمانوں کو گوارا نہ ہونی چاہیے اور مسلمانوں کو اس قوم کی رعایت سے کسی اپنے فرص مذہبی اور آزادئ شرعی کو نہ چھوڑنا چاہیے، اور جو مسلمان ہندوؤں کے اس بارے میں معین ہوں وہ عاصی ہیں ان کو توبہ کرنی چاہیے۔ فقط

کفار کے خوف سے قربانی نہ کرنا

سوال: (۳۷) ایک شخص اپنے مکان پر قربانی گاؤ کی کیا کرتا ہے، سال گذشتہ میں ہنود نے بہت جھگڑا کیا تھا، اور اب ہنود نے پانچ سو روپیہ اس غرض سے جمع کیا ہے کہ گاؤ کشی بند کرادیں اگر شخص مذکور آسانی سے بند نہ کرے تو اس کو طرح طرح کی تکالیف پہنچاویں، چنانچہ اب بھی کئی مسلمانوں پر فوجداری میں دعوی کر رکھا ہے، غریب مسلمان خرچ مقدمہ فوجداری برداشت نہیں کرسکتے اگر قربانی بند کردی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۱۴۶۲ھ)

الجواب: بہ حالتِ مذکورہ قربانئ گاؤ بند کرنا جائز نہیں ہے، پس اگر اس شخص کے ذمے قربانی واجب ہے تو اس کو قربانی کرنا لازم وواجب ہے، اور اگر اس پر قربانی واجب نہیں ہے تب بھی وہ اس کار ثواب کو خوفِ کفار سے نہ چھوڑے اور انتظام بذریعہ پولیس وغیرہ سے پہلے کرالے تاکہ حکام کی طرف سے خود انتظام ہوجائے، اس دینی کام اور شعار اسلام میں کوتاہی نہ کرنی چاہیے اور کفار کو خوش نہ کرنا چاہیے اور ان کی دولت مندی وغیرہ سے کچھ خوف نہ کرنا چاہیے، حکام کا فرض ہے کہ وہ انتظام کما حقہ کریں گے۔

سوال: (۳۸) جس مقام کے مسلمانوں نے قربانی اپنے ناجائز فائدہ کی خاطر محض ایک ہندو کی خاطر بند کردی ہو، اور محض مرغوں کی قربانی کرتے ہوں، کیا یہ جائز ہے؟ اور اس فعل کے مرتکب کس جرم کے مستوجب ہیں؟ (۲۸۵۳/۱۳۴۳ھ)

الجواب: جن پر قربانی فرض ہے ان کو قربانی نہ کرنا سخت گناہ ہے اور کسی ہندو کی خاطر قربانی نہ کرنا معصیت کبیرہ ہے، اور مرغ کی قربانی نہیں ہوتی (۱) تارکین قربانی بہ صورت مذکورہ فاسق ہیں۔

قرض لے کر قربانی کرنا جائز ہے

سوال: (۳۹) مال فروخت نہیں ہوا، قربانی کے لیے اگر ادھار لے کر قربانی کی جائے تو قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (۲۶۴۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: قرض لے کر قربانی کرسکتا ہے۔

قربانی کے لیے نامزد کیا ہوا بکرا فروخت کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۴۰) قربانی کے لیے جو بکرا نامزد کیا جاوے اس کو فروخت کرنا کیسا ہے؟ (۱۵۲۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: نامزد کیا ہوا بکرا ہی قربانی کرنا چاہیے اس کو فروخت نہ کیا جائے۔ فقط

---

(۱) و ركنها: ذبح مايجوز ذبحه من النعم لاغير، فيكره ذبح دجاجة و ديك، لأنه تشبه بالمجوس وفي الشامي: قوله: (فيكره ذبح دجاجة و ديك الخ) أي بنية الأضحية والكراهة تحريمية كما يدل عليه التعليل (الدر و الرد ۹/۳۷۹ أوائل كتاب الأضحية)

قربانی کے واسطے خریدا ہوا بکرا تنگ کرتا ہو تو اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۴۱) ایک شخص نے ایک بکرا خریدا اور یہ نیت ہوگئی کہ اس کو بقراعید کو قربانی کروں گا، مگر اب وہ بکرا بہت تنگ کرتا ہے، اس کے پاخانہ پیشاب سے مکان میں عفونت پیدا ہوگئی ہے اور مارتا بھی ہے، آیا اس کو فروخت کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۵۱۸/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تھی تو اس کا فروخت کرنا درست ہے، درمختار میں ہے: **وفقیر......شراها لها لوجوبها علیه بذلك حتی یمتنع علیه بیعها إلخ وفي الشامي: قوله: (شراها لها) فلو کانت في ملکه فنوی أن یضحی بها أو اشتراها ولم ینو الأضحیة وقت الشراء، ثم نوی بعد ذلك لایجب، لأن النیة لم تقارن الشراء فلا تعتبر. بدائع**(۱) **(شامي)** درمختار کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جس کے ذمے قربانی واجب نہ ہوا گر وہ بہ نیت قربانی جانور خریدے تو اس جانور کو قربانی کرنا واجب ہوجاتا ہے اور اس کا فروخت کرنا منع ہے، اور شامی کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ کی بلکہ بعد خریدنے کے نیت قربانی کی کی، تو اس کا فروخت کرنا درست ہے اور وہ جانور قربانی کے لیے معین نہیں ہوا، اور یہ حکم اس شخص کا ہے جس کے ذمے قربانی واجب نہ تھی۔ اور جس کے ذمے قربانی واجب ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر اس نے قربانی کے لیے کوئی جانور خریدا تو وہ جانور قربانی کے لیے معین نہیں ہوا، اس کو فروخت کر کے دوسرا جانور بدل سکتا ہے۔ فقط

مالدار عرفہ کے دن مفلس ہوگیا اور اس نے قربانی کے لیے جو جانور خریدا تھا وہ لنگڑا ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۴۲) کسی مالدار نے قربانی کا جانور خریدا عرفہ سے پہلے، پھر وہ آدمی عرفہ کے دن مفلس

---

(۱) **الدرالمختار و ردالمحتار ۳۸۹/۹ کتاب الأضحیة.**

ہوگیا، اوروہ جانور جوخریدا تھاوہ لنگڑا ہوگیا، اس کا کیا حکم ہے؟ (۱۹۹۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قال في الشامي: لا إن ارتد أو أعسر أو سافر في آخره (۱) وفي الدر المختار: ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع كما مرّ، فعليه إقامة غيرها مقامها إن كان غنيًا، وإن كان فقيرًا أجزأه ذلك الخ (۲) وفيه: لا بالعمياء والعوراء والعجفاء: المهزولة التي لا مخ في عظامها، والعرجاء التي لا تمشي إلى المنسك إلخ قال في الشامي: قوله: (والعرجاء) أي التي لا يمكنها المشي برجلها العرجاء، إنما تمشي بثلاث قوائم، حتّى لو كانت تضع الرابعة على الأرض وتستعين بها جاز. عناية (۳) ان روایات سے واضح ہوا کہ اس شخص کو وہی جانور قربانی کردینا کافی ہے۔

قربانی کی نیت سے جانور خریدنے کی وجہ سے غریب پر اس کی قربانی کرنا کیوں ضروری ہے؟ اور مالدار پر کیوں نہیں؟

سوال: (۴۳)......(الف) بہشتی زیور میں ہے کہ قربانی کے لیے جانور خریدا، وہ گم ہوگیا پھر دوسرا جانور خریدا، اب وہ پہلا بھی مل گیا، اگر امیر آدمی ہے تو ایک ہی جانور کرے اور اگر غریب ہے تو وہ دونوں کرے (۴) اس مسئلہ میں راز کیا ہے؟

(ب) اور یہ مسئلہ بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ اگر خریدتے وقت پوری گائے کرنے کا قصد تھا، اب اورشریک کرلیے اگر امیر ہے تو درست ہے، اگر غریب ہے تو درست نہیں (۵) (۴۹۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف - ب) یہ مسئلہ کتب فقہ میں اسی طرح لکھا ہے؛ درمختار کتاب الاضحیہ میں ہے: ولو ضلت أو سرقت فشرى أخرى فظهرت، فعلى الغني إحداهما وعلى الفقير كلاهما

---

(۱) ردالمحتار ۳۸۳/۹ كتاب الأضحية. (۲) الدر مع الرد ۳۹۴/۹ كتاب الأضحية.

(۳) الدر المختار وحاشية ابن العابدين ۳۹۲/۹ كتاب الأضحية.

(۴) اختری بہشتی زیور ۳/ ۳۹ مسئلہ: ۱۶، باب: ۱۹، قربانی کا بیان۔

(۵) اختری بہشتی زیور ۳/ ۳۹ مسئلہ: ۱۵، باب: ۱۹، قربانی کا بیان۔

إلخ (۱)اور راز اس میں یہ ہے کہ فقیر کا ایام قربانی میں قربانی کو خریدنا بہ منزلۂ نذر کرنے کے ہے، اور نذر کرنے سے اس کا ایفاء لازم ہو جاتا ہے؛ تو فقیر نے جب کہ دو قربانیاں ایام قربانی میں خریدیں تو گویا اس نے دو قربانیوں کی نذر کرلی، تو پورا کرنا اس کا لازم ہے، بخلاف غنی کے کہ اس پر چونکہ پہلے سے قربانی واجب ہے تو اس کا خریدنا قربانی کو بہ منزلہ نذر کے نہیں ہے، اور یہی جواب مسئلہ (ب) کا ہے کہ فقیر نے جب پوری گائے قربانی کی نیت سے خریدی تو اس خریدنے کی وجہ سے اس پر اس کا قربانی کرنا یعنی پوری گائے کا قربانی کرنا لازم ہو گیا، جیسا کہ درمختار میں ہے: **وفقير...... شراهالها لوجوبها عليه بذلك حتى يمتنع عليه بيعها إلخ وفي الشامي: قوله: (بذلك) أي بالشراء وهذا ظاهر الرواية لأن شراءه لها يجرى مجرىٰ الإيجاب وهو النذر بالتضحية عرفًا كما في البدائع و وقع في التاتر خانية: التعبير بقوله شراهالها أيام النحر، وظاهره أنه لو شراهالها قبلها لاتجب إلخ**(۲)

میت کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۴۴) زید کہتا ہے کہ میت کی جانب سے بغرضِ ایصال ثواب قربانی کرنا ناجائز ہے، اور یہ غیر مفید ہے، کیا زید کا یہ قول صحیح ہے؟ (۲۰۷۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: یہ قول اس کا غلط ہے، میت کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے اور اس کو ثواب پہنچتا ہے: **كذا في الشامي** (۳)

سوال: (۴۵) میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹۴۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے حدیث اور فقہ سے ثابت ہے اور برابر سلف و

---

(۱) الدر مع الرد ۹/۳۹۵ كتاب الأضحية .

(۲) الدر والشامي ۹/۳۸۹ كتاب الأضحية .

(۳) قال في البدائع : لأن الموت لايمنع التقرب عن الميت بدليل أنه يجوز أن يتصدق عنه ، ويحج عنه ، وقد صحّ أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ضحّى بكبشين أحدهما عن نفسه ، والآخر عمّن لم يذبح من أمته ، و إن كان منهم من قدمات قبل أن يذبح ...... فرع : من ضحّى عن الميت يصنع كما يصنع في أضحية نفسه من التصدق والأكل ، والأجر للميت إلخ (ردالمحتار ۹/۳۹۵ كتاب الأضحية)

خلف کا معمول رہا ہے کہ اموات کی طرف سے قربانی کرتے رہے ہیں اور کرتے ہیں اور اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ فقط

میت کی طرف سے قربانی کرنے کا طریقہ

سوال: (۴۶) مردہ کی طرف سے قربانی کرنے کا عمدہ طریقہ کیا ہے؟ (۲۱۳۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قربانی کر کے میت کو ثواب پہنچا دیا جائے، یا یہ کہا جائے کہ یہ قربانی فلاں کی طرف سے کرتا ہوں، مثلاً یہ کہے: أللّٰهم تقبل عن فلان.

سوال: (۴۷) کوئی صاحبِ نصاب ہے وہ صرف ایک حصہ قربانی کا لیتا ہے، پر اسی حصے سے یہ بھی چاہتا ہے کہ کسی میت کے نام سے ہو جائے آیا اس کو دو حصے کرنا چاہئیں یا ایک ہی حصے سے دونوں کام ہو جائیں گے؟ یعنی فرض بھی ادا ہو جائے اور میت کو بھی ثواب پہنچ جائے۔ (۹۵۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر وہ میت کی طرف سے بھی قربانی کرنا چاہتا ہے تو اس کو دو حصے لینا چاہیے، ایک اپنا ایک میت کی طرف سے۔

حضور پاک ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: (۴۸) آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۵۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: آنحضرت ﷺ کی طرف سے قربانی اللہ کے نام پر کرنا درست ہے، ثواب آنحضرت ﷺ کو پہنچتا ہے اور قربانی اللہ کے لیے ہے، اسی کے نام پر ہونی چاہیے (۱)

ایک گائے کی تمام مؤمنین کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۴۹) زید نے اپنی طرف سے ایک خصی قربانی کیا، اور ایک گائے تمام مؤمنین کی طرف

---

(۱) عن حنشٍ رحمة الله عليه قال رأيت عليًّا رضي الله عنه يضحي بكبشين ، فقلت له : ما هذا ؟ فقال: إن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم أوصاني أن أضحي عنه، فأنا أضحى عنه رواه أبو داوٗد، و روى الترمذي نحوه (مشكاة المصابيح ص: ۱۲۸ كتاب الصلاة، باب في الأضحية، الفصل الثاني)

سے؛ قربانی کرنا صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۶۳۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: صحیح ہے(۱)

کئی مُردوں کی طرف سے ایک قربانی کرنا

سوال: (۵۰) کئی مُردوں کی طرف سے قربانی کا ایک بکرا یا ایک حصہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۱۳۴۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اگر کسی مردے کی طرف سے قربانی کرنی ہے تو پوری قربانی کرے، اور اگر محض ثواب پہنچانا ہے تو کئی اموات کو بھی ایک قربانی نفلی کا ثواب پہنچا سکتا ہے، وہ قربانی اس کی ہوئی اور ثواب کئی مردوں کو پہنچ سکتا ہے۔

سوال: (۵۱) ایک حصۂ قربانی کئی شخصوں کی طرف سے جو مر گئے ہیں کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی ایک گائے میں چھ حصے دار شریک ہوئے ایک حصہ باقی رہ گیا، اس کو ایک شخص نے لے کر چند لوگوں کی طرف سے کر دیا، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ (۳۰۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایک حصہ کئی شخصوں کی طرف سے کرنا تو نادرست ہے۔ مگر حصۂ نفل اپنی طرف سے کر کے اس کا ثواب جتنوں کو چاہے پہنچا سکتا ہے۔

سوال: (۵۲) قربانی کے ایک حصہ میں چند مردوں کا ایصال ثواب میں نیت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۷۷۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایک حصہ قربانی کا کر کے اس کا ثواب چند اموات کو پہنچایا جائے تو یہ درست ہے، جیسا کہ شامی میں ہے: **وقد صحّ أن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ضحّی بکبشین أحدهما عن نفسه والآخر عمن لم یذبح من أمته، وإن كان منهم من قدمات قبل أن یذبح اهـ**(۲) فقط

---

(۱) وقد صحّ أن رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم ضحّی بکبشین أحدهما عن نفسه والآخر عمن لم یذبح من أمته ، وإن كان منهم من قد مات قبل أن یذبح اهـ (ردالمحتار للشامي ۳۹۵/۹ كتاب الأضحية)

(۲) ردالمحتار للشامي ۳۹۵/۹ كتاب الأضحية .

ایک گائے کی زندہ اور مردہ دونوں کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے

سوال: (۵۳) مثلاً ایک گائے میں زندہ اور مردہ دونوں کی طرف سے حصے قربانی کے کرنا جائز ہے یا نہیں؟ موجب نقص ثواب تو نہیں ہے؟ (۱۳۴۵/۱۰۰۸ھ)

الجواب: یہ جائز ہے اور ثواب میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ **من ضحّی عن المیت یصنع کما یصنع في أضحیة نفسه إلخ**(۱) (شامی)

اپنی اور اولاد متوفیہ کی طرف سے قربانی کرنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۵۴) اگر مردہ کی طرف سے قربانی کرے تو اس میں سے کھانا جائز ہے یا نہیں؟ ایک شخص کی دو اولاد مر چکیں، اس میں صرف دو حصے قربانی کے لینے کی طاقت ہے اور تیسرا حصہ اپنے لیے لینے کی طاقت نہیں ہے، تو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۳۳۷/۲۶۸۵ھ)

الجواب: اگر کسی میت کی طرف سے بدون اس کی وصیت کے قربانی کرے یا حصہ قربانی کا لیا تو قربانی صحیح ہے ثواب اس کو پہنچے گا اور اس کو خود بھی کھا سکتا ہے، اور اگر میت نے وصیت کی تھی تو پھر اس کے حصے کے گوشت کو صدقہ کرنا چاہیے خود نہ کھائے، اور جب کہ اس شخص میں اس قدر طاقت نہیں کہ اولاد متوفیہ کی طرف سے بھی قربانی کرے اور اپنی طرف سے بھی کرے تو اس کو چاہیے کہ اپنی طرف سے قربانی کرے، اولاد متوفیہ کی طرف سے کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے کہ ان کی طرف سے کرنے میں اپنی قربانی ادا نہ ہوگی۔ فقط

میت کی طرف سے وصیت کے بغیر واجب قربانی ادا نہیں ہوتی

سوال: (۵۵) اگر ایسے شخص مردہ کی طرف سے قربانی کا حصہ بدنہ یا بقر میں ملایا جاوے جس پر

---

(۱) الشامي ۹/۳۹۵ کتاب الأضحیة.

قربانی واجب تھی، لیکن اس نے وصیت نہیں کی، کیا منجانب متوفی وجوب ادا ہوجائے گا یا قربانی تطوع رہے گی؟ بہر حال جواز قربانی میں کوئی محذور تو نہ آئے گا؟ (۱۳۴۱/۲۳ھ)

الجواب: بلا وصیت کے قربانی واجب ادا نہ ہوگی نفل ہی رہے گی، اور قربانی میں کچھ خلل نہ آوے گا کذا في الدر المختار والشامي(۱) فقط

جو مالدار مرگیا اس کی طرف سے ہر سال قربانی کرنا لازم نہیں

سوال: (۵۶) جو شخص مالدار مرگیا اور وارث اور مال کثیر چھوڑ گیا اس کی طرف سے ہر سال قربانی ہوگی یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۱۵۷۴ھ)

الجواب: بدون میت کی وصیت کے ورثہ کے ذمے اس کی طرف سے قربانی کرنا لازم نہیں ہے۔ تبرعاً اور استحباباً کردیں تو درست ہے اور میت نے وصیت کی ہے اور مال چھوڑا ہے تو اس کی طرف سے قربانی کرنا ضروری ہے(۱) فقط

فوت شدہ شوہر یا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: (۵۷) اگر عورت مرجائے تو اس کی طرف سے خاوند یا خاوند مرجائے تو اس کی طرف سے عورت قربانی میں حصہ لے سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۶۴۷ھ)

الجواب: یہ درست ہے۔

---

(۱) وأما دين الله تعالیٰ فإن أوصیٰ به وجب تنفيذه من ثلث الباقي. وفي الشامي: قوله: (وأما دين الله تعالیٰ إلخ) محترز قوله: من جهة العباد، وذلك كالزكاة والكفارات ونحوها. قال الزيلعي: فإنها تسقط بالموت، فلايلزم الورثة أداؤها إلا إذا أوصیٰ بها أوتبرعوا بها هم من عندهم، لأن الركن في العبادات نية المكلف وفعله، وقد فات بموته فلا يتصور بقاء الواجب ...... أقول: وظاهر التعليل أن الورثة لو تبرعوا بها لايسقط الواجب عنه لعدم النية منه، و لأن فعلهم لايقوم مقام فعله بدون إذنه (الدرمع الرد ۱۰/۴۱۱ كتاب الفرائض)

(۲) حوالۂ سابقہ۔

ایک شخص نے والدین کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے گائے خریدی اور قربانی کرنے سے پہلے مرگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۵۸) زید نے ایک گائے والدین کی طرف سے قربانی کے لیے خریدی اور قبل قربانی کرنے کے زید کا انتقال ہوگیا، تو اب وہ گائے کس مصرف میں لائی جائے؟ (۵۸/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: وہ گائے زید کے وارثوں کی ہوگئی، اگر ورثہ حسبِ نیتِ زید قربانی کردیں اچھا ہے، ورنہ جو چاہیں کریں، ان کی ملک ہے۔

ایام نحر کا ثبوت قرآن وحدیث سے

سوال: (۵۹) میں نے اخبار عام میں ایک مضمون دیکھا ہے، سید احمد حسن شوکت میرٹھ والے تحریر کرتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب مجھے قرآن مجید سے قربانی کرنے کا حکم ۱۰، ۱۱، ۱۲، کا بتلادے تو اس کو مبلغ پندرہ روپے انعام دوں گا، اور اخبار عام کے ایڈیٹر سے بھی دلاؤں، ورنہ یہ لاکھوں جانوں کا تباہ کرنا بے سود ہے، اس کی ممانعت میں قرآن مجید سے ثابت کردوں۔ خیر انعام وغیرہ تو محض ایک لالچ دلانا ہے لیکن قرآن مجید سے حکم قربانی کا نہ ہونا یہ کیسے ثابت ہوسکتا ہے؟ لہٰذا براہ نوازش قرآن شریف کی وہ آیت تحریر فرمادیں کہ جس کی رو سے حکمِ قربانی ہے، سورہ حج میں آیت: ﴿وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ الآية﴾ (سورۂ حج، آیت: ۳۴) میں قربانی کا حکم تو ہے، لیکن ترجمہ سے حکم معلوم نہیں ہوتا۔ (۵۹/ ۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: واضح ہو کہ قرآن شریف سے نماز وزکاۃ وصیام وحج وقربانی وغیرہ کے احکام بالاجمال ثابت ہوتے ہیں، قرآن شریف میں یہ تفصیل نماز کے متعلق بھی نہیں ہے کہ ظہر کی کئی رکعت ہیں اور مغرب وعشاء وصبح کی کتنی رکعت؟ تفصیل جملہ احکام کی قرآن شریف کی شرح یعنی حدیث شریف سے ثابت ہوتی ہے اور قرآن شریف میں آگیا ہے: ﴿وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (سورۂ حشر، آیت: ۷) پس جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے نماز وزکاۃ وصیام وحج وقربانی کی تفصیل وتشریح فرمائی وہ درحقیقت قرآن شریف کا ہی حکم ہے، اور جو ایسا کہے کہ بس ہم قرآن شریف ہی

کو مانیں گے حدیث رسول اللہ ﷺ کو نہ مانیں گے تو وہ نہ نماز پڑھ سکتے ہیں، نہ زکاۃ دے سکتے ہیں، نہ کوئی حکم شرعی ادا کر سکتے ہیں، کیونکہ تفصیل جملہ احکام کی حدیث سے ثابت ہوتی ہے، قرآن شریف میں تو صرف اس قدر ہے کہ نماز پڑھو زکاۃ دو وغیرہ، لیکن یہ کہ نماز کیا ہے؟ اس میں کیا کیا فرائض ہیں؟ اور کتنی رکعت کس نماز میں ہیں؟ اور زکاۃ کا کیا حساب ہے؟ یہ سب باتیں حدیث سے ہی معلوم ہوسکتی ہیں، لہٰذا جو لوگ حدیث شریف کو نہ مانیں گے وہ قرآن شریف پر کسی حال عمل نہیں کر سکتے **ومن ادعی فعلیه البیان.**

یہ جو فرقہ اپنے آپ کو اہل قرآن کہتا ہے گمراہ فرقہ ہے اور اہل باطل میں سے ہے ان لوگوں کے بارے میں احادیث میں وعید وارد ہے، آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ جو کچھ کلام اللہ میں ہے بس ہم اسی کو مانیں گے حدیث کو نہ مانیں گے، آگاہ رہو کہ جو کچھ میں نے امر و نہی فرمایا وہ بھی مثل قرآن کے ہے الحدیث (۱)

بعد اس تمہید کے واضح ہو کہ قربانی کا حال بھی مثل دیگر احکام و فرائض شرعیہ کے ہے کہ بالاجمال اس کا حکم قرآن شریف سے ثابت ہے جیسا کہ آپ نے بھی ایک آیت کا حوالہ دیا، باقی تفصیل اس کی اور یہ کہ کئی دن تک قربانی ہوسکتی ہے؟ احادیث اور آثار صحابہ سے ثابت ہے۔ **عن نافع أن ابن عمر رضی اللّٰہ عنهما قال: الأضحی یومان بعد یوم الأضحی، رواہ مالك. وقال: وبلغني عن علی بن أبي طالب رضی اللّٰه عنه مثله** (۲) دیکھئے جلیل القدر صحابہ مثل حضرت علی رضی اللہ عنہ وحضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ یہ فرماتے ہیں کہ قربانی دسویں تاریخ کے بعد دو دن ہے۔ مرقات میں ہے: **وبه أخذ أبو حنیفة ومالك وأحمد** (۳) اور یہ امر بھی مسلم ہے کہ صحابی کا قول اس امر میں جو رائے کے

---

(۱) عن العرباض بن سارية السلمي رضي اللّٰه عنه قال:...... ثم قام رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم، فقال: أيحسب أحدكم متكئًا على أريكته، قد يظن أن اللّٰه لم يحرم شيئًا إلا ما في هذا القرآن؟ ألا! و إني واللّٰه! قد وعظت وأمرت ونهيت عن أشياء أنها لمثل القرآن أو أكثر الحديث (سنن أبي داوٗد ص: ۴۳۲، كتاب الخراج والفيء والإمارة، باب في تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارة)

(۲) مشكاة المصابيح ص: ۱۲۹ كتاب الصلاة، باب في الأضحية، الفصل الثالث.

(۳) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح ۳/۳۱۳ باب في الأضحية الفصل الثالث، المطبوعة: مكتبة إمدادية، ملتان. باكستان.

متعلق نہ ہو، حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتا ہے(۱) ذیل میں ایک حدیث نقل کرتا ہوں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس حکم کو جو حدیث سے ثابت ہوتا ہے قرآن شریف سے اس کا ثابت ہونا بیان فرماتے تھے اور سمجھتے تھے۔ عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال: لعن الله الواشمات والمستوشمات والمتنمصات والمتفلجات للحسن المغيّرات خَلْقَ الله، فجاء ته امرء ة فقالت: إنه بلغني أنك لعنت كيت و كيت؟ فقال: مالى لاألعن من لعن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم ومن هوفي كتاب الله ؟ فقالت: لقد قرأ تُ مابين اللوحين.فماوجدتُ فيه ماتقول. قال: لئن كنت قرأتيه لقد وجدتيه ، أما قرأتِ ﴿مآاتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ قالت: بلى ، قال:فإنه قد نهى عنهٗ ، متفق عليه (۲)

ترجمہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لعنت کی اللہ نے گودنے والی عورتوں پر، اور ان پر جو اپنا بدن گودواتی ہیں، اور بال نوچنے والیوں پر، اور دانتوں کو سوہان سے گھسنے والیوں پر خوبصورتی کے لیے، جو کہ اللہ کی پیدائش کو بدلتی ہیں، اس پر ایک عورت نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم فلاں فلاں عورتوں پر لعنت کرتے ہو، انہوں نے فرمایا کہ میں کیسے لعنت نہ کروں اس پر جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور اس پر جو کہ کلام اللہ میں ملعون ہے؟ اس عورت نے کہا کہ میں نے تمام قرآن شریف پڑھا ہے اس میں تو یہ نہیں پایا جو تم کہتے ہو، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو قرآن شریف کو پڑھتی تو اس میں ضرور یہ مضمون پاتی، کیا تو نے قرآن شریف میں یہ نہیں پڑھا کہ جو کچھ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتلادیں اس کو لو اور اس پر عمل کرو اور جس امر سے آپ منع فرمادیں اس سے رکو اور باز رہو، اس عورت نے کہا کہ بے شک یہ تو قرآن شریف میں ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے،

(۱) والرفع قد يكون صريحا وقد يكون حكما .... و أما حكما فكأخبار الصحابي الذي لم يخبر عن الكتب المتقدمة مالا مجال فيه للاجتهاد عن الأحوال الماضية كأخبار الأنبياء أو الآتية كالملاحم والفتن و أهوال يوم القيامة أو عن ترتّب ثواب مخصوص أو عقاب مخصوص على فعل، فإنه لاسبيل إليه إلا السماع عن النبى صلّى الله عليه وسلّم (المقدمة للشيخ عبدالحق الدهلوي رحمه الله البارى في أول مشكاة المصابيح ص: ۳)

(۲) مشكاة المصابيح ص :۳۸۱ كتاب اللباس ، باب الترجل ، الفصل الأول .

یعنی وشم وغیرہ امور سے، روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

دیکھیے اس روایت نے فیصلہ فرمادیا کہ جو کچھ احکام حدیث شریف میں ہیں وہ قرآن کے ہی احکام ہیں، علاوہ بریں بعض مفسرین نے آیت: ﴿لِيَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰى مَارَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوْا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ﴾ (سورۂ حج، آیت: ۲۸-۲۹) سے اس طرح کہ آیت: ﴿وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ﴾ سے ذبح کرنا قربانی وغیرہ کا مراد ہے، اوراس سے پہلے فَكُلُوْا مِنْهَا مذکور ہے اس پر عطف فرمانا وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ کا اس کو مقتضی ہے کہ جو دن طواف زیارت کے ہیں وہی ذبح کے یعنی قربانی کے دن ہیں اور طواف زیارت کے تین دن ہیں: دس گیارہ بارہ تاریخ ذی الحجہ کی، لہٰذا ایام نحر بھی یہی تین دن ہیں، چنانچہ تفسیر احمدی میں ہے: **وبهذه الآية تمسك صاحب الهداية في أن وقت طواف الزيارة أيام النحر حيث قال: وقته أيام النحر لأن اللّٰه تعالٰى عطف الطواف على الذبح حيث قَالَ: فَكُلُوْا مِنْهَا ثُمَّ قَالَ: وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ فَكَانَ وَقْتُهُمَا وَاحِدًا انتهى(۱) فقط**

شہر میں قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟

سوال: (۶۰) قربانی کا وقت خطبہ کے بعد سے ۱۲ ذوالحجہ کی عصر تک ہے؟ (۲۱۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قربانی کا وقت شہر میں دس ذی الحجہ کو بعد نماز کے شروع ہوتا ہے اور ۱۲ ذی الحجہ کے غروب سے پہلے تک رہتا ہے۔

شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو قربانی کب کرنی چاہیے؟

سوال: (۶۱) شہر میں علاوہ عیدگاہ کے بعض مسجدوں میں بھی عید کی نماز ہوتی ہے، زید شہر کی مسجد

---

(۱) التفسيرات الأحمدية للشيخ العلامة أحمد المعروف بـ ملّاجيون جونبوري ص: ۴۳۴ تحت قوله عزوجلّ: ﴿ ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوْا بِالْبَيْتِ الْعَتِيْقِ ﴾(سورۂ حج، آیت: ۲۹) المطبوع : مطبع إخوان الصفا.

میں نماز پڑھ چکا اور عمر و بکر عیدگاہ میں نماز پڑھیں گے جو عرصہ کے بعد ہوگی، اور خالد بے نمازی ہے کہیں نہیں پڑھے گا، یہ سب ایک گائے میں شریک ہیں، آیا قربانی کس وقت کریں کہ سب کی درست ہو جائے؟ (۱۲۱۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: شہر میں سب سے پہلے نماز عیدالاضحیٰ کے بعد قربانی سب کی جائز ہے۔ **وأوّل وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر أي بعد أسبق صلاة عيد إلخ (۱)(درمختار)**

گاؤں میں قربانی کر کے شہر میں نماز کے لیے جانا درست ہے

سوال: (۶۲) قربانی گاؤں میں کر کے قبل نماز کے پھر نماز کے لیے شہر میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳/۱۳۴۰ھ)

الجواب: گاؤں میں قربانی نماز عید سے پہلے جائز ہے اور پھر شہر میں نماز کے لیے آنا درست ہے۔ فقط

نماز عید سے پہلے قربانی کرنا

سوال: (۶۳) نماز عیدالاضحی سے پہلے قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۷۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: امصار میں درست نہیں ہے اور قری میں جہاں نماز عیدین نہیں ہوتی وہاں درست ہے۔ **كذا في كتب الفقه.** درمختار میں ہے: **وأوّل وقتها بعد الصلوة، إن ذبح في مصر إلخ وبعد طلوع فجر يوم النحر إن ذبح في غيره إلخ وفي الشامي قوله: (إن ذبح في غيره) أي غير المصر (۲)(شامي)**

سوال: (۶۴) جس جگہ نماز جمعہ وعیدین درست ہے وہاں نماز عید سے پہلے قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور دوسری جگہ کی قربانی وہاں لا کر ذبح کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۱۴۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: شہر اور قصبہ اور بڑا قریہ جہاں نماز جمعہ وعیدین صحیح ہے اور ادا ہوتے ہیں وہاں قبل از

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۸۵ كتاب الأضحية.

(۲) الدر والرد ۹/۳۸۵-۳۸۶ كتاب الأضحية.

نمازِ عید قربانی کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہاں کی ہو یا دوسرے گاؤں کی ہو، اور چھوٹا قریہ جہاں جمعہ وعیدین کی نماز نہیں ہوتی وہاں صبح صادق کے بعد قربانی کرنا درست ہے۔

گاؤں میں عید کی نماز سے پہلے قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۶۵) ہمارے گاؤں میں بوجہ قریہ صغیرہ ہونے کے ہمیشہ عید الاضحیٰ کو علی الصباح قربانی ہوتی رہی، لیکن اب ایک مولوی صاحب غیر مقلد صاحبِ حدیث تشریف لائے اور فتوی دیا کہ قبل نماز عید الاضحیٰ قربانی درست نہیں اور جو کرتا ہے وہ خلاف حدیث کرتا ہے، اب عرض یہ ہے کہ قریہ میں قبل الصلاۃ جواز قربانی کے احکام معہ پتا و نام کتاب وصفحہ تحریر فرمادیں۔ (۲۱۰۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قریہ میں جہاں جمعہ وعیدین صحیح نہیں ہے بعد فجر قربانی کے جائز ہونے کی وہی حدیثیں دلیل ہیں جن میں قبل الصلاۃ ذبح کی ممانعت وارد ہے، کیونکہ قبل الصلاۃ کی قید سے معلوم ہوا کہ وہاں نماز ہوتی ہے، پس جس جگہ نماز عیدین کی ہوتی ہے یعنی امصار وقریۂ کبیرہ وہاں قبل الصلاۃ قربانی کرنا ممنوع وباطل ہے اور جس جگہ نماز نہیں ہوتی جیسے قریہ صغیرہ وہ اس ممانعت میں داخل نہ ہوا۔ کما يظهر من تعليل صاحب الهداية(۱)

سوال: (۶۶) جہاں نماز عید الاضحیٰ نہیں ہوتی وہاں عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۴/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جس گاؤں میں عیدین کی نماز نہیں ہوتی وہاں قربانی صبح سے ہی درست ہے یعنی شہر میں اگرچہ نماز نہ ہوئی ہو، گاؤں میں نماز سے پہلے قربانی درست ہے۔ فقط

سوال: (۶۷) ایک گاؤں میں جس کی آبادی چار سو کے قریب ہے، ایک حنفی نے دسویں ذی الحجہ کو نماز فجر پڑھ کر بعد طلوع آفتاب قربانی کردی، مگر وہاں کے دوسرے احناف اس پر اعتراض کرتے

---

(۱) إلا أنه لايجوز لأهل الأمصار الذبح حتى يصلي الإمام العيد ، فأما أهل السواد فيذبحون بعد الفجر، والأصل فيه قوله عليه السّلام : من ذبح قبل الصلاة فليعد ذبيحته ، ومن ذبح بعد الصلاة فقد تم نُسكه ، و أصاب سنة المسلمين. وقال عليه السّلام : إن أول نسكنا في هذا اليوم الصلاة، ثم الأضحية ، غير أن هذا الشرط في حق من عليه الصلاة وهو المصرى دون أهل السواد (الهداية ۴/۴۴۵ كتاب الأضحية)

ہیں کہ تمہاری قربانی ادا نہیں ہوئی، اس صورت میں شرعًا کیا حکم ہے؟ (۴۳۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: جس گاؤں کی کل آبادی چار سو آدمیوں کی ہو وہ بے شبہ قریہ صغیرہ ہے، اور قریہ صغیرہ میں جمعہ وعیدین کی نماز عندالحنفیہ صحیح نہیں ہوتی۔ کما في الشامي : و فیما ذکرنا إشارة إلی أنه لاتجوز في الصغیرة التي لیس فیها قاضٍ ومنبر وخطیب إلخ (۱)

پس قربانی کرنا ایسے قریہ میں نماز فجر کے بعد درست ہے کماھو حکم القری الصغیرة (۲) فقط

چھوٹے گاؤں میں جہاں لوگ عید کی نماز پڑھتے ہیں وہاں نماز سے پہلے قربانی کرنا

سوال: (٦٨) گاؤں والے جو اپنے گاؤں میں نماز عید ادا کرتے ہیں ان کو قربانی کرنا قبل نماز کے صحیح اور جائز ہے یا نہیں؟ (۸۹٦/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جب کہ گاؤں میں شرعًا نماز عید جائز نہیں ہے، پس قربانی کا کرنا قبل نماز عید کے درست ہے۔ في الدرالمختار: و أول وقتها بعد الصلاة إن ذبح في مصر إلخ فأول وقتها في حق المصری والقروی طلوع الفجر، إلا أنه شرط للمصری تقدیم الصلاة علیها إلخ (۳) (شامي)

عذر شرعی کی بنا پر دس ذی الحجہ کو عید کی نماز نہ ہوئی تو زوال کے بعد قربانی کر سکتے ہیں

سوال: (٦٩) تکبیرات عید الاضحیٰ امام اور مقتدی دونوں کو جہر سے کہنا چاہیے یا صرف امام کو؟

---

(۱) ردالمحتار ۳/ ۸ کتاب الصلاة ، باب الجمعة ، قبل مطلب في صحة الجمعة بمسجد المَرْجَةِ وَالصَّالِحِيَّةِ فِيْ دِمَشْقَ .

(۲) فأوّل وقتها في حق المصری والقروی طلوع الفجر ، إلا أنه شرط للمصری تقدیم الصلاة علیها ، فعدم الجواز لفقد الشرط ، لالعدم الوقت (ردالمحتار ۹/ ۳۸۵ کتاب الأضحیة) وقد قال قاضی خان: فأما أهل السواد والقری والرباطات عندنا یجوز لهم التضحیة بعد طلوع الفجر (الشامي ۹/ ۳۸٦ کتاب الأضحیة)

(۳) الدرالمختار و ردالمحتار ۹/ ۳۸۵ کتاب الأضحیة.

قربانی کا وقت ۱۰ تاریخ بعد زوال بلالحاظ اس کے کہ صلاۃ عید ہوئی ہو یا کسی عذر شرعی سے تمام شہر میں نہ ہوئی ہو شروع ہو جاتا ہے یا مشروط بالصلاۃ ہے، نماز عید بارہ تاریخ کو ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۵۳/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جہر تکبیرات (زوائد) میں خاص امام کے لیے ہے، مقتدیوں کے لیے جہر نہیں ہے، اور قربانی کا وقت دس تاریخ ذی الحجہ کو بعد زوال کے شروع ہو جاتا ہے خواہ نماز اس روز پڑھی ہو یا بوجہ کسی عذر کے تاخیر کی ہو۔ کما في الدر المختار: **و بعد مضی وقتها لو لم یصلوا لعذر إلخ** (۱) اور نماز عیدالاضحیٰ بارہ تاریخ تک بوجہ عذر کے موخر ہو سکتی ہے اس کے بعد درست نہیں ہے (۲) فقط

تیرہویں تاریخ میں قربانی کی تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۰) کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی آدمی نے بتاریخ تیرہویں قربانی کی، تو اب یہ قربانی مذہب حنفی میں ہوئی یا نہیں؟ بہ حوالۂ کتب جواب مرحمت فرمائیں، اگر نہ ہوئی ہو تو اس کا اعادہ واجب ہے یا نہیں؟ اگر اعادہ واجب ہے تو کس وقت؟ آیا آئندہ سال یا بلا تاخیر قیمت خیرات کرے؟ (۱۹۹۳/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: اگر رؤیت کے موافق وہ تیرہویں تاریخ تھی تو عندالحنفیہ قربانی ادا نہیں ہوئی، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک آخر وقت اضحیہ بارہویں تاریخ کے ختم تک ہے۔ پس اس کے ذمے قیمت ایک بکری کی جس کی قربانی ہو سکتی ہو، صدقہ کرنا واجب ہے۔ **وتصدق بقیمتها غني شراها أولا إلخ فالمراد بالقیمة قیمة شاة تجزی فیها إلخ** (۳) (درمختار) پس آئندہ سال کا انتظار نہ کرے، اسی وقت قیمت صدقہ کر دے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اور اگر وہاں کی رؤیت کے مطابق وہ تاریخ بارہویں ہے، اگرچہ دوسری جگہ کی رؤیت سے تیرہویں تاریخ ہے تو پھر قربانی ادا ہو گئی۔ جیسا کہ شامی نے تصریح کی ہے، کتاب الصوم میں ہے: **لأن اختلاف المطالع إنما لم یعتبر في الصوم لتعلقه بمطلق الرؤیة. و هذا بخلاف الأضحیة، فالظاهر أنها**

---

(۱) الدر مع الشامي ۹/۳۸۶ کتاب الأضحیة.

(۲) و تؤخر صلاة عید الأضحی بعذر إلٰی ثلاثة أیام (الطحطاوي علٰی مراقي الفلاح ص: ۵۳۸، کتاب الصلاة، باب أحکام العیدین)

(۳) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۸۹ کتاب الأضحیة.

كأوقات الصلوات يلزم كل قوم العمل بما عندهم ، فتجزى الأضحية في اليوم الثالث عشر و إن كان على رؤيا غيرهم ، هو الرابع عشر. والله أعلم (۱) اور یہ مبنی ہے اس پر کہ اختلافِ مطالع اس میں معتبر ہے۔ فقط

قضا قربانیوں سے سبکدوش ہونے کا طریقہ

سوال: (۷۱) اگر کسی شخص نے قربانیاں اکثر سالوں کی نہ کی ہوں، اب وہ اس فرض سے سبکدوش ہونا چاہے تو کیا کرے؟ (۱۳۳/۱۳۳۵ھ)

الجواب: وہ شخص ہر ایک برس کی قربانی کے عوض قیمت قربانی کی صدقہ کرے: كما في الدر المختار: وتصدق بقيمتها غنى شراها أولا لتعلقها بذمته شراها أولا، فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزي فيها (۲) فقط

سوال: (۷۲) میں نے عرصہ سات سال سے زکاۃ اور قربانی ادا نہیں کی اب ادا کر سکتا ہوں، ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اور قربانی باقی ماندہ کس صورت سے ادا ہو سکتی ہے؟ اگر چھ روپیہ سالانہ کے حساب سے تیسرا حصہ یعنی دو روپیہ سالانہ خیرات کردوں، تو قربانی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ اور فطرہ بھی اس طرح ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ (۱۰۹/۳۹-۱۳۴۰ھ)

الجواب: زکاۃ اور قربانی ادا کرنی چاہیے، زکوۃ کا حساب تو ظاہر ہے کہ ہر ایک سال کی جو کچھ زکاۃ واجب ہے وہ دیوے، اور قربانی کے بارے میں یہ حکم ہے کہ ہر ایک سال کی قربانی کے لیے ایک متوسط بکرا بکری یا بھیڑ کی قیمت فقراء کو دینی چاہیے، اور فطرہ ایک آدمی کا ہر ایک سال کا آدھ پاؤ ڈیڑھ سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔

سوال: (۷۳) ایک شخص کی قربانی ایک سال کی رہ گئی، تو اگلے سال دو قربانی کرے یا ایک؟ (۲۶۴۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر اس کے ذمے قربانی واجب تھی تو اس سال کی قربانی کی قیمت صدقہ کرے اور

---

(۱) الشامي ۳/۳۲۵ كتاب الصوم ، مطلب في اختلاف المطالع .
(۲) الدر المختار مع الشامي ۹/۳۸۹ كتاب الأضحية .

سال آئندہ کی قربانی کرے۔

قضا قربانی کی قیمت افطاری میں صرف کرنا درست نہیں

سوال: (۷۴) ایک شخص کے ذمے سال گذشتہ کی قربانی واجب ہے، اس کو افطاری میں صرف کرسکتا ہے یا نہیں؟ (۳۳۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فقراء پر تصدق کرنا قیمت کا واجب ہے۔

صاحب نصاب کسی وجہ سے قربانی نہ کرسکا تو ایک متوسط بکرے یا مینڈھے کی قیمت صدقہ کرنا ضروری ہے

سوال: (۷۵) ایک شخص بیماری کی وجہ سے قربانی نہ کرسکا، اب سب قربانی کی قیمت تعمیر مسجد میں لگاسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۱۹۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جس شخص کے ذمے قربانی واجب ہے اور وہ کسی وجہ سے ایام قربانی میں قربانی نہ کرسکا تو اس کے ذمے قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء ومساکین پر لازم ہے، ایک متوسط بکرے یا مینڈھے کی قیمت جو کچھ ہو، وہ فقراء کو دیدے (۱) مسجد میں لگانا اس کا جائز نہیں ہے (۲) فقط

قربانی کا جانور گم ہوگیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۶) جو جانور قربانی کے لیے خریدا تھا وہ گم ہوگیا، آیا وجوب قربانی باقی ہے یا نہ؟ غریب ہو یا مال دار؟ (۲۱۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: مال دار پر وجوب قربانی باقی ہے، غریب پر واجب نہیں ہے اور اس کو دوسرا بدلنا بھی

---

(۱) ولو تركت التضحية ومضت أيامها......وتصدق بقيمتها غني شراها أولا......فالمراد بالقيمة قيمة شاة تجزي فيها (الدر المختار مع الرد ۹/۳۸۸-۳۸۹ كتاب الأضحية)

(۲) ويشترط أن يكون الصرف تمليكا لا إباحة كما مرّ لايصرف إلى بناءٍ نحو مسجد و لا إلى كفن ميت وقضاء دينه (الدر مع الرد ۳/۲۶۳ كتاب الزكاة ، باب المصرف)

ضروری نہیں ہے۔

ایام قربانی گذر جانے کے بعد گم شدہ جانور مل گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۷۷) ایک شخص نے قربانی کے لیے گائے خریدی اور وہ گم ہوگئی، تیرہویں کو ملی اور بہ سبب نہ ہونے کسی مسکین کے ایک صاحبِ نصاب کو وہ گائے دیدی گئی، اس نے تیرہویں تاریخ کو ذبح کرا کر مسکین کو تقسیم کردی، یہ قربانی جائز ہے یا نہ؟ (۲۸۸۳/۱۳۴۱ھ)

الجواب: حکم یہ ہے کہ اگر قربانی کا وقت گذر جاوے اور بعد میں جانور قربانی کا ملے تو اس کو زندہ صدقہ کردے اور یہ صدقہ واجب ہے، لہٰذا غنی کو دینے سے ادا نہ ہوگا، پس اس قربانی والے کی قربانی اس صورت میں ادا نہیں ہوئی، اس کے ذمے اس کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہے۔ في البدائع: أن الصحيح أن الشاة المشتراة للأضحية إذا لم يضحّ بها حتى مضى الوقت، يتصدق الموسر بعينها حيةً كالفقير بلاخلاف بين أصحابنا إلخ (۱) (شامي) فقط

قربانی کرنے کے بعد گم شدہ جانور مل گیا تو اس کو کیا کرے؟

سوال: (۷۸) ایک گائے قربانی کے لیے خریدی بروز بقراعید وہ گائے کھل کر گم ہوگئی، مجبورًا دوسری گائے خرید کر قربانی کردی، دو چار روز کے بعد وہ گائے مل گئی، اس کو کیا کرنا چاہئے؟ اگر اس کو سال آئندہ کے لیے رکھی اور گابھن ہوگئی تو کیا کرنا چاہیے؟ (۱۱۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: ضَلّت أو سرقت فاشترى أخرى ثم وجدها فالأفضل ذبحهما، وإن ذبح الأولى جاز، وكذا الثانية إلخ وقال بعضهم: إن وجبت عن يسار فكذا الجواب إلخ (۲) پس حاصل جواب کا یہ ہے کہ اگر وہ شخص قربانی کرنے والا صاحبِ نصاب تھا اور اس پر قربانی واجب تھی تو دوسری گائے کی قربانی ہوگئی اور پہلی کو خود رکھ سکتا ہے۔ فقط

سوال: (۷۹) قربانی کا جانور بھاگ گیا، بالعوض اس کے دوسرا کردیا، بعد گزرنے ایام قربانی

---

(۱) ردالمحتار ۹/۳۸۹ كتاب الأضحية.

(۲) الدرمع الرد ۹/۳۹۱ كتاب الأضحية.

کے جانور ملا، تو اب اس کو کیا کرے؟ (۴۹۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس کو خود رکھ سکتا ہے۔

قربانی کا جانور قریب المرگ ہوجائے تو کیا کرنا چاہیے؟

سوال: (۸۰)......(الف) ایک شخص نے بہ نیت قربانی جانور خرید کرلیا، وہ بیمار ہوکر قریب المرگ ہوگیا، اس کو کیا کرنا چاہیے؟

(ب) ایک شخص نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا اور وہ بیمار ہوگیا، پر اس نے اس کو ذبح کرلیا، چماروں کو فروخت کردیا، تاکہ اس کی قیمت سے دوسرا جانور قربانی کے لیے خریدے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۸۵۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف) اگر وہ جانور مرگیا ہے یا بوجہ قریب المرگ ہونے کے اس کو قبل از وقت قربانی ذبح کرلیا تو اگر وہ شخص غنی ہے تو دوسرا جانور قربانی کرے، اور اگر فقیر ہے تو قربانی دوسرے جانور کی اس پر لازم نہیں ہے، مگر بصورت ذبح کرنے کے صدقہ کرنا اس کا اس پر واجب ہے **وكذا لو ماتت فعلی الغني غيرها لا الفقير إلخ**(۱) (درمختار) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(ب) اگر خریدنے والا فقیر تھا تو بیع کرنا اس کو جائز نہ تھا بلکہ صدقہ کرنا چاہیے تھا۔ **كمافي الدر المختار: ولو ذبحها تصدق بلحمها إلخ** (۲) لیکن جب کہ بیع کردیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کردے اور اگر وہ شخص غنی تھا تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

اپنی قربانی خود ذبح کرنا بہتر ہے

سوال: (۸۱) جو شخص اپنی قربانی کو دوسرے شخص سے ذبح کراتے ہیں اور خود ذبح نہیں کرتے، کہتے ہیں کہ ہم ان پڑھ ہیں، کس طرح ذبح کریں اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۱۴۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے کہ اپنی قربانی کو دوسرے شخص سے ذبح کراویں، لیکن بہتر یہ

---

(۱) الدر مع الرد ۳۹۴/۹ كتاب الأضحية .

(۲) الدر المختار مع الشامي ۳۸۹/۹ كتاب الأضحية .

ہے کہ اگر خود ذبح کرنا جانتا ہے تو خود ذبح کرے بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہہ کر ذبح کرے، پڑھے ہوئے ہونے کی کچھ ضرورت نہیں ہے(۱) فقط

سوال: (۸۲) اگر قربانی کرنے والا خود ذبح کرے تو جائز ہے یا نہ؟ (۲۵۶۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: قربانی کرنے والا خود ذبح کرے تو اچھا ہے اور ثواب اس میں زیادہ ہے۔

قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت شرکاء کا نام لینا ضروری نہیں

سوال: (۸۳) بوقت ذبح تکبیر کہنا ذابح کا کافی ہے یا سب شرکاء تکبیر کہیں؟ اور شرکاء کا نام لینا ضروری ہے یا نہ؟ (۲۲۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: صرف ذابح کا تکبیر کہنا کافی ہے، ان کا نام لینا ضروری نہیں ہے صرف نیت کافی ہے۔

سوال: (۸۴) سات آدمیوں نے مل کر قربانی کی گائے خریدی، تو ذبح کے وقت ساتوں آدمی کے نام سے ذبح کی جائے یا ایک کے نام سے؟ (۵۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: ذبح کرنے والا سب حصے داروں کا خیال دل میں رکھے، اور نیت سب کی طرف سے کرے کسی کا نام لینے کی ضرورت نہیں ہے، اور اگر سب کا نام لیوے تو یہ اچھا ہے مگر ضروری نہیں ہے، ضروری یہ ہے کہ نیت سب کی ہو۔

قربانی کی خریداری یا ذبح کے وقت سب شرکاء کا موجود رہنا ضروری نہیں

سوال: (۸۵) وقت خریداریٔ گائے کے جملہ حصہ دار موجود رہیں یا ایک ہی شخص خرید لے اور وقت ذبح کے جملہ حصہ دار موجود ہوں؟ (۱۰۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: سب حصہ داروں کا موجود ہونا کسی وقت بھی شرط نہیں ہے نہ بوقت خریدنے گائے کے اور نہ بوقت ذبح کرنے کے، بلکہ اگر سب شرکاء ایک شخص کو اجازت دیدیں اور اس کو وکیل بنادیں تو سب کی طرف سے وہ ذبح کرسکتا ہے۔ فقط

---

(۱) وندب .... أن يذبح بيده إن علم ذلك و إلاّ يعلمه شهدها بنفسه ، و يأمر غيره بالذبح كي لايجعلها ميتة (الدر المختار مع الشامي ۹/۳۹۷ كتاب الأضحية)

شرکاء کی نیتوں کا حال معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۸۶) قربانی میں اگر کسی ایک کی بھی نیت فاسد ہو تو سب کی قربانی قبول نہ ہونا یہ ظلم ہے، لیکن جب نیت معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ اور نیت کا حال تو خدا کو معلوم ہے، چرم قربانی سے ڈول بنوا کر بہشتی (سقہ) سے پانی بھروانا درست ہے یا نہیں؟ (۳۵/۲۲۸-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جب کہ شریکوں میں سے کسی کی نیت محض گوشت کھانے کے لیے شریک ہونے کی نہ ہو اور اس نے ایسا ظاہر نہ کیا ہو تو سب کی قربانی درست ہے، اعتبار ان شرکاء کے قول کا ہے اسی سے نیت کا حال ظاہر ہوسکتا ہے، پس جب کہ سب شرکاء یہ کہتے ہیں کہ ہماری نیت قربانی کی ہے یا عقیقہ کی، تو پھر ان کی طرف سے یہ گمان نہ کیا جائے کہ اس کی نیت خلاف کی ہوگی، اور چرم قربانی سے ڈول بنوا کر اس ڈول سے بہشتی (سقہ) سے پانی بھروانا درست ہے اور جائز ہے۔ فقط

أَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَان کب کہنا چاہیے؟

سوال: (۸۷) قربانی عیدالاضحیٰ میں أَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ فُلَان قبل ذبح کہنا چاہیے، یا بعد ذبح کے پڑھے؟ (۹۴۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: فقہاء نے اس بارے میں اختیار دیا ہے کہ اس قسم کے ادعیہ خواہ ذبح سے پہلے یا بعد ذبح کے پڑھے، لیکن اگر ذبح سے پہلے پڑھے تو تسمیہ سے بھی پہلے پڑھنا چاہیے، تا کہ تسمیہ اور ذبح میں فصل نہ ہوجاوے۔ درمختار میں ہے: كالدعاء قبل الإضجاع والدعاء قبل التسمية أو بعد الذبح لابأس به الخ. وفي الشامي: قوله: (لابأس به) أي لايكره لماروي عن النّبى صلّى اللّٰه عليه وسلّم أنه قال: بعد الذبح: " أللّٰهم تقبل هذا عن أمة محمد ممن شهد لك بالوحدانية ولى بالبلاغ " وكان عليه الصلاة والسّلام إذا أراد أن يذبح قال: أللّٰهم هذا منك ولك إن صلاتي و نسكي ومحياي ومماتي للّٰه ربّ العالمين، لاشريك له، وبذلك أمرت وأنا من المسلمين ، بسم اللّٰه واللّٰه أكبر، ثم ذبح ، وهٰكذا روى عن على كرم اللّٰه وجهه زيلعى

وغیرہ(۱)(شامي: جلد خامس، کتاب الذبائح)البتہ مناسب یہ ہے کہ دعا أللّٰهم تقبل إلخ. بعد ذبح کے پڑھے : کما مرّ عن الحديث اور اگر قبل ذبح وقبل تسمیہ پڑھے تب بھی کچھ حرج نہیں۔ کما جاء في رواية أخرىٰ إذا أراد أن يذبح قال:الحديث.

سوال:(۸۸)اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے قبل پڑھنا چاہیے یا وقت ذبح یا بعد ذبح؛ اولیٰ کیا ہے؟(۱۷۷۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: ہر وقت درست ہے، لیکن بعد ذبح کرنے کے اولی ہے۔فقط

قربانی کے ہاتھ پیر پکڑنے والوں نے تکبیر نہ کہی ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال:(۸۹)......(الف) بروقت ذبح کرنے بقر یا بز (بکری) کے ذبح کرنے والے نے تکبیر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہی اور دوسرے اشخاص جو جانور کو پکڑے ہوئے تھے انہوں نے تکبیر نہیں کہی؛ تو ایسا ذبیحہ درست ہوا یا نہیں؟ اور گوشت کھانا چاہیے یا نہیں؟ اور اگر عیدالاضحیٰ میں ایسا ہی اتفاق ہو تو وہ قربانی کیسی ہے؟(۶۰۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

(ب) عیدالاضحیٰ کی قربانی کے امدادی اشخاص پر تکبیر کہنا واجب ہے یا مستحب؟ اور دوسرے ذبیحوں کی امدادی اشخاص پر تکبیر کہنا کیسا ہے؟

الجواب:(الف) بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا صرف ذبح کرنے والے کا کافی ہے، ہاتھ پیر پکڑنے والوں کو بسم اللہ کہنا ضروری نہیں ہے وہ ذبیحہ حلال ہے اور قربانی صحیح ہوئی۔

(ب) دونوں ذبیحہ کا ایک ہی حکم ہے قربانی ہو یا دوسرا ذبیحہ، پکڑنے والوں کو بسم اللہ کہنا ضروری نہیں ہے، صرف ذابح پر تسمیہ ضروری ہے، پکڑنے والے اگر کہیں تو اچھا ہے نہ کہیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔فقط

قربانی کے لیے جو جانور خریدا ہے اس کے بجائے دوسرے جانور کی قربانی کرنا کب درست ہے؟

سوال:(۹۰) اگر گائے بہ نیت قربانی خریدنے کے بعد گابھن ہونے کا شبہ ہو جائے تو اس کو

---

(۱) الدر المختار والشامي ۹/۳۶۳-۳۶۴ کتاب الذبائح .

فروخت کر کے دوسری گائے خریدنا اور قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۸۷/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر ایام قربانی میں خریدی اور وہ شخص صاحب نصاب نہیں ہے، تو بدلنا اس کا درست نہیں ہے، اور اگر ایام قربانی سے پہلے خریدی یعنی دس ذی الحجہ سے پہلے، یا وہ خریدنے والا غنی صاحب نصاب ہے تو اس کو فروخت کر کے دوسری قربانی خرید کر ذبح کر سکتا ہے۔ کذا في الدر المختار (۱) فقط

سوال: (۹۱) ایک آدمی نے بکری دودھ دیتی ہوئی خریدی، اب اس نے یہ خیال کیا کہ یہ تو دودھ دیتی ہے اس کے بالعوض اور بکری یا بکرا خرید کر قربانی کر دیں، آیا شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔ (۲۶۴۸/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: جو قربانی کے لیے لیا تھا اس کو رکھے اور دوسرے کو قربانی کر دے جائز ہے، فقیر جس کے ذمے قربانی واجب نہیں وہ نہیں بدل سکتا، شامی میں ہے: مراد اس سے یہ ہے کہ اگر ایام اضحیہ میں خریدی یعنی دس، گیارہ، بارہ ذی الحجہ کو خریدی تو نہیں بدل سکتا اگر پہلے خریدی ہے تو بدل سکتا ہے۔

ان پڑھ آدمی بھی بسم اللہ کہہ کر قربانی ذبح کر سکتا ہے

سوال: (۹۲) ایک شخص ناخواندہ قربانی کرنا چاہتا ہے کیا یہ جائز ہے کہ دوسرا شخص اس کو قربانی کی نیت پڑھا دیوے اور وہ خود قربانی اپنے ہاتھ سے کرے؟ (۷۹/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: جائز ہے۔

قربانی کرنے والے کے لیے یکم ذی الحجہ سے قربانی کرنے تک بال اور ناخن نہ کاٹنا مستحب ہے

سوال: (۹۳) عشرۂ عیدالاضحیٰ میں جو لوگ صاحب قربانی ہیں اور جو صاحب قربانی نہیں یہ

(۱) وفقير...... شراها لها لوجوبها عليه بذلك حتى يمتنع عليه بيعها . وفي الشامي قوله: (لوجوبها عليه بذلك) أي بالشراء ، وهذا ظاهر الرواية ، لأن شراءه لها يجري مجرى الإيجاب وهو النذر بالتضحية عرفا كما في البدائع . و وقع في التاترخانية :التعبير بقوله شراها لها أيام النحر وظاهره أنه لو شراها لها قبلها لاتجب (الدر و الرد ۹/ ۳۸۹ كتاب الأضحية)

دونوں قبل نماز یا بعد نماز بال اور ناخن کترو ائیں؟ (۱۳۳۷/۷/۱۸ھ)

الجواب: حدیث شریف میں یہ آیا ہے کہ جو شخص ارادہ قربانی کا رکھتا ہے وہ قربانی سے پہلے عشرہ عید الاضحیٰ میں ناخن اور بال نہ کتروائے، لہٰذا قربانی کرنے والے کو مستحب ہے کہ وہ عشرہ اولی ذی الحجہ میں قبل قربانی ناخن اور بال وغیرہ نہ کتروائے اور جو شخص قربانی نہ کرے اس کے لیے یہ مستحب نہیں ہے کیونکہ استحباب خاص قربانی کرنے والے کے لیے ہے۔ فقط

سوال: (۹۴) جو شخص اپنے مکان پر قربانی کرے اس کو پابند قواعدِ قربانیٔ حج ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ مثلاً حجامت کرانا، ناخن اتروانا، عشرۂ ذی الحجہ میں منع ہے یا جائز؟ (۱۳۴۰/۲۱۹ھ)

الجواب: جو شخص قربانی کرے اس کے لیے مستحب ہے کہ عشرۂ اولی ذی الحجہ میں قربانی سے پہلے ناخن نہ کتروائے اور بال نہ منڈائے اور حجامت نہ بنوائے، لیکن اگر ایسا کیا تو کچھ حرج اور گناہ اس میں نہیں ہے، کیونکہ فعل مستحب کے ترک پر کچھ گناہ نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں ہے: **إذا دخل العشر و أراد بعضكم أن يضحّی فلا يأخذ ن شعرًا و لايُقلِمنّ ظُفرًا** (۱) قال في الشامي: **فهذا محمول على الندب دون الوجوب بالإجماع** (۲) اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب عشرہ ذی الحجہ کا آوے اور تم میں سے بعض لوگ قربانی کا ارادہ کریں تو وہ اس عشرہ میں بال دور نہ کریں اور ناخن نہ کتروائیں۔ علامہ شامیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم استحبابی ہے وجوبی نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۹۵) **قوله عليه السّلام: من أراد أن يضحى منكم فلا يأخذ ن شعره و أظفاره شيئًا** (۳) اس بارے میں امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کیا مذہب ہے؟ (۱۳۴۵-۴۴/۱۰۷۶ھ)

---

(۱) عن أم سلمة رضي الله عنها قالت: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: إذا دخل العشر و أراد بعضكم أن يضحّی فلايمسّ من شعرهٖ وبَشَرِهٖ شيئا، وفي رواية: فلا يَأخُذَنَّ شعرًا، ولا يُقْلِمَنَّ ظُفرا، وفي روايةٍ: من رأى هلال ذي الحجة و أراد أن يضحّي، فلا يأخذ من شعرهٖ ولا من أظفارهٖ رواه مسلم (مشكاة المصابيح ص: ۱۲۷ كتاب الصلاة، باب في الأضحية)

(۲) ردالمحتار ۶۱/۳ كتاب الصلاة، باب العيدين، مطلب في إزالة الشعر والظفر في عشر ذي الحجة، قبيل باب الكسوف.

(۳) عن أم سلمة رضي الله عنها أن النّبي صلّى الله عليه وسلّم قال: إذا دخلت العشر و أراد أحدكم أن يضحّي، فلايمسَّ من شعرهٖ وبشرهٖ شيئًا (الصحيح لمسلم ۱۶۰/۲ كتاب الأضاحي، باب نهى من دخل عليه عشر ذي الحجة وهويريد التضحية أن يأخذ من شعرهٖ و أظفارهٖ شيئًا)

الجواب: علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو صحیح مسلم سے روایت کر کے لکھا ہے(۱) **فهٰذا محمول على الندب دون الوجوب بالاجماع ــــ إلى أن قال ــــ إلا أن نفي الوجوب لاينافي الاستحباب ، فيكون مستحبًا إلخ (۲) (ردالمحتار للشامي)**

پس معلوم ہوا کہ حنفیہ بھی اس کے استحباب کے قائل ہیں کہ جو شخص قربانی کا ارادہ کرے وہ عشرۂ اولیٰ ذی الحجہ میں حجامت نہ بنوائے اور ناخن نہ کتروائے، لیکن یہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے، اور حدیث مذکور استحباب پر محمول ہے۔ فقط

سوال: (۹۶) ہلال عید الاضحیٰ کے بعد سے دسویں تاریخ تک جو شخص قربانی کرتا ہو اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے بال نہ منڈاوے آیا درست ہے یا بدعت؟ زید کہتا ہے کہ بدعت ہے۔
(۱۳۶۹/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: امر حق یہ ہے کہ یہ مستحب ہے بدعت کہنا اس کو بدعت ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

گائے کی قربانی شعائر اسلام سے ہے

سوال: (۹۷)...... (الف) ذبیحہ گاؤ ہندوستان میں شعائر اسلام ہے یا نہیں؟ جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے مکتوب ہشتاد و یکم جلد اول ص: ۱۰۶ میں تحریر فرمایا ہے: ''ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعار اسلام است'' (۳) اور اگر کسی جگہ ہندو مسلمانوں کو اس سے روکنے لگیں مگر مسلمان اس کے ذبح پر قادر ہوں تو مسلمانوں کے لیے اس وقت کیا حکم ہے؟

(ب) اور ایسے وقت میں جو مسلمان بکری وغیرہ کی قربانی چھوڑ کر اکثر صرف گائے ہی کی قربانی کو اختیار کرے یا روزمرہ بجائے بکرے وغیرہ کے اکثر گائے کا گوشت کھایا کرے تو اس فعل میں ثواب کا مستحق ہوگا یا نہ؟ (۶۵۸/۱۳۴۰ھ)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) **ردالمحتار ۶۱/۳ كتاب الصلاة، باب العيدين ، مطلب في إزالة الشعر والظفر في عشر ذي الحجة ، قبيل باب الكسوف .**

(۳) مکتوبات امام ربانی از حضرت علامہ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ ، مکتوب ہشتاد و یکم، ذبح بقرہ در ہندوستان از اعظم شعار اسلام است (حصہ دوم از دفتر اوّل، ص: ۷۵-۷۶ مطبع مجددی امرتسر)

الجواب: (الف - ب) اس بارے میں جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لکھا ہے(۱) وہی حق ہے، ذبح بقرہ ہندوستان میں خصوصا اس زمانۂ غلبۂ کفر میں بے شک شعائر اسلام سے تھا اور ہے، لہٰذا مسلمانوں کو اس حکم شرعی اور شعار مذہبی کو چھوڑ نا نہ چاہیے، اور ہندوؤں کی رعایت سے اس میں تساہل نہ کرنا چاہیے اور بہ نیت اقامتِ شعائر اللہ واتباعِ سنت و پیروئ حکم شریعت قربانی گاؤ وذبحِ بقرہ میں بے شبہ ثواب حاصل ہوگا۔ فقط

حضور ﷺ کا ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کرنا

سوال: (۹۸) گائے کی قربانی نبی کریم ﷺ نے اپنی یا ازواج مطہرات یا کسی اور گھر والے کی طرف سے کی ہے یا نہیں؟ اگر کی ہے تو مکہ معظّمہ میں یا مدینہ منورہ میں؟ (۶۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: ازواج مطہرات کی طرف سے گائے کی قربانی کرنا آنحضرت ﷺ کا احادیث میں وارد ہے اور یہ واقعہ بعد ہجرت کا ہے یعنی حجۃ الوداع کا عن جابر رضي الله عنه قال ذبح رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن عائشة رضى الله عنها بقرة يوم النحر رواه مسلم. وعنه قال: نحر النّبى صلّى الله عليه وسلّم عن نسائه بقرة في حجته رواه مسلم (۲) ان روایات سے معلوم ہوا کہ یہ ذبح کرنا بقرہ کا ازواج مطہرات کی طرف سے مکہ میں ہوا۔

گائے کی قربانی قرآن وحدیث سے ثابت ہے

سوال: (۹۹) ایک شخص کہتا ہے کہ گائے کی قربانی کا حکم قرآن اور حدیث میں کہیں نہیں آیا ہے مسلمان اہل ہنود کی ضد میں کرتے ہیں، ایسے شخص کی نسبت شرعًا کیا حکم ہے؟ اور قربانی گائے کی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۱۲/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قربانی گائے کی جائز ہے، جو شخص اس کو ضد پر حمل کرے وہ نہایت جاہل اور عاصی ہے، قربانی گائے کی احادیث اور قرآن شریف سے ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ نے گائے کی

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) مشكاة المصابيح ص :۲۳۱ كتاب المناسك ، باب الهدي ، الفصل الأول.

قربانی کی ہے(۱) اور قرآن شریف میں ہے: ﴿وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ الآية﴾ (سورۂ اَنعام، آیت:۱۴۴)

بھیڑ اور مینڈھے کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۰۰) بھیڑ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ مدلل ارقام فرمائیں۔ (۳۲/۸۵۵-۱۳۳۳ھ)

الجواب: بھیڑ کی قربانی درست ہے: قال في ردالمحتار: وإن كان لها ألية صغيرة مثل الذنب خلقةً جاز ـــــ أي بالاتفاق ـــــ وأما على قول أبي حنيفة عليه الرحمة: فظاهر، لأن عنده لو لم يكن لها أذن أصلا ولا ألية جاز، وأما على قول محمد عليه الرحمة: صغيرة الأذنين جائزة ـــــ أي وكذا صغيرة الألية ـــــ إلخ (۲)

سوال: (۱۰۱) بھیڑ اور مینڈھے کی قربانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۳۲/۷۶۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قربانی بھیڑ اور مینڈھے کی شرعاً درست ہے كذا في الدر المختار(۳) والشامي(۴)

بھینس کی قربانی جائز ہے

سوال: (۱۰۲) بھینس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵/۲۷۲-۱۳۳۷ھ)

الجواب: جائز ہے(۵)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔ (۲) ردالمحتار ۹/۳۹۳-۳۹۴ كتاب الأضحية.

(۳) وصح الجزع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لايمكن التمييز من بُعد و صح الثني فصاعدا من الثلاثة و الثني هو ابن خمس من الإبل، و حولين من البقر والجاموس، وحولٍ من الشاة والمعز (الدر المختار مع الشامي ۹/۳۸۹-۳۹۰ كتاب الأضحية)

(۴) وإن كان لها ألية صغيرة إلخ (ردالمحتار ۹/۳۹۳-۳۹۴ كتاب الأضحية)

(۵) وصحّ الثني فصاعدًا من الثلاثة، والثني: هو ابن خمس من الإبل، وحولين من البقر والجاموس، وحول من الشاة. وفي الشامي قوله: (والجاموس) نوع من البقر (الدر والرد ۹/۳۹۰ كتاب الأضحية)

الأضحية تجوز من أربع من الحيوان ...... وكذلك الجاموس، لأنه نوع من البقر الأهلي. (فتاوى قاضي خان على هامش الفتاوى العالمغيرية ۳/۳۴۸ كتاب الأضحية، فصل فيما يجوز في الضحايا)

گائے کی قربانی افضل ہے یا بکرے کی؟

سوال: (۱۰۳) گائے کی قربانی میں زیادہ ثواب ہے یا بکرے ودنبہ کی؟ اگر زید بضد گائے ہی قربانی کرے، اور افضل ترک کرے تو بہ مقابلہ عامل افضل کے ثواب کا کیا حکم ہے؟ ایسے وقت میں جب کہ ہنود مسلمانوں کے مذہبی امور میں مدد دیویں تو ان سے اتحاد رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۸۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: گائے کی قربانی ہنود کی رعایت کی وجہ سے ترک کرنی نہ چاہیے، دنیاوی معاملات میں ہنود سے موافقت اور ایک دوسرے سے معاونت میں مضائقہ نہیں ہے، لیکن مذہبی امور میں مراعات کفار کی مناسب نہیں ہے، پس جیسے پہلے سے مسلمانان گائے کی قربانی کرتے تھے اب بھی کریں، اس میں کسی کی رعایت نہ کریں اور نہ ہنود کو اس پر اصرار کرنا چاہیے۔ حاصل یہ ہے کہ جو لوگ بکرے مینڈھے وغیرہ کی قربانی کرنا چاہیں وہ ایسا کریں اور جو لوگ گائے کی قربانی کرنا چاہیں وہ گائے کی قربانی کریں، مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک دوسرے پر کچھ طعن اور سختی نہ کریں جیسا کہ شریعت سے اس بارے میں آزادی ہے اس آزادی کے ساتھ اہل اسلام اپنا فرض مذہبی ادا کریں (۱) فقط

سوال: (۱۰۴) قربانی گائے کی افضل ہے یا بکرے کی؟ (۲۱۴۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: درمختار میں ہے کہ بکرا اور دنبہ افضل ہے اور شامی میں ہے کہ اگر گائے کے حصہ میں

---

(۱) اور گائے کے ساتویں حصے اور بکرے اور دنبہ میں سے جس کی قیمت زیادہ ہو، اس کی قربانی کرنا افضل ہے، اور اگر قیمت میں دونوں برابر ہوں تو جس کا گوشت زیادہ ہو اس کی قربانی کرنا افضل ہے، اور اگر اس میں بھی دونوں برابر ہوں تو جس کا گوشت عمدہ مانا جاتا ہے اس کی قربانی کرنا افضل اور زیادہ ثواب کا حامل ہے۔

فروع: والشاة أفضل من سبع البقرة إذا استويا في القيمة واللحم وفي الشامي: قوله: (إذا استويا إلخ) فإن كان سبع البقرة أكثر لحمًا فهو أفضل. والأصل في هذا إذا استويا في اللحم والقيمة فأطيبهما لحمًا أفضل، وإذا اختلفا فيهما فالفاضل أولٰى، تتارخانية (الدرالمختار و ردالمحتار ۹/۳۹۰ كتاب الأضحية)

وفيه أيضًا: ضحّٰى بشنتين فالأضحية كلاهما، وقيل: الزائد لحم والأفضل الأكثر قيمة، فإن استويا فالأكثر لحمًا، فإن استويا فأطيبهما. وفي الشامي: قوله: (والأفضل إلخ) أي الأكثر ثوابًا، وقدمنا الكلام عليه (الدر والرد ۹/۴۰۴ كتاب الأضحية، قبيل كتاب الحظر والإباحة)

گوشت زیادہ آوے تو وہ افضل ہے(۱) فقط

سوال: (۱۰۵) بجائے گائے کی قربانی کے بکرے کی قربانی کو ترجیح دینا کیسا ہے؟ (۲۱۴۹/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قربانی دونوں کی اچھی ہے اور جائز ہے کسی کو روکنا نہ چاہیے۔ فقط

ہر قسم کے خصی کی قربانی کرنا جائز ہے

سوال: (۱۰۶) مظاہر حق میں جانور خصی کی قربانی کے بارے میں جو یہ لکھا ہے کہ حدیث بالا میں جو خصی کا لفظ ہے اس سے وہ خصی مراد ہے کہ جو مل دیا گیا ہو؛ تو کیا وہ خصی جو کہ بالکل نکال کر کیا گیا ہو درست ہے یا نہیں؟ حالانکہ آج کل عموماً بالکل نکال کر ہی خصی کرتے ہیں؟ (۲۶۵۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **ویضحي بالجماء والخصی** (۲) اس سے معلوم ہوا کہ ہر ایک قسم کے خصی کی قربانی کرنا درست ہے، خواہ ملا گیا ہو یا نکالا گیا ہو، باقی مظاہر حق میں جو کچھ لکھا ہے وہ اس بناء پر ہے کہ حدیث میں لفظ **موجوئین** آیا ہے، اور موجوء وہ خصی ہے جو ملا گیا ہو اور بعض نے **منزوع الخصیتین** بھی ترجمہ لکھا ہے؛ چونکہ مظاہر حق ترجمہ ہے مشکوٰۃ شریف کا اس میں ترجمہ لغوی کیا ہے، مسئلہ نہیں بتلایا، مسئلہ یہ ہے کہ ہر قسم کا خصی قربانی میں جائز ہے، شامی میں **مقطوع الذکر** کی قربانی بھی جائز لکھی ہے۔ **حیث قال: تجوز التضحية بالمجبوب العاجز عن الجماع** (۳) اور قاموس میں خصی کے معنی لکھے ہیں جس کے خصیتین نکالے گئے ہوں (۴) بہر حال مذہب یہی معلوم ہوتا ہے کہ خصی ہر ایک قسم کا قربانی میں جائز ہے۔ عینی شرح ہدایہ میں ہے: **قوله: (و یجوز أن یضحی .... بالخصی) وهو منزوع الخصیتین إلخ** (۵)

---

(۱) حوالۂ سابقہ۔

(۲) الدر المختار مع الرد ۳۹۱/۹ کتاب الأضحية.

(۳) الشامي ۳۹۴/۹ کتاب الأضحية.

(۴) الـخُصْی والخُصْیة .... ج : خصًی ، و خَصَاهُ خِصَاءً : سلّ خُصْیَیْهِ (القاموس المحیط للشیخ مجد الدین محمد بن یعقوب الفیروز آبادی ص: ۸۷۳ باب الواو والیاء ، فصل الخاء المطبوعة: ممبئی)

(۵) البناية في شرح الهداية المشهور بـ عيني شرح الهداية ۱۸۲/۴ کتاب الأضحية .

سوال: (۱۰۷) خصی کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۷۳ھ)

الجواب: خصی کی قربانی جائز بلکہ افضل ہے۔ في الهداية: قدصحّ أن النّبی صلّی اللّٰه علیه وسلّم ضحّی بکبشین أملحین موجوئین (۱) قال الشامي: والوجاء علی وزن فعال: نوع من الخصاء إلخ (۲) وفي الدرالمختار: ویضحی بالجماء والخصی إلخ (۳) فقط

گنجی بکری کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۰۸) گنجی بکری کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۱۶۵۵ھ)

الجواب: گنجی بکری جس کے سر پر بال نہ ہوں اس کی قربانی کرنا درست ہے۔

بانجھ جانور کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۰۹) بانجھ اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۱۹۹۳ھ)

الجواب: بانجھ اور سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی درست ہے بشرطیکہ سینگ اس کا جڑ سے نہ ٹوٹا ہو۔ فقط

قریب الولادت گابھن گائے کی قربانی بہ کراہت درست ہے

سوال: (۱۱۰) حاملہ گائے کی قربانی کرنی جائز ہے یا ناجائز؟ (۱۳۳۴-۳۳/۲۱۲۰ھ)

الجواب: حاملہ بکری یا گائے قصداً ذبح کرنا جائز ہے، لیکن اگر وہ حاملہ قریب الولادۃ ہو تو اس کو ذبح کرنا مکروہ ہے۔ في الکفایة: إن تقاربت الولادة یکره ذبحها (۴) (شامي، ج:۵ کتاب الذبائح) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الهدایة ۴/۴۴۸ کتاب الأضحیة.

(۲) الشامي ۹/۴۰۲ کتاب الأضحیة، قبیل کتاب الحظر والإباحة.

(۳) الدرمع الرد ۹/۳۹۱ کتاب الأضحیة.

(۴) ردالمحتار ۹/۳٦۸ کتاب الأضحیة.

سوال: (۱۱۱) گائے بہ نیت قربانی خریدی گئی، بعد کو گائے کا گابھن ہونا ظاہر ہوا، تو اب اس گائے کی قربانی کا کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۴-۳۳/۵۲ھ)

الجواب: حاملہ جانور کو قربانی کرنا درست ہے، پس اگر اسی کو ذبح کردے، تو کچھ حرج نہیں اور اگر وہ قربانی خریدنے والا غنی ہے تو یہ بھی درست ہے کہ اس کو یعنی گابھن کو خود رکھ لے اور دوسری اس کی جگہ خرید کے قربانی کردے، مگر شامی میں کفایہ سے نقل کیا ہے کہ جانور حاملہ قریب الولادت کو ذبح کرنا مکروہ ہے، بہرحال قربانی ادا ہو جاتی ہے۔

سوال: (۱۱۲) مادہ گاؤ گابھن کی قربانی درست ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۲۰۷۲ھ)

الجواب: حاملہ جانور کی قربانی بھی درست ہے، لیکن شامی میں کفایہ سے نقل کیا ہے کہ جو حاملہ قریب الولادت ہو اس کا ذبح کرنا مکروہ ہے قربانی پھر بھی درست ہے۔ **قال في الشامي : لكن في الكفاية: إن تقاربت الولادة يكره ذبحها إلخ(۱) فقط**

گابھن بکری کو قربانی کے واسطے خرید سکتے ہیں

سوال: (۱۱۳)......(الف) ایک بکری قربانی کے لیے خرید کی، لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ یہ تو گابھن ہے، اب گابھن کی قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(ب) اور جو قبل خرید کے معلوم ہو جائے کہ گابھن ہے تو اس کو قربانی کے لیے خرید سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۶۴۸ھ)

الجواب: (الف) گابھن کی قربانی درست ہے۔

(ب) خرید سکتے ہیں، اگر قریب الولادت ہو تو اس کو قربانی وغیرہ میں ذبح کرنا مکروہ لکھا ہے؛ مگر قربانی درست ہے۔

رسولی والے بکرے کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۱۴) ایک بکرا قربانی کے واسطے خریدا گیا، اب دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس کے پیٹ

---

(۱) ردالمحتار ۳۶۸/۹ کتاب الذبائح .

میں رسولی نکل رہی ہے اور کوئی عیب اس کے اندر نہیں، فربہ ہے، خوب کھاتا پیتا ہے رسولی کی وجہ سے اس کی قربانی میں کچھ حرج تو نہیں؟ (۹۴۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس بکرے کی قربانی کرنا جب کہ وہ ایک برس کا پورا ہو گیا ہو جائز ہے، رسولی مذکور کی وجہ سے اس کی قربانی میں کچھ نقص نہیں آتا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کھانسنے اور دست کرنے والی گائے کی قربانی جائز ہے

سوال: (۱۱۵) جس گائے کے اندر زخم ہو جس سے وہ کھانستی ہو اور گوبر پتلا مثل دستوں کے کرتی ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۴۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جائز ہے۔

بیمار گائے کی قربانی کا حکم

سوال: (۱۱۶) ایک گائے قربانی کے لیے خریدی گئی، اس میں سات شخص شریک ہوئے، بعض غنی بعض فقیر، اس کے بعد وہ گائے بیمار ہو گئی، مگر اس کو شرکاء نے قربانی کے دن قربانی کر دی حالاں کہ بیمار تھی تو قربانی ادا ہوئی یا نہیں؟ اگر ادا ہو گئی تو مالدار غریب دونوں کی طرف سے ادا ہوئی یا کسی پر اعادہ واجب ہے؟ (۱۱/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں درمختار میں لکھا ہے کہ اگر وہ گائے ایسی بیمار تھی کہ مرض اس کا بالکل ظاہر تھا تو غنی کی قربانی ادا نہیں ہوئی اس کو ایام نحر میں قربانی کا اعادہ کرنا چاہیے اور بعد ایام نحر کے قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے، اور فقیر کی قربانی صورت مسئولہ میں بہر صورت ادا ہو گئی۔ درمختار میں ہے:

ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع كمامرّ، فعليه إقامة غيرها مقامها إن كان غنيًا وإن كان فقيرًا أجزأه ذلك إلخ(۱)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۳۹۴/۹ كتاب الأضحية.

چھوٹے کان والے جانور کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۱۷) بکری اور دنبہ جس کے کان خلقةً چھوٹے ہوں ان کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۶۴۹ھ)

الجواب: درست ہے۔ فلولها أذن صغيرة خلقةً أجزأت ، زيلعي(۱)(درمختار)

تہائی سے کم کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۱۸) اگر ایک بکری کے دوانگل کان کٹے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۲۰۶۴ھ)

الجواب: تہائی سے کم کان کٹے ہوئے جانور کی قربانی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جانور کے کان میں سوراخ ہو یا چرا ہوا ہو تو اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۱۹) جس جانور کے دونوں کانوں کی نوک کٹی ہوئی ہے یا ان کا کان چرا ہوا ہو یا ان کے کان میں روپیہ کے برابر سوراخ ہو ایسے جانور کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۶۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: کان کا کنارا اگر تہائی کان سے کم کٹا ہوا ہے تو اس کی قربانی صحیح ہے، اسی طرح کان چرے ہوئے کی قربانی یا جس کے کان میں سوراخ روپیہ کے برابر ہو اس کی قربانی صحیح ہے قال في الشامي: روی محمد عنه في الأصل والجامع الصغير أن المانع ذهاب أكثر من الثلث إلخ (۲) پھر اسی کو ظاہر الروایہ کہا ہے اور خانیہ میں اسی کی تصحیح کی گئی ہے اور نیز شامی میں ہے: وفي البدائع: وتجزی الشرقاء: مشقوقة الأذن طولا، والخرقاء: مثقوبة الأذن ، والمقابلة: ما قطع من مقدم أذنها شيء وترك معلقًا، والمدابرة: مافعل ذلك بمؤخر الأذن من الشاة، والنهي الوارد محمول

---

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۳۹۳/۹ كتاب الأضحية .

(۲) رد المحتار للشامي ۳۹۲/۹ كتاب الأضحية .

علی الندب الخ، وقدمنا أن ماجوّز هنا جوز مع الكراهة ، لأنه خلاف المستحب إلخ (۱) (شامی) اس عبارت سے معلوم ہوا کہ قربانی ایسے جانوروں کی جائز ہے، لیکن خلاف اولی ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے، بہتر یہ ہے کہ قربانی ایسے عیوب سے بھی خالی ہو۔ فقط

جس بیل کی ناک چھیدی ہوئی ہو اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۲۰) بیل کی قربانی جس کی ناک چھیدی ہو درست ہے یا نہیں؟ (۲۱۳۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بیل جس کی ناک چھیدی ہو اس کی قربانی درست ہے۔

جانور کی ایک آنکھ میں معمولی عیب ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۱) ایک گائے کی آنکھ میں ایک شخص نے مار دیا جس کی وجہ سے آنکھ میں سفید جالا پڑ گیا اچھی ہو جانے کی امید ہے، قربانی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ (۲۶۲۰/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اگر اس آنکھ سے بھی نظر آتا ہے تو قربانی اس کی درست ہے۔

جس جانور کے اکثر دانت باقی ہیں اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۲۲) ایک شخص نے ایک مینڈھا برائے قربانی پالا ہے، اتفاقیہ سامنے کا ایک دانت بوجہ ضرب کرنے کے قریب پونے حصہ کے ٹوٹ گیا ہے یعنی مسوڑھوں سے اوپر اوپر جو دانت ظاہر میں نظر آتا ہے اس کا تین چوتھائی حصہ ٹوٹ گیا ہے، اب پاؤ (چوتھائی) حصہ باقی رہا ہے؛ آیا صورت ہذا میں جانور مذکور کی قربانی شرعاً درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۱۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایک دانت کے چوتھائی حصے کے ٹوٹنے سے اس کی قربانی میں کچھ نقصان نہیں آتا، قربانی اس کی درست ہے۔ درمختار میں ہے کہ اگر اکثر دانت جانور کے باقی ہیں تو قربانی اس کی درست ہے (۲) فقط

---

(۱) الشامي ۹/۳۹۴ كتاب الأضحية.

(۲) ولا (تجوز) بالهتماء التي لا أسنان لها ، ويكفى بقاء الأكثر (الدرالمختارمع الشامي ۹/۳۹۳ كتاب الأضحية)

جس کے سینگ ظاہر نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۲۳) تین سال کی گائے جس کے سینگ ہنوز نمودار نہ ہوئے ہوں اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۲۶۲/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس کی قربانی درست ہے (۱) فقط

سینگ ٹوٹے ہوئے جانور کی قربانی کب درست ہے؟

سوال: (۱۲۴) اگر کسی جانور کا سینگ جڑ سے یا چوتھائی حصہ سے زیادہ ٹوٹ گیا ہو ایسے جانور کی قربانی شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ (۶۰۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: درمختار کتاب الاضحیہ میں ہے: **ویضحی بالجماء والخصی إلخ.** شامی میں ہے: **قوله: (الجماء) هي التي لا قرن لها وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر أوغيره، فإن بلغ الكسر إلى المخ لم يجز، قهستاني. وفي البدائع: إن بلغ الكسر المشاش لايجزى، والمشاش: رؤوس العظام إلخ** (۲) اس روایت بدائع وغیرہ سے معلوم ہوا کہ اگر کسی جانور کا سینگ جڑ سے ٹوٹ جائے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے، اور اگر اوپر سے خول اتر جائے اور مغز باقی رہے تو قربانی اس کی درست ہے۔

سوال: (۱۲۵) قربانی کردن از گاؤ شاخ شکستہ جائز است یا نہ؟ (۱۰۴۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: درکتب فقہ ایں تفصیل فرمودہ اند کہ اگر بعض قرن جانور شکستہ است قربانی آں جائز است واگر کسر تا مغز رسیدہ است ناجائز است۔ **قال في الشامي: قوله: (ويضحى بالجماء) هي التي لاقرن لها خلقةً، وكذاالعظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر أوغيره، فإن بلغ الكسر إلى المخ لم يجز. قهستاني، وفي البدائع: إن بلغ الكسر المشاش لايجزئ، والمشاش: رؤوس العظام إلخ** (۳) فقط

---

(۱) قوله: (ويضحى بالجماء) هي التي لاقرن لها خلقة (ردالمحتار ۹/۳۹۱ كتاب الأضحية)

(۲) الدر والرد ۹/۳۹۱ كتاب الأضحية.

(۳) ردالمحتار ۹/۳۹۱ كتاب الأضحية.

ترجمہ: سوال: (۱۲۵) ٹوٹے ہوئے سینگ والی گائے کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: فقہ کی کتابوں میں یہ تفصیل ہے کہ اگر جانور کا بعض سینگ ٹوٹا ہوا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے، اور اگر ٹوٹن گودے تک پہنچی ہوئی ہے تو ناجائز ہے۔

سوال: (۱۲۶) جس جانور کا سینگ تہائی حصے سے زیادہ ٹوٹا ہو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۸۰ھ)

الجواب: اگر رؤس عظام تک نہیں پہنچا تو قربانی اس کی درست ہے (۱) (درمختار)

قربانی کے لیے جو جانور خریدا تھا وہ عیب دار ہو گیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۲۷) میں نے ایک بھیڑ کا بچہ ایک سال سے پال رکھا تھا، لیکن اب اس کا ایک سینگ ٹوٹ گیا، قریب ایک ماہ ہوا، وہ بھی کچھ بڑا نہ تھا بالوں کے اندر دیکھائی نہیں دیتا تھا، اور جب میں نے خریدا تھا تب ہی سے قربانی کی نیت کر لی تھی اب میں اس کی قربانی کروں یا نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۲۰۳۱ھ)

الجواب: الدر المختار میں ہے: **ولو اشتراها سليمة ثم تعيبت بعيب مانع كمامرّ فعليه إقامة غيرها مقامها إن كان غنيًا وإن كان فقيرًا أجزأه ذلك** (۲) اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی جانور غنی نے قربانی کی نیت سے خریدا پھر وہ عیب دار ہو گیا تو وہ غنی اس جانور کے بدلے اور جانور خرید کر قربانی کرے، اور اگر فقیر یعنی جس کے ذمہ قربانی فرض نہیں ہے وہ خریدے تو وہی عیب دار جانور قربانی کرے (۳) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۲۸) قربانی کا جانور خریدنے کے بعد لنگڑا ہو گیا یا کانا یا اندھا ہو گیا اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۸/۴۹۳ھ)

الجواب: درست نہیں ہے، اور فقیر کو درست ہے۔

---

(۱) وفي البدائع : إن بلغ الكسر المشاش لايجزى ، والمشاش رؤوس العظام (ردالمحتار ۳۹۱/۹ كتاب الأضحية)

(۲) الدر المختار مع الشامي ۳۹۴/۹ كتاب الأضحية .

(۳) اگر اس کا سینگ جڑ سے ٹوٹ گیا ہے تو یہ حکم ہے، ورنہ اس کی قربانی ہر حال میں درست ہے۔

جس جانور کے ایک سینگ کا آدھا خول اترگیا ہے اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۲۹) گائے کا ایک سینگ تو سالم ہے، لیکن دوسرے سینگ کا خول نصف تک اتر گیا ہے، ٹوٹا ہوا نہیں ہے؛ ایسی گائے کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۷۰/۱۳۴۵ھ)

الجواب: کتب فقہ میں تصریح ہے کہ جماء یعنی وہ جانور جس کے خلقۃً سینگ نہیں اور عظماء یعنی جس کا بعض سینگ ٹوٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز ہے، مکسور القرن کی قربانی میں کوئی کراہت نہیں بشرطیکہ ٹوٹن جڑ تک نہ پہنچے۔ قوله: (ويضحى بالجماء) هي التي لاقرن لها خلقةً، وكذا العظماء التي ذهب بعض قرنها بالكسر أوغيره ، فإن بلغ الكسر إلى المخ لم يجز، قهستاني(۱) (شامي) لأن القرن لا يتعلق به مقصود إلخ(۲) (هداية)

قربانی کے لیے گراتے وقت جانور کا سینگ ٹوٹ جائے تو قربانی درست ہے

سوال: (۱۳۰) جس وقت گائے کو قربانی کرنے کے واسطے زمین پر گرایا اس کا ایک سینگ نصف کے قریب ٹوٹ گیا، اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۳۲/۷۸۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قربانی اس کی درست ہے۔ ولا يضرّ تعيبها من اضطرابها عند الذبح إلخ (۳) (درمختار)

داغدار جانور کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۳۱) جس جانور کی ران وغیرہ پر گرم لوہے سے داغ دیا ہو اس کی قربانی درست ہے یا

---

(۱) ردالمحتار ۳۹۱/۹ كتاب الأضحية .

(۲) الهداية ۴/ ۴۴۸ كتاب الأضحية .

(۳) الدر المختار مع الشامي ۳۹۴/۹ كتاب الأضحية .

نہیں؟ اور زمین جوتنے کے بیلوں کے سرین پر زخم رہتا ہے مارنے کی وجہ سے، اس کی قربانی بھی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (۵۹۵/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: قربانی ان دونوں کی درست ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قربانی میں کوئی عیب ظاہری نہ ہو۔ کما في الشامي : واعلم أن الكل لايخلو عن عيب، والمستحب أن يكون سليمًا عن العيوب الظاهرة، فماجوّز ههنا جوّز مع الكراهة(۱) فقط

جنگلی جانور اور پرندوں کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۳۲) قربانی صحرائی جانور مثل خرگوش، ہرن پہاڑہ، بارہ سنگا، نیل گائے وغیرہ اور پرند مثل کبوتر، طاؤس، کلنگ، قاز، مرغابی، سارس، سرخاب (۲) وغیرہ کی جائز ہے یا نہیں؟ اگر نا جائز ہے تو کیوں؟ (۱۵۳۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: قربانی ان جانوروں کی درست نہیں ہے۔ لماورد في الأحاديث (۳)

سوال: (۱۳۳) بچپن سے پالے ہوئے صحرائی جانور مثلاً ہرن، چیتل، نیل گائے وغیرہ حلال جانور اور نر گاؤ کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۳۳۴/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: صحرائی جانور مثل ہرن و چیتل و نیل گائے و گورخر وغیرہ کی قربانی درست نہیں ہے، اگر چہ یہ جانور بچپن سے گھر پلے ہوئے ہوں کذا في كتب الفقه (۴) فقط

سوال: (۱۳۴)......(الف) ہرنی بارہ سنگا، نیل گائے وغیرہ صحرائی جانوروں کی قربانی جائز

---

(۱) الشامي ۹/ ۳۹۱-۳۹۲ كتاب الأضحية .

(۲) طاؤس: مور —— کلنگ: کونج، ایک مٹیالا لمبی گردن کا پرندہ —— قاز: راج ہنس —— مرغابی: ایک آبی پرندہ —— سارس: لق لق، ایک سفید رنگ اور لمبی ٹانگوں والا پرندہ جو پانی کے کنارے پر مچھلیاں پکڑ پکڑ کر کھاتا ہے —— سُرخاب: چکوا چکوی، ایک آبی پرندہ (فیروز اللغات)

(۳) في الهداية: قال: والأضحية من الإبل والبقر والغنم ، لأنها عرفت شرعًا ، ولم تنقل التضحية بغيرها من النّبى عليه السّلام ولا من الصحابة رضى الله عنهم (الهداية ۴/ ۴۴۸ كتاب الأضحية)

(۴) ولايجوز في الأضاحي شيء من الوحشي (الفتاوى الهندية ۵/ ۲۹۷ كتاب الأضحية ، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

ہے یا نہیں؟

(ب) صحرائی جانور کا بچہ اگر پالا جائے تو وہ پالنے والے کی ملک ہوگا یا نہ؟ اور اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۹۴/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: (الف) ان جانوروں کی قربانی جائز نہیں ہے، قربانی میں اونٹ یا گائے یا بکری دنبہ وغیرہ ذبح کرنا ضروری ہے۔

(ب) وہ بچہ پالنے والے کی ملک ہے اور قربانی اس کی جائز نہیں ہے، قربانی اونٹ، گائے، بکرے کی اقسام کے ساتھ شریعت میں خاص کی گئی ہے(۱) فقط

سوال: (۱۳۵) قربانی جنگلی جانوروں کی جیسے ہرن بارہ سنگا وغیرہ کی درست ہے یا نہیں؟ (۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قربانی ہرن وغیرہ جنگلی جانوروں کی درست نہیں ہے(۲) فقط

خنثیٰ جانور کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۳۶) خنثیٰ بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر اول فتاوی عالم گیریہ میں جو منقول ہے: **لا تجوز التضحية بالشاة الخنثیٰ لأن لحمها لاينضج** (۳) اس عبارت سے کیا ثابت ہے؟ اور کیا تاویل ہے؟ (۱۰۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جیسا کہ اس عبارت عالم گیریہ سے ثابت ہے ایسا ہی درمختار میں بھی ہے: **ولابالخنثى لأن لحمهالاينضج،** اس پر علامہ شامی لکھتے ہیں: **قوله: (لأن لحمهالاينضج)من باب سمع، و بهذا التعليل اندفع ما أورده ابن وهبان من أنها لا تخلوإما أن تكون ذكرًا أوأنثى، وعلى كلٍّ تجوز**(۴)

---

(۱) والأضحية من الإبل والبقر والغنم ، لأنها عرفت شرعًا ولم تنقل التضحية بغيرها من النبي عليه السّلام ولا من الصحابة رضى الله عنهم (الهداية ۴/ ۴۴۸ كتاب الأضحية)

(۲) ولايجوز في الأضاحي شيء من الوحشي (الفتاوى الهندية ۵/ ۲۹۷كتاب الأضحية ، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب)

(۳) الفتاوى الهندية ۵/ ۲۹۹ كتاب الأضحية ، الباب الخامس في بيان محل إقامة الواجب .

(۴) الدر و الرد ۹/ ۳۹۴ كتاب الأضحية .

یعنی جب کہ علت عدم جواز قربانی خنثیٰ کی عدمِ نضجِ لحم ہے تو ابن وہبان کا یہ شبہ ساقط ہو گیا کہ خنثیٰ کی قربانی جائز ہونی چاہیے، کیونکہ وہ یا مذکر ہے یا مؤنث، اور دونوں کی قربانی درست ہے پھر کیا (وجہ) عدمِ جوازِ قربانئ خنثیٰ کی ہے؟ پس اس کا جواب یہ دیا گیا کہ علتِ عدم جواز عدم نضجِ لحم ہے(۱) قاموس میں ہے کہ نضج التمر واللحم كسمع نُضجًا و نَضجًا: أدرك(۲) یعنی معنی نُضج کے پکنے کے ہیں۔ فقط

سوال: (۱۳۷) اگر جانور قربانی کے نر اور مادہ ہونے میں اشتباہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۲۵۶۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: خنثیٰ جانور کی قربانی درست نہیں ہے۔

جس گائے کے دوتھن سے دودھ نہیں آتا اس کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۳۸) قربانی ایسی گائے کی کی گئی جس کے صرف دوتھنوں سے دودھ آتا تھا، آیا وہ قربانی درست ہوئی یا نہیں؟ (۹۶۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: تاتر خانیہ کی روایت یہ ہے کہ جس گائے کے دوتھن سے دودھ منقطع ہو جاوے اس کی قربانی صحیح نہیں ہے، اور خلاصہ سے شامی میں یہ منقول ہے کہ اگر بلا کسی مرض کے دودھ منقطع ہو جاوے تو قربانی اس کی صحیح ہے(۳) پس بناءً على رواية التاترخانية قربانی اس گائے کی جس کے دوتھن سے دودھ نہیں آتا درست نہیں ہوئی، اس لیے اب جب کہ وقت قربانی کا گذر گیا ہے ایک بکرا یا بکری کی

(۱) پس اگر خنثیٰ کا گوشت کُوکر وغیرہ کے ذریعہ اچھی طرح پک جائے تو قربانی درست ہو جائے گی امداد الفتاوی (۵۷۱/۳) میں ہے: "لأن لحمها إلخ علت ہے، حکمت نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ علت کے ارتفاع سے حکم مرتفع ہو جاتا ہے، پس جب گوشت اچھی طرح پک گیا تو قربانی کو صحیح کہا جاوے گا" مگر خنثیٰ کا گوشت پکے گا یا نہیں؟ یہ بات بعد میں معلوم ہوگی، اس لیے اس فتوی میں اور فتاوی رحیمیہ، قدیم (۳۲۵/۹) میں خنثیٰ کی قربانی کے عدم جواز کا فتوی دیا گیا ہے۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۲) القاموس المحيط، ص: ۱۱۹ باب الجيم، فصل النون، المطبوعة: ممبئى.

(۳) وذكر فيها جواز التى لاينزل لها لبن من غيرعلة، وفي التاترخانية: والشطور لا تجزى، وهي من الشاة ما قطع اللبن عن إحدى ضرعيها، ومن الإبل والبقر ما قطع ضرعيها لأن لكل واحد منهما أربع أضرع (الشامي ۳۹۳/۹ كتاب الأضحية)

قیمت فقراء کو دے دینی چاہیے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

جس بکری نے عورت کا دودھ پیا ہو اس کی قربانی اور گوشت کا حکم

سوال: (۱۳۹) ایک عورت کا شیر خوار بچہ مر گیا، بوجہ کثرت شیر پستان میں درد ہونے لگا، اس عورت نے بکری کے بچہ کو اپنی پستان سے دودھ پلایا، اب اس بچے کو بعد پرورش قربانی کر سکتی ہے؟ اور اس کا گوشت کون کون کھا سکتے ہیں؟ (۳۱۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس بکری کے بچے کو بعد پرورش کے جب وہ ایک سال کا پورا ہو جاوے تو قربانی کرنا درست ہے، اور اس کے گوشت کو مثل دیگر قربانی کے جانوروں کے گوشت کے سب کھا سکتے ہیں۔

جس بھیڑ کو سور کا گوشت کھلایا ہو اس کی قربانی کرنا جائز ہے

سوال: (۱۴۰) جس گوسفند (بھیڑ) وغیرہ کو سور کا گوشت اور شوربا کھلایا گیا ہو ان کی قربانی کرنا جائز ہے یا کیا؟ (۱۱۱۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قربانی کرنا ان کی اور کھانا جائز اور حلال ہے (۱)

ایک سال کے بکرے کی قربانی باتفاق ائمہ درست ہے

سوال: (۱۴۱) ایک شخص غیر مقلد اس امر پر اصرار کرتا ہے کہ قربانی کا بکرا دو سال سے کم کا جائز نہیں اور ثبوت میں یہ حدیث پیش کرتا ہے: **عن جابر رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم: لا تذبحوا إلا مسنةً إلا أن یعسر علیکم فتذبحوا جذعة من الضأن رواہ مسلم** (۲) آیا ایک سال کا یا سال سے اوپر ایک ماہ یا دو ماہ کا بکرا نر یا مادہ لائق قربانی کے ہے یا نہیں؟

(۲۵۹۳/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) رُوي أن جدیاغذي بلبن الخنزیر؛ لابأس بأکلہٖ، لأن لحمه لایتغیر. وما غذي بہٖ یصیر مستھلکا لایبقی له أثر (فتاوی قاضي خان علی ھامش الفتاوی العالمغیریة ۳/۳۵۹ کتاب الصید والذبائح)

(۲) مشکاة المصابیح ص: ۱۲۷ کتاب الصلاة، باب في الأضحیة، الفصل الأول.

الجواب: بکرا جو ایک سال کا پورا ہو جائے قربانی اس کی باتفاق ائمہ درست ہے، اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں جو یہ الفاظ وارد ہیں: **لا تذبحوا إلا مسنة** اس سے مراد ثنی ہے اور ثنی بکرے میں وہ ہے جس پر ایک برس پورا ہو گیا ہو، اور اونٹ میں وہ ہے جو پانچ برس کا پورا ہو گیا ہو، اور گائے بیل، بھینس میں وہ ہیں جو دو برس کے پورے ہو گئے ہوں۔ **کما في شرح المشكاة للشيخ الدهلوی رحمه الله تعالیٰ ، قوله:"لاتذبحوا إلا مسنةً"...... ويجوز من جميع هذه الأقسام الثنى وهو المراد من المسنة وهو من الإبل مااستكمل خمس سنين وطعن في السادسة ومن البقر مااستكمل سنتين ومن الغنم ضأنا كان أو معزًا ما استكمل سنةً (۱)** پس اس سے معلوم ہوا کہ غنم یعنی بکرے بھیڑ میں **ثنی** وہ ہے جو ایک برس کا پورا ہو جائے، الحاصل ایک برس کے بکرے کی قربانی بلاتردد و بلاشبہ درست ہے اور اس سے زیادہ ہو تب بھی بہتر ہے، اور یہ کہنا کسی غیر مقلد کا کہ بکرا دو برس سے کم کا درست نہیں ہے غلط ہے، اس حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا یہ مفہوم نہیں ہے جو وہ شخص بیان کرتا ہے۔ **کما مرّ عن شرح الشيخ الدهلوی** اور درمختار میں ہے جو کہ فقہ حنفی میں معتبر کتاب ہے۔ **وصح الثني فصاعدًا من الثلاثة، والثني هو ابن خمس من الإبل، وحولين من البقر والجاموس، وحول من الشاة إلخ (۲)**

کتنی عمر کے بکرے، بھیڑ اور دنبہ کی قربانی ہوسکتی ہے؟

سوال: (۱۴۲) بکرا بھیڑ دنبہ کتنے دنوں کا قربانی ہوسکتا ہے؟ (۲۶۳۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: مسئلہ یہ ہے کہ بکرا بکری ایک برس کی ہو تو اس کی قربانی ہوسکتی ہے ایک برس سے کم کی ہو تو اس کی قربانی صحیح نہیں ہے، لیکن بھیڑ اور دنبہ اگر چھ ماہ سے زیادہ کا ہو اگرچہ سال بھر سے کم کا ہو، مگر موٹا تازہ ایسا ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو قربانی اس کی درست ہے، جیسا کہ حدیث شریف میں وارد ہے: **فتذبحوا جذعة من الضأن الحديث (۳)** (مشکوٰۃ شریف) اور درمختار میں ہے: **وصح الجذع ذو**

---

(۱) الحاشية على المشكاة ص: ۱۲۷، كتاب الصلاة ، باب في الأضحية ، رقم الحاشية: ۹۔
(۲) الدرمع الرد ۹/۳۹۰ كتاب الأضحية .
(۳) عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : لاتذبحوا إلا مسنة =

ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لايمكن التمييز من بُعدٍ إلخ (۱) فقط

سوال: (۱۴۳) قربانی میں بھیڑ کتنے ماہ کی جائز ہے؟ اور بکرا کتنے ماہ کا جائز ہے؟ اور دنبہ کس عمر کا؟ دنبہ اور بھیڑ میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۲۱۷۰/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: قربانی کے لیے بکری اور بکرا پورے ایک سال کا ہونا ضروری ہے، اور بھیڑ اور دنبہ چھ ماہ سے زیادہ کے بھی قربانی ہوسکتے ہیں، بشرطیکہ وہ موٹا تازہ ہو کہ ایک برس کا معلوم ہوتا ہو، اور دنبہ اور بھیڑ اور مینڈھے میں کچھ فرق نہیں ہے سب کا ایک حکم ہے۔

چھ ماہ کے بھیڑ اور دنبہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۴۴) دنبہ اور بھیڑ چھ ماہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ (۲۲۲۲/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: بھیڑ ہو یا دنبہ دونوں ضأن ہیں اور دونوں کی قربانی جب کہ وہ چھ ماہ سے کچھ زائد کے ہوں، بشرطیکہ موٹے تازے ہوں کہ سال بھر کے معلوم ہوتے ہوں درست ہے، البتہ بکرا بکری پورے سال کے ہونے چاہئیں، درمختار اور شامی میں اس کی تفصیل موجود ہے، عبارت درمختار میں یہ ہے: **وصح الجذع ذو ستة أشهر من الضأن إن كا ن بحيث لو خلط بالثنايا لايمكن التمييز من بُعد إلخ.** شامی میں ہے: **قوله: (من الضأن) هو ماله ألية. منح، قيد به لأنه لايجوز الجذع من المعز وغيرهٖ بلا خلاف (۲) وذكر في الأصل عن أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ أنه يجوز، خانية. ثم قال: وإن كان لها ألية صغيرة مثل الذنب خلقة جاز، أما على قول أبي حنيفة رحمه الله تعالىٰ فظاهر، لأن عنده لو لم يكن لها أذن أصلا ولا ألية جاز إلخ** (۳) (شامی ۵/ ۴۰۷) پس معلوم ہوا کہ بھیڑ جس کی صرف دم ہو اور اَلیہ نہ ہو وہ بھی درست ہے، اور ضأن دونوں کو شامل ہے، اور تفسیر اس کی **ماله ألية** کے ساتھ باعتبار اکثر اور عادت اکثر یہ کے ہے اور عبارت شامی سے واضح ہوا کہ قید **ماله اَلية**

= **إلا أن يعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضأن، رواه مسلم** (مشكاة المصابيح ص: ۱۲۷، كتاب الصلاة، باب في الأضحية، الفصل الأوّل)

(۱) الدرمع الرد ۹/ ۳۸۹-۳۹۰ كتاب الأضحية.

(۲) الدر و الرد ۹/ ۳۸۹-۳۹۰ كتاب الأضحية .

(۳) ردالمحتار ۹/ ۳۹۳-۳۹۴ كتاب الأضحية .

بوجہ اخراج بکری کے ہے نہ احتراز بھیڑ سے۔

سوال: (۱۴۵) دنبہ کا بچہ جو عمر میں چھ ماہ کا ہو اور وہ قربانی یا عقیقہ میں درست ہے تو بجائے دنبہ کے بھیڑ کا بچہ چھ ماہ کو اگر قربانی یا عقیقہ میں کام میں لاویں تو کیا حکم ہے؟ کیوں کہ دنبہ بھی بھیڑ کی قسم سے ہے، لیکن دنبہ چکتی دار ہوتا ہے اور بھیڑ چکتی دار نہیں ہوتا۔ (۱۹۴۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: بھیڑ کا حکم بھی مثل دنبہ کے ہے چھ مہینے کا پورا ہو کر ساتواں مہینہ شروع ہو جاوے تو قربانی اس کی درست ہے، مگر شرط یہ ہے کہ وہ ایسا موٹا ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، دنبہ میں بھی یہی حکم ہے، اور بھیڑ میں بھی یہی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۴۶) دنبہ چکتی دار و غیر چکتی دار کی قربانی کے لیے کس قدر عمر ہونی چاہیے؟

(۱۶۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: بھیڑ و دنبہ چکتی دار ہو یا غیر چکتی دار اگر چھ ماہ سے زیادہ کا ہو، مگر ایسا فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو قربانی اس کی درست ہے۔ قال في الدر المختار: وصح الجذع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لايمكن التمييز من بُعد إلخ (۱) وفي الشامي: وإن كان لها ألية صغيرة مثل الذنب خلقة جاز (۲) (شامي) اور حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی قدس سرہ نے ﴿مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ﴾ کا ترجمہ یہ فرمایا ہے: بھیڑ میں سے دو الخ (۳) فقط

ایک سال سے کم عمر کا بکرا یا بکری ہو تو اس کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۴۷) چھ ماہ یا آٹھ ماہ کا بکرا یا بکری فربہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟

(۱۷۰۵/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایک سال سے کم عمر کا بکرا یا بکری قربانی میں درست نہیں ہے، البتہ دنبہ یا بھیڑ اگر سال بھر سے کم ہو چھ ماہ سے زائد ہو مثلاً سات آٹھ ماہ کا ہو، مگر فربہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو، اس کی

(۱) الدر المختار مع رد المحتار ۹/۳۸۹-۳۹۰ کتاب الأضحية .
(۲) رد المحتار ۹/۳۹۳ کتاب الأضحية .
(۳) قرآن مجید مترجم معہ فوائد موضح القرآن ص:۱۹۳ سورۂ اَنعام، آیت:۱۴۳۔

قربانی درست ہے۔ درمختار میں ہے: وصح الجذع ذو ستة أشهر من الضأن إن كان بحيث لو خلط بالثنايا لايمكن التمييز من بُعد. قال في الشامي: قوله: (من الضأن إلخ) قيدبه لأنه لايجوزالجذع من المعز وغيره بلاخلاف إلخ (۱)

بکرا سال بھر سے ایک دن کم کا ہے تو اس کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۴۸) بکرا اگر سال بھر سے آٹھ روز کم کا ہو اور نہایت فربہ ہو کہ سال بھر کے دوسرے بکروں سے افضل اور موٹا ہو، ایسی صورت میں وہ قربانی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۱۱/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: بکرا اگر دو چار روز سال بھر سے کم کا ہوگا تب بھی اس کی قربانی جائز نہیں ہے، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بکرا بکری سال بھر سے کم کا قربانی میں درست نہیں ہے، مینڈھے اور دنبے میں تو یہ حکم ہے کہ اگر وہ موٹا ہو کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اگر سال سے کم کا بھی ہوگا تو درست ہے۔ قال في الدرالمختار: وصح الثني فصاعدًا من الثلاثة، والثني هو ابن خمس من الإبل، وحولين من البقر والجاموس، وحول من الشاة والمعز الخ (۱) وفيه أيضًا قبيله: وصح الجذع الخ من الضأن (۱) وفي الشامي قوله: (من الضأن) هو ماله ألية، منح . قيد به لأنه لايجوز الجذع من المعز وغيره بلاخلاف إلخ(۱)(شامي)فقط

سوال: (۱۴۹) ایک بکرا سال تمام کا ہے، مگر سال تمام میں پندرہ روز کم ہے لیکن فربہ مثل دوسالہ کے نظر آتا ہے اس کی قربانی درست ہے یا نہیں؟ (۲۴۴۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر وہ بکرا قربانی کے دن تک پورے سال بھر کا ہوجائے گا تو قربانی اس کی درست ہے اور اگر سال بھر سے ایک دن بھی کم ہوگا تو قربانی اس کی درست نہ ہوگی كذا في كتب الفقه (۱) فقط

۱۳/ ذی الحجہ کو جو بکرا پیدا ہوا آئندہ سال اس کی قربانی درست نہیں

سوال: (۱۵۰) جو بکرا ۱۳ ذی الحجہ کو پیدا ہوا، اس کی قربانی آئندہ سال درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۱۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

---

(۱) الدر و الرد ۹/۳۸۹-۳۹۰ كتاب الأضحية .

الجواب: قربانی میں جو بکرا ایک سال کا ہونا شرط ہے مراد اس سے قمری سال ہے، پس جو بکرا ۱۳ ذی الحجہ کو پیدا ہوا، اس کی قربانی آئندہ سال درست نہیں ہے۔

۱۱/ ذی الحجہ کو جو بکرا پیدا ہوا آئندہ سال ۱۲ تاریخ کو اس کی قربانی درست ہے

سوال: (۱۵۱) ایک بکرا عیدالاضحیٰ کی گیارہویں تاریخ کو پیدا ہوا؛ تو دوسری عیدالاضحیٰ کی بارہ تاریخ کو پورا ایک سال کا ہوگیا، لہٰذا اس کی قربانی درست ہے یا نہ؟ (۴۱۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قربانی درست ہوجائے گی۔

قربانی کے بکرے کی تاریخِ پیدائش معلوم نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۲) ایک شخص بکرا لایا بہت فربہ اور بڑا، چونکہ دانہ خور تھا ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ڈیڑھ سال سے زیادہ کا ہے، مگر اس کا مالک کہتا ہے کہ جب میں نے کسی جگہ سے بچہ لیا تھا تخمیناً یہ معلوم ہوتا تھا کہ دو اڑھائی ماہ کا ہوگا، جن کے یہاں سے لیا تھا ان کو تاریخ اور دن یاد نہیں ہے، خرید کیے ہوئے تقریباً ۹ ماہ دس پندرہ روز ہوئے ہیں، الحاصل یقین نہیں کہ یہ برس روز کا پورا ہوگیا ہے، ایسے بکرے کی قربانی ہوسکتی یا نہیں؟ (۲۵۶۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اگر سال بھر سے ایک روز بھی عمر بکرے کی کم ہو تو قربانی اس کی درست نہ ہوگی، اور جب کہ تاریخِ ولادت بکرے کی معلوم نہیں ہے تو اگر بہ ظن غالب وہ پورے سال بھر کا معلوم ہوتا ہے تو قربانی اس کی درست ہے ورنہ نہیں۔

قربانی کے جانور سے فائدہ اٹھانا

سوال: (۱۵۳) قربانی کے جانور سے نفع اٹھانا مثلاً اس کا دودھ کھانا وغیرہ جائز ہے یا نہیں؟ (۸۶/۱۳۴۱ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: **و یکرہ الانتفاع بلبنھا قبله کمافي الصوف** (۱) یعنی قربانی کے ذبح کرنے سے پہلے اس کے دودھ سے نفع اٹھانا مکروہ ہے **ومنهم من أجاز هما للغنی لوجوبها في الذمة فلا تتعين إلخ** (۱) اور بعض فقہاء نے غنی کو دودھ اور اُون سے انتفاع کو جائز فرمایا ہے، مگر شامی میں کہا کہ صحیح یہ ہے کہ جائز نہیں ہے (۲) پس اگر دودھ دوہا جاوے تو اس کو صدقہ کردے (۳)

قربانی اور نذر کے لیے مقرر کردہ جانور نے بچہ دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۴) کسی نے نذر کی کہ فلاں گائے مقررہ بقرعید میں قربانی کروں گا یا میرا فلاں کام حاصل ہو تو فی سبیل اللہ ذبح کروں گا، اب اگر اس گائے کا بچہ ہوا تو اس کے بچے اور دودھ کو کیا کریں گے؟ (۱۲۰۶/۱۳۴۳ھ)

الجواب: ایسی صورت میں اس گائے کے بچے کو بھی ذبح کردینا چاہیے اور اس کے دودھ کو صدقہ کردینا ضروری ہے جب کہ اس نے معین گائے کی نذر یا اس میں قربانی کی نیت کرلی ہے تو اس کا ہر ہر جزو معین ہوگیا۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے: **أضحية خرج من بطنها ولد حيٌّ، قال عامة العلماء رحمهم اللّٰه تعالٰی: يفعل بالولد مايفعل بالأم فإن لم يذبحه حتی مضت أيام النحر يتصدق به حيًا إلخ** (۴) **(قاضي خان ۳/ ۳۴۹)**

قربانی کے دنبہ کی اُون کاٹنا

سوال: (۱۵۵) جو شخص دنبہ وغیرہ قربانی کی نیت سے خرید کرتا ہے یا پالتا ہے، بعد اس کی پشم

---

(۱) الدر المختار مع الرد ۹/ ۳۹۹ کتاب الأضحية .

(۲) في الشامي: قوله: (لوجوبها في الذمة فلا تتعين) والجواب أن المشتراة للأضحية متعيّنة للقربة إلى أن يقام غيرها مقامها ، فلايحل له الانتفاع بها مادامت متعيّنة ، ولهذا لايحل له لحمها إذا ذبحها قبل وقتها (الشامي ۹/ ۳۹۹ کتاب الأضحية)

(۳) فإن كانت التضحية قريبة ، نضح ضرعها بالماء البارد، وإلا حلبه وتصدق به (ردالمحتار ۹/ ۳۹۹ کتاب الأضحية)

(۴) الفتاوى الخانية مع الفتاوى الهندية ۳/ ۳۵۰ کتاب الأضحية ، فصل فيما يجوز في الضحايا ومالايجوز.

(اُون) کاٹ لیتا ہے طمع کے لیے، اور بے زینت کر دیتا ہے، آیا اس دنبہ کی قربانی درست ہے یا نہیں؟
(۲۴۴۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جو دنبہ قربانی کے لیے خریدا گیا یعنی ایام قربانی میں، یا نذر کیا گیا واسطے قربانی کے، اس کے صوف کو کاٹ کر اپنے کام میں لانا یا فروخت کرنا درست نہیں ہے، اس کا صدقہ کرنا لازم ہے(۱) اور قربانی صحیح ہے، لیکن بدون صدقہ کرنے اس اون یا اس کی قیمت کے قربانی میں نقصان رہے گا۔ فقط

جس برتن میں قربانی کے جانور کو چارہ کھلایا ہے اس کو صدقہ کرنا ضروری نہیں

سوال: (۱۵۶) جو جانور قربانی کا دو ماہ پیشتر خریدا جائے اس کو جس برتن میں چارہ وغیرہ کھلایا جائے اس برتن کو صدقہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ (۹۴۲/۱۳۴۲ھ)

الجواب: اس برتن وغیرہ کو صدقہ کرنا ضروری نہیں ہے۔

جس قربانی کے پیٹ سے زندہ بچہ نکلا اس کا کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۵۷) جو کسی جانور کے پیٹ سے بچہ زندہ نکل آئے اور اسے پیش تر معلوم نہ تھا کہ یہ گابھن ہے تو بچے کو کیا کرنا چاہیے؟ اور قربانی درست ہوگی یا نہیں؟ (۲۶۴۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: اس بچے کو ذبح کر کے شامل قربانی کر لے، قربانی درست ہے۔

ایک قربانی میں کتنے حصے دار ہو سکتے ہیں؟

سوال: (۱۵۸) قربانی میں ایک دفعہ میں کتنے حصے کر سکتا ہے؟ (۱۶۴۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: قربانی میں بھیڑ اور بکرے میں ایک حصہ اور اونٹ، گائے اور بھینس میں سات حصے ہوتے ہیں، ایک شخص کی طرف سے ایک گائے بھی ہو سکتی ہے، اور سات حصوں میں سے جس قدر حصہ

---

(۱) وکرہ جزّ صوفها قبل الذبح لينتفع به ، فإن جزّه تصدق به (الدر مع الشامي ۳۹۹/۹ كتاب الأضحية)

چاہیں کرسکتا ہے اور سات آدمی بھی شریک ہوسکتے ہیں۔

سوال: (۱۵۹) گائے یا اونٹ کی قربانی میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں اس کی کیا دلیل ہے؟ (۶۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: احادیث میں ایسا وارد ہوا ہے(۱)

سوال: (۱۶۰) سات آدمی کامل کر ایک گائے کو قربانی کرنا جو حدیث میں آیا ہے، آیا سات آدمی ایک مکان کے مراد ہیں یا علیحدہ علیحدہ مکانوں کے؟ (۱۳۹۳/۱۳۳۷ھ)

الجواب: خواہ ایک مکان میں وہ حصہ دار رہتے ہوں یا علیحدہ مکان میں رہتے ہوں، سات حصے گائے میں ہر حال ہوسکتے ہیں۔

ایک گائے میں سات سے کم حصہ دار ہوسکتے ہیں

سوال: (۱۶۱) ایک گائے میں دو شریک ہوں، اور وہ دونوں نصف نصف گوشت وغیرہ تقسیم کرلیں، تو یہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۹۳۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط

سوال: (۱۶۲) قربانی کی گائے میں اگر تین حصے یا چار حصے یا پانچ حصے مثلاً برابر کیے جاویں تو درست ہے یا نہیں؟ (۶۱۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اگر تین یا چار یا پانچ یا چھ آدمی مثلاً ایک گائے میں شریک ہوکر قربانی کریں اور مثلاً پانچ یا چار حصے برابر کرلیں تو اس صورت میں قربانی درست ہے۔ درمختار میں ہے: **وتجزی عما دون**

---

(۱) عن جابر رضي الله عنه أن النبي صلّى الله عليه وسلّم قال: البقرة عن سبعة، والجزور عن سبعة، رواه مسلم و أبوداوٗد، واللفظ له (مشكاة المصابيح ص: ۱۲۷ كتاب الصلاة، باب في الأضحية – الفصل الأول)

عن جابر بن عبدالله رضي الله عنه قال: حججنا مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم، فنحرنا البعير عن سبعة والبقرة عن سبعة. و عنه رضي الله عنه قال: كنا نتمتع مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم بالعمرة، فنذبح البقرة عن سبعة نشترك فيها (الصحيح لمسلم ۱/۴۲۴ كتاب الحج، باب جواز الاشتراك في الهدي و أجزاء البدنة و البقرة كل واحدة منهما عن سبعة)

سبعة بالأولى(۱) یعنی اگر سات آدمیوں سے کم ایک گائے قربانی کریں تو بالاولی جائز اور درست ہے۔ فقط

سوال: (۱۶۳) پانچ یا چھ شخصوں نے مل کر ایک گائے کی قربانی بہ حصۂ برابر کی، جائز ہوئی یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۶۶ھ)

الجواب: اقول وباللہ التوفیق! درمختار میں ہے: وتجزی عمادون سبعة بالأولىٰ (۲) پس معلوم ہوا کہ اگر ایک گائے میں سات آدمیوں سے کم یعنی چار یا پانچ یا چھ شریک ہوں، اور سب برابر گوشت تقسیم کریں تو یہ جائز ہے اور اس میں کچھ کراہت نہیں اور خلاف اولی نہیں، بلکہ لفظ درمختار بالأولىٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زیادتی ثواب ہے اور یہی قیاس ہے کیونکہ اجر بقدر عمل ہے۔ فقط

ایک گائے میں سات سے زیادہ حصہ دار نہیں ہو سکتے

سوال: (۱۶۴) ایک گائے کی قربانی میں سات آدمی تک شریک ہو سکتے ہیں، اگر سات آدمیوں سے کم شریک ہو کر قربانی کریں تو شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ (۹۳/۷-۳۲/۱۳۳۳ھ)

الجواب: ایک گائے میں سات حصہ سے زیادہ نہیں ہو سکتے، مگر کم درست ہیں، تین چار آدمی پوری گائے کر سکتے ہیں (۳)

ایک قربانی میں سات حصہ دار ہوں تو قیمت کی تقسیم میں برابری ضروری ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۶۵) سات آدمی ایک گائے میں قربانی کی غرض سے شریک ہوئے اس گائے کی قیمت دس روپیہ ہے اگر اس کے حصوں پر مساوات فی التقسیم کا لحاظ کیا جائے تو کسر میں دشواری درپیش ہے اس کی تقسیم کیوں کر کی جائے؟ (۲۱۱۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۳۸۳/۹ كتاب الأضحية.

(۲) حوالۂ سابقہ۔

(۳) ولو لأحدهم أقل من سُبع لم يجز عن أحدٍ، وتجزی عما دون سبعة بالأولىٰ (الدر المختار مع الشامي ۳۸۲/۹-۳۸۳ كتاب الأضحية)

الجواب: اگر کوئی شریک بجائے پائی کے پیسہ دے کر جو پیسے زیادہ ہوں وہ مالکِ گائے کو یعنی بائع کو دیدے تو اس میں کچھ حرج نہیں، اور اگر کوئی شریک دوسرے کی طرف سے کوئی پیسہ زیادہ دیدے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

سوال: (۱۶۶) سات آدمیوں نے بارہ روپیہ میں گائے خریدی اور قربانی کی، ہر ایک کے حصے میں ایک روپیہ سوا گیارہ آنہ اور ایک دھیلا (آدھا پیسہ) پڑ کر ڈیڑھ پیسہ باقی رہا، جس کا حساب ٹھیک نہیں ہوتا، اگر ایک حصہ دار دے کر باقی کو معاف کردے تو قربانی سب کی صحیح اور جائز ہوگی یا نہیں؟
(۱۳۴۱/۷۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں سب کی قربانی درست ہے۔ فقط

ایک گائے میں پانچ شریک ہوں تو حصے کس طرح تقسیم کریں؟

سوال: (۱۶۷) ایک صاحب کہتے ہیں کہ اگر ایک گائے میں پانچ شریک ہوں تو دو آدمی دو دو حصے لے لیں، اور تین آدمی ایک ایک حصہ لیں اور اسی کے موافق قیمت دے دیں۔ (۹۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: پانچ یا چار یا کم وبیش اگر ایک گائے کریں تو سب برابر تقسیم کر کے برابر قیمت دیدیں یہ درست ہے، اور اگر کسی شریک کو دو حصے لینے ہوں وہ دو حصہ لے لے اور قیمت زیادہ دے۔ الغرض جب شریک پانچ ہیں تو سات حصے کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس کی تصریح درمختار وغیرہ کتب فقہ میں ہے (۱)

جس شخص سے جانور خریدا ہے اس کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے

سوال: (۱۶۸) ایک شخص کی مملوکہ گائے تھی چھ آدمیوں نے کہا کہ بھائی تم سولہ روپیہ لے لو، ہم قربانی کریں گے، تم بھی شریک ہو جانا، چنانچہ اس کو سولہ روپیہ دے کر اور اس کو شریک کر کے قربانی کرلی یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۹۶۲ھ)

---

(۱) وتجزی عما دون سبعة بالأولٰی (الدرمع الرد ۹/۳۸۳ کتاب الأضحية) وتجوزعن خمسة أو ستة أوثلاثة ، ذكره محمد رحمه الله في الأصل ، لأنه لمّا جاز عن سبعة فعمن دونهم أولٰى (الهداية ۴/۴۴۴ کتاب الأضحية)

الجواب: اس صورت میں قربانی سب کی درست ہے۔

شریک غائب کی طرف سے قربانی کرنے کے بعد اس کا حصہ ایک اور شخص کو شریک کر کے دے دیا تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۶۹) ایک گائے میں سات آدمی شریک ہوئے قربانی کی نیت سے، جب ذبح کا موقع آیا ایک شریک موجود نہ تھا، باقی شرکاء نے دیر تک انتظار کرنے کے بعد اس کی عدم موجودگی میں ذبح کیا، جب گوشت کے سات حصے کیے چونکہ وہ موجود نہ تھا، باقی شرکاء نے بہت انتظار کے بعد ایک اور شخص کو شریک کر کے وہ حصہ اس کو دے دیا، اب مولوی صاحبان نے یہ فتویٰ لگایا کہ جو شریک بعد ذبح کے شریک ہوا اس کی وجہ سے باقی شرکاء کی قربانی بھی ناجائز ہے، یہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں سے ایک شریک کہتا ہے میں شریک سابع جدید کو قیمت واپس کر دوں اور میری دو قربانیاں ہو جائیں۔

(۷۷/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: جب کہ بوقت ذبح اس گائے کو اسی شریک غائب کی قربانی کی نیت سے اور حاضرین نے اپنی اپنی قربانی کی نیت سے ذبح کیا تو قربانی سب کی صحیح ہوگئی۔ درمختار میں ہے: **كما لو ضحى أضحية غيره بغير أمره إلخ** (۱) پس معلوم ہوا کہ قربانی اس صورت میں جملہ حاضرین کی صحیح ہوگئی، اب اگر وہ غائب شخص بالکل نہ آیا اور نہ اس نے قیمت اپنے حصے کی ادا کی تو اس قیمت کو خواہ سب شرکاء یا کوئی ایک اگر ادا کر دے تو درست ہے، الغرض قربانی کے صحیح ہونے میں کچھ شبہ نہیں رہا، البتہ بعد ذبح کے جو کسی دوسرے شخص کو شریک کر لیا اور حصہ غائب کا اس کو دیدیا یہ صحیح نہیں ہوا، اور اس کی قربانی نہیں ہوئی جس نے بعد ذبح ہو جانے کے شرکت کی، لیکن اس گائے کی قربانی صحیح ہوگئی، اور شرکاء حاضرین کی قربانی بھی ہوگئی اور اگر وہ غائب شخص مل جائے تو اس سے کہہ دیا جائے کہ تیری بھی قربانی اس گائے میں صحیح ہوگئی تو اپنے حصے کی قیمت دیدے۔ **و في أوائل القاعدة الأولىٰ من الأشباه : لو شراها بنية الأضحية فذبحها غيره بلا إذنه ، فإن أخذها مذبوحة ولم يضمنه أجزأته ، وإن ضمنه**

---

(۱) الدر مع رد المحتار ۹/۳۹۶ کتاب الأضحية.

لاتجزئه ، وهذا إذا ذبحها عن نفسه ، أما إذا ذبحها عن مالكها فلا ضمان عليه (۱) فقط

قربانی ہو جانے کے بعد کسی شریک کا اپنے حصے کو فروخت کرنا درست نہیں

سوال: (۱۷۰) ایک گائے میں سات حصہ متعین کر کے ذبح کرلی، گوشت تقسیم کے وقت ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ ایک حصہ مجھ کو دے دو، ایک شخص نے اپنے حصے کے دام اس سے لیے اور اپنا حصہ اس کو دے دیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قربانی کے ذبح ہو جانے کے بعد پھر حصہ کا تغیر وتبدل درست نہیں ہے، دام واپس کر دینے چاہییے۔ فقط

ایک حصہ میں چند آدمی شریک ہیں تو کسی کی قربانی درست نہ ہوگی

سوال: (۱۷۱) مثلاً دو یا تین شخص اگر صرف ایک حصہ قربانی کے جانور سے لیویں تو ان کے ذمے سے قربانی واجبہ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ (۲۵۵۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایک حصہ گائے کا ایک ہی کی طرف سے درست ہے زیادہ کی طرف سے درست نہیں ہے، پس اگر ایک حصہ میں کئی شریک ہوئے تو ان میں سے کسی کی بھی قربانی جائز نہ ہوگی (۲)

ایک گائے میں شریک چھ آدمیوں کا مل کر ساتواں حصہ حضور ﷺ کی طرف سے کرنا

سوال: (۱۷۲) چھ آدمیوں نے قربانی کی گائے خریدی، ہر ایک کی طرف سے ایک حصہ، اور ایک حصہ سب کی طرف سے آنحضرت ﷺ کا، اس صورت میں قربانی صحیح ہوئی یا نہیں؟ اور ساتویں حصے کی نسبت کیا حکم ہے؟ اور اس کی قربانی آنحضرت ﷺ کی طرف سے صحیح ہوئی یا نہ؟ (۲۷۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

---

(۱) الدر مع الشامي ۹/۴۰۰ كتاب الأضحية.

(۲) ولو لأحدهم أقل من سبع لم يجز عن أحد (الدرالمختار مع الشامي ۹/۳۸۳ كتاب الأضحية)

الجواب: درمختار میں ہے: **وتجزی عمادون سبعة بالأولی إلخ** (۱) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اگر چھ شریک ایک گائے میں ہوں تو قربانی ان کی درست ہے، ان چھ اشخاص کی قربانی ہوجائے گی (۲) اور وہ جو ہر ایک کے حصے میں کچھ زائد آیا وہ کسی کی طرف سے مستقل قربانی نہیں ہوسکتی ہے۔

سوال: (۱۷۳) قربانی میں ساتواں حصہ حضرت ﷺ کا پانچ یا چھ شریک ہوکر کردیں، جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۱۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ایک حصہ کئی کی طرف سے نہیں ہوسکتا، آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو کوئی کرے پورا حصہ کرے۔

چندہ کر کے میت کی طرف سے قربانی کرنا

سوال: (۱۷۴) چندہ ڈال کر میت کی طرف سے حصۂ قربانی لینا جائز ہے یا نہیں؟ (۹۵۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: وارثوں میں سے ایک حصہ ایک ہی شخص کے روپیہ سے ہونا چاہیے، کیوں کہ قربانی اسی کی طرف سے ہوئی، ثواب میت کو پہنچتا ہے، اس میں چندہ کی صورت صحیح نہیں ہے۔

ایک گائے میں ایک حصہ حضور ﷺ کا، ایک حصہ قربانی کرنے والے کا اور پانچ حصے مرحوم رشتے داروں کے ہوں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۱۷۵) اگر ایک گائے میں اس طرح قربانی کرے کہ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا اور

---

(۱) الدرمع الرد ۹/۳۸۳ کتاب الأضحية.

(۲) یہ حکم اس وقت ہے جب چھ شریکوں نے یا چھ شریکوں میں سے بعض نے ساتویں حصہ کی قربانی آنحضرت ﷺ کی طرف سے کی ہو، کیونکہ اس صورت میں کسی شریک کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں ہوگا، زائد ہی رہے گا —— لیکن ساتواں حصہ چھ شریکوں کے علاوہ چند اشخاص نے خریدا اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے اس کی قربانی کی تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہوگی، کیوں کہ اس صورت میں بعض کا حصہ ساتویں حصے سے کم ہوگا جب کہ مسئلہ یہ ہے کہ شرکاء میں سے کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں ہونا چاہیے، ہدایہ میں ہے: **وكذا إذا كان نصيب أحدهم أقل من السبع لايجوز عن الكل لانعدام وصف القربة في البعض** (۴/۴۲۹، كتاب الأضحية)

پانچ حصے اپنے دیگر مردہ رشتہ داروں کے اور ایک اپنا کرے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: اس طرح قربانی کرنا درست ہے۔ فقط

ایک گائے کی قربانی اپنے اور مرحوم والدین کی طرف سے کرنا درست ہے

سوال: (۱۷۶) ایک گائے کی قربانی بجائے سات کے تین کی طرف سے قربانی کر سکتے ہیں یا نہیں؟ یعنی میرے ماں باپ جو کہ فوت ہوگئے ہیں اور میں خود، میرا ارادہ ایک گائے قربانی کرنے کا ہے اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۲۵۰۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: ایک گائے تین کی طرف سے بھی قربانی ہوسکتی ہے، پس جو صورت آپ نے لکھی ہے کہ آپ ایک گائے اپنی طرف سے اور اپنے ماں باپ کی طرف سے قربانی کریں یہ جائز ہے اور ثواب کا کام ہے۔ فقط

سب گھر والوں کی طرف سے ایک بکرے کی قربانی کرنا کافی نہیں

سوال: (۱۷۷) کسی حدیث میں یہ روایت آئی ہے یا نہیں کہ ایک بکرا ایک جماعت کی جانب سے قربانی ہوسکتا ہے، اگر آئی ہے تو کس حدیث میں؟ (۳۴۲/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: احادیث سے یہی ثابت ہے کہ ایک بکرا ایک ہی شخص کی طرف سے قربانی ہوسکتا ہے اور یہی مذہب حنفیہ کا ہے(۱) اگر کسی روایت سے بہ ظاہر یہ معلوم ہو کہ تمام گھر والوں کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قربانی ایک کی طرف سے، کھانے والے سب ہیں۔

سوال: (۱۷۸) غیر مقلد کہتے ہیں کہ فی آدمی ایک بکرا قربانی کرنا ضروری نہیں، بلکہ سب گھر کے لوگوں کی طرف سے ایک بکرا کر دینا کافی ہے، کیوں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسا ہی تھا۔ (۲۰۱۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

---

(۱) و يذبح عن كل واحدٍ منهم شاة أو يذبح بقرة أو بدنة عن سبعة والقياس أن لا تجوز إلا عن واحدٍ ، لأن الإراقة واحدة وهي القربة إلا أنا تركناه بالأثر وهو ما روي عن جابر رضي الله عنه أنه قال: نحرنا مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم البقرة عن سبعة والبدنة عن سبعة ولانص في الشاة فبقي على أصل القياس (الهداية ۴/۴۴۴ كتاب الأضحية)

الجواب: گھر والوں میں جب کہ ایک شخص مالک نصاب ہے جیسا کہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جو صاحب خانہ ہے وہی صاحبِ نصاب ہوتا ہے، باقی سب اس کے عیال میں ہیں، تو اس صورت میں ایک بکرا قربانی کرنا واجب ہے باقی نفل، اور یہ بھی محمل ہے اس روایت کا جس میں یہ وارد ہے کہ بعض صحابہ اپنے گھر میں ایک بکرا قربانی کرتے تھے، اور جب کہ ایک گھر میں چند آدمی صاحبِ نصاب ہوں تو ہر ایک پر قربانی کرنا واجب ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۱۷۹) ایک آدمی کی طرف سے ایک بکری قربانی کرنے کا حکم ہے یا ایک بکری سب گھر والوں کی طرف سے قربانی کرے؛ شرعًا کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۹/۲۹۴۸ھ)

الجواب: ایک بکرا یا بکری ایک شخص کی طرف سے قربانی ہوسکتا ہے، اگر گھر میں کئی شخص صاحب نصاب ہیں تو ہر ایک کی طرف سے علیحدہ علیحدہ قربانی کرنا چاہیے۔ فقط

ذبح سے پہلے حصوں کی تعیین ضروری ہے

سوال: (۱۸۰) جملہ شرکاء کے حصص کا تعین وقت خریدِ قربانی لازم ہے؟ اگر کچھ حصہ وقت خرید قربانی باقی رہیں تو یہ قرار دینا درست نہیں ہے کہ جب کوئی اور خریدار ملے گا شریک کرلیا جائے گا؟ (۱۳۳۸/۲۱۷ھ)

الجواب: اس میں یہ تفصیل ہے کہ ذبح سے پہلے پہلے تعیین حصص کی ہوسکتی ہے، خریدنے کے وقت تعیین جملہ حصص شرکاء کی ضروری نہیں ہے۔

ایک قربانی کے بعض حصے زندوں اور بعض حصے مرحومین کی طرف سے کرنا درست ہے

سوال: (۱۸۱) گائے کے بعض حصے مردہ کی طرف سے بعض حصے زندہ کی طرف سے جائز ہیں کہ نہیں؟ (۱۳۳۴-۳۳/۲۱۳۲ھ)

الجواب: درست ہے۔

مالدار ذبح سے پہلے اپنا حصہ فروخت کرسکتا ہے

سوال: (۱۸۲) زید نے قربانی میں ایک حصہ لیا تھا، پر ذبح سے پہلے ہی اپنی خوشی سے اپنا حصہ بکر کو دے دیا، اور اپنے حصے کا دام لے کر دوسری جگہ قربانی میں حصہ لے لیا، کیا اس صورت میں دونوں کی قربانی صحیح ہوگئی؟ اور اگر بعد ذبح کے ایسا کیا جائے تب بھی جائز ہے یا نہیں؟ نیز دوسرے شرکاء کی قربانی بھی صحیح ہوئی یا نہیں؟ (۹۵۶/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: قبل از ذبح ایسا کرنا درست ہے اور دونوں کی قربانی صحیح ہے۔ بعد ذبح ایسا کرنا درست نہیں اور دیگر شرکاء کی قربانی صحیح ہے۔

جو صاحبِ نصاب نہیں اس کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے

سوال: (۱۸۳) سات آدمیوں نے ایک جانور بغرض قربانی خریدا، ان میں چھ صاحبِ نصاب ہیں اور ایک غریب جو صاحبِ نصاب نہیں ہے تو اس کی شرکت سے سب کی قربانی ادا ہوجائے گی یا نہیں؟ (۳۰۷۳/۱۳۴۵ھ)

الجواب: صحت قربانی کی شرط یہ ہے کہ ساتوں شرکاء کی نیت قربت کی ہو، پس سات شریکوں میں اگر ایک صاحبِ نصاب نہیں اور وہ تطوعًا بہ نیت قربتُ اللہ قربانی کرتا ہے تو سب کی قربانی صحیح ہے، قربت کے وجوب یا تطوع یا جہت قربت کے اختلاف سے قربانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: **ولو أرادوا القربة الأضحية أوغيرها من القرب أجزأهم سواء كانت القربة واجبة أوتطوعًا أو وجب على البعض دون البعض وسواء اتفقت جهات القربة أو اختلفت إلخ (۱) وفي الحديث عن جابر رضي الله عنه قال: نحرنا مع رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عام الحديبية البدنة البقرة عن سبعة رواه مسلم (۲) وهو بإطلاقه تشمل الكل. فقط**

---

(۱) الفتاوى الهندية ۳۰۴/۵ كتاب الأضحية ، الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة في الضحايا .

(۲) مشكاة المصابيح ص: ۲۳۱ كتاب المناسك ، باب الهدي .

مستورات کو قربانی میں شریک کرنا درست ہے

سوال: (۱۸۴)......(الف) بعض مستورات قربانی میں حصہ لے لیتی ہیں، مگر بعض شخص یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ یہ شرک ٹوٹکا وغیرہ بہت کیا کرتی ہیں، ان کو قربانی میں شریک نہ کرنا چاہیے آیا ان کو شریک کرنا درست ہے یا نہیں؟

(ب) ایک شخص جس پر قربانی واجب ہے وہ اپنا حصہ تو کرتا ہی ہے، مگر اپنے ساتھ اپنی عورت کا بھی حصہ قربانی میں لیتا ہے، یہ جائز ہے یا نہیں؟ (۲۶۴۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) مستورات اہلِ اسلام کا حصہ قربانی میں لینا درست ہے ایسے تو ہمات سے قربانی میں کچھ نقصان نہیں آتا۔

(ب) درست ہے۔

قربانی میں فاسق کی شرکت جائز ہے

سوال: (۱۸۵) متقی کو فاسق کے ساتھ قربانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ اور بہتر کیا ہے؟

(۲۲۱۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قربانی ہوجائے گی مگر بہتر یہ ہے کہ صلحاء کے ساتھ شریک ہو۔

سوال: (۱۸۶) پرہیز گار کو بے نمازی اور سود خوار کی شرکت میں قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر سود خوار کی آمدنی حلال بھی ہو؟ (۲۶۶۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں قربانی ادا ہوجاتی ہے۔

سوال: (۱۸۷) سات آدمی ایک گائے میں بہ نیت قربانی شریک ہوئے، جس میں ایک آدمی سود لینے والا بھی ہے، مگر قربانی میں سود کا روپیہ نہیں دیا اس صورت میں قربانی درست ہوئی یا نہیں؟

(۹۶۲/۱۳۴۳ھ)

الجواب: اس صورت میں قربانی سب کی جائز ہے۔ فقط

سوال: (۱۸۸) سود خوار اور رشوت لینے والوں کیا وران کے شریک ہوکر دوسرے لوگوں کی

قربانی ہو جائے گی یا نہیں؟ (۲۱۰۰/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: قربانی ان لوگوں کی ادا ہو جائے گی اور جو لوگ ان کے شریک قربانی میں ہوں گے ان کی قربانی بھی ادا ہو جائے گی۔

قربانی میں شیعہ کو شریک کرنا

سوال: (۱۸۹) شیعہ کو شریک قربانی کرنا عید الاضحیٰ میں جب کہ ذابح سنی المذہب ہے کیسا ہے؟ اور اگر ذابح شیعہ ہے اور شریک حصۂ قربانی ہے تو یہ کیسا ہے؟ (۹۶۱/۱۳۳۷ھ)

الجواب: دونوں صورتوں میں شیعہ کی شرکت سے احتراز بہتر ہے۔

قربانی میں قادیانی کو شریک کرنا

سوال: (۱۹۰) چھ آدمی ایک قربانی میں شریک تھے ساتواں آدمی فرقۂ مرزائیہ سے شریک ہوا یہ قربانی جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۴۱/۱۳۳۸ھ)

الجواب: اس صورت میں قربانی صحیح نہیں ہوئی کیونکہ قادیانی کے کفر پر فتویٰ ہو چکا ہے۔

قربانی کے شرکاء میں سے کسی شریک کا الگ ہونا درست ہے

سوال: (۱۹۱) ایک گائے میں چند شریک ہیں اگر ان میں کوئی شریک علیحدہ ہونا چاہے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۹۸۳/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: یہ جائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غریب پر صدقہ کیا ہوا جانور خرید کر قربانی کرنا

سوال: (۱۹۲) زید نے اپنی ذات کے عوض ایک جانور بر سبیل تصدق عمر کو علی وجہ الکمال مالک بنا دیا؛ آیا زید اس جانور کو عمر سے وجوبی قیمت دے کر خرید کر اپنی طرف سے قربانی یا صدقہ کر سکتا ہے یا نہیں؟ اسی طرح شخص ثالث عمر سے وجوبی قیمت سے خرید کر قربانی وغیرہ میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟

(۱۱۸۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: بقاعدۂ فقہ اس جانور صدقہ کردہ شدہ کو خرید کر قربانی کرسکتا ہے کیونکہ جب متصدق علیہ مالک اس کا ہوگیا، وہ اس کو ہر ایک کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے اور بحکم ﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ الآية﴾ (سورۂ نساء، آیت:۲۹) مشتری اس کا مالک ہوجائے گا اور مشتری عام ہے اس سے کہ متصدق اول ہو یا اس کے غیر وهذا لاخفاء فيه. اور لیکن حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کہ آپ نے ان کو صدقہ کردہ شدہ چیز کو خریدنے سے بھی منع فرمایا (۱) محمول ہے اولویت اور تنزیہیہ پر والتحقيق في كتب الحديث والفقه (۲) اور شخص ثالث سے خرید کر قربانی کرنے کا جواز بدرجۂ اولی واتم تقریر بالا سے واضح ہے۔ فقط

فاسد طریقہ پر بکرا خرید کر قربانی کرنا

سوال: (۱۹۳) ایک شخص نے قربانی کے لیے بکرا قصاب سے خریدا اس شرط پر کہ اگر تم کو بکرے کی قیمت مبلغ چار روپیہ دی جاوے گی تو بکرا ہمارا، قصاب نے کہا کہ بکرے کی قیمت تم سے ہم تین روپیہ لیں گے، مگر چمڑا مجھ کو واپس دے دینا، اس طرح بکرا خرید کر قربانی کرنا شرعًا جائز ہے اور قربانی ہوجاتی ہے یا نہیں؟ (۵۸۴/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس طرح بیع فاسد ہوجاتی ہے، باقی اگر قربانی کرلی گئی، تو ادا ہوگئی آئندہ ایسا نہ کیا جاوے۔ فقط

---

(۱) عن زيدبن أسلم عن أبيه قال سمعت عمر رضي الله عنهم يقول: حملت على فرس في سبيل الله فأضاعه الذي كان عنده ، فأردت أن اشتريه وظننت أنه يبيعُه بِرُخْصٍ ، فسألتُ النبي صلّى الله عليه وسلّم ، فقال : لا تشتره ولاتعد في صدقتك و إن أعطاكه بدرهم ، فإن العائد في صدقتهٖ كالعائد في قيئهٖ (صحيح البخاري ۱/۲۰۲، كتاب الزكاة، باب هل يشتري صدقته ولابأس أن يشتري صدقة غيرهٖ إلخ)

(۲) والأكثرون على أنها كراهة تنزيه لكون القبح فيه لغيرهٖ وهو أن المتصدق عليه ربما يسامح المتصدق في الثمن بسبب تقدم إحسانهٖ، فيكون كالعائد في صدقتهٖ في ذلك المقدار الذي سومح (مرقاة المفابيح شرح مشكاة المصابيح ۴/ ۲۲۸، كتاب الزكاة ، باب من لايعود في الصدقة)

بٹائی پر پلے ہوئے جانور کی قربانی کرنا

سوال: (۱۹۴) حصے پر جو جانور موافق دستور پرورش کرنے کے لیے دیا جاتا ہے اس کی قربانی جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر مالک جانور اور پرورش کرنے والا دونوں کافر ہوں تو بھی جائز ہے یا نہیں؟
(۲۶۳۸/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت کو شامی نے شرکت فاسدہ میں لکھا ہے۔ **وعلی هذا إذا دفع البقرة بالعلف لیکون الحادث بینهما نصفین، فما حدث فهو لصاحب البقرة، وللآخر مثل علفه وأجر مثله** (۱) پس مسلمان اگر ایسا معاملہ کرے خواہ مسلمان سے یا کافر سے تو یہ معاملہ فاسد ہے اور وہ جانور یا اس کی اولاد سب مالکِ جانور کا ہے اور پرورش کنندہ کو اجر مثل ہے، اور اگر دونوں معاملہ کنندہ کافر ہیں تو وہ مکلّف ان فروع کے نہیں ہیں ان میں جس کے پاس وہ جانور برضائے ثانی موجود و مملوک ہو اس سے کوئی مسلمان خرید کر اگر قربانی کرے صحیح ہے، اور خریدنے والے کو تو مسلمان سے بھی خرید کر قربانی کرنا درست ہے کیونکہ اگرچہ معاملہ مسلمان کا فاسد ہوا لیکن بعد قبضہ کے وہ مالک ہو گیا اس سے خریدنے والا قربانی کرسکتا ہے۔ فقط

موروثی زمین کی پیداوار سے قربانی کرنا

سوال: (۱۹۵) موروثی زمین (۲) کی پیداوار سے قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۳۱۸/۱۳۴۵ھ)
الجواب: قربانی ہو جاتی ہے۔

مال حرام کی قربانی مقبول ہے یا نہیں؟

سوال: (۱۹۶) ایک شخص سود کے کاغذات لکھتا ہے اگر وہ زکاۃ دے یا قربانی کرے اور حج یا دیگر

---

(۱) **ردالمحتار ۳۹۴/۶ کتاب الشرکة، فصل في الشرکة الفاسدة، مطلب یرجّح القیاس.**
(۲) موروثی زمین وہ ہے جس کو کاشتکار زبردستی اور جبرًا اپنے قبضہ میں رکھے، پس اس طریقہ سے زمین پر قبضہ رکھنا حرام ہے، موروثی زمین کے احکام کی تفصیل کے لیے دیکھیں **کتاب الغصب** سوال (۱۳-۲۶)

صدقات کرے تو مقبول ہے یا نہیں؟ (۲۲۸/۱۳۴۱ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: **ولایقبل اللّٰہ إلا الطیب** (۱) یعنی اللہ تعالیٰ نہیں قبول فرماتا، مگر پاک اور حلال مال کے صدقہ کو، پس حکم اس شخص کی قربانی وغیرہ کا اس حدیث سے ظاہر ہے، مسلمان کو چاہیے کہ قربانی اور حج وغیرہ مال حلال سے کرے۔ فقط

کسی کا بکرا جبرًا لے کر قربانی کرنا درست نہیں

سوال: (۱۹۷) ایک شخص ہماری مملوکہ زمین میں بکریاں چراتا ہے، اور اس نے سالانہ ایک بکرا دینے کا معاہدہ کیا ہے، مگر اس نے بدعہدی کر کے بکرا نہیں دیا اور مالک زمین نے جبرًا بکرا لے لیا، اس طرح سے بکرا لینا اور اس کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۵/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: اس طرح معاملہ کرنا شرعًا درست نہیں ہے اور جبرًا بکرا لینا درست نہیں ہے اور اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔ فقط

کانجی ہاؤس سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی کرنا درست ہے

سوال: (۱۹۸) ایک جانور کانجی ہاؤس میں دس پندرہ روز رہا، مالک نہ ملنے کی وجہ سے سرکار نے اس کو نیلام کیا، قاعدہ سرکاری یہ ہے کہ اگر چھ ماہ تک مالک نکل آئے تو خرچ وضع کر کے روپیہ دے دیا جاتا ہے، بعد چھ ماہ کے نہ روپیہ ملتا ہے نہ جانور، اگر بعد چھ ماہ کے مالک آئے تو مشتری سے تاوان لے سکتا ہے یا نہیں؟ اور ایسے جانور کا خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ اور قربانی کرنا اس جانور کی درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (۱۷۳/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: خریدنا اس کا درست ہے اور خریدنے والا اس کا مالک ہوگیا جو تصرف اس میں چاہے کرے، اور قربانی بھی کرسکتا ہے کیونکہ جب کہ حاکم کو بیع کرنے کی اجازت ہے تو معلوم ہوا کہ خریدنا

---

(۱) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم: من تصدق بعدل تمرة من كسب طيب ولايقبل الله إلا الطيب فإن الله يتقبلها بيمينه ثم يربيها لصاحبها كما يربى أحدكم فُلُوَّه حتى تكون مثل الجبل (الجامع للبخارى ۱۸۹/۱ كتاب الزكوة– باب الصدقة من كسب طيب)

اس کا درست ہے۔ وإن لم يكن نفع باعها القاضي وحفظ ثمنها إلخ (۱) اس روایت سے جواز شرائے مشتری معلوم ہوا کما هو ظاهر اور مالک کا مطالبہ جو کچھ ہے وہ حاکم سے ہے۔ فقط

سوال: (۱۹۹) جو نیلام کانجی ہاؤس میں گورنمنٹ کی طرف سے ہوتا ہے جس کی کیفیت مشہور ہے ایسے جانور کو خرید کر کے مسلمان قربانی کرسکتا ہے یا نہیں؟ یعنی نیلام سے خرید کر کے۔ (۲۳۰۲/۱۳۳۷ھ)

الجواب: خریدنے والا نیلام مذکور کا مالک اس جانور کا ہوجاتا ہے، لہٰذا قربانی بھی کرسکتا ہے، باقی یہ امر حکام کے متعلق ہے کہ وہ اس کی قیمت بعد وضع خرچہ کے مالک کو پہنچادیویں، اگر مالک مل جائے، اور اگر مالک نہ ملے تو پھر وہ قیمت فقراء کو دینی چاہیے۔ فقط

سوال: (۲۰۰) ضلع سورت میں گاؤ وغیرہ جانور کبھی کبھی مالک کی حفاظت سے باہر نکل جاتے ہیں اور دن میں دوسرے لوگوں کا نقصان کرتے ہیں، جس کی وجہ سے دوسرے لوگ اس کو سرکاری ڈوے میں لے جاکر بند کردیتے ہیں، اگر آٹھ روز تک مالک جانور کا حاضر نہ ہوا تو سرکاران جانوروں کو نیلام کردیتی ہے، بعد میں اگر میعاد معینہ کے اندر مالک ثبوت پیش کرے تو نیلام میں جو قیمت آئی تھی وہ مالک کو دی جاتی ہے اور میعاد معینہ گذرنے پر مالک آیا تو اس کو کچھ نہیں ملتا، ایسے جانور کو نیلام میں سے خریدنا اور اس کو ذبح کر کے گوشت اس کا کھانا حلال ہے یا حرام؟ اور ایسے جانور کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: جب کہ سرکار متسلط ہوکر اس کو فروخت کردیتی ہے تو خریدنے والے کے حق میں وہ درست وحلال ہے، اور قربانی بھی جائز ہے كما هو حكم تسلط الكفار (۲) اور بعض صورتیں اس میں لقطہ کی بھی ہوتی ہیں، اس صورت میں نیلام جو حکام کی طرف سے واقع ہو درست ہے اور خریدنے والے کے حق میں حلال ہے اور قربانی بھی جائز ہے۔ فقط

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي ٦/۳۴۱ كتاب اللقطة، قبل مطلب فيمن عليه ديون إلخ.

(۲) و إن غلبوا على أموالنا ولو عبدا مؤمنا و أحرزوها بدراهم ملكوها. وفي الشامي: قوله: (ملكوها)...... فيحل الأكل والوطئ لمن اشتراه منهم كمافي الفتح لقوله تعالىٰ: ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ﴾ (سورة الحشر: الآية: ۸) سماهم فقراء، فدل على أن الكفار ملكوا أموالهم التي هاجروا عنها (الدرالمختار و ردالمحتار ٦/۱۹۸ كتاب الجهاد، باب استيلاء الكفار، مطلب: يلحق بدار الحرب المفازة والبحرُ الملحُ)

سجادہ نشین سے جانور خرید کر قربانی کرنا

سوال: (۲۰۱) ہمارے ملک میں ایک بزرگ گذرے ہیں اور ان کی اولاد موجود ہے، ہر سال ان کا قاعدہ ہے کہ ایک دن ایصالِ ثواب کے طور پر خیرات کرتے ہیں اور بہت فقراء اور مساکین جمع ہوجاتے ہیں، بدعات وغیرہ بالکل نہیں ہوتی، بہت قسم کے اموال جمع ہوجاتے ہیں آٹا، دانہ، نمک، مرچ، بیل، گائے، بھیڑ، بکرے وغیرہ جانور جمع ہوتے ہیں، دینے والوں کا یہ خیال رہتا ہے کہ خرچ ہوکر جو باقی رہے گا وہ سجادہ نشین صاحب لے لیں گے، چنانچہ سجادہ نشین کچھ جانوروں کو ذبح کرتے ہیں، جو بچ جاتے ہیں ان کو فروخت کر لیتے ہیں؛ آیا سجادہ نشین کو مال بچا ہوا فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو ان سے خریدے گا وہ مالک ہوگا یا نہیں؟ اور قربانی جائز ہوگی یا نہیں؟ (۲۷۰۱/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں وہ جانور اور مال باقی ماندہ سجادہ صاحب کی ملک ہے، ان کو فروخت کرنا درست ہے، اور خریدنے والے کو خریدنا جائز ہے، اور اگر وہ قربانی کرے تو درست ہے۔ فقط

شراب فروش سے بکرا خرید کر قربانی کرنا

سوال: (۲۰۲) مے فروش سے بکرا خرید کر قربانی کرنا اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۷۰/ ۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس کی قربانی جائز ہے اور قربانی ادا ہوجاتی ہے اور کھانا اس کا درست ہے۔ فقط

اُدھار خریدے ہوئے بکرے کو چھوڑ کر گائے میں ایک حصہ لینا

سوال: (۲۰۳) ایک شخص کی بیوی کے پاس ایک بکرا ہے، وہ محض پالنے کی غرض سے لیا تھا قربانی کے لیے نہیں لیا تھا، تھوڑے روز کے بعد خاوند نے اس سے کہا کہ یہ بکرا ہم کو قربانی کے واسطے دیدو، جب قیمت ہمارے پاس ہوگی جب دیدیں گے، اس نے کہا: اچھا کوئی حرج نہیں، اور اب ایام قربانی قریب آگئے اور خاوند کے پاس روپیہ نہیں ہے، آیا اس صورت میں وہ بکرے کی قربانی کرے یا گائے میں ایک حصہ لے کر شریک ہوجائے؟ (۲۵۷۶/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں اختیار ہے خواہ وہ بکرا اپنی زوجہ سے لے کر قربانی کرے یا دوسری گائے میں قربانی کرنے والوں کے ساتھ ایک حصہ لے کر قربانی کی جائے، مگر بہتر اس بکرے کی قربانی ہے کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ جس کی قیمت زیادہ ہو اس کی قربانی افضل ہے۔ فقط

بعض شرکاء کا گھر والوں کی دل جوئی کے لیے قربانی کرنا

سوال: (۲۰۴) قربانی میں جب سات حصے دار ہوتے ہیں تو ان میں بعض کی نیت محض اللہ واسطے ہوتی ہے ورنہ اکثر تہوار منانے یا اپنے اہل وعیال کی دل جوئی کرنے کے واسطے کرتے ہیں، اس صورت میں سب کی قربانی اور سب کو ثواب ملے گا یا نہیں؟ (۹۱۰/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس صورت میں قربانی سب کی ہو جاوے گی اور ثواب سب کو ملے گا۔

مصلحت کی وجہ سے گائے کی قربانی نہ کرنا

سوال: (۲۰۵) امسال خلافت کی مصلحت کی وجہ سے گائے کی قربانی بند رکھی جاوے گی یا نہیں؟ (۲۰۸۳/۱۳۳۸ھ)

الجواب: مصلحت مذکورہ کی وجہ سے گائے کی قربانی بند نہ کی جاوے گی کیونکہ یہ شرعی مسئلہ ہے، اس میں تغیر وتبدل کون کرسکتا ہے؟ فقط

سوال: (۲۰۶) اہل ہنود مسئلۂ خلافت میں مسلمانان کی تائید کر رہے ہیں، ان کے تالیف قلوب اور اتحاد قائم کرنے کے لیے گائے کی قربانی یا عام طور سے ذبح کو بند کیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۸۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ہنود کے ساتھ موافقت اور رعایت اسی حد تک کرنا درست ہے کہ مذہبی آزادی میں فرق نہ آوے، اور گائے کی قربانی کو ترک کرنے میں بوجہ رعایت کفار کے مذہب کی آزادی میں مداخلت ہے، اور یہ قاعدہ شرعیہ ہے کہ جو فعل شرعاً جائز اور مستحب ہو اس کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا جاوے جس سے وہ ممنوع الاستعمال ہو جاوے، الغرض ہمیشہ کے معمول کے موافق ہر قسم کی قربانی کریں، گائے کی بھی اور بکرے مینڈھے وغیرہ کی بھی اور کسی کی مخالفت مدنظر نہ ہو۔ فقط

سوال: (۲۰۷)......(الف) ہنود کے ساتھ اتحاد پیدا کرنے کی غرض سے گائے کی قربانی ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(ب) گائے کی قربانی بند کرنے کی غرض سے جو جلسے کیے جاتے ہیں ان میں شرکت جائز ہے، یا نہیں؟

(ج) جو مسلمان دوسرے مسلمانوں کو گائے کی قربانی سے جبرًا روکیں ان کے لیے کیا حکم ہے؟

(۲۱۷۴/۱۳۳۸ھ)

الجواب: (الف) جائز نہیں ہے۔

(ب) جائز نہیں ہے۔

(ج) وہ لوگ گنہ گار ہیں۔ فقط

ہنود نے قربانی کا گوشت دفن کرادیا تو قربانی ہوئی یا نہیں؟

سوال: (۲۰۸) ایک شخص نے ہنود سے جا کر مخبری کی کہ فلاں شخص نے قربانی کی ہے، اس پر ہنود نے قربانی کرنے والے کو بہت ذلیل کیا، اور گوشت قربانی کا جنگل میں دبوادیا، تو قربانی ادا ہوئی یا نہیں؟

(۲۳۳۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ظاہر ہے کہ وہ مخبر شخص نہایت گنہ گار اور فاسق ہوا، اور جو کچھ ذلت اور نقصان قربانی کرنے والے کا ہوا اس کا مؤاخذہ اس مخبر کی گردن پر ہے، اور قربانی کرنے والے کی قربانی ادا ہوگئی اور اس کو ثواب مل گیا۔ فقط

ذبح کرنے کے لیے نہیں لیتا: کہہ کر جو گائے خریدی ہے اس کی قربانی کرنا

سوال: (۲۰۹) ایک شخص نے قربانی کے لیے ہندو سے گائے خریدی اور بائع کے اطمینان کے لیے یہ کہا کہ میں قصاب نہیں ہوں ذبح کرنے کو نہیں لیتا، لیکن نیت دراصل قربانی کی تھی؛ آیا مشتری اس کا مالک ہوگیا اور قربانی اس کی درست ہے یا نہیں؟ (۲۰۶۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: قربانی اس گائے کی درست ہے مشتری مالک اس گائے کا ہوگیا۔ فقط

قربانی کے لیے جو جانور خرید ا ہے اس کو بدلنا

سوال: (۲۱۰) ایک مادہ گائے قربانی کی نیت سے خریدی تا کہ موٹی کر کے اس کی قربانی کی جائے گی اور بچہ رکھ لیا جائے گا، بعد خرید کے وہ دودھ زیادہ دینے لگی، اب محض دودھ کا فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے یہ دل چاہتا ہے کہ یہ رکھ لی جائے اور دوسری اس کی جگہ اسی قیمت پر یا اس سے زیادہ قیمت پر خرید کر قربانی کر لی جائے؛ تو یہ صورت جائز ہے یا پہلی ہی گائے قربانی کرنی پڑے گی؟

(۲۰۱۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صورت درست ہے غنی کے لیے تو جواز اس کا درست ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ غنی پر بوجہ خریدنے کے تعیین اس جانور کی نہیں ہوتی اور فقیر اگر ایامِ نحر میں قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدے تو وہ متعین ہوجاتا ہے قربانی کے لیے، لیکن اگر ایام نحر میں نہ خریدا بلکہ ایام نحر سے پہلے خریدا تو دونوں کو بدلنا جائز ہے۔ کمافي الشامي: **ووقع في التاترخانية التعبير بقوله شراها لها أيام النحر و ظاهره أنه لو شراها لها قبلها لا تجب إلخ** (۱) لہٰذا اس صورت میں دونوں کے لیے جائز ہے۔

واجب اور نفل قربانی کو ایک جانور میں جمع کرنا درست ہے

سوال: (۲۱۱) اونٹ یا گائے جس میں سات حصے ہوتے ہیں اگر صاحب نصاب نے اپنی طرف سے ایک حصہ اور بقیہ حصص اپنے اہل وعیال کی طرف سے کیے تو یہ شرکت درست ہے؟ کیونکہ عیال پر واجب نہ ہونے سے نفلی اور وجوب کا جمع ہونا لازم آتا ہے۔ (۲۰۴۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس شرکت کی وجہ سے کچھ قباحت نہ ہوگی، اور قربانی سب کی طرف سے بلا کراہت ادا ہوجائے گی، درمختار میں ہے: **و كذا — أي يجوز — لو أراد بعضهم العقيقة عن ولدقد ولدله من قبل إلخ** (۲) بناءً علیہ واجب اور نفل کو ایک محل میں جمع کرنا موجب عدم جواز نہیں ہے۔ فقط

---

(۱) الشامي ۹/۳۸۹ كتاب الأضحية .

(۲) الشامي ۹/۳۹۵ كتاب الأضحية .

کوئی اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرے تو ثواب کس کو ملے گا؟

سوال: (۲۱۲) صاحب نصاب پر تو قربانی واجب ہے، مگر اس کے اہل وعیال کی جانب سے بھی اس پر قربانی کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اگر صاحبِ نصاب اپنے عیال کی طرف سے قربانی کرے تو اس کا ثواب کس کو ہوگا؟ (۲۰۴۹/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اگر اس کے اہل وعیال صاحب نصاب نہیں ہیں تو ان پر قربانی واجب نہیں ہے، اگر وہ اہل وعیال کی طرف سے جو کہ صاحب نصاب نہیں ہیں قربانی کرے گا تو اس کا ثواب اسی کو ملے گا (۱)

ماں کی طرف سے قربانی کرنے کے بجائے ضرورت مند کی امداد کرنا

سوال: (۲۱۳) عبداللہ غیرت مند شخص ہے اور ہمیشہ قربانی اپنی ماں کے نام سے کیا کرتا تھا، اس سال بحالتِ مجبوری اس کا بھائی عبدالرحمٰن بوجہ خلافت کے جیل میں چلا گیا ہے، اس کا یہ خیال ہے کہ اس سال قربانی کی جو قیمت ہو، عبداللہ کے اہل وعیال کو دے، اور ثواب اپنی والدہ وغیرہ کی روح کو پہنچائے۔ (۲۶۵۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: بہ حالت مذکورہ رقم عبدالرحمٰن کے عیال واطفال کو دینا جائز ہے، اور ثواب بھی زیادہ ہے۔

قربانی کی ہڈی توڑنا درست ہے

سوال: (۲۱۴) قربانی وعقیقہ کے گوشت کی ہڈی نہ توڑی جاوے نہ پھینکی جاوے بلکہ دفن کرائی جاوے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۲۱۳/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) یعنی قربانی کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا۔ حدیث میں ہے کہ حجۃ الوداع میں ایک عورت نے اونٹ پر سے اپنا بچہ ہودے سے نکال کر نبی ﷺ کو دکھایا، اور پوچھا: **ألهذا حج ؟** آپ ﷺ نے فرمایا: **نعم، ولكِ أجر** (مسلم شریف ۱/۴۳۱-۴۳۲ **كتاب الحج ، باب صحة حج الصبي و أجر من حج به**)

پس اہل وعیال کی طرف سے قربانی کرنے والے کو بھی ثواب ملے گا اور اہل وعیال کو بھی ثواب ملے گا، جیسے میت کی طرف سے قربانی کرتے ہیں تو میت کو بھی ثواب ملتا ہے، اور قربانی کرنے والے کو بھی، اور مذکورہ فتوی میں ''اسی'' حصر کا مطلب یہ ہے کہ قربانی کرنے والے کو بھی اجر ملے گا۔ ۱۲ سعید احمد پالن پوری

الجواب: یہ ضروری نہیں ہے ہڈی کا توڑنا درست ہے(۱)

قربانی کی ہڈیوں وغیرہ کو دفن کرنا ضروری نہیں

سوال: (۲۱۵) کیا قربانی کی ہڈیوں کو دفن کرنا چاہیے؟ (۲۵/۲۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قربانی کی ہڈیوں کا کوئی خاص حکم نہیں ہے جیسے عام ذبیحہ کی ہڈیوں کا حال اور حکم ہے وہی قربانی کی ہڈیوں کا ہے۔

سوال: (۲۱۶) قربانی کا پیٹا (اوجھڑی) ہڈیاں، سینگ اور فضلات وغیرہ کو آبادی سے باہر دفن کرا دینے میں قربانی کا احترام ہے؟ (۲۱۷/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ان اشیاء کو دفن کرنے کا حکم شرعی نہیں ہے۔

احاطۂ مسجد میں قربانی کرنا

سوال: (۲۱۷) احاطہ مسجد کا اگر وسیع ہو تو اس میں قربانی درست ہے یا نہیں؟ (۳۷۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: احاطۂ مسجد اگر وسیع ہے کہ اس میں قربانی ہونے سے اہلِ مسجد کو کچھ اذیت نہیں ہے تو بہ رضائے اہل مسجد قربانی کرنا اس میں درست ہے، ورنہ مناسب یہ ہے کہ مسجد سے علیحدہ کسی دوسرے مکان میں قربانی کریں۔ فقط

صدقہ کے جانور میں شرائط قربانی کا ہونا ضروری نہیں

سوال: (۲۱۸) صدقہ کے بکرے کا حکم مثل قربانی کے ہے یا نہیں؟ (۱۹۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: صدقہ نفلی کے جانور میں شرائط قربانی کا ہونا ضروری نہیں۔

---

(۱) وهي شاة تصلح للأضحية تذبح للذكر و الأنثى ، سواء فرق لحمها نيئا أو طبخه ، بحموضة أو بدونها. مع كسر عظمها أولا (ردالمحتار على الدرالمختار ۹/۴۰۷ آخر كتاب الأضحية)

گوشت اور چرم قربانی کے مصارف واحکام

اپنی قربانی کا گوشت کھانا مستحب ہے

سوال: (۲۱۹) قرآن شریف سے قربانی کے گوشت کا خاص قربانی کرنے والے کو کھانا ثابت ہے، یانہیں؟ اگر قرآن شریف سے کھانا ثابت نہیں ہے تو حدیث سے ضرور اس کا ثبوت ہوگا، مگر اکثر حاجیوں کا بیان ہے کہ مکہ معظّمہ میں قربانی کثرت سے ہوتی ہے اور اس قربانی کا کرنے والا اس کے گوشت کو نہیں کھاتا اس کا کیا سبب ہے؟ یہاں تو عام قربانی کرنے والے اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہیں۔ فقط بینوا توجروا (۳/۲۱۸/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت قربانی کرنے والے کو کھانا قرآن شریف اور احادیث اور فقہ سے ثابت ہے۔ قرآن شریف میں ہے: ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوْا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ (سورۂ حج، آیت: ۲۸) ترجمہ: پس کھاؤ تم قربانی کے گوشت میں سے اور کھلاؤ بھوکے فقیر کو، اور حدیث شریف میں ہے: فكلوا وادخروا أو كما قال صلّى الله عليه وسلّم الحديث (۱) الغرض کھانا قربانی کرنے والے کو اپنی قربانی کے گوشت سے جائز بلکہ مستحب ہے، باقی یہ کہ یہ بیان بعض حاجیوں کا کہ مکہ معظّمہ میں حجاج قربانی کا گوشت نہیں کھاتے صحیح نہیں ہے، بہت سے حجاج اپنی قربانی کا گوشت قلیل وکثیر کھاتے ہیں،

---

(۱) عن عبدالله بن واقد رضي الله عنه قال: نهٰى رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن أكل لحوم الضحايا بعد ثلاث .... فقال: نهيتُكم من أجل الدافة التي دفت، فكلوا وادخروا وتصدقوا (الصحيح لمسلم ۲/۱۵۸ كتاب الأضاحي، باب بيان ماكان من النهي عن أكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث في أول الإسلام وبيان نسخه و إباحته إلى متى شاء)

اور اگر کوئی کسی وجہ سے نہ کھائے تو یہ دلیل عدم جواز کی نہیں ہوسکتی، درمختار وغیرہ کتب فقہ میں ہے:
ویأکل من لحم الأضحیة و یؤکل غنیًّا و یدّخر إلخ. وفي الشامي عن البدائع : ویستحب أن یأکل منها إلخ(۱) فقط

اپنی قربانی کا سارا گوشت خود کھانا اور مسکینوں کو نہ دینا

سوال: (۲۲۰) اگر کل گوشت خود کھالیں اور تین حصے نہ کیے جائیں تب بھی درست ہے یا نہیں؟
(۲۰۹۸/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تہائی گوشت پورا مسکینون کو دینا ضروری نہیں ہے، اگر بہ ضرورت تمام گوشت خود رکھ لے اور کھائے یا اقرباء کو دیدے یہ بھی درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر کا اپنی قربانی میں سے خود کھانا اور اغنیاء کو کھلانا درست ہے

سوال: (۲۲۱) اوّل یہ کہ ایک فقیر بہ نیت ثواب قربانی کی گائے میں اغنیاء کے ساتھ شریک ہوا۔
دوسرے یہ کہ اس فقیر نے خود اضحیہ خریدا بہ نیت قربانی اور ایام قربانی میں اضحیہ کو قربانی کیا۔
تیسرے یہ کہ اس فقیر کے پاس گھر کا پالا ہوا جانور ہے اور اس نے ارادہ کیا تھا کہ ایام قربانی میں اس کو ذبح کروں گا اور ایام قربانی میں اس کو قربانی کیا، ان ہر سہ حالت مذکورہ میں اس فقیر کو اپنی قربانی میں سے کھانا اور اغنیاء کو کھلانا درست ہے یا نہیں؟ اور جو یہ فقیر اغنیاء کے ساتھ شریک ہوا اس سے اغنیاء کی قربانی میں کچھ نقصان تو نہ آئے گا؟ اور فقیر پر اضحیہ خریدنے سے اضحیہ واجب ہوجاتا ہے، اور یہ وجوب مثل نذر کے ہوا، اور نذر میں سے خود کھانا اور غنی کو کھلانا درست نہیں ہے یہ دلیل صحیح ہے یا نہ؟
(۱۳۲۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: ہر سہ حالات مذکورہ میں کھانا اس فقیر کو اپنی قربانی میں سے اور کھلانا اغنیاء کو درست ہے، اور اس کی شرکت سے اغنیاء کی قربانی میں کچھ کراہت نہیں ہے، باقی یہ دلیل کہ فقیر پر اضحیہ خریدنے سے اضحیہ واجب ہوجاتی ہے اور وہ اضحیہ مثل منذورہ کے ہوجاتی ہے اور نذر میں سے خود کھانا اور اغنیاء کو

(۱) الدر و الرد ۹/۳۹۶-۳۹۷ کتاب الأضحیة .

کھلانا درست نہیں ہے الخ اس دلیل کو شامی میں بعض علماء سے نقل کیا ہے، لیکن راجح اور ظاہر یہ ہے کہ کھانا اس میں سے فقیر کو اور کھلانا اغنیاء کو درست ہے، کیونکہ درحقیقت یہ نذر نہیں ہے، اور مثل منذورہ کے ہونے سے جمیع احکام میں مثل منذورہ کے ہونا لازم نہیں ہے۔ في الشامي: ثم ظاهر كلامه أن الواجبة على الفقير بالشراء له الأكل منها إلخ. وفي التتارخانية: سُئل القاضي بديع الدين عن الفقير إذا اشترى شاة لها، هل يحل له الأكل؟ قال: نعم إلخ(۱) (شامي، جلد: ۵ كتاب الأضحية)

قربانی کا گوشت پکا کر چاول روٹی کے ساتھ کھلانا درست ہے

سوال: (۲۲۲) قربانی کا گوشت اکثر لوگ کچا بانٹتے ہیں، اگر پکا کر روٹی کے ساتھ کھلایا جائے تو کیسا ہے؟ (۲۸۴۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت اگر پکا کر روٹی کے ساتھ کھلایا جائے تو اور بھی اچھا ہے اور ثواب زیادہ ہے۔

سوال: (۲۲۳) قربانی کا گوشت اگر پکا کر چاول یا روٹی سے کھلائیں تو کیسا ہے؟ (۴۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: یہ بھی درست ہے۔

قربانی کا گوشت سکھا کر رکھنا درست ہے

سوال: (۲۲۴) جب ذبیحہ کا گوشت حلال ہے تو اس گوشت کو سکھا کر رکھ چھوڑنا اور کچھ عرصے کے بعد اس کو پکا کر کھانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۹۴۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کرنے والوں کے یہاں قربانی کا گوشت بھیجنا

سوال: (۲۲۵) جن لوگوں نے قربانی کی ہو، ان کے گھر بھی گوشت بھیجنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۲/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

---

(۱) ردالمحتار ۹/۳۹۶ كتاب الأضحية.

قربانی کا گوشت سید کو دینا جائز ہے

سوال: (۲۲۶) قربانی اور عقیقہ کے گوشت میں سے سید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۰۶۵/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: جائز ہے۔ فقط

قربانی کا گوشت مسلمانوں کو دینا بہتر ہے

سوال: (۲۲۷) جس جگہ مسلمان بکثرت ہوں وہاں گوشت قربانی بھنگی چمار کفار کو دینا درست ہے یا نہیں؟ (۲۷۸۵/۱۳۳۷ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت کفار مثل بھنگی چمار وغیرہ کو دینا درست ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ مسلمانوں کو دیا جائے اور اگر کافر کو بھی دے دیں تو کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۲۲۸) قربانی کا گوشت چوہڑا (بھنگی) وہنود کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ اگر دیوے تو قربانی میں کچھ نقصان ہوگا یا نہیں؟ (۲۰۵۸/۱۳۳۸ھ)

الجواب: بھنگی وغیرہ کو دینا گوشت قربانی کا درست ہے اور قربانی میں اس سے کچھ نقصان نہیں آتا ہے۔ فقط

قربانی اور عقیقہ کا گوشت غیر مسلم کو دینا جائز ہے

سوال: (۲۲۹) جو عام لوگ قربانی اور عقیقہ کرتے ہیں تو اس قربانی اور عقیقے کا گوشت اہل ہنود اور چمار چوہڑوں کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۹۴/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قربانی اور عقیقے کا گوشت اہل ہنود چمار چوہڑوں کو دینا درست ہے (۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) وللمضحي أن يهب كل ذلك أو يتصدق به أو يهديه لغني أو فقير مسلم أو كافر (إعلاء السنن ۲۶۲/۱۷ كتاب الأضاحي ، باب بيع جلد الأضحية)

نیز ارشاد خداوندی ہے: ﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ﴾ (سورة الممتحنة، آیت: ۸) ترجمہ: اللہ تعالیٰ تم کو ان (کافروں) کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے، اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔

سوال: (۲۳۰) قربانی کا گوشت ہندو وغیرہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۷/۷۲-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت ہنود وغیرہ کو بطریق تصدق دے سکتے ہیں (۱)

سوال: (۲۳۱) زید کہتا ہے کہ قربانی کا گوشت کافر بھنگی وغیرہ کو دینا جائز ہے، خالد کہتا ہے کہ قربانی کا گوشت کفار و دیگر اقوام کو دینا جائز نہیں ہے کس کا قول صحیح ہے؟ (۱۹۹/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت کافر بھنگی چمار وغیرہ کو دینا درست ہے زید کا قول اس بارے میں صحیح ہے اور خالد کا قول صحیح نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۲۳۲) قربانی کا گوشت خام یا پختہ دیگر اقوام مثل خاکروب و چمار کو جن میں بعض متمول بھی ہوتے ہیں تقسیم کرتے ہیں اور کھال کو فروخت کر کے اس کی قیمت کے چاول لے کر پلاؤ پکا کر مساکین کو کھلاتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟ (۱۱۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت خام یا پختہ دیگر اقوام خاکروب وغیرہ کو دینا درست ہے، اور کھال اگر فروخت کی گئی تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہے اس کو خود اپنے کام میں نہ لاویں۔ فقط

قربانی کا گوشت وغیرہ دھوبی وحجام کو دینا

سوال: (۲۳۳) قربانی کا سر گوشت وغیرہ ہندو دھوبی وحجام کو بطور ہدیہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۶۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: دھوبی وحجام وغیرہ کا اس میں کچھ حق نہیں ہے۔ حق لازم سمجھ کر دینا درست نہیں ہے، ویسے بہ طریق ہدیہ جیسا کہ دیگر احباب اور قرابت داروں کو گوشت دیا جاتا ہے ان کو بھی گوشت و سر وغیرہ دینے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۲۳۴) قربانی میں سے سری پایہ حجام و دھوبی کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۰۱۰/۱۳۳۸ھ)

الجواب: ان کا کچھ حق نہیں ہے حق سمجھ کر نہ دے، ویسے دیدیوے تو کچھ حرج نہیں ہے۔

قصاب کو گوشت دینا کیسا ہے؟

سوال: (۲۳۵) گوشت بنانے والے کو قربانی کا گوشت دینا کیسا ہے؟ (۲۰۸۶/۱۳۳۸ھ)

---

(۱) کیوں کہ یہ صدقات واجبہ میں سے نہیں ہے، بلکہ نفل صدقہ ہے، اور نفل صدقہ غیر مسلم کو دینا درست ہے۔

الجواب: قصاب گوشت بنانے والے کو اجرت میں گوشت قربانی کا دینا درست نہیں ہے، اجرت مقررہ اس کو علیحدہ دی جاوے، اور ویسے اگر بطور ہدیہ جیسے دیگر احباب واقرباء کو گوشت تقسیم کیا جاتا ہے اسی طرح اگر قصاب کو بھی تھوڑا سا گوشت ہدیۃً دیدیا جاوے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

قربانی کے ساتوں حصے ایک ہی فیملی کے ہوں تو سب کے حصے تول کر تقسیم کرنا ضروری نہیں

سوال: (۲۳۶) قربانی کے ایک جانور میں اگر چند آدمی شریک ہوں تو ان کے لیے حکم ہے کہ گوشت وغیرہ کو اندازہ اور اٹکل سے تقسیم نہ کریں بلکہ تول کر پورا پورا تقسیم کریں، اگر کوئی شخص اپنی اور اپنی زوجہ اور اولاد اور چند مُردوں کی طرف سے قربانی کرے، اور اس کو ہر ایک کی طرف سے ہر طرح کی اجازت اور اختیار ہو تو ایسے شخص کو بھی سب کے حصے تول کر علیحدہ علیحدہ تقسیم کرنا واجب ہے یا نہیں؟

(۱۵۳۶/۱۳۳۷ھ)

الجواب: اس صورت میں تقسیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے (۱)

باقی ماندہ گوشت اندازے سے تقسیم کرنا

سوال: (۲۳۷) سات آدمی نے مل کر ایک گائے قربانی کی، گوشت تقسیم کرنے سے پہلے کچھ گوشت علیحدہ رکھ دیا گیا تاکہ جس حصے میں کمی ہو اس میں رکھ دیا جائے، ساتوں حصے تول کر پورے ہو گئے تو اس زائد گوشت کو اندازے سے تقسیم کریں تو جائز ہے یا تول کر تقسیم کریں؟ (۲۷/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اس باقی ماندہ کو بھی تول کر ہی تقسیم کرنا چاہیے لاحتمال الربا (۲)

---

(۱) قوله: (و يقسم اللحم) انظر هل هذه القسمة متعينة أولا؟ حتى لو اشترىٰ لنفسه ولزوجته و أولاده الكبار بدنة، ولم يقسموها تجزيهم أولا؟ والظاهر أنها لا تشترط، لأن المقصود منها الإراقة وقد حصلت. (الشامي ۹/۳۸۵ كتاب الأضحية)

(۲) و يقسم اللحم وزنا لاجزافا إلا إذا ضم معه من الأكارع أو الجلد صرفا للجنس لخلاف جنسه. (الدر المختار مع الشامي ۹/۳۸۵ كتاب الأضحية)

پانچ آدمی اونٹ وغیرہ کی قربانی کریں تو گوشت کی تقسیم کس طرح ہوگی؟

سوال: (۲۳۸) اونٹ، گائے، بھینس کی قربانی میں اگر پانچ اشخاص شریک ہوکر قربانی کریں؛ تو اضحیہ کے گوشت کی تقسیم پانچ حصے پر ہونی چاہیے یا کس طرح؟ (۳۲/۲۱۷۰-۱۳۳۳ھ)

الجواب: پانچ پر تقسیم کرنا چاہیے، پانچوں کی قربانی صحیح ہے۔

آنحضرت ﷺ کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم

سوال: (۲۳۹) رسول اللہ ﷺ کی طرف سے جو قربانی کرے تو وہ سب نذراً للہ دی جاوے یا تین حصے کیے جاویں؟ (۳۲/۸۱۶-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حکم اس کا مثل اپنی قربانی کے ہے، صدقہ کل کا ضروری نہیں ہے، استحباباً تین حصے حسب معمول کرے۔

سوال: (۲۴۰) اگر سرور کائنات ﷺ کی طرف سے قربانی کی جاوے تو اس گوشت کو سب لوگ کھا سکتے ہیں؟ (۳۲/۱۱۵۸-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس کا حکم بھی وہی ہے جو بلا وصیت میت کے قربانی کرنے کا حکم ہے یعنی خود بھی کھاوے اور دوسروں کو کھلاوے مثل اپنی قربانی کے۔ فقط

سوال: (۲۴۱) اگر حضرت رسول مقبول ﷺ کی طرف سے قربانی کرے، کیا اس کا گوشت تصدق کرے یا اور قربانی کی طرح خرچ کرے؟ (۳۳/۲۰۲۷-۱۳۳۴ھ)

الجواب: جو قربانی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کی جائے اس کو مثل اپنی قربانی کے کام میں لائے یعنی خواہ تین حصے حسبِ تفصیلِ فقہاء بطریق استحباب کرے یا تمام گوشت خود معہ عیال واطفال صرف کرے۔

میت کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم

سوال: (۲۴۲) جو قربانی میت کی طرف سے کی جائے اس کا گوشت ورثاء کو کھانا حلال ہے، یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۲۰۶ھ)

الجواب: اگر میت کے امر اور وصیت کے موافق اس کی طرف سے قربانی کی ہے تو اس کو صدقہ کرنا چاہیے اور خود نہ کھانا چاہیے، اور اگر میت نے وصیت نہ کی تھی، بلکہ وارث نے خود تبرعاً اس کی طرف سے قربانی کی ہے تو اس کو خود بھی کھا سکتا ہے۔ شامی میں ہے: **والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل إلخ (۱) وفيه أيضًا: أي لو ضحى عن ميت وارثه بأمره لزمه التصدق بها وعدم الأكل منها وإن تبرع بها عنه له الأكل إلخ (۲) فقط**

سوال: (۲۴۳) میت کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر درست ہے تو اس کا گوشت کل صدقہ کر دیا جاوے یا کیا؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۱۵۸ھ)

الجواب: اموات کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے، اگر بدون وصیت اور امر میت کے ہے تو اس کا کھانا قربانی کرنے والے اور سب کو جائز ہے، اس کا حکم مثل اپنی قربانی کے ہے۔ اور اگر میت کے امر اور وصیت سے قربانی کی ہے تو اس کے کل کو صدقہ کر دے، خود نہ کھاوے، شامی میں ہے: **من ضحّى عن الميت يصنع كما يصنع في أضحية نفسه من التصدق والأكل، والأجر للميت والملك للذابح. قال الصدر: والمختار أنه إن بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل بزازية (۳) (شامي)**

سوال: (۲۴۴) اگر کوئی شخص میت کے لیے قربانی کرے اس میں سے خود بھی کھا سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۲۵۶۳ھ)

الجواب: اگر بلا وصیت میت کے اپنی طرف سے قربانی واسطے ایصال ثواب میت کے کی جائے تو اس میں سے خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔ **كذا في الدر المختار (۴)**

---

(۱) ردالمحتار ۹/۳۹۵ كتاب الأضحية.

(۲) الشامي ۹/۴۰۶ كتاب الأضحية قبيل كتاب الحظر والإباحة.

(۳) ردالمحتار ۹/۳۹۵ كتاب الأضحية.

(۴) حوالۂ سابقہ۔

والدین مرحومین کی طرف سے جو قربانی کی گئی ہے اس کے گوشت کا حکم

سوال: (۲۴۵) اگر کسی نے والدین مرحوم کی طرف سے قربانی کی تو وہ گوشت کون کون کھا سکتے ہیں؟ گھر کے لوگ بھی کھا سکتے ہیں یا محض غرباء ومساکین؟ (۳۵/۵۸-۱۳۳۶ھ)

الجواب: اگر بلا وصیت والدین کے ان کی طرف سے قربانی کرتا ہے تو جیسا اپنی قربانی میں کرتا ہے وہی اس میں کرے یعنی خود بھی کھائے اور اہل وعیال کو بھی کھلائے اور صدقہ بھی کرے اور احباب کو بھی دیوے۔ کمافي الشامي جلد خامس من ضحی عن المیت یصنع کما یصنع في أضحیة نفسه من التصدق و الأکل إلخ (۱) فقط

سوال: (۲۴۶) ایک آدمی نے اپنے والدین کی طرف سے دو حصے قربانی کیے، وہ سب گوشت محتاجوں کو دینا چاہیے یا اس کے تین حصے کر کے ایک محتاجوں کو اور دوسرا اقرباء کو اور تیسرا خود کھائے؟ (۱۳۳۸/۲۱ھ)

الجواب: اگر بلا وصیت والدین کے ان کی طرف سے قربانی کی ہے تو اس کا حکم ویسا ہی ہے جیسا کہ اپنی قربانی کا، یعنی مستحب اس میں یہ ہے کہ ایک تہائی محتاجوں کو دے اور ایک تہائی خود رکھے اور کھائے اور ایک تہائی احباب واقرباء میں تقسیم کرے۔

قربانی کا گوشت شادی میں استعمال کرنا درست ہے

سوال: (۲۴۷) اگر قربانی کا گوشت شادی میں خرچ کرے تو قربانی میں تو کچھ نقصان نہ آوے گا؟ (۱۳۴۵/۲۰۸۲ھ)

الجواب: اس کی قربانی میں کچھ نقصان نہ آوے گا خواہ پوری گائے کرے یا حصہ لے۔

قربانی کا گوشت فروخت کرنا یا چوری کرنا

سوال: (۲۴۸) قربانی کے گوشت کی اگر شرکاء چوری کریں یا فروخت کریں تو نفس قربانی پر اس

---

(۱) الشامي ۳۹۵/۹ کتاب الأضحیة .

کا کیا اثر ہوگا اور یہ گناہ کیسا ہے؟ (۱۳۴۵-۴۴/۹۸۳ھ)

الجواب: بعد قربانی ہوجانے کے اگر کسی شریک نے چوری کرلی یا کسی شریک نے اپنے حصے کے گوشت میں سے کچھ فروخت کردیا تو اس سے قربانی کے اوپر کچھ اثر نہیں پڑا اور قربانی صحیح ہوگئی بشرطیکہ پہلے سے اس کی نیت فروخت کرنے کی نہ ہو اور جس قدر گوشت فروخت کیا فروخت کرنے والے کو اس کی قیمت فقراء پر صدقہ کردینی چاہیے اور چوری کرنے والے کو توبہ کرنا اور معاف کرانا باقی شرکاء سے لازم ہے۔ **فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه (۱)**

سوال: (۲۴۹) اگر قربانی کے گوشت میں سے کسی نے کچھ گوشت یا چربی چرالی تو قربانی میں تو کچھ نقصان نہیں آتا؟ (۱۳۳۴-۳۳/۲۰۹۲ھ)

الجواب: اگر کسی نے گوشت چربی چرالی تو اس پر گناہ ہوا، قربانی میں کچھ نقصان نہیں آیا۔

سوال: (۲۵۰) اگر کسی باعث سے لحم اضحیہ فروخت کیا جائے تو اس کا صدقہ کرنا مثل قیمت جلد کے واجب ہے یا نہ؟ (۱۳۳۶-۳۵/۳۵۱ھ)

الجواب: اس کا صدقہ کرنا واجب ہے۔ **كما في الدر المختار: فإن بيع اللحم أو الجلد به الخ تصدق ثمنه إلخ (۲)**

صاحبِ قربانی اپنی قربانی کی کھال خود استعمال کرسکتا ہے

سوال: (۲۵۱) قربانی کرنے والا چرم قربانی کو اگر اپنے خرچ میں لگاوے تو جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۰-۲۹/۳۰۶ھ)

الجواب: چرم قربانی کو قبل از فروخت اپنے استعمال میں لاسکتا ہے اور استعمالی چیزیں بنا سکتا ہے مگر بعد فروخت کرنے کے قیمت اپنے صرف میں نہیں لاسکتا (۳)

---

(۱) الدر مع الرد ۹/۳۹۸ كتاب الأضحية .

(۲) الدر المختار مع حاشية ابن عابدين ۹/۳۹۸ كتاب الأضحية.

(۳) ويتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة و دلو أو يبدله بما ينتفع بهٖ باقيا .... لا بمستهلك كخل ولحم ونحوهٖ كدراهم ، فإن بيع اللحم أو الجلد بهٖ أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنهٖ (الدر المختار مع الرد ۹/۳۹۸ كتاب الأضحية)

چرمِ قربانی سے ڈول، دسترخوان وغیرہ بنانا درست ہے

سوال: (۲۵۲) چرمِ قربانی بغیر فروخت کرنے کے اور کن کن کام میں لا سکتے ہیں؟

الجواب: قبل از فروخت کرنے کے ڈول و دسترخوان وغیرہ بنانا درست ہے۔

صدقہ کرنے کی غرض سے قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز ہے

سوال: (۲۵۳)......(الف) فروخت کردن چرمِ قربانی جائز است یا مکروہ؟

(ب) فروخت کردن چرمِ قربانی بایں طور کہ صاحبِ چرم مشتری را چرم بدہد و مشتری قیمت بدہد مثلاً سہ روپیہ؛ دریں صورت قیمت مقرر شد یا نہ؟ (۵۳۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: (الف) فروخت کردن چرمِ قربانی بہ غرض تصدق جائز است بلا کراہت۔ و في العالمغیریة: ولو باعها بالدراهم لیتصدق بها جاز، لأنه قربة کالتصدق کذا في التبیین(۱)

(ب) دریں صورت قیمت پوست قربانی محقق شد باید کہ آں سہ روپیہ را صدقہ کند بر فقراء کما في الدر المختار: فإن بیع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه (۲)

ترجمہ: سوال: (۲۵۳)......(الف) چرمِ قربانی کو فروخت کرنا جائز ہے یا مکروہ؟

(ب) قربانی کی کھال اس طور پر فروخت کرنا کہ کھال والا مشتری کو کھال دے گا اور مشتری قیمت مثلاً تین روپیہ؛ اس صورت میں قیمت مقرر ہوئی یا نہیں؟

الجواب: (الف) چرمِ قربانی کو صدقہ کرنے کی غرض سے فروخت کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

(ب) اس صورت میں چرمِ قربانی کی قیمت متحقق ہو جائے گی کہ ان تین روپیوں کو فقراء پر صدقہ کرے۔

سوال: (۲۵۴) قربانی کی کھال فروخت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۸۰/۳۳-۱۳۳۴ھ)

---

(۱) الفتاوی العالمغیریة ۵/۳۰۱ کتاب الأضحیة، الباب السادس في بیان مایستحب في الأضحیة والانتفاع بها.

(۲) الدر مع الرد ۹/۳۹۸ کتاب الأضحیة.

الجواب: عالمگیریہ میں ایک روایت ہے کہ اگر بہ غرض صدقہ کرنے کے فقراء پر چرم قربانی کو فروخت کرے تو درست ہے۔ **ولو باعها بالدراهم ليتصدق بها جاز، لأنه قربة كالتصدق كذا في التبيين (۱) فقط**

چرم قربانی اور اس کی قیمت کا بہتر مصرف

سوال: (۲۵۵) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں عندالشرع الشریف اللہ تعالیٰ اجر عظیم عطا فرماوے:

جو چرم ہائے قربانی ہمیشہ سے ہم لوگ اپنے محلے کی بیواؤں اور مسکینوں اور اپنے عزیز واقارب وغیرہ کو جو مسکین ہیں اور محلے کی مسجد کے پیش امام ومؤذن کو جو خاص اس آمدنی یا عید رمضان یا نکاح خوانی پر ان کی اوقات گذاری منحصر ہے دیتے چلے آئے ہیں، اس کی بابت جو اشتہارات کسی کسی مدرسہ وغیرہ کے آتے ہیں اور اس میں یہ مضمون ہوتا ہے کہ چرم ہائے قربانی سب لوگ یہاں مدرسے کی تعلیم وغیرہ خرچ کے واسطے بھیجیں اس میں زیادہ ثواب کے مستحق ہوں گے، مسجد وغیرہ میں دینا مناسب نہیں ہے، چوں کہ ہم لوگ اخراجات مذکورہ بالا کو بہ نسبت دوسری جگہ بھیجنے کے زیادہ تر مستحق سمجھتے ہیں، یہ بھی سنا ہے کہ زکاۃ کا روپیہ تاوقتیکہ اپنے شہر کے حق دار موجود ہیں باہر کے کسی دوسرے شہر والوں کو بھیجنا مناسب نہیں ہے، ورنہ جوابدہ ہوں گے، سو جب زکاۃ کا یہ حکم ہے تو چرم ہائے قربانی بھی اسی کے مثل ہیں، ان کی بابت کیوں ترغیب دلائی جاتی ہے کہ باہر بھیجے جائیں؟ اور جو ہمیشہ کے حق دار اور منتظر اس وقت کے ہیں ان کو کیوں محروم رکھا جاوے؟ تو کیا اس کی بابت ہم جوابدہ نہ ہوں گے؟ کیوں کہ ہم لوگ محض جاہل ہیں اپنی رستگاری کی وجہ سے حضور کی طرف اس معاملے کو رجوع کرتے ہیں کہ عنداللہ موافق حکم شرع شریف ارشاد فرمائیں، تاکہ ہمارا اطمینان ہو جاوے اور ہم اس کے مؤاخذہ سے بری رہیں۔ (۱۹۴۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: چرم قربانی کا حکم یہ ہے کہ چاہے خود کام میں لائے یا کسی کو دے دیوے غنی کو دے یا فقیر کو، لیکن قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا اور فقراء کو مالک بنانا واجب ہے۔ مسجد کے مؤذن وامام کو

---

(۱) الفتاوى العالمغيرية ۵/۳۰۱ كتاب الأضحية.

بمعاوضہ اذان وامامت دینا جائز نہیں، اور یہ ظاہر ہے کہ امام اور مؤذن اس کو اپنا حق سمجھتے ہیں، اگر اس کو نہ دیا جاوے تو وہ نہیں رہتے، اس سے ظاہر ہے کہ وہ اس کو معاوضہ اور حق سمجھ کر لیتے ہیں، باقی علاوہ امام ومؤذن محلّہ اور شہر کے بیوگان ویتامی ومساکین اور اقارب محتاجین کو دینا بہت اچھا ہے اور موجبِ ثواب ہے، مدارس دینیہ کے دینے میں زیادہ ثواب اس وجہ سے ہے کہ اس میں علم دین کی خدمت اور امداد ہے، اس وجہ سے اس کی ترغیب دی جاتی ہے، اور آج کل سب مصارف سے مقدم مجروحین ترکوں کی امداد ہے، وہاں بھیج دینا چاہیے، چنانچہ ایک فتویٰ اور ایک اشتہار اس بارے میں مطبوع ہوا ہے وہ مرسل ہے۔ فقط

چرم قربانی کے مستحق کون لوگ ہیں؟

سوال: (۲۵۶) عندالشرع قربانی کے چمڑے کے لینے کے مستحق کون لوگ ہیں؟

(۱۳۳۰/۲۹/۳۸۷ھ)

الجواب: قربانی کا چمڑا جب تک فروخت نہ کیا جاوے اس وقت تک قربانی کرنے والا خود اپنے استعمال کے لیے بھی رکھ سکتا ہے، اور دوسروں کو بھی بہ غرض استعمال دے سکتا ہے خواہ وہ اغنیاء ہوں یا فقراء، اور بعد فروخت کردینے کے قیمت اس کی واجب التصدق ہے یعنی وہ حق فقراء کا ہے، فقراء و مساکین کو دینا چاہیے خواہ کسی مدرسہ اسلامیہ دینیہ میں طلبۂ مساکین کے مصارف کے لیے دیوے خواہ دیگر مساکین وفقراء کو دیوے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چرم قربانی کی قیمت کا مستحق کون ہے؟

سوال: (۲۵۷) چرم قربانی کی قیمت کس کس کا حق ہے؟ بنی ہاشم اس قیمت کو لے سکتے ہیں یا نہیں؟ بنی ہاشم بنی ہاشم سے لے دے سکتا ہے یا نہیں؟ غیر مذہب والوں کے سائل وغیرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا (۱۳۳۰/۲۹/۲۳۴ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی کہ صدقات واجبہ میں سے ہے، اس کو بھی اسی مصارف میں صرف کی جاوے جو مصارف زکاۃ کے ہیں، بنی ہاشم کو دینا زکاۃ وقیمت چرم قربانی کا درست نہیں ہے، غیر مذہب

کے سائل کو بھی قیمت چرم کا دینا درست نہیں ہے، اور گوشت قربانی کا دینا درست ہے، اور نہ قیمت چرم بنی ہاشم کو دے سکتا ہے، گوشت کا دینا سب کو جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم

چرم قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے

سوال: (۲۵۸) قیمت چرم قربانی حکم صدقات فریضہ دارد یا نافلہ؟ (۶۴۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: حکم صدقات واجبہ دارد، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

ترجمہ: سوال: (۲۵۸) چرم قربانی کی قیمت صدقات واجبہ کا حکم رکھتی ہے یا نافلہ کا؟

الجواب: صدقات واجبہ کا حکم رکھتی ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قرض لے کر قربانی کی تو بھی قیمت چرم کا صدقہ کرنا ضروری ہے

سوال: (۲۵۹) اگر مالدار نے قربانی کی اور قیمت چرم اپنے ہی صرف میں لایا تو محتاجوں کی حق تلفی سے قیامت کا مؤاخذہ ہوگا اور ثواب میں کمی آئے گی یا نہیں؟ اور جس نے قرض لے کر قربانی کی وہ قیمت چرم کو اپنے صرف میں لا سکتا ہے یا نہیں؟ (۹۱/۱۳۳۹ھ)

الجواب: اس کو وہ قیمت قربانی اپنے پاس سے محتاجوں کو دینا ضروری ہے ورنہ مؤاخذہ رہے گا، اور جو شخص قرض لے کر قربانی کرے اس کو بھی قیمت چرم قربانی صدقہ کرنا ضروری ہے خود کھانا درست نہیں ہے۔

قربانی کا چمڑا فروخت کرنے سے پہلے واجب التصدق نہیں

سوال: (۲۶۰) زید کہتا ہے کہ قربانی کا چمڑا جب تک بیچا نہ جائے گا اس کا خیرات کرنا واجب نہ ہوگا، ہاں! استہلاک یعنی بیچنے کے بعد، البتہ دوسرے کاموں میں صرف نہیں ہوسکتا خیرات کرنا واجب ہوگا اور انجمن اسلامی یا مدرسہ میں دینا جائز ہے وہ انجمن یا مدرسہ اس کو اپنے ملازمین و مہتممین میں وغیرہ وغیرہ امور میں صرف کرسکتا ہے، زید کا یہ کہنا صحیح ہے یا نہیں؟ (۲۶۷/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: درمختار میں ہے: و يتصدق بجلدها أو يعمل منه نحو غربال و جراب إلخ

لا بمستهلك إلخ فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه إلخ (۱)
پس زید کا یہ قول صحیح ہے کہ چرم قربانی قبل فروخت کرنے کے واجب التصدق نہیں، اور بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہے، اور بعینہٖ کسی انجمن یا مدرسہ کے مہتمم کو دینا درست ہے، مگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مہتمم یا متولی کو وکیل بناتا ہے فروخت کر کے صدقہ کرنے کے لیے، پس جیسے خود بعد فروخت کے تنخواہ ملازمین میں نہیں دے سکتا، اسی طرح مدرسہ کا مہتمم بھی تنخواہ ملازمین ومدرسین وغیرہ میں نہیں دے سکتا، طلبہ پر صدقہ کر سکتا ہے، پس صرف طلبہ میں اس قیمت کو لانا چاہیے، تنخواہ ملازمین میں صرف نہ کرنا چاہیے، کیونکہ ظاہر ہے کہ متولی ومہتمم انجمن کو ان چمڑوں کا مالک بنانا مقصود نہیں ہے، بلکہ وہ محض امین ووکیل مالک کے ہیں فروخت کرنے اور مصرف میں صرف کرنے کے۔ فقط

صاحب نصاب اور غیر صاحب نصاب کی قربانی کی کھالوں کا حکم ایک ہے

سوال: (۲۶۱) قوم سید کو قربانی کا چمڑا دینا جائز ہے یا نہیں؟ ہل نصاب وغیر نصاب کی قربانی کے چمڑے میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ (۲۹۱۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: چمڑا اگر قبل از فروخت اس کو دے دیا جائے تو یہ درست ہے، اور غنی اور غیر غنی کے حکم میں کچھ فرق نہیں ہے۔

چرم قربانی مسجد میں لگانا یا مؤذن کو دینا

سوال: (۲۶۲) زید کہتا ہے کہ چرم قربانی مسجد میں لگانی چاہیے، اور عمرو کہتا ہے کہ چرم قربانی مؤذن کو یا کسی یتیم کو دینی چاہیے، یہاں پر ہمیشہ سے چمڑا قربانی کا مؤذن کو دیا جاتا تھا، امسال بعض لوگوں نے اس کو فروخت کیا اور مسجد کے بنانے میں صرف کرنے کا خیال ہے، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ کس کا حق ہے؟ (۲۹/۲۵۰-۱۳۳۰ھ)

الجواب: چرم قربانی مؤذن کو اس کی اجرتِ اذان وخدمت مسجد میں دینا اور مسجد کی تعمیر وضروریات میں لگانا درست نہیں ہے، بلکہ جب کھال کو فروخت کیا گیا تو اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہوگیا، اور

---

(۱) الدرمع الرد ۹/۳۹۸ كتاب الأضحية.

اس کو انہیں مصارف میں صرف کرنا ضروری ہوگیا جو زکاۃ کے مصارف ہیں، پس مؤذن کو حقِ خدمتِ مسجد و اجرتِ اذان میں دینا درست نہیں ہے، اور مسجد میں بھی اس کا صرف کرنا درست نہیں ہے۔ قال في الدر المختار: لایصرف إلی بناء نحو مسجد الخ قال في الشامي: قوله: (نحو مسجد) کبناء القناطر والسقایات وإصلاح الطرقات وکری الأنهار والحج والجهاد وکل مالا تملیك فیه (۱) پس صورت مسئولہ میں نہ قول زید کا درست ہے نہ عمرو کا البتہ اگر مسجد میں ضرورت ہے تو اس قیمت چرم کو کسی غریب کو جو سید نہ ہو دے کر اور مالک بنا کر پھر ضروریات مساجد میں صرف کر سکتے ہیں، بدون اس طریق کے درست نہیں۔ کتبہ: الاحقر رشید احمد عفی عنہ (۲)

الجواب صحیح: بندہ عزیز الرحمٰن، مفتی مدرسہ

سوال: (۲۶۳) قربانی کے چمڑے کے روپیہ سے مسجد کی بنا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز مسجد کے اسباب خریدنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب مع حوالۂ کتاب فرماویں۔ (۱۰۱/۱۳۴۱ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا واجب ہے، اور حکم اس کی قیمت کا بعد فروخت کرنے کے مثل زکاۃ کے ہوجاتا ہے، اور شامی میں ہے کہ مصرف صدقات واجبہ کا وہی ہے جو مصرف زکاۃ کا ہے (۳) لہٰذا اس قیمت چرم قربانی سے تعمیر اور مرمت مسجد اور خریدنا سامان مسجد کا درست نہیں ہے۔ کذا في الدر المختار: لایصرف إلی بناء نحو مسجد (۴) فقط

جو امام صاحبِ نصاب ہے اس کو قربانی کا چمڑا دینا یا فروخت کر کے مسکینوں کو کھانا کھلانا

سوال: (۲۶۴) کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں:

---

(۱) الدر و الرد ۳/۲۶۳ کتاب الزکاة ، باب المصرف .

(۲) یہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہٗ نہیں ہیں، بلکہ کوئی ناقل فتاوی ہے، رجسٹر نقول فتاوی سنہ ۲۹-۱۳۳۰ھ کے پہلے صفحہ پر یہ نوٹ درج ہے: رشید احمد صاحب جن کے دستخط اکثر فتاوی پر ہیں کوئی ناقل فتاوی ہے۔

(۳) قوله: (أي مصرف الزکاة والعشر)...... وهو مصرف أیضا لصدقة الفطر والکفارة والنذر وغیر ذلك من الصدقات الواجبة (الشامي ۳/۲۵۶ کتاب الزکاة ، أوائل باب المصرف)

(۴) الدر مع الرد ۳/۲۶۳-۲۶۴ کتاب الزکاة ، باب المصرف .

(۱) قربانی کا چمڑا اہل زکاۃ کو للہ دینا درست ہے یا نہیں؟ جو امام مسجد اہل زکاۃ ہو اس کا کیا حکم ہے؟
(۲) قربانی کا چمڑا اہل قربانی؛ فروخت کر کے کھانا مسکینوں کو کھلا سکتا ہے یا کپڑا بنا سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۸۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: (۱) قربانی کا چمڑا امام صاحبِ زکاۃ کو لینا درست ہے مگر اچھا نہیں، اور حق امامت میں لینا درست نہیں ہے، غرض امام کو نہ دیا جاوے۔
(۲) کپڑا خرید کر مساکین کو دینا درست ہے اور کھانا بھی کھلانا درست ہے بشرطیکہ ان کو مالک اس کھانے کا کر دیا جاوے (۱)

سوال: (۲۶۵) امامِ مسجدِ محلّہ جو کہ صاحب نصاب ہو قربانی کی کھالیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۷۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: امام محلّہ کو قربانی کی کھال دینا اس وجہ سے کہ وہ امام ہے اور اس کا حق ہے ناجائز ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

مقروض امام کو چرم قربانی کی قیمت دینا

سوال: (۲۶۶) ایک شخص مسجد میں امام ہے اور اس کے ذمے چھ سو سات سو روپیہ قرض ہے اس کو قیمت چرم قربانی دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۸۰۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: امام اور مؤذن کو کھالہائے قربانی دینے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ یہ معاوضہ اس کی امامت کا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر اس کو نہ دی جاویں تو وہ نہیں رہ سکتا، پس اس لیے امام اور مؤذن کو دینا چرم قربانی کا درست نہیں ہے کیوں کہ معاوضہ میں دینا چرم قربانی کا درست نہیں ہے۔ البتہ حیلہ اس کے جواز کا یہ ہے کہ جو کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اول کسی دوسرے شخص کو اہلِ محلّہ میں سے جو مالکِ نصاب نہ ہو قیمت چرم قربانی دے دی جاوے، اور اس کو مالک بنا دیا جاوے، پھر وہ شخص اپنی طرف سے اس امام یا مؤذن کو دیدے تا کہ وہ اپنے قرض میں دے یا اپنے صرف میں لاوے۔ فقط

(۱) ويشترط أن يكون الصرف تمليكا، لا إباحة كما مرّ وفي الشامي: قوله: (تمليكا) فلايكفى فيها الإطعام إلا بطريق التمليك، ولو أطعمه عنده ناويا الزكاة لاتكفى (الدرالمختار والشامي ۲۶۳/۳ كتاب الزكاة، باب المصرف)

چرم قربانی کی قیمت امام کو معاوضہ میں دینا

سوال: (۲۶۷) امام مسجد کو سوائے کھال قربانی کے کوئی صورت یافت کی نہیں ہے، اور نہ تنخواہ ملتی ہے۔ پیشتر لوگ چرم قربانی امام کو دیتے تھے، مولوی اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ نے بہشتی زیور میں منع لکھا ہے کہ امام کو کھال نہ دی جاوے (۱) اس صورت میں کیا حکم ہے؟ (۸۸۱/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: معروف یہ ہے کہ امام کو چرم قربانی یا قیمت چرم قربانی بسبب اس کی امامت کے دیتے ہیں؛ چنانچہ اگر اس کو نہ دیں تو وہ نہیں رہ سکتا، یہ دلیل ہے کہ امام کو چرم قربانی بہ معاوضہ اس کی امامت کے دیا جاتا ہے، پس یہ درست نہیں ہے، کیوں کہ قیمت چرم قربانی کا کسی معاوضہ میں دینا درست نہیں ہے جیسا کہ زکاۃ کسی معاوضہ میں دینا درست نہیں، اس سے زکاۃ ادا نہیں ہوتی، اسی طرح قربانی میں نقصان رہتا ہے، اور قربانی کرنے والے کے ذمے اس قدر قیمت اللہ واسطے صدقہ کرنا ضروری ہوتا ہے، پس چاہیے کہ امام کی تنخواہ اور آمدنی کا کوئی دوسرا انتظام کیا جاوے، صدقۂ فطر اور قیمت چرم قربانی اس کو نہ دی جاوے۔ فقط

چرم قربانی کی قیمت محتاج امام مسجد کو دینا

سوال: (۲۶۸) امام مسجد اگر مسکینی حالت میں ہو اور مسجد کی آمدنی سے اس کی اوقات بسری نہ ہوتی ہو، اس کو چرم قربانی دیا جائے تاکہ وہ اس سے اپنی معاش کو قوت دیوے، تو بھی کچھ حرج ہے یا نہیں؟ یعنی اس کو دے سکتے ہیں؟ بینوا و توجروا (۳۳۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: امام مسجد کو بعوض اس کی امامت کے کسی حال قیمت چرم قربانی و زکاۃ و صدقۂ فطر نہ دینا چاہیے خواہ وہ مسکین ہو یا نہ ہو، کیونکہ ان چیزوں کا معاوضہ میں دینا درست نہیں ہے، اور امام کو دینا بوجہ اس کی امامت کے ہی ہوتا ہے اور یہ درست نہیں ہے، اس لیے قطعاً اس کو دینا منع ہے۔ فقط

---

(۱) قربانی کی کھال کی قیمت کسی کو اجرت میں دینا جائز نہیں کیوں کہ اس کا خیرات کرنا ضروری ہے (اختری بہشتی زیور ۳/۴۲ قربانی کا بیان، مسئلہ نمبر: ۴۱)

چرمِ قربانی قاضی کو اس کا حق سمجھ کر دینا درست نہیں

سوال: (۲۶۹) چرمِ قربانی قاضی کو اس کا حق سمجھ کر دینا اور قاضی صاحبِ نصاب کو لینا کیسا ہے؟ (۱۳۴۶/۱۳۳۹ھ)

الجواب: چرمِ قربانی قاضی یا امام کا حق نہیں ہے اس کا حق سمجھ کر اس کو دینا درست نہیں ہے اور اس قاضی کو اس کا لینا جائز نہیں ہے۔

فقیر چرمِ قربانی کی قیمت لے کر مسجد میں صرف کر سکتا ہے

سوال: (۲۷۰) زید کا والد صاحبِ نصاب ہے، مگر زید کے پاس کچھ نہیں ہے، اس صورت میں زید چرمِ قربانی لے کر مسجد یا مدرسہ میں صرف کر سکتا ہے یا نہیں؟ (۲۰۹۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: مسجد یا مدرسہ میں لگانا قیمتِ چرمِ قربانی کا درست نہیں ہے، بلکہ صدقہ کرنا اس کا واجب ہے، اگر زید خود صاحبِ نصاب نہیں ہے اور بالغ ہے تو وہ مصرف اس کا ہے، وہ خود لے کر مسجد یا مدرسہ میں اپنی طرف سے لگا سکتا ہے۔

بہ حالت مجبوری چرمِ قربانی کی قیمت مسجد میں صرف ہو سکتی ہے یا نہیں؟

سوال: (۲۷۱) کسی موضع میں ایک مسجد کہنہ جس میں پنج وقتی نماز ہوا کرتی ہے، اب اس کا ایک حصہ پچھّم اور پورب کا شہید ہو گیا ہے حفاظت اس کی پوری نہیں رہی، چوپائے اس میں جا کر پیشاب پاخانہ پھیرا کرتے ہیں، چند بار مسلمانانِ بستی سے کہا گیا لیکن بوجہ ضعفِ ایمان خیال نہ کیا، تب یہ خیال ہوا کہ قربانی کی کھال کی قیمت جمع کر کے کام اس مسجد کا کرا دیا جائے، بعدہ جس مسلمان سے جو کچھ ہوئے اگر دے تو لگا دیں، تو اب یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ چرمِ قربانی سے وہ مسجد درست ہو سکتی یا نہیں؟

(۲۱۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: یہ صحیح ہے کہ قیمت چرمِ قربانی کا صدقہ کرنا محتاجوں پر لازم ہے، مرمتِ مسجد میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے، لیکن اگر کوئی صورت تعمیر و مرمتِ مسجد کی دوسری نہ ہو تو اس حیلہ سے قیمت

چرم قربانی اس میں صرف ہوسکتی ہے کہ ایسے خیر خواہ مسجد کو جو مسجد میں لگانا چاہے اور وہ غنی نہ ہو اس کو وہ قیمت چرم قربانی دیدی جائے، اوراس کو مالک بنادیا جائے، پس قربانی ادا ہوگئی اور صدقہ پورا ہوگیا، پھر وہ شخص اپنی طرف سے مسجد میں صرف کردے تو یہ جائز ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کی کھالیں متولیوں کو مساجد بنانے کے لیے دینا درست نہیں

سوال: (۲۷۲) قربانی کی کھالیں جب فروخت کردی جائیں تو ان کی قیمت کس قسم کے صدقہ میں شمار ہیں؟ اوران کے مصارف کیا کیا ہیں؟ مسجدوں کی تعمیر وغیرہ میں ان کا صرف کرنا شرعًا جائز ہے یانہیں؟ اوراگر یہ کھالیں مساجد کے متولیوں یا پیش امام کو مسجد بنانے کے لیے دے دی جائیں کہ یہ لوگ ان کوفروخت کرکے ان کی قیمت مسجد کی تعمیر میں صرف کریں؛ یہ شرعًا جائز ہوگا یانہیں؟

(۲۱۵۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قربانی کی کھالوں کی قیمت ان کے فروخت کرنے کے بعد از روئے شریعت صدقہ واجبہ میں داخل ہے کمافي الهداية: ولوباع الجلد أواللحم بالدراهم أو بما لاينتفع به إلا بعد استهلاكه تصدق بثمنه ، لأن القربة انتقلت إلى بدله (۱) اورعینی شرح ہدایہ میں ہے: فإذا تمولته بالبيع وجب التصدق، لأن هذا الثمن حصل بفعل مكروه ، فيكون خبيثًا فيجب التصدق (۲) اورکافی شرح ہدایہ میں ہے: قوله تصدق بثمنه لأن معنى التمول سقط عن الأضحية ، فإذا تمولها بالبيع انتقلت القربة إلى بدله فوجب التصدق (۳)

عبارات مندرجۂ بالا سے جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد مثل زکاۃ وغیرہ کے ان کی قیمت کا صدقہ کردینا واجب ہے، لہٰذا ان کے مصارف بھی مصارف زکاۃ ہیں اور

---

(۱) الهداية ۴/۴۵۰ كتاب الأضحية .

(۲) البناية في شرح الهداية المشهور ب عينى شرح الهداية ۴/۱۹۰كتاب الأضحية ، المطبوعة: المطبع العالى ، نول كشور لكهنؤ .

(۳) الحاشية علىٰ الهداية ۴/۴۵۰ كتاب الأضحية ، رقم الحاشية :۷۔

چوں کہ زکاۃ ونیز دیگر صدقات میں تملیک شرط ہے، اس لیے ان کو تعمیر مسجد وغیرہ میں صرف کرنا ہرگز جائز نہیں ہے، کیونکہ تعمیر مسجد میں تملیک پائی نہیں جاتی۔ **كما في الدرالمختار : لايصرف إلى بناء نحو مسجد ولا إلى كفن ميت وقضاء دينه .... لعدم التمليك وهوالركن (۱) هكذا في فتح القدير وهداية وشرح الوقاية وغيره.**

حضرت حکیم الامت مولانا شاہ اشرف علی صاحب مدظلہم العالی فتاویٰ اشرفیہ میں تحریر فرماتے ہیں: ''جب (کھال) فروخت کردی تو اس کی قیمت کا تصدق کرنا واجب ہے، اور تصدق کی ماہیت میں تملیک ماخوذ ہے، چوں کہ یہ صدقہ واجب ہے اس لیے اس کے مصارف مثل مصارف زکاۃ کے ہیں'' (۲)

اگر کھال مساجد کے متولیوں یا پیش اماموں کو مسجدیں بنانے کے لیے دے دی جائے کہ یہ لوگ اس کی قیمت کو تعمیر مساجد میں صرف کریں وہ بھی جائز نہ ہوگا، کیونکہ یہاں بھی شرط تملیک جو رکن ہے پائی نہیں جاتی، کیونکہ تملیک کے معنی یہ ہے کہ کسی شخص کو مالک بنادینا تاکہ وہ بعد مالک ہونے کے جو چاہے کرے، اور بصورت مذکورہ اس قسم کا مالک بنایا ہی نہیں جاتا بلکہ دینے والے اس لیے دیتے ہیں کہ یہ رقم تعمیر مساجد میں صرف کی جائے اور یہ تملیک نہیں بلکہ سراسر توکیل ہے، قربانی کرنے والے کو جیسا مجاز نہیں کہ کھال کی قیمت تعمیرِ مساجد میں صرف کرے ویسا ہی ان کو بھی مجاز نہیں کہ کسی دوسرے کو مساجد وغیرہ کی تعمیر میں اُسے صرف کرنے کو وکیل بنادے، کیونکہ جس تصرف کے لیے خود مؤکل مجاز نہیں ہے اس کے واسطے دوسرے کو وکیل بنانا بھی جائز نہیں ہے، چنانچہ ہدایہ کے کتاب الوکالہ میں ہے: **من شرط الوكالة أن يكون الموكل ممن يملك التصرف ويلزمه الأحكام ، لأن الوكيل يملك التصرف من جهة الموكل ، فلابد من أن يكون الموكل مالكا لِيُمَلِّكه من غيره (۳)** خلاصہ یہ ہے کہ قربانی کی کھال جب فروخت کردی گئی، پھر اس کی قیمت مساجد وغیرہ میں صرف کرنا شرعًا ممنوع ہے، اور نہ اُسے دوسرے کو اس لیے دینا جائز ہے کہ بعد فروخت اس کی قیمت تعمیر مساجد میں صرف کریں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) الدرالمختار مع الشامي ۳/۲۶۳-۲۶۴ كتاب الزكاة ، باب المصرف .

(۲) امدادالفتاوی ۳/۵۳۶ كتاب الذبائح والأضحية والصيد والعقيقة ، سوال نمبر ۵۶۷، مطبوعہ: زکریا، دیوبند۔

(۳) الهداية ۳/۱۷۹ كتاب الوكالة .

قربانی کی کھالوں کی قیمت مسجد کے اخراجات میں صرف کرنا

سوال: (۲۷۳) قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد میں دینا اور اس سے ڈول ورسی ولوٹا حمام وحجرہ مسجد کی درستی کرانا درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۷/۳۷ھ)

الجواب: حکم شرعی یہ ہے کہ کھالِ قربانی کو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور صدقات واجبہ کا مصرف فقراء و مساکین ہیں مسجد کی تعمیر و مرمت و دیگر اخراجات مسجد و ڈول ورسی وحجرہ و چاہ مسجد ولوٹا وصف وغیرہ میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے، کیونکہ صدقۂ واجبہ میں مالک بنانا فقراء کو ضروری ہوتا ہے اور ان اشیاء میں صرف کرنے سے کسی کی تملیک نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے: **فإن بیع اللحم أو الجلد به .... أو بدارهم تصدق بثمنه إلخ**(۱) **فقط**

چرم قربانی کی قیمت مسجد کے شامیانہ میں لگانا

سوال: (۲۷۴) قیمت چرم قربانی مسجد کے شامیانہ میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۲۸۷۱ھ)

الجواب: چرم قربانی کو جب کہ فروخت کر دیا جاوے تو قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہو جاتا ہے، اس میں تملیک شرط ہے، لہٰذا مسجد کے شامیانہ وغیرہ میں صرف کرنا اس کا درست نہیں ہے، البتہ اگر حیلہ تملیک کا کر لیا جاوے تو درست ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ وہ روپیہ قیمت چرم قربانی کا کسی ایسے شخص کی ملک کر دیا جاوے جو مالک نصاب نہ ہو اور وہ شخص اپنی طرف سے شامیانہ لگا دیوے تو یہ درست ہے: **كذا في الدر المختار. فقط**

مسجد وغیرہ کے لیے لاعلمی سے چرم قربانی کے روپیہ سے اینٹیں خریدی گئیں تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۲۷۵) مسافر خانہ اور مسجد وغیرہ کی مرمت میں بوجہ لاعلمی چرم قربانی کے روپیہ سے

---

(۱) الدر مع الرد ۳۹۸/۹ كتاب الأضحية .

اینٹیں خریدی گئیں تو ان اینٹوں کا استعمال کرنا ان میں جائز ہوا یا نہیں؟ (۵۴۷/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اب صورت جواز کی یہ ہوسکتی ہے کہ جس قدر خشت وغیرہ قیمت چرم قربانی سے خریدی گئی ہیں اس قدر قیمت فقراء کو (چرمِ) قربانی (کی) سمجھ کر صدقہ کردی جاوے، پھر ان اینٹوں وغیرہ کو مسجد یا مسافر خانہ کے لیے خاص کر کے اس میں لگادی جاویں۔

قیمت چرم قربانی سے دُکانات مسجد کا قرض ادا کرنا

سوال: (۲۷۶) ایک مسجد کے لیے کچھ روپیہ قرض لے کر دکانات تعمیر کرائی تھیں اور ایک دوسری مسجد کو چندہ کی ضرورت ہے، لہٰذا قیمت چرم قربانی کو ان کاموں میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو مسئلہ اولی میں صرف کرنا اولیٰ ہے یا ثانیہ میں؟ (۸۸/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی سے نہ قرض دکانات مسجد ادا ہوسکتا ہے اور نہ دوسری مسجد کے چندے میں دینا درست ہے کیوں کہ قیمت چرم قربانی کا تصدق واجب ہے، اور مصرف اس کا مثل مصرف زکاۃ ہے کہ اس میں مالک بنانا فقراء کا شرط ہے، مگر حیلہ ایسے کاموں میں صرف کرنے کا فقہاء نے یہ لکھا ہے، کہ اول کسی فقیر کو مالک بنا کر پھر اس کی طرف سے یہ امور مذکورہ ہوسکتے ہیں، پس بعد حیلۂ تملیکِ فقیر؛ خواہ اس کو وہ فقیر صورت اولیٰ میں صرف کرے یا صورت ثانیہ میں، ہر دو امر جائز ہیں۔ فقط

چرم قربانی مدرسہ میں دینا اور اس کی قیمت سے تنخواہ دینا

سوال: (۲۷۷) چرم قربانی مدرسے میں دے دی جاوے اس کو اہل مدرسہ ملازمین کی تنخواہ میں صرف کرتے ہیں، اور بعض جگہ دستور ہے کہ چند گائیں جمع کرلی گئیں اور حصص مقرر کردیے گئے اور مالکِ حصص سے کہہ دیا کہ یہ گائیں تمہاری طرف سے ذبح کرتے ہیں اس شرط پر کہ یہ چرم قربانی فلاں مدرسے میں دینا ہوگا یا فلاں کام میں صرف کرنا ہوگا، صور مذکورہ بالا میں

(۱) مہتمم کا ملازمین کی تنخواہ میں دینا

(۲) مدرسین کو باوجود علم اس امر کے کہ تنخواہ چرم قربانی سے مہتمم دیتے ہیں تنخواہ لینا

(۳) چرم تعمیر حجرہ یا فرش یا قلعی میں صرف کرنا

مندرجہ بالا یہ سب امور درست ہیں یا نہیں؟ اور قربانی جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ (۲۶۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قیمت چرمِ قربانی واجب التصدق ہے؛ ملازمین کی تنخواہ میں دینا یا مساجد و مدارس کی تعمیر فرش وحجرہ وقلعی وغیرہ میں صرف کرنا ان کا درست نہیں

(۱) مہتمم مدرسہ کو ملازمین کی تنخواہ قیمت چرمِ قربانی سے دینا بلا حیلۂ تملیک ناجائز ہے۔

(۲) مدرسین کو باوجود علم کے لینا اس کا تنخواہ میں ناجائز ہے۔

(۳) تعمیر حجرہ وفرش وقلعی میں صرف کرنا اس کا بدون حیلۂ تملیک ناجائز ہے۔

یہ سب امور ناجائز ہیں، اس کی وجہ سے قربانی میں نقصان آتا ہے اور مرتکب ان افعال کا عاصی اور گنہ گار ہے۔ قال في الدرالمختار في باب الأضحية: فإن بيع اللحم أوالجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه (۱) و فيه أيضًا في باب مصرف الزكوٰة: وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير، ثم يأمره بفعل هذه الأشياء (۲) فقط

سوال: (۲۷۸) مدرسہ عرصہ چار سال سے چندہ اور چرمِ اضحیہ سے جاری ہے، اب چندہ دہندگان نے ایک دم چندہ بند کر لیا ہے، اور کھال میں مسئلہ لگا دیا ہے کہ مدرسہ میں قربانی کی کھال سے امداد کرنا ناجائز ہے، اگر مدرسہ میں قربانی کی کھال نہ دی جاوے گی تو غرباء کے بچے جاہل رہیں گے، کیا حکم ہے؟

(۱۱/۷-۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قربانی کی کھال کا شرعاً یہ حکم ہے کہ اس کو فروخت کرنے کے بعد اس کی قیمت کو صدقہ کرنا واجب ہو جاتا ہے، اور محتاجوں کو مالک بنانا اس کا ضروری ہو جاتا ہے، اور بعد فروخت چرمِ اضحیہ اس کا حکم مثل زکاۃ کے ہو جاتا ہے کہ اس میں مالک بنانا فقراء کا ضروری ہے، پس قیمت جلد اضحیہ طلبۂ مساکین کے مصرف میں آسکتی ہے، مگر تنخواہ مدرسین کی اس میں سے دینا جائز نہیں ہے۔ اس کے لیے یہ حیلہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ کسی محتاج کو اس کا مالک بنا کر اس کی طرف سے مدرسہ میں داخل کر لیا جاوے

---

(۱) الدرمع الشامي ۹/۳۹۸ كتاب الأضحية .

(۲) الدرالمختارمع ردالمحتار ۳/۲۶۴ كتاب الزكاة ، باب المصرف قبل مطلب في جهاز المرأة هل تصير بهٖ غنية ؟

تو پھر مدرسین کی تنخواہ وغیرہ میں بھی اس کو صرف کر سکتے ہیں (۱) پس آپ بھی اپنے مدرسہ میں یہ حیلہ کرلیا کریں (۲) یا یہ کہ تنخواہ ملازمین اور مدرسین کی کسی دوسرے مدسے اور دوسرے چندہ سے دے دیا کریں اور طلبہ کی خوراک اور پارچہ وغیرہ میں قیمت چرم قربانی کو صرف کرلیا کریں۔ فقط

سوال: (۲۷۹) چرم قربانی کا صرف کرنا مدارس ومساجد میں جائز ہے یا نہیں؟ (۵۸۵/۱۳۳۹ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی کا صدقہ کرنا مساکین وغرباء پر ضروری ہے مثل زکاۃ کے جیسا کہ شامی جلد ثانی کتاب الزکاۃ میں ہے کہ جو مصرف زکاۃ کا ہے وہی مصرف صدقات واجبہ کا ہے (۳)

---

(۱) أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذه الأشياء (الدرمع الرد ۳/۲۶۴ كتاب الزكاة، باب المصرف، قبل مطلب في جهاز المرأة هل تصير به غنية ؟)

وحيلة التكفين بها التصدق على الفقير ثم هو يكفن فيكون الثواب لهما وكذا في تعمير المسجد وتمامه في حيل الأشباه (الدرمع الشامي ۳/۱۷۷ كتاب الزكاة ، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً قبيل باب السائمة)

(۲) **حیلۂ تملیک کی شرعی حیثیت:** اس باب کے فتاوی میں بار بار حیلۂ تملیک کا ذکر آیا ہے، یہ حیلہ ایک واقعی بات ہے، حواشی میں شامی وغیرہ کے حوالے ہیں، مگر فتاوی رحیمیہ میں ہے کہ ''تملیک کے لیے ظاہری ردو بدل کافی نہیں ہے'' (۲/۸-۹، قدیم) حیلۂ تملیک اس وقت حیلہ ہے جب کہ ''واقعی تملیک'' مقصود ہو، ورنہ وہ حیلہ ہی نہیں ہے، اور آج کل اہل مدارس وغیرہ جو حیلہ کرتے ہیں: اس میں واقعی تملیک نہیں ہوتی، محض ظاہری طور پر طالب علم وغیرہ کسی غریب کو دیا جاتا ہے پھر اس سے واپس لے لیا جاتا ہے، اور اگر طالب علم وغیرہ فقیر اس کو لے کر چل دے تو اس سے زبردستی لے لیا جاتا ہے، یہ قطعاً حیلۂ تملیک نہیں ہے، ایسے حیلہ سے کوئی حلت پیدا نہیں ہوتی۔

اور حیلہ اگر واقعی ہو یعنی اس میں واقعی تملیک مقصود ہو تو بھی اس سے صرف دنیوی احکام میں حلت پیدا ہوتی ہے، دیانات میں یعنی فیما بین العبد وبین اللہ کوئی حلت پیدا نہیں ہوتی، امداد الفتاوی میں جہاں ختم تراویح کی اجرت کا مسئلہ آیا ہے: حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے ارقام فرمایا ہے کہ حیل دیانات میں حلت واقعی کا فائدہ نہیں دیتے (۱/۴۸۴-۴۸۵، زکریا) پس واقعی حیلوں سے بھی احتراز ضروری ہے، واجب التملیک رقوم ان کے مصارف ہی میں خرچ کی جائیں، کوئی حیلہ حوالہ نہ کیا جائے۔۱۲ سعید احمد پالن پوری

(۳) قوله: (أي مصرف الزكاة والعشر) ...... وهو مصرف أيضا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة (الشامي ۳/۲۵۶ كتاب الزكاة ، أوائل باب المصرف)

اور چرم قربانی کی قیمت بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہوجاتی ہے، اور چونکہ تملیک فقیر اس میں شرط ہے اس لیے اس قیمت کو مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہے اور مدارس میں طلبۂ مساکین پر صرف کرنا جائز ہے۔

سوال: (۲۸۰) چرم قربانی مدرسہ میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور مہتمم صاحبِ نصاب اس کو وصول کر کے مدرسین کی تنخواہ میں دیدے تو جائز ہے یا نہ؟ (۱۳۴۳/۲۸۴ھ)

الجواب: مہتممِ مدرسہ بطریقِ وکالت منجانب مدرسہ چرم قربانی لے کر مصارف مدرسہ میں صرف کرسکتا ہے، اگرچہ مہتمم صاحب نصاب ہو لیکن مہتمم مذکور کو ضروری ہے کہ بعد فروخت کرنے چرم قربانی کے اس قیمت کو طلبۂ مساکین پر صرف کرے یا حیلۂ تملیک کے بعد مدرسین وملازمین مدرسے کی تنخواہ میں یا ان کے خریدِ کتب وغیرہ میں صرف کرے، کیونکہ چرم قربانی کے فروخت کردینے کے بعد اس کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہے، اور مصرف صدقات واجبہ کا وہی ہے جو زکاۃ کا مصرف ہے اور زکاۃ کا روپیہ مدرسین کی تنخواہ میں دینا بدون حیلۂ تملیک کے درست نہیں ہے، اسی طرح تعمیر مدرسہ ومسجد وغیرہ میں بھی بدون حیلۂ تملیک کے صرف کرنا زکاۃ اور صدقات واجبہ کا مثل صدقۃ الفطر وقیمت چرم قربانی ونذر وکفارہ وغیرہ کے جائز نہیں ہے۔ درمختار کتاب الاضحیہ میں ہے: **فإن بيع اللحم أو الجلد به ...... أو بدراهم تصدق بثمنه إلخ ملخصًا (۱) وفي باب مصرف الزكاة من رد المحتار للشامي: وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني (۲) وفي الدر المختار من الزكاة: وحيلة التكفين بها التصدق على الفقير ثم هو يكفن إلخ وكذا في تعمير المسجد وتمامه في حيل الأشباه (۳) فقط**

قیمتِ چرم قربانی سے محتاج مدرسین کی تنخواہیں دینا

سوال: (۲۸۱) قربانی کے چمڑے سے مدرسین کو تنخواہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ دراں حالیکہ مدرس محتاج ہو، اور اس کو علم ہو کہ یہ تنخواہ جو ملتی ہے قربانی کے چمڑے سے ملتی ہے۔ (۱۳۳۰-۲۹/۳۸۷ھ)

---

(۱) الدر مع الرد ۹/۳۹۸ كتاب الأضحية.
(۲) الشامي ۳/۲۵۶ كتاب الزكاة، أوائل باب المصرف.
(۳) الدر مع الرد ۳/۱۷۷ كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً.

الجواب: قیمت چرم قربانی واجب التصدق ہے، بلا معاوضہ فقراء کو دینا اس کا لازم ہے، مدرسین کی تنخواہ میں دینا اس میں سے جائز نہیں اور نہ ان کو لینا جائز ہے، مدرسین خواہ مسکین ہوں یا غنی ہوں ان کی تنخواہ میں دینا قیمت چرم قربانی کا کسی طرح درست نہیں، مگر بہ حیلۂ تملیک کے اس قیمت چرم کا مالک کسی محتاج کو بنا دیا جاوے، پھر وہ اپنی طرف سے مدرسین کو ان کی تنخواہ میں (دینے کے لیے) دے دیوے۔ فقط

قیمتِ چرم قربانی سے غنی مدرسین کی تنخواہیں دینا

سوال: (۲۸۲) قیمت چرم قربانی سے تنخواہ مدرس صاحب نصاب کی دینی جائز ہے یا نہیں؟ نیز چرم مذکور کسی کی ملکیت کر کے مدرسے میں نہیں دی گئی بلکہ مدرسے میں دی گئی ہے، اس طور سے چرم دینا بھی جائز ہے یا تملیک شرط ہے؟ اور چرم کو خود مالک فروخت کر کے قیمت خیرات کر دے جائز ہے یا نہیں؟ اور قیمت چرم بلا تملیک کے تعمیرِ مسجد میں دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۶۱۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی سے تنخواہ مدرس کو دینا جائز نہیں ہے خواہ مدرس صاحب نصاب ہوں یا نہ ہوں، چرم کا مدرسے میں دینا درست ہے، مہتمم مدرسہ گویا وکیل مالک ملک کا ہے وہ تملیک کر کے خرچ کرے، چرم کو خود مالک فروخت کر کے مساکین کو صدقہ کرے یہ درست ہے، گویا یہ فروخت کرنا بہ نیت تصدق ہے، اس لیے درست ہے، قیمت چرم بلا تملیک مسجد میں لگانا درست نہیں اور دینا بھی درست نہیں، مگر بایں طور کہ متولی اور مہتمم مسجد کو دیوے کہ تم اس کی تملیک کر کے مسجد میں صرف کر دو یہ درست ہے۔ فقط

چرم قربانی کی قیمت سے کتابیں خرید کر وقف کرنا

سوال: (۲۸۳) قربانی کی کھال مدرسہ میں یا مسجد میں دینا یا اس کی قیمت کی کتابیں خرید کر مدرسہ میں وقف کر دی جائے، آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا (۳۴۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: چرم قربانی بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہو جاتی ہے اور مصرف اس کا مثل زکاۃ کے ہے، تملیک اس میں شرط ہے، پس مسجد کی تعمیر و مرمت و دیگر ضروریات مسجد میں صرف کرنا اس

کا درست نہیں، مگر بعد حیلۂ تملیک یعنی کسی محتاج کو اس کا مالک بنا کر اس کی طرف سے مسجد میں صرف کیا جائے تو درست ہے، اور مدرسہ میں اگر طلبہ کے مصرف میں لایا جائے تو بلا حیلہ درست ہے، اور اگر کتاب خرید کر وقف کی جائے یا مدرسین وملازمین کی تنخواہ میں صرف کیا جائے تو حیلہ تملیک کا کر لیا جائے جیسا کہ پہلے لکھا گیا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چرم قربانی کی قیمت سے کتابیں خرید کر طلبہ کو دینا

سوال: (۲۸۴) مدرسۂ اسلامیہ میں جو غریب لڑکے مسلمانوں کے درس پاتے ہیں ان کی کتاب کی قیمت و نیز تنخواہ مدرس کی قربانی کے چمڑے سے دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور کتابیں منگائی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ تعمیر مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے یا نہیں؟ (۲۳۴۹/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: قیمتِ چرم قربانی مدرسین کی تنخواہ میں دینا اور تعمیرِ مدرسہ میں صرف کرنا درست نہیں ہے، اور طلبہ کے خرچ میں صرف کرنا درست ہے مثلاً طلبہ کی خوراک اور لباس میں دینا درست ہے، اور اگر کتاب خرید کر طلبہ کی ملک کر دی جائے تو یہ بھی درست ہے غرض اس میں تملیک کی ضرورت ہے، اور اگر مدرسہ میں رکھنے کے لیے کتب دینیات کی منگائی جائیں تو اس میں حیلہ تملیک کا کر لیا جائے، جیسا کہ زکاۃ میں حکم ہے یعنی وہ قیمت چرم قربانی کسی ایسے شخص کو دے دی جائے اور اس کی ملک کر دی جائے جو کہ مالک نصاب نہ ہو، پھر وہ شخص اپنی طرف سے کتب دینیہ منگا کر مدرسہ میں داخل کر دیوے یا مدرسین کی تنخواہ اور تعمیرِ مدرسہ میں صرف کر دیوے بعد تملیک کے یہ سب کام درست ہیں۔ فقط

چرم قربانی کی قیمت سے طلبہ کو وظیفہ دینا

سوال: (۲۸۵) ایسے مدرسہ میں جس میں طلبہ کا وظیفہ اور ان کے خورد ونوش کا انتظام ہو چرم قربانی وصدقۂ فطر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۴۵۴/ ۱۳۳۵ھ)

الجواب: طلبہ کو وظیفہ چرم قربانی کی قیمت اور صدقۂ فطر اور زکاۃ سے دے سکتے ہیں مگر مدرسین وملازمین کی تنخواہ ان میں سے دینا درست نہیں ہے۔

چرم قربانی کی رقم اسکول میں صرف کرنا

سوال: (۲۸۶) کیا فرماتے ہیں علمائے کبار وفضلائے نام دار رحمکم اللہ تعالیٰ اس بارے میں کہ قربانی کے جانوروں کی کھال کو بیچ کر اس کے روپیہ پیسے کو مسجد وعیدگاہ یا مدرسہ یا اسکول وغیرہ کارِ خیر میں صرف کرنا، اور اس سے مدرسوں کو تنخواہ دینا یا ماسٹروں کو شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ بر تقدیر عدم جواز کہ حرام ہے یا مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟ اور حکم اس کا مثل حکم صدقہ واجبہ کے ہے یا نہیں؟ اور جو شخص ایسا کام کرتا ہے اور لوگوں کو اس کے لیے ترغیب دیتا ہے اس پر شرعًا کیا حکم ہے؟ بینوا بالبرهان و توجروا عند الرحمان (۱۷۶۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی کو مدرسہ، اسکول عیدگاہ ومسجد کی تعمیر وغیرہ میں صرف کرنا درست نہیں، اور مدرسین اور ماسٹروں کی تنخواہ دینا اس سے جائز نہیں ہے، بلکہ حرام ہے، کیوں کہ قیمت چرم قربانی واجب التصدق ہے اور تملیک فقراء اس میں ضروری ہے مانند زکاۃ، پس واجب کا ترک حرام ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے: فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه (۱) (درمختار، كتاب الأضحية) وفي باب المصرف منه: باب المصرف أي مصرف الزكاة والعشر إلخ هو فقير وفي الشامي: قوله: (أي مصرف الزكاة) والعشر .... وهو مصرف أيضًا لصدقة الفطر والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات الواجبة كما في القهستاني (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

پس معلوم ہوا کہ حکم قیمت چرم قربانی وصدقۂ فطر وغیرہ صدقات واجبہ کا مثل صدقۂ زکاۃ کے ہے کہ تملیک فقیر اس میں ضروری ہے، جو شخص جائز کہتا ہے اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتا ہے وہ جاہل ناواقف ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اُتم

چرم قربانی کی قیمت مسافر خانے میں صرف کرنا

سوال: (۲۸۷) مسافر خانے میں چرم قربانی صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۴۷/۱۳۴۵ھ)

---

(۱) الدر المختار مع الشامي ۳۹۸/۹ كتاب الأضحية.
(۲) الدر والرد ۲۵۶/۳ كتاب الزكاة، باب المصرف.

الجواب: قیمت چرمِ قربانی اس میں صرف کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ چرمِ قربانی کی قیمت بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہوجاتی ہے اور حکم اس کا زکاۃ کی مانند ہوجاتا ہے تملیک فقراء اس میں ضروری ہے۔

چرمِ قربانی کی قیمت مذہبی مقدمات میں صرف کرنا

سوال: (۲۸۸) اس علاقہ میں ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ قیمت چرمِ قربانی کو جمع رکھ کر مرمت مساجد اور مقدمات مذہبی و مشاہرۂ مدرسین دینیات میں خرچ کریں گے، یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۱۰۵۲/۴۴-۱۳۴۵ھ)

الجواب: کتب فقہِ حنفیہ میں تصریح ہے کہ چرمِ قربانی بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہوجاتی ہے، یعنی اس قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہوتا ہے، اور شامی باب مصرف الزکاۃ میں تصریح کی ہے کہ جو مصرف زکاۃ کا ہے وہی صدقات واجبہ کا مصرف ہے، اس سے ظاہر ہوا کہ قیمت چرمِ قربانی کا حکم مثل زکاۃ کے ہے کہ تملیک فقراء مجاناً اس میں ضروری اور واجب ہے، مساجد اور مشاہرۂ ملازمین و مدرسین وغیرہ میں اور تعمیر مدرسہ و مسجد و مقدمات مذہبی وغیر مذہبی میں صرف کرنا اس کا بلا حیلۂ تملیک کے جائز نہیں ہے، البتہ اگر چرمِ قربانی کسی شخص کو تملیکاً دے دیا جاوے تو پھر اس کو اختیار ہے کہ اس عین چرم کو اپنے کام میں لاوے یا فروخت کر کے خود صرف کرے یا اور کسی نیک کام تعمیر مسجد اور مدرسہ وغیرہ میں لگادیوے۔ فقط

چرمِ قربانی کی قیمت تبلیغ اسلام میں صرف کرنا

سوال: (۲۸۹) چرمِ قربانی کی قیمت مدرسہ اسلامی اور شعبۂ تبلیغ اور جمعیۃ علماء ہند میں صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۴/۳۱ھ)

الجواب: چرمِ قربانی بعد فروخت کرنے کے اس کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہوجاتا ہے، اور حکم اس کا مثل زکاۃ کے ہوجاتا ہے اور مالک بنانا فقراء کا اس میں ضروری ہوجاتا ہے، لہٰذا اگر تبلیغ واشاعت اسلام وغیرہ میں اس کو خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو حیلۂ تملیک اوّل کرلیا جائے۔ فقط

چرمِ قربانی کی رقم رفاہِ عام کے کاموں میں صرف کرنا

سوال: (۲۹۰) ایک محلّہ کے آدمیوں کا؛ چرم قربانی باتفاق فروخت کرکے کوئی شئے خرید کرنا جس سے محلّہ والوں کو نفع رہے مثل دیگ یا فرش وغیرہ کے بنانا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۰۶/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے، بلکہ بعد فروخت کرنے کے فقراء پر صدقہ کریں، قیمت چرم قربانی کا تصدق ضروری ہے۔

چرمِ قربانی کی رقم سے محلّہ میں فانوس روشن کرنا

سوال: (۲۹۱) راندیر کے نگینہ محلّہ کے مسلمان اپنے محلّہ کی قربانی کے چمڑے جمع کرکے ایک شخص کو بطور بخشش ہبہ کردیتے تھے، پھر وہ شخص ان چمڑوں کو فروخت کرکے اس کی قیمت سے محلّہ میں راہ داری کے لیے فانوس روشن کردیا کرتا تھا، اور جواز کی صورت جناب مولوی غلام محمد صاحب مرحوم نے بتلائی تھی، مدت سے روشنی کا کام چمڑوں کی قیمت سے چلتا تھا، مگر امسال پھر کسی نے شبہ ڈال دیا کہ یہ صورت جائز نہیں ہے، اس لیے سوال ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے یہ صورتِ جواز شریعت کے موافق بتلائی تھی یا خلاف شریعت؟ (۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: یہ صورت جو مولوی غلام محمد صاحب نے بتلائی تھی صحیح ہے، درمختار میں ایسا ہی لکھا ہے(۱) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۲۹۲) اگر کسی شخص کو اس شرط پر چرم قربانی کا مالک بنادیا جاوے کہ تم بعد مالک ہونے کے اس کی قیمت سے محلّہ کی روشنی کا انتظام کردینا اور نیز یہ بھی معلوم ہوجاوے کہ چرم قربانی کی قیمت کس صدقہ میں داخل ہے؟ امیدوار ہوں کہ احکام شریعت اس بارے میں کیا ہیں؟ (۱۱۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی جو بعد فروخت کرنے چرم کے حاصل ہو اس کا صدقہ کرنا فقراء و مساکین پر واجب ہے، اور مصارف اس کے زکاۃ کے مثل ہیں، تملیک فقیر اس میں ضرور ہے کذا في

---

(۱) أن الحیلة أن یتصدق علی الفقیر ثم یأمره بفعل هذه الأشیاء (الدرمع الرد ۲۶۴/۳ کتاب الزکاة، باب المصرف)

الشامي اور یہ بھی کتب فقہ میں مصرح ہے کہ زکاۃ وغیرہ صدقات واجبہ کو کہ جس میں قیمت چرم قربانی بھی داخل ہے تعمیر مسجد و مرمت مسجد و روشنی و سامان مسجد وغیرہ میں صرف نہیں کر سکتے، اور یہ حیلہ بھی کتب فقہ میں لکھا ہے کہ کسی مسکین کو یا فقیر کو اوّل اس کا مالک بنا دیا جاوے، پھر اس سے کہا جاوے کہ تو اپنی طرف سے اس روپیہ کو مسجد وغیرہ میں یا روشنی وغیرہ میں صرف کر دے، مگر دینے کے وقت یہ شرط نہ کرے بلکہ دینے کے بعد اس سے کہہ دے(۱) بہر حال اس حیلہ سے روشنی وغیرہ اور خرید لال ٹین وغیرہ میں اس کو صرف کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ اعلم

سوال: (۲۹۳) قربانی کی کھال فروخت کر کے اس کی قیمت سے محلّہ میں روشنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۶۶/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: چرم قربانی کی قیمت کا صدقہ کرنا فقراء پر واجب ہے محلّہ کی روشنی اس سے کرنا درست نہیں ہے۔ **كما في الدر المختار: فإن بيع اللحم أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه إلخ** (۲) فقط

چرم قربانی کی قیمت سے سڑک بنانا

سوال: (۲۹۴) زید، بکر قربانی میں اپنے ساتھ والدین مرحوم کو شریک کرنا چاہتے ہیں جائز ہے یا ناجائز؟ اور قربانی کی کھال کی قیمت سے راستہ یا سڑک بنا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۱۹۸۸/۴۶-۱۳۴۷ھ)

الجواب: اس صورت میں زید و بکر دونوں اپنے اور اپنے والدین کی جانب سے ایک گائے قربانی کر سکتے ہیں، شرعاً اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ درمختار میں ہے: **وصحّ اشتراك ستة في بدنة إلخ** (۳) اور قیمت چرم قربانی سے راستہ اور سڑک بنانا درست نہیں ہے، بلکہ قیمت چرم کا صدقہ کرنا فقراء اور مساکین پر ضروری ہے، لہٰذا ایسے امور میں صرف کرنا کہ جس میں تملیک فقیر نہ ہو جائز نہیں ہے۔ فقط

---

(۱) وقدمنا أن الحيلة أن يتصدق على الفقير ثم يأمره بفعل هذهِ الأشياء . وفي الشامي : قوله: (ثم يأمره إلخ) ......وفي التعبير بـ ثم إشارة إلى أنه لو أمره أوّلا ؛ لا يجزى (الدر والرد ۳/۲۶۳-۲۶۴ كتاب الزكاة بابُ المصرف)

(۲) الدرمع الرد ۹/۳۹۸ كتاب الأضحية .

(۳) الدرمع الشامي ۹/۳۸۴ كتاب الأضحية .

چرم قربانی کی قیمت سے لاوارث میت کی تجہیز و تکفین کرنا

سوال: (۲۹۵) قیمت چرم قربانی سے میت کی تجہیز و تکفین کرنا یا دیگ، خوان وغیرہ خریدنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۸۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قیمت چرم قربانی سے یہ دونوں کام درست نہیں ہیں، صورت جواز کی یہ لکھی ہے کہ کسی محتاج کو اپنی قوم وغیرہ میں سے وہ روپیہ دے کر اس کو مالک بنا دیا جائے، پھر وہ شخص اپنی طرف سے ان کاموں میں وہ روپیہ صرف کر دے تو یہ درست ہے۔ فقط

سوال: (۲۹۶) قیمت چرم قربانی مسلمان مُردوں لاوارث کی تجہیز و تکفین، رفاہ مسلمانان کی تدابیر، تعمیر و مرمتِ مقابر میں صرف کرنا کیسا ہے؟ بینوا و توجروا اور انجمن میں جمع کرنا اس غرض سے کہ جائز مصرف میں صرف ہو کیسا ہے؟ (۲۱۲/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: تجہیز و تکفینِ موتی و مرمت و تعمیر مسجد و مدرسہ و مقبرہ میں و دیگر رفاہ عام کے کام میں صرف کرنا درست نہیں ہے، اس میں مالک بنانا محتاج کا مانند زکاۃ کے ضروری ہے۔ طلبۂ مساکین اور اطفال مساکین کے لباس و طعام میں صرف ہو سکتی ہے، مگر وہ کپڑا یا کھانا جو اس روپے سے تیار ہو مساکین طلبہ کی ملک کر دیا جائے، اور ان کو دے دیا جائے (۱) اور جمع کر دینا اس قیمت کا انجمن و مدارس اسلامیہ میں اس غرض سے کہ جائز مصرف میں صرف ہو درست ہے۔ فقط

اغنیاء کو چرم قربانی یا اس کی رقم دینا

سوال: (۲۹۷) چرم اضحیہ بعد فروخت کرنے کے اس کا صدقہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور اغنیاء کو اس کا دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۹۷/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: چرم قربانی بعد فروخت کرنے کے واجب التصدق ہے، فقراء کو مالک بنانا ضروری ہے مثل زکاۃ کے، اور اغنیاء کو دینا درست نہیں ہے، اور یہ حکم وجوب صدقہ کا بعد فروخت کرنے کے ہے،

---

(۱) ویشترط أن یکون الصرف تملیکا لا إباحة وفي الشامي: قوله: (تملیکا) فلایکفي فیها الإطعام إلا بطریق التملیك إلخ (الدر والرد ۲۶۳/۳ کتاب الزکاة، باب المصرف)

قبل فروخت چمڑے کو جیسا کہ خود اپنے کام میں لا سکتے ہیں یعنی ڈول وغیرہ بنا سکتے ہیں دوسروں کو بھی دے سکتے ہیں اگرچہ وہ اغنیاء ہوں۔

سوال: (۲۹۸) چرم اضحیہ بعینہٖ غنی کو ہبہ کر سکتے ہیں یا نہیں؟ (۶۷۵/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: چرم اضحیہ بعینہٖ خود بھی استعمال کر سکتے ہیں اور اسے غنی کو ہبہ بھی کر سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

چرم قربانی یا اس کی قیمت اپنے بالغ غریب لڑکے کو دینا

سوال: (۲۹۹) زید غنی ہے اور قربانی کرتا ہے اس کا ایک لڑکا بالغ غریب ہے، زید اپنے لڑکے مذکورہ کو قربانی کا چمڑا یا اس کی قیمت دے سکتا ہے یا نہیں؟ (۱۳۵۱/۳۹-۱۳۴۰ھ)

الجواب: چمڑے کا دے دینا جائز ہے اور قیمت چرم قربانی کا دینا درست نہیں ہے مثل زکاۃ کے۔ فقط

چرم قربانی اور گوشت سید کو دینا

سوال: (۳۰۰) قربانی کا گوشت وکھال سید کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۴۹/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: قربانی کا گوشت اور کھال سید کو دینا درست ہے، لیکن اگر کھال کو فروخت کر دے تو اس کی قیمت سید کو دینا درست نہیں ہے، کیوں کہ اس قیمت کا صدقہ کرنا فقیر پر واجب ہے، اور سید کو صدقۂ واجبہ دینا درست نہیں ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

قربانی کی کھال سقہ کو دینا

سوال: (۳۰۱) قربانی کی کھال وغیرہ جو بالعموم سقہ یا امام کو دی جاتی ہے اس قصد پر کہ ان کا حق ہے اس صورت میں قربانی میں کسی قسم کا نقص آتا ہے یا نہیں؟ (۲۶۷۴/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: سقہ یا امام ومؤذن وغیرہ کا حق الخدمت سمجھ کر بطور معاوضہ کے چرم قربانی یا قیمت اس کی دینا درست نہیں ہے، اور اس قدر قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے ورنہ قربانی میں نقصان رہے گا۔ فقط

سوال: (۳۰۲) چرم قربانی وعقیقہ یا اس کی قیمت سقہ وغیرہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۵۱۷/۱۳۳۵ھ)

الجواب: ان کو دینا درست نہیں محتاجوں کو بلا کسی معاوضہ کے دینا چاہیے۔ فقط

قربانی کی اجرت میں گوشت یا چرم قربانی کی قیمت دینا

سوال: (۳۰۳) اجرت قربانی میں گوشت یا چرم قربانی کی قیمت دینا جائز ہے یا نہیں؟

(۹۸/۳۵-۱۳۳۶ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ کذافي الدر المختار وغیرہ من کتب الفقه (۱) فقط

سوال: (۳۰۴) اجرت قصاب ان کھالوں میں سے دیدے تو کیسا ہے؟ (۶۱/۱۳۳۵ھ)

الجواب: جائز نہیں ہے۔ فقط

چرم قربانی کی قیمت غیر مسلم کو دینا درست نہیں

سوال: (۳۰۵) پوست قربانی کو فروخت کر کے غیر مسلم کو دینا جائز ہے یا نہیں؟ (۲۹۲۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: بعد فروخت کرنے کے اس قیمت کا حکم زکاۃ کا سا ہو جاتا ہے، فقرائے مسلمین کو دینا ضروری ہے، غیر مسلم کو دینا درست نہیں ہے۔

قربانی کی کھال، سری اور اوجھڑی وغیرہ میں کسی کا حق نہیں

سوال: (۳۰۶) ہمارے گاؤں میں رواج ہے کہ قربانی میں سری نائی کی اور اوجھڑی چمار کی، اور کھال امام مسجد کی ہوتی ہے، اور ان کو یہ اشخاص اپنا حق سمجھتے ہیں کیا یہ حقوق مقرر کرنا جائز ہے؟

(۲۰۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: قربانی کی کھال کو امام کا حق سمجھنا غلط ہے، قربانی کی کھال کو بعد فروخت کرنے کے صدقہ کرنا چاہیے، اور امام مسجد کو بہ معاوضہ امامت دینا جائز نہیں، بلکہ غریب محتاجوں کو دینا چاہیے، اور

(۱) ولا یعطی أجر الجزار من الأضحیة لقوله علیه السّلام لعلیّ رضی اللّٰه عنه تصدق بجلالها و خطامها، ولا تعط أجر الجزار منها شیئًا (الهدایة ۴/۴۵۰ کتاب الأضحیة، قبیل کتاب الکراهیة وکذا في الشامي ۹/۳۹۸-۳۹۹ کتاب الأضحیة)

سری اوجھڑی میں بھی کسی خاص شخص کا حق نہیں ہے جس کو چاہیں دیں، اوجھڑی کا کھانا چونکہ مکروہ ہے (یعنی طبعًا ناپسندیدہ ہے) اس لیے اس کو کوئی نہ کوئی لے جائے گا، اور سری کو اگر خود نہ کھائے دوسروں کو دیدے، اگر نائی سقہ کو کھانے کے لیے دیدے مگر اس کا حق نہ سمجھے تو یہ بھی درست ہے مثلاً جس طرح نائی سقہ وغیرہ کو مسلمان سمجھ کر گوشت دینا درست ہے، سری کا دینا بھی درست ہے، مگر حق کسی کا کسی چیز میں نہیں ہے، علی ہذا القیاس امام یا مؤذن اگر محتاج ہوں اور ان کو بسبب محتاج ہونے کے چرم قربانی دیدے، نہ اس وجہ سے کہ ان کی امامت کی وجہ سے ان کا حق ہے تو درست ہے۔

محتاج کو کچھ رقم اس نیت سے دینا کہ جب چرم قربانی کی قیمت وصول ہوگی تو اتنی رقم رکھ لوں گا

سوال: (۳۰۷) اگر چمڑا قربانی فروخت کرنے پر قیمت وصول نہ ہوئی تھی کہ کسی شخص نے کچھ سوال کیا اور اس سائل کو اس نیت سے کچھ دے دیا کہ جب فروختگیٔ چرم کے دام آویں گے تو ہم رکھ لیں گے، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۴۵۰ھ)

الجواب: اگر قیمت چرم قربانی ہنوز وصول نہیں ہوئی اور اپنے پاس سے کسی محتاج کو کچھ رقم دیدی اس ارادہ سے کہ جس وقت قیمت چرم قربانی وصول ہوجاوے گی اس میں سے یہ رقم رکھ لی جائے گی تو یہ درست ہے، کیونکہ دراہم ودنانیر میں ایسے موقع میں تعیین نہیں ہوتی۔ فقط

قربانی کی کھال دباغت کر کے فروخت کی ہو تو دباغت کا صرفہ لینا کیسا ہے؟

سوال: (۳۰۸) ایک شخص نے چرم قربانی کو بلا دباغت فروخت نہیں کیا کہ کم قیمت کو فروخت ہوتا، بلکہ دباغت کرا کر فروخت کیا اور دباغت میں دو روپیہ صرف ہوئے بعد فروخت کے دو روپیہ مجرا کرسکتا ہے یا کل کا صدقہ واجب ہوگا؟ (۱۳۳۳-۳۲/۱۰۲۲ھ)

الجواب: کل قیمت کا تصدق واجب ہوگا۔ کما هو قضية الإطلاق: فإن بيع اللحم

أو الجلد به أي بمستهلك أو بدراهم تصدق بثمنه إلخ(۱)(درمختار)

چرمِ قربانی کی قیمت آئندہ قربانی تک گھر میں رکھنا

سوال: (۳۰۹) اگر قیمت چرمِ قربانی کی آئندہ قربانی تک گھر میں رکھے رہے تو کیا حکم ہے؟ (۱۳۳۵/۶۱ھ)

الجواب: صدقہ کرنا اس کا ضروری ہے اول تو اسی وقت کرے اور اگر وہ قیمت رکھے رہے تو اب صدقہ کردے۔ فقط

بعض شرکاء کا چرمِ قربانی کی قیمت بے موقع صرف کرنا

سوال: (۳۱۰) سات آدمیوں نے قربانی کا جانور خرید کر ذبح کیا اور چمڑا فروخت کر کے اپنے اپنے حصے کی قیمت لے لی، چار آدمیوں نے قیمت چرم کو ناجائز موقع پر صرف کیا؛ اس صورت میں کس کی قربانی ہوئی اور کس کی نہیں ہوئی؟ (۱۳۳۶-۳۵/۲۲۹ھ)

الجواب: قربانی سب کی ہوگئی، مگر جس نے قیمت اپنے حصۂ چرم کی بے موقع صرف کی اس کے ذمے اسی قدر قیمت صدقہ کرنا واجب ہے اگر نہ کرے گا تو اس کی قربانی میں نقص رہے گا۔

افسران کا زبردستی چرمِ قربانی وصول کرنا

سوال: (۳۱۱)......(الف) ایک گاؤں کے دو افسر صاحبِ مال نہیں ہیں وہ اس گاؤں کے لوگوں سے قربانی کا چمڑا جبرًا قہرًا وصول کرتے ہیں اور لوگوں سے وصول کراتے ہیں، آیا اس طرح سے ان کا وصول کرانا اور لوگوں کا وصول کر کے دینا عندالشرع جائز ہے یا نہیں؟

(ب) اکثر وہ لوگ جو قربانی کرتے ہیں ان کے خویش و اقارب میں یتیم و بیوہ ہیں جن کا وارث کوئی نہیں کہ ان کے نان ونفقہ کی خبر گیری کرے، ان لوگوں سے بھی وہ افسرانِ گاؤں چمڑا جبرًا قہرًا وصول کرتے ہیں اگر وہ لوگ اپنے خویش و اقارب کے یتیم و بیوہ وحاجت مندان کو چمڑا دے دیں

---

(۱) الدر مع الرد ۳۹۸/۹ کتاب الأضحية.

اوران افسران کو جو کہ مدرسہ کے لیے وصول کرتے ہیں نہ دیں تو جائز ہے یا نہیں؟ (۳۸۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: (الف) جبرًا قہرًا لینا ان لوگوں کا چرم قربانی کو درست نہیں، قربانی کرنے والوں کو اختیار ہے کہ یا وہ خود اس چرم کو دباغت دے کر اپنے استعمال کے لیے کوئی چیز ڈول و دسترخوان وغیرہ بنوالیں، اور اگر فروخت کریں تو اس کی قیمت محتاج و مسکین کو تقسیم کریں یا طلبۂ مدرسہ کو دے دیں، افسران و اغنیاء کو یہ درست نہیں کہ جبرًا وہ چرم قربانی وصول کریں۔

(ب) قربانی کرنے والوں کو اختیار ہے کہ بعد فروخت چرم قربانی کے وہ اپنے اقرباء و یتامیٰ و مساکین و بیوہ عورتوں کو دے دیویں یا طلبۂ مدارس عربیہ کو دے دیویں جبر کرنا ان پر درست نہیں، حدیث شریف میں ہے: **ألا لا تظلموا، ألا لا يحل مال امرىء إلابطيب نفسه** (۱)

---

(۱) مشكاة المصابيح ص :۲۵۵ كتاب البيوع – باب الغصب والعارية.

باب العقيقة

عقیقہ کا بیان

عقیقہ کرنا مستحب ہے

سوال: (۳۱۲) عقیقہ در مذہب حنفیہ سنت است یا واجب یا مستحب یا مباح؟ (۱۲۸/۳۵-۱۳۳۵ھ)

الجواب: صحیح ایں است کہ عقیقہ در مذہب حنفیہ مستحب است نہ سنت۔ كما في الشامي: يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه، ويحلق رأسه، ويتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعره فضة أو ذهبًا، ثم يعق عند الحلق عقيقة إلخ(۱) فقط واللہ اعلم

ترجمہ: سوال: (۳۱۲) عقیقہ مذہب حنفی میں سنت ہے یا واجب یا مستحب یا مباح؟

الجواب: صحیح یہ ہے کہ مذہب حنفی میں عقیقہ مستحب ہے نہ کہ سنت، جیسا کہ شامی میں ہے۔

سوال: (۳۱۳) عقیقہ کرنا مستحب ہے یا سنت؟ (۳۵/۱۳۴۰ھ)

الجواب: عقیقہ کرنا عند الحنفیہ جائز اور مستحب ہے اور اس میں ثواب ہے۔ فقط

عقیقہ کے چند احکام

سوال: (۳۱۴) عقیقہ کا حکم کیا ہے مثل قربانی کے ہے؟ ایک گائے میں سات لڑکوں کا ہوسکتا ہے؟

---

(۱) الشامي ۹/۴۰۷ آخر كتاب الأضحية.

اور یہ بھی خیال رہے کہ لڑکے اور لڑکی کا مجموعہ سات ہے، عقیقہ کا حکم ہے کہ پیدائش کے دنوں کا خیال رہے گو کتنے ہی دن گذر جائیں، جب اتنے لڑکے ہوں گے تو دن کا خیال کہاں رہا؟ بلکہ پیدائش کا دن مختلف ہوگا، اور جو حدیث میں وارد ہے کہ لڑکے کے لیے دو بکری اور لڑکی کے لیے ایک بکری ہونا چاہیے(۱) جب گائے میں لڑکے لڑکی شامل ہیں تب کیسے ہوگا؟

عقیقہ کا گوشت اس کے ماں باپ دادا نانا نانی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ عقیقہ کی ہڈی توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ اور گوشت کیسے تقسیم ہونا چاہیے؟ اگر اہل وعیال زیادہ ہوں تو نصف تک رکھنا باقی تقسیم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ (۳۴۱/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: ایک گائے میں سات حصے عقیقہ کے ہوسکتے ہیں، لڑکا ہے تو اس کے دو حصے لیے جاویں اور لڑکی کا ایک حصہ، اور جب کہ لڑکے ایک دن کے پیدا شدہ ہوں تو ان کا عقیقہ ایک دن ہوگا، اجتماع ہوسکتا ہے، اور اگر ولادت کا دن مختلف ہے تو اگر موافق سنت کے ساتویں دن عقیقہ کرنا چاہتا ہے تو ہر ایک کا علیحدہ کردیوے، اگر بکرا بکری نہ ملے تو پوری گائے بھی ایک عقیقہ میں ہوسکتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک ہڈی توڑنا بھی جائز ہے(۲) اور دادا نانا وغیرہ اور سب اقرباء کو کھانا اس کا جائز ہے، اور گوشت کے اگر تمام حصے رکھ لیوے یا تمام تقسیم کردیوے یہ سب درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ فقط

عقیقہ نہ کرنے میں کوئی مؤاخذہ نہیں

سوال: (۳۱۵) عقیقہ کا تارک گنہ گار رہتا ہے یا نہ؟ (۱۵۳۹/۱۳۴۰ھ)

الجواب: عقیقہ واجب نہیں ہے اس کا تارک گنہ گار نہیں ہے، بلکہ اگر کیا جاوے تو بہتر ہے اور ثواب ہے، اور اگر نہ کیا جاوے تو گناہ نہیں ہے، اور بہتر یہ ہے کہ عقیقہ ساتویں روز کیا جاوے اور اگر ساتویں دن نہ ہو تو چودھویں دن یا اکیسویں دن کیا جاوے، پھر جب چاہے کردے۔

---

(۱) عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده رضي الله عنه قال: سئل رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عن العقيقة ...... عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة، رواه أبوداوٗد والنسائي (مشكاة المصابيح ص: ٣٦٣ كتاب الأطعمة، باب العقيقة، الفصل الثاني)

(۲) سواء فرق لحمها نيئا أو طبخه، بحموضة أو بدونها مع كسر عظمها أو لا (الشامي ٩/٤٠٧ آخر كتاب الأضحية)

سوال: (۳۱۶) کیا عقیقہ نہ کرنے سے گنہ گار ہوتا ہے؟ (۱۱۷۵/۱۳۴۵ھ)

الجواب: عقیقہ مستحبات سے ہے جس کے ترک پر کوئی مؤاخذہ نہیں، علی الخصوص عدم استطاعت کی صورت میں تو بالکلیہ ساقط ہے۔

دو ماہ کے بعد بھی عقیقہ کرنا اچھا ہے

سوال: (۳۱۷) ایک لڑکا عرصہ دو ماہ کا ہوگیا ہے اب اس کا عقیقہ کس طریق پر کیا جاوے یا اب عقیقہ کرنا فضول ہے؟ پیشتر سے یہ دھوکا ہوگیا کہ جس وقت چاہو کرلو، اب معلوم ہوا کہ اکیس یوم تک سنت تھا اب کوئی عمدہ صورت نکل سکتی ہے تو مطلع فرمایے۔ (۶۲۷/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: دو ماہ کے بعد بھی عقیقہ کر دینا اچھا ہے، اس کو فضول نہ سمجھنا چاہیے، پس بلا قید دن وتاریخ کے جس دن ہوسکے بچے کی طرف سے عقیقہ کر دیا جاوے، دو بکرے قاعدے کے موافق ذبح کر دیے جاویں۔ فقط

عقیقہ کا وقت اور اس کے گوشت کی ہڈیاں توڑنا

سوال: (۳۱۸) عقیقہ کتنے روز بعد کرنا چاہیے، اخیر مدت کہاں تک ہے؟ عقیقہ کے گوشت کی ہڈیاں توڑی جائیں یا نہیں؟ عقیقہ کا گوشت والدین کو کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۹۰۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عقیقہ ساتویں روز ولادت سے مستحب ہے، اگر اس وقت نہ ہو تو بہتر ہے کہ چودہویں روز یا اکیسویں روز کرے، ورنہ جب کردے اچھا ہے کچھ حرج نہیں ہے، اور ہڈیوں کا توڑنا درست ہے، اور والدین کو اس کا کھانا درست ہے۔ شامی میں ہے: **مع کسر عظمها أولا، واتخاذه دعوة أو لا إلخ** (۱)

سوال: (۳۱۹) عقیقہ کے گوشت کی ہڈیاں توڑی جائیں یا الگ الگ جوڑ چھڑائے جائیں؟ (۲۵۶۸/۱۳۳۷ھ)

---

(۱) الشامي ۹/۴۰۷ آخر كتاب الأضحية.

الجواب: ہڈیوں کا توڑنا درست ہے، مگر نہ توڑنا بہتر ہے جیسا کہ بعض روایات میں وارد ہے(۱)

سوال: (۳۲۰) عقیقہ کے جانور کی ہڈیوں کا توڑنا جائز ہے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۶۰۶ھ)

الجواب: عقیقہ کے جانور کی ہڈیوں کا توڑنا درست ہے اور اگر نہ توڑے تو یہ اچھا ہے اور بہتر ہے، اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، الغرض یہ امر یعنی ہڈیوں کا نہ توڑنا مستحبات میں سے ہے ضروری امر نہیں ہے۔ فقط

لڑکے کے عقیقہ میں دو اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کرنا مستحب ہے

سوال: (۳۲۱) لڑکے اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکرا یا ایک بکری ذبح کریں یا لڑکے کے عقیقہ میں دو اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک، اور عقیقہ ولادت سے کتنے روز بعد ہونا چاہیے؟ (۱۵۹/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: لڑکے کے عقیقہ میں دو بکری اور لڑکی کے عقیقہ میں ایک بکری ذبح کریں یہ مستحب ہے، لیکن اگر دونوں کے عقیقہ میں ایک ایک بکرا و بکری ذبح کریں تب بھی کچھ مضائقہ نہیں، ثواب اس میں بھی حاصل ہے، اور عقیقہ ولادت سے ساتویں روز مستحب ہے، اگر اس دن نہ ہوا تو چودھویں یا اکیسویں روز ہو جاوے ورنہ جب کبھی ہو جاوے اچھا ہے کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

عقیقہ کے گوشت کو تین حصوں پر تقسیم کرنا ضروری نہیں

سوال: (۳۲۲) عقیقہ کا گوشت کئی حصے پر تقسیم کیا جائے؟ لڑکی کی تاریخ پیدائش ۲ صفر ۱۳۴۲ھ بروز جمعہ ہے، آیا عقیقہ میں کسی تاریخ یا دن کی قید ہے یا نہیں؟ (۲۲۱/۱۳۴۳ھ)

---

(۱) عن عطاء عن أم كرز و أبي كرز قال: نذرت امرأة من آل عبدالرحمان بن أبي بكر أن ولدت امرأة عبدالرحمان نحرنا جزورا ، فقالت عائشة: لا، بل السنة أفضل ، عن الغلام شاتان مكافئتان وعن الجارية شاة تقطع جدولا ولايكسرلها عظم ، فيأكل ويطعم ويتصدق ولكن ذاك يوم السابع، فإن لم يكن ففي أربعة عشر ، فإن لم يكن ففي إحدى وعشرين، هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه (إعلاء السنن ۱۷/۱۱۴-۱۱۵ كتاب الذبائح ، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة)

الجواب: عقیقہ میں گوشت کے حصص کرنے کی ضرورت نہیں ہے خواہ تمام خود پکالیویں اور احباب واقرباء کوکھلادیویں یا تمام گوشت اقرباء واحباب وغیرہ کو تقسیم کردیویں، یہ تفصیل اس میں نہیں ہے کہ کس قدر تقسیم کرے اور کس قدر خود رکھے اور اگر ایسا کرے کہ مثل قربانی کے ایک ثلث فقراء کو دیویں، اور ایک ثلث اقرباء واحباب کو دیویں، اور ایک ثلث خود رکھے تو یہ بھی درست ہے لیکن یہ ضروری نہیں ہے اس میں ہر طرح کا اختیار ہے، اور عقیقہ پیدائش کے دن سے ایک دن پہلے کرے تو یہ اچھا ہے باقی جس دن بھی کردے درست ہے، عقیقہ ادا ہو جائے گا، اصل میں عقیقہ پیدائش سے ساتویں دن ہے، پھر چودھویں دن پھر اکیسویں دن اس کے بعد جب چاہے کرے کچھ تعین نہیں ہے، لیکن اگر پیدائش کے دن سے ایک دن پہلے کرے تو یہ اچھا ہے، مثلاً اگر جمعہ کو بچہ پیدا ہوا تو جمعرات کو عقیقہ کرے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے۔ فقط

جو جانور قربانی میں ذبح ہوسکتا ہے وہ عقیقہ میں بھی ہوسکتا ہے

سوال: (۳۲۳) عقیقہ کی کیا شرائط اور کیا تعریف ہے؟ حلق اور ذبح میں معیت شرط ہے یا نہیں؟ (۲۰۴۲/ ۱۳۴۱ھ)

الجواب: عقیقہ کے احکام وہی ہیں جو قربانی کے ہیں یعنی جو جانور قربانی میں ذبح ہوسکتا ہے عقیقہ میں بھی ہوسکتا ہے، عقیقہ کا مطلب صرف یہ ہے کہ اس بچے کے سر کے بال منڈوائے جاویں اور بکری وغیرہ ذبح کی جاوے معیت حلق اور ذبح میں شرط نہیں ہے۔ فقط

قربانی کی گائے میں عقیقہ کا حصہ لینا درست ہے

سوال: (۳۲۴) قربانی کی گائے میں سے حصہ لینا عقیقہ کے لیے درست ہے یا نہیں؟

(۵۰۶/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عقیقہ کے لیے حصہ لینا اس گائے میں سے درست ہے۔ فقط

سوال: (۳۲۵) قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کے حصے شامل کرنا درست ہے یا نہیں؟

(۷۸۶/ ۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: قربانی کے حصوں کے ساتھ عقیقہ کے حصے شامل کرنا درست ہے (۱)

اونٹ، گائے اور بھینس کو عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے

سوال: (۳۲۶) اگر عقیقہ میں خصی بکرے کے بجائے گائے، بھینس، بیل وغیرہ ذبح کیا جائے درست ہے یا نہ؟ (۹۰۱/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: گائے، بھینس اور بیل کو عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے اور عقیقہ اس سے ادا ہو جاتا ہے، اور سات تک کی شرکت ان جانوروں میں صحیح ہے۔ کما جاء في الحدیث: عن ابن عباس رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہما ...... فاشترکنا في البقرۃ سبعۃ وفي البعیر عشرۃ (۲) وفي بعض الروایات: البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن سبعۃ (۳) أو کما قال صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، وھو المعمول بہ عند الأحناف. فقط

سوال: (۳۲۷) عقیقہ میں علاوہ بکری کے گائے بھینس اونٹ بیل کا ذبح کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۱۲۲۰/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عقیقہ میں گائے بھینس، اونٹ، بیل وغیرہ بھی درست ہے۔

سوال: (۳۲۸) عقیقہ گائے سے بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور مثل قربانی کے اس میں سات آدمی شریک ہوسکتے ہیں یا نہ؟ (۱۳۴۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عقیقہ گائے سے بھی درست ہے اور سات حصہ مثل قربانی کے اس میں ہوسکتے ہیں۔ فقط

سوال: (۳۲۹) ...... (الف) سوائے بکری کے اور کسی جانور کا عقیقہ میں ذبح کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے یا نہیں؟ اور عقیقہ کا جانور کیسا ہونا چاہیے؟

(ب) گائے، بھینس، اونٹ کا عقیقہ میں ذبح کرنا اگر جائز ہے تو ایک گائے یا بھینس یا اونٹ

---

(۱) وکذا لو أراد بعضھم العقیقۃ عن ولد قد وُلد لہ من قبل، لأن ذلک جھۃ التقرب بالشکر علیٰ نعمۃ الولد (حاشیۃ ابن عابدین ۹/۳۹۵ کتاب الأضحیۃ)

(۲) مشکاۃ المصابیح ص: ۱۲۸ کتاب الصلاۃ، باب في الأضحیۃ، الفصل الثاني.

(۳) مشکاۃ المصابیح ص: ۱۲۷، کتاب الصلاۃ، باب في الأضحیۃ، الفصل الأول.

سات آدمیوں کے لیے کافی ہوسکتا ہے یا نہ؟ اور اس صورت میں پسر و دختر کے احکام کیا ہوں گے؟
(۲۶۸۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف-ب) اکثر احکام عقیقہ کے مثل قربانی کے ہیں، پس جو جانور ذبح کرنا قربانی میں درست ہے عقیقہ میں بھی درست ہے، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ بھی عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے، ان میں سات حصے ہو سکتے ہیں اور پوری گائے وغیرہ بھی ایک عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے جیسا کہ قربانی میں درست ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذبح کبش عقیقہ میں مروی ہے(۱) پس تخصیص کبش کی مراد نہیں ہے بلکہ جملہ وہ جانور جو قربانی میں ذبح ہو سکتے ہیں عقیقہ میں بھی ہو سکتے ہیں، چنانچہ شامی میں تصریح ہے کہ اگر گائے یا اونٹ میں بعض شرکاء قربانی کی نیت کریں اور بعض عقیقہ کی تو درست ہے **وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد إلخ** (۲) اور پسر کے لیے چونکہ دو بکری و دنبہ کا ذبح کرنا مستحب ہے تو اگر گائے میں حصہ لیوے تو دو حصہ لیوے اور دختر کے لیے ایک کافی ہے اور یہ پہلے لکھا گیا ہے کہ پوری گائے وغیرہ بھی ایک عقیقہ میں ذبح کر سکتا ہے۔ فقط

سوال: (۳۳۰) گائے کا عقیقہ جائز ہے تو کس حدیث سے؟ (۵۱۸/۱۳۴۲ھ)

الجواب: حدیث میں عقیقہ میں گائے کا ذبح کرنا وارد نہیں ہے بلکہ بکرا دنبہ وغیرہ وارد ہوا ہے، لیکن فقہاء رحمہم اللہ نے عقیقہ کا حکم ذبحِ جانور میں قربانی کا سا لکھا ہے اور قربانی کے ساتھ عقیقہ کی شرکت کو بھی جائز رکھا ہے اور قربانی میں گائے اونٹ بکری سب درست ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عقیقہ میں بھی یہ سب درست ہے شامی میں ہے: **قد علم أن الشرط قصد القربة من الكل — إلى أن قال — وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل إلخ** (۳) فقط

اونٹ، گائے اور بھینس میں سات عقیقہ ہو سکتے ہیں

سوال: (۳۳۱) عقیقہ میں گائے و شتر کا ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر بقول جمہور جائز ہے تو ایک

(۱) عن ابن عباس رضي الله عنهما أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم عقَّ عن الحسن والحسين كبشا كبشا رواه أبو داوٗد (مشكاة المصابيح ص: ۳۶۳ كتاب الأطعمة، باب العقيقة، الفصل الثاني)
(۲) الشامي ۹/۳۹۵ كتاب الأضحية .
(۳) حوالۂ سابقہ۔

گائے یا ایک شتر سات عقیقہ کے لیے کافی ہے یا نہ؟

نوٹ: ایک مولوی صاحب نے یہ جواب لکھا تھا کہ ایک گائے وایک شتر سات عقیقہ کو کافی نہیں ہوسکتا۔ (۱۴۳۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: وعن جابر رضي الله عنه أن النّبی صلّى الله عليه وسلّم قال: البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة رواه مسلم (۱) اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ایک بقر اور ایک اونٹ سات کی طرف سے کافی ہے اور شریعت کے قاعدہ اور احادیث کی تصریح سے یہ ثابت ہے کہ سبع بدنہ قائم مقام ایک شاۃ کے ہے، پس جب کہ عقیقہ میں ایک شاۃ کافی ہے تو سبع بدنہ بھی ضرور کافی ہے اور جب کہ قربانی میں جو کہ واجب ہے سبع بدنہ کافی ہے تو عقیقہ میں جو کہ واجب بھی نہیں کیسے کافی نہ ہوگا؟ اور قیاس فقہاء ومجتہدین کا معتبر ہے اور ایک حجت ہے دین میں کما فصل في موضعه (۲) پس جب کہ تصریح فقہاء کی ہے کہ عقیقہ میں یہی حکم ہے جو قربانی میں کہ سبع بدنہ کافی ہے اور یہ قیاس مستنبط عن الأحاديث ہے تو پھر انکار اس کا تعنت ہے۔ شامی میں ہے: تنبيه: قد علم أن الشرط قصد القربة من الكل، وشمل مالو كان أحدهم مريدا للأضحية عن عامه وأصحابه عن الماضى الخ وشمل ما لو كانت القربة واجبة على الكل أو البعض اتفقت جهاتها أولا: كأضحية وإحصار إلخ وكذا لو أراد بعضهم العقيقة عن ولد قد ولد له من قبل، لأن ذلك جهة التقرب بالشكر على نعمة الولد ذكره محمد رحمه الله إلخ (۳) (شامي ۵/ ۲۰۷) فقط

پورا کٹڑا عقیقہ میں ذبح کرنا درست ہے

سوال: (۳۳۲) عقیقہ میں گائے یا کٹڑا بھی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور مثل قربانی سات حصے کیے جاویں یا سالم کیا جاوے؟ (۱۰۵۲/۱۳۴۱ھ)

---

(۱) مشكاة المصابيح ص: ۱۲۷ كتاب الصلاة ، باب في الأضحية ، الفصل الأوّل.

(۲) القياس حجة من حجج الشرع ، يجب العمل به عند انعدام مافوقه من الدليل في الحادثة ، وقد ورد في ذلك الأخبار والآثار (أصول الشاشي ص: ۲۰۰، البحث الرابع في القياس ، فصل في حجية القياس ، المطبوع : مكتبة البشرى ، كراتشي ، باكستان)

(۳) ردالمحتار ۹/ ۳۹۵ كتاب الأضحية .

الجواب: عقیقہ میں گائے اور کٹڑا اور بھینس کو بھی ذبح کر سکتے ہیں اور سات حصے تک اس میں ہو سکتے ہیں، لیکن اگر پوری گائے وغیرہ ایک عقیقہ میں ذبح کردی جاوے تو یہ بھی درست ہے۔ فقط

ایک گائے تین لڑکوں کے عقیقہ میں کافی ہوسکتی ہے یانہیں؟

سوال: (۳۳۳)......(الف) زید پر قربانی واجب ہے اور وہ اپنے تین لڑکوں کا عقیقہ کرنا چاہتا ہے ایام قربانی میں ایک گائے زید کی طرف سے قربانی میں اور تینوں لڑکوں کے عقیقہ میں کافی ہوسکتی ہے یانہیں؟

(ب) ایک گائے تین لڑکوں کے عقیقہ کو کافی ہوسکتی ہے یانہیں؟ (۱۶۵۴/۱۳۳۵ھ)

الجواب: (الف-ب) ایک گائے میں قربانی کا حصہ اور عقیقوں کے حصے لے سکتے ہیں، قربانی اور عقیقہ ادا ہو جاوے گا، دوسری صورت میں بھی عقیقہ صحیح ہے ایک گائے میں دو تین چار سات تک عقیقے ہو سکتے ہیں۔ فقط

ایام قربانی میں سے کوئی دن عقیقہ کا نہ ہوتو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۳۴) عقیقہ میں بقر کیا جاسکتا ہے یانہیں؟ قربانی وعقیقہ ایک ہی بقر میں ہوسکتا ہے کہ نہیں؟ اگر قربانی کے تین دنوں میں سے کوئی دن عقیقہ کا نہ ہوتب بھی عقیقہ ہوسکتا ہے یانہیں؟ نیت کس طرح کرے؟ (۲۸۸۶/۱۳۴۲ھ)

الجواب: عقیقہ میں گائے بیل ذبح کرنا جائز ہے، اور عقیقہ وقربانی ایک گائے بیل اونٹ میں جائز ہے، اور اگر قربانی کے تین دن میں وہ دن نہ پڑے جو عقیقہ کے لیے مستحب ہے مثلاً ساتواں دن یا چودھواں یا اکیسواں دن تو عقیقہ پھر بھی ہو جاتا ہے، اور نیت دونوں کی کرے مثلاً چھ حصوں میں نیت قربانی کی کرے اور ایک حصہ میں عقیقہ کی نیت کرے۔ فقط

تاریخ پیدائش یاد نہ ہوتو عقیقہ کس طرح کرے؟

سوال: (۳۳۵) اگر ایام پیدائش بالکل یاد نہ ہوں تو کس دن عقیقہ کیا جائے؟ (۴۴/۲۷/۱۳۳۷ھ)

الجواب: جس دن چاہے کرے حتی الوسع اس روز ولادت کو یاد کرکے اس سے ایک دن پہلے کرے۔

سوال: (۳۳۶) بچے کے پیدا ہونے کا دن ولی کو یاد نہیں رہا اب عقیقہ کس طرح کرے؟
(۳۲/۵۰۶-۱۳۳۳ھ)

الجواب: جس دن چاہے کردے۔ فقط

جن بچوں کی تاریخ پیدائش الگ الگ ہے ان کا عقیقہ ایک ساتھ کرنا درست ہے

سوال: (۳۳۷) ایک گائے میں سات نام پر عقیقہ کیا جائے اور ساتوں کے ایام پیدائش مختلف ہوں تو کیا حکم ہے؟ (۲۷۴۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عقیقہ ہوجائے گا، ساتواں دن ہونا افضل ہے اگر ایسا نہ ہوا، اور آگے پیچھے ہوگیا تب بھی عقیقہ ہوگیا۔

قربانی کی نیت سے پالا ہوا بکرا عقیقہ میں ذبح کرنا

سوال: (۳۳۸) زید کے یہاں ایک بکرا ہے، جس کی عمر پورے ایک سال کی ہوچکی ہے، جب بکرا پیدا ہوا تھا تو یہ نیت کی تھی کہ اس بکرے کی قربانی عیدالاضحیٰ پر کریں گے، کیا اس کو عقیقہ میں ذبح کرنا جائز ہے؟ (۷۸۵/۱۳۴۳ھ)

الجواب: محض نیت اور خیال سے اور ارادہ سے نذر ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا اس بکرے کا ذبح کرنا قربانی میں لازم نہیں ہے، بلکہ اس کو عقیقہ میں بھی ذبح کرسکتے ہیں۔ فقط

عقیقہ کے جانور کی قیمت صدقہ کرنے سے عقیقہ ادا نہ ہوگا

سوال: (۳۳۹) عقیقہ کے جانور کی قیمت صدقہ کردینے سے عقیقہ ادا ہوجاتا ہے یا نہیں؟
(۳۲/۶۰۴-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عقیقہ کے جانور کی قیمت للہ دینے سے سنت عقیقہ کی ادا نہ ہوگی۔

عقیقہ کا بکرا یا اس کی قیمت مدرسہ میں دینا

سوال: (۳۴۰) اگر عقیقہ کے بکرے کی قیمت اسلامی مدرسہ یا انگورا فنڈ وغیرہ میں دینے سے یا بکرا دینے سے عقیقہ ادا ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۱/۴۰۳ھ)

الجواب: اس سے عقیقہ ادا نہ ہوگا، عقیقہ اور قربانی جانور کے ذبح کرنے سے ہی ادا ہوتے ہیں۔ فقط

جو بچہ عقیقہ کرنے سے پہلے مرگیا وہ والدین کے حق میں شفاعت کرسکتا ہے

سوال: (۳۴۱) جس لڑکے کا عقیقہ نہ ہوا ہو، تو والدین اس کی طرف سے قربانی کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اگر قربانی کردیں تو عقیقہ کی ضرورت رہی یا نہیں؟ اور حدیث شریف میں ہے کہ جس لڑکے کا عقیقہ نہیں ہوا وہ والدین کی شفاعت نہیں کرسکتا اس حدیث کا مطلب کیا ہے؟ جو لڑکا صغر سن میں بے عقیقہ ہوئے مرجائے تو والدین کی شفاعت کرسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا (۱۳۳۴-۳۳/۳۵۳ھ)

الجواب: قربانی بھی کرسکتے ہیں اور عقیقہ کی بھی نیت اس میں ہوسکتی ہے، اور حدیث شریف میں مرہون کا لفظ آیا ہے (۱) اس کے معنی میں اختلاف ہے بعض علماء نے یہ معنی بھی بیان کیے ہیں کہ والدین کی شفاعت سے روکا گیا ہے (۲) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

---

(۱) عن الحسن عن سمرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلّى الله عليه وسلّم : الغلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع ويسمّى ويحلق رأسه رواه أحمد والترمذي و أبوداوٗد والنسائی لکن في روايتهما رهينة بدل مرتهن (مشكاة المصابيح ص: ۳۶۲ كتاب الأطعمة ، باب العقيقة، الفصل الثاني)

(۲) قوله: (مرتهن) بضم الميم وفتح الهاء أي مرهون(بعقيقته) يعني أنه محبوس سلامته عن الآفات بها أو أنه كالشئ المرهون .... وقيل : معناه أنه معلق شفاعته بها، لايشفع لهما إن مات طفلا و لم يعق عنه (مرقاة المفاتيح ۱۵۶/۸، كتاب الأطعمة ، باب العقيقة ، شرح ”الغلام مرتهن بعقيقته“)

سوال: (۳۴۲) مولود کا عقیقہ ساتویں روز نہیں کیا بعد میں وہ مر گیا، پھر عقیقہ کرنے سے ثواب ملے گا یا نہیں؟ اور وہ بچہ شفاعت کرے گا یا نہیں؟ (۱۳۳۹/۱۹۳ھ)

الجواب: بچے کے مرجانے کے بعد عقیقہ مستحب نہیں رہا اور عقیقہ کا وقت نہیں رہا اور بچے کا والدین کی شفاعت کرنا اور بخشوانا عقیقہ پر موقوف نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۳۴۳) لڑکا نابالغ قبل از عقیقہ انتقال کر گیا تو یہ والدین کے لیے شفیع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور بہ امید شفاعت اگر بعد انتقال عقیقہ کیا جاوے تو عند اللہ مقبول ہوگا یا نہیں؟ (۱۳۴۰/۲۶۶ھ)

الجواب: حدیث شریف میں ہے: اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ (۱) مرقاۃ میں ہے: والمعنى أنه كالشيء المرهون لا يتم الانتفاع والاستمتاع به دون فكه والنعمة إنما تتم على المنعم عليه بقيامه بالشكر وظيفة الشكر في هذه النعمة ماسنّه نبی اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وسلّم وهو أن يعق عن المولود شكرًا لِلّٰه تعالىٰ وطلبًا لسلامة المولود ويحتمل أنه أراد بذلك أن سلامة المولود ونشوه على النعت المحبوب رهينة بالعقيقة ، وهذا هو المعنى (۲) پس اس حدیث کے عمدہ معنی یہ ہیں جو مرقات میں بیان کیے، اور بعض نے اس حدیث سے یہ مطلب لیا ہے کہ لڑکا بدون عقیقہ کے شفاعت والدین سے روکا گیا ہے مگر یہ صحیح نہیں ہے اور خصوصًا جب کہ حنفیہ عقیقہ کی سنیت کے نسخ کے قائل ہیں (۳) تو پھر نفیٔ شفاعت بوجہ ترک عقیقہ صحیح نہ ہوگی، بہر حال بچے کی زندگی

---

(۱) اس حدیث شریف کی تخریج سوال (۳۴۱) کے جواب میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) ''بچہ اپنے عقیقہ کے بدلے گروی ہے'' اس ارشاد نبوی کے معنی یہ ہیں کہ بچہ گروی چیز کی طرح ہے، اُسے چھڑائے بغیر اس سے فائدہ اٹھانا اور نفع حاصل کرنا تام نہیں ہوتا، اور نعمت کا شکریہ ادا کرنے سے منعم علیہ پر نعمت تام ہوتی ہے، اور اس نعمت میں شکریہ ادا کرنے کا طریقہ وہی ہے جس کو اللہ کے نبی ﷺ نے تجویز فرمایا، اور وہ طریقہ یہ ہے کہ بچہ کی طرف سے عقیقہ کیا جائے اللہ کا شکریہ ادا کرنے اور بچہ کی سلامتی طلب کرنے کی غرض سے، اور احتمال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس ارشاد سے یہ معنی مراد لیے ہوں کہ بچہ کی سلامتی اور عمدہ طور پر اس کی نشو ونما عقیقہ کے ساتھ جڑی ہوئی ہے، اور یہی معنی مراد ہیں۔ (مرقاة المفاتيح ۸/۱۵۷ كتاب الأطعمة ، باب العقيقة ، شرح '' اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيْقَتِهٖ'')

(۳) عن أبي حنيفة عن رجل عن محمد بن الحنفية أن العقيقة كانت في الجاهلية ، فلمّا جاء الإسلام رفضت. رواه أيضا محمد في كتاب الآثار ص:۱۱۶ وقال: به نأخذ. وهو قول أبي حنيفة =

میں بچے کے محفوظ رہنے کے لیے اس کی طرف سے عقیقہ کیا جاتا ہے، پس جب وہ بچہ فوت ہو گیا تو عقیقہ اس کا باقی نہ رہا، ویسے اگر جانور ذبح کر کے تقسیم کر دیا جاوے اور یا کھایا جاوے تو اس میں کچھ حرج بھی نہیں ہے لیکن وہ عقیقہ مسنونہ نہیں ہے۔ فقط

عقیقہ کا جانور ذبح کرنے کے لیے کونسا وقت اور کون شخص بہتر ہے؟

سوال: (۳۴۴) عقیقہ فرض ہے یا واجب یا سنت یا مستحب؟ ابتدائے ولادت سے کب تک ہونا جائز ہے؟ عقیقہ کا گوشت والدین کو کھانا کیسا ہے؟ اور دایا وغیرہ کو کس قدر دیا جاوے؟ غیر مذہب کو کھلانا کیسا ہے؟ لیل ونہار میں سے کوئی وقت معینہ ہے یا جس وقت چاہیں قربانی کر سکتے ہیں؟ ذبح کے واسطے اولی کون شخص ہے؟ (۹۵۵/۱۳۳۸ھ)

الجواب: عقیقہ مستحب ہے، فرض اور واجب نہیں ہے، اور وقت مستحب اس کا ساتواں دن ولادت سے ہے، اور اگر ساتویں دن نہ ہو سکے تو چودہویں یا اکیسویں دن کرے، اور اگر نہ ہو پھر جب چاہے کرے اور والدین کو کھانا اس میں سے درست ہے(۱) اور دایا و حجام کو دینا اس میں سے کچھ ضروری نہیں ہے نہ گوشت اور نہ سری پائے، اور اگر دیدیوے تو کچھ حرج نہیں ہے بہتر ہے، جس قدر چاہے دے دیوے، اور ذبح کرنے کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں ہے رات ہو یا دن، اور جو کوئی چاہے ذبح کرے کسی کی تخصیص نہیں ہے اور غریب غیر مذہب والوں کو بھی دینا درست ہے۔ فقط

= قال الشيخ ظفر أحمد العثماني رحمه الله : أقول : نص الروايات ظاهر في أن مذهب أبي حنيفة رحمه الله هو أن العقيقة منسوخة وغير مشروعة بعد. ومانقله الشامي عن جامع المحبوبي أنها مباحة وشرح الطحاوي أنها مستحبة ليس بنقل للمذهب بل هو رأي منهما، رآياه لما ورد في ذلك من الأخبار (إعلاء السنن ۱۷/۱۰۱، كتاب الذبائح، كشف الحقيقة عن أحكام العقيقة، باب العقيقة)

(۱) و أنه يستحب الأكل منها والإطعام والتصدق كما في الأضحية ، فما اشتهر على ألسنة العوام أن أصول المولود لايأكلون منها لاأصل له (إعلاء السنن ۱۷/۱۱۷ كتاب الذبائح ، باب أفضلية ذبح الشاة في العقيقة)

بنام آنحضرت ﷺ عقیقہ کرنا

سوال: (۳۴۵) ایک شخص نے بنام آنحضرت ﷺ عقیقہ اور قربانی کی، آیا دونوں جائز ہیں یا نہیں؟ (۱۰۷۵/۱۳۴۱ھ)

الجواب: قربانی کرنا میت کی طرف سے مسنون ہے اور عقیقہ بعد ولادت کے مسنون ہے نہ بعد مرنے کے، پس قربانی صحیح ہے اور عقیقہ نہیں ہوا لیکن اگر عقیقہ سے ایصال ثواب مقصود ہو تو ثواب پہنچ جاوے گا۔ شامی میں ہے: من ضحى عن الميت إلخ (۱) اور مشکوٰۃ شریف میں ہے: عن بريدة رضي الله عنه قال: كنا في الجاهلية إذا ولد لأحدنا غلام ذبح شاة (۲) (الحديث)

عقیقہ کا جانور ذبح کرتے وقت کیا دعا پڑھنی چاہیے؟

سوال: (۳۴۶) عقیقہ کا بکرا ذبح کرتے وقت کیا دعا پڑھے؟ اور بکری کی سری پائے کس کا حق ہے؟ (۱۶۴۹/۱۳۳۷ھ)

الجواب: عقیقہ ہو یا قربانی صرف بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کر دیوے یہ کافی ہے، پھر اگر قربانی ہے تو قربانی کی نیت دل میں کرے اور اگر عقیقہ ہے تو عقیقہ کی نیت کرے اور اگر دعا: اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ إلخ (۳) پڑھ دے تو یہ بھی اچھا ہے،

---

(۱) الشامي ۹/۳۹۵ كتاب الأضحية .

(۲) عن بريدة رضي الله عنه قال : كنا في الجاهلية إذا ولد لأحدنا غلام ذبح شاة ولطخ رأسه بدمها، فلما جاء الإسلام كنا نذبح الشاة يوم السابع، ونحلق رأسه ، ونلطخه بزعفران. رواه أبوداوٗد ، وزاد رزين: ونسميه (مشكاة المصابيح ص: ۳۶۳ كتاب الأطعمة ، باب العقيقة ، الفصل الثالث)

(۳) والدعاء قبل التسمية أوبعدالذبح لابأس به لعدم القران أصلا وفي الشامي:قوله: (لابأس به) أي لايكره ، لما روي عن النبي صلّى الله عليه وسلّم أنه قال بعد الذبح : أللّٰهم تقبل هذا عن أمة محمد ممن شهد لك بالوحدانية ولي بالبلاغ وكان عليه الصلاة والسّلام إذا أراد أن يذبح قال: أللّٰهم هذا منك ولك ، إن صلاتي ونسكي ومحياى ومماتي لِلّٰهِ رب العالمين، لاشريك له =

اور عقیقہ کے بکرے کے سری اور پائے کسی خاص شخص کا حق نہیں ہے، جس کو چاہے دیدے اور چاہے خود کھائے، غرض قربانی کا سا حکم ہے عقیقہ کا بھی۔

جس جگہ عقیقہ کیا جارہا ہے وہاں بچہ کا ہونا ضروری نہیں

سوال: (۳۴۷) زید کا لڑکا غیر موضع میں پیدا ہوا ہے زید نے اپنے مکان پر عقیقہ کیا اور اسی دن لڑکے کے بال موضع مذکور میں منڈوائے یہ عقیقہ جائز ہے یا نہیں؟ (۱۴۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: عقیقہ میں مستحب صرف یہ ہے کہ جس وقت بچہ کے بال اتریں اسی وقت یا کچھ مقدم اور مؤخر عقیقہ کا جانور ذبح کیا جاوے، پاس ہونا بچہ کا یا سامنے ہونا شرط نہیں ہے **كما قال في ردالمحتار: ثم يعق عند الحلق عقيقة إباحة ...... أو تطوعًا انتهى ملخصًا**(۱) فقط

سوال: (۳۴۸) کیا یہ صورت عقیقہ کی جائز ہے کہ بچہ کسی دوسرے مقام پر ہو جس کی حاضری وقت پر دشوار ہو تو اس بچے کے نام پر عقیقہ کا جانور دوسرے مقام پر ذبح کر دیا جاوے، اور جہاں بچہ ہے وہاں پہلے سے لکھ دیا جاوے کہ فلاں فلاں تاریخ ہم عقیقہ کے نام پر یہاں جانور ذبح کریں گے، تم وہاں بچہ کا سر منڈا کر حسب قاعدہ شرعی استعمال صندل وغیرہ کا کرا کر بالوں کو ہم وزن سیم یا زر کر کے فقراء کو تقسیم کرا دو۔ بینوا توجروا (۱۱۴۷/۱۳۴۱ھ)

الجواب: یہ صورت جائز ہے۔ فقط

ایک ہی وقت میں عقیقہ کا جانور ذبح کرنا اور سر مونڈنا ضروری نہیں

سوال: (۳۴۹) زید کا قول ہے کہ عقیقہ میں ایک ساتھ ایک ہی وقت میں سر کا مونڈنا اور جانور کا ذبح کرنا ضروری نہیں ہے، جانور ذبح کرنے کے بعد اگر سر مونڈا جائے تو کچھ حرج نہیں ہے۔ بکر کا قول ہے کہ دونوں کام ایک ہی وقت میں ہونے چاہیے؟ (۱۵۱۲/۱۳۳۵ھ)

= و بذلك أمرت و أنا من المسلمين، بسم الله والله أكبر، ثم ذبح و هكذا روي عن علي كرم الله وجهه زيلعي وغيره (الدر والشامي ۳۶۴/۹، كتاب الذبائح)

(۱) الشامي ۴۰۷/۹ آخر كتاب الأضحية.

الجواب: ایسی معیت ضروری نہیں ہے، جیسے کہ مشہور ہے کہ اِدھر استرہ سر مونڈنے کو سر پر رکھا جاوے اور اُدھر جانور کے گلے پر چھری رکھی جاوے، تھوڑا آگے پیچھے ہونے میں کچھ حرج نہیں ہے، اور لمعات کی عبارت جس سے استدلال کیا گیا ہے وہ بھی اس پر دال ہے کہ معیت حقیقیہ مراد نہیں ہے کیوں کہ اس سے تقدم ذبح علی الحلق ثابت ہے۔ کما هو ظاهر اور پھر یہ امور مستحبہ میں سے ہے اس میں نزاع کی ضرورت نہیں ہے حتی الوسع "عند" کا لحاظ رکھا جاوے اور تھوڑے بہت تفاوت و تقدم و تاخر کو مانع نہ سمجھا جاوے هذا هو القول الفیصل. فقط

سوال: (۳۵۰) عقیقہ میں بروقتِ ذبح سر پر استرہ پھیرنا مستحب ہے کذا في الشامي (۱) یا تقدیم اور تاخیر کردے تو کیا حکم ہے۔ (۱۶۲۲/۱۳۳۵ھ)

الجواب: تحقیق یہ ہے کہ پوری معیت ضروری نہیں ہے اور مراد بھی نہیں ہے، تھوڑے سے تقدم و تاخر میں کچھ حرج نہیں ہے۔

عقیقہ کے وقت پیدائشی بالوں کے برابر سونا چاندی صدقہ کرنا بہتر ہے

سوال: (۳۵۱) عقیقہ کا گوشت سب اعزاء و اقرباء کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اور کھال کا کیا حکم ہے؟ اور بالوں کے برابر سونا چاندی دینا کیسا ہے؟ (۶۶۳/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: اس گوشت کو سب اعزاء اور اقرباء کھا سکتے ہیں، اور ہڈیوں کے توڑنے میں کوئی حرج نہیں ہے، اور بالوں کے برابر چاندی سونا فقراء کو دینا مستحب ہے (۲) اور کھال اپنے کام میں ڈول وغیرہ کے لاسکتے ہیں (۳)

(۱) يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه ويحلق رأسه ...... ثم يعق عندالحلق عقيقةً إباحة على ما في الجامع المحبوبي أو تطوعا على مافي شرح الطحاوي (الشامي ۹/۴۰۷، آخر كتاب الأضحية)

(۲) خاتمة: يستحب لمن ولد له ولد أن يسميه يوم أسبوعه ويحلق رأسه ويتصدق عند الأئمة الثلاثة بزنة شعره فضة أوذهبا...... مع كسرعظمها أولا (ردالمحتار ۹/۴۰۷ آخر كتاب الأضحية)

(۳) ويتصدق بجلدها أويعمل منه نحو غربال وجراب وقربة وسفرة و دلو إلخ (الدرالمختارمع الشامي ۹/۳۹۸ كتاب الأضحية)

سوال: (۳۵۲)......(الف) جب مدت کے بعد عقیقہ کیا جاتا ہے تو اس وقت تک پیدائشی بال بن چکتے ہیں تو جو بال اس وقت لڑکے کے سر پر موجود ہیں اس کو بنوا کر اس کے برابر سونا چاندی خیرات کرے یا یہ حکم پیدائشی ہی بال کے لیے ہے؟

(ب) جس لڑکے کا عقیقہ کرنا ہو تو کیا اس کے بال عقیقہ سے پہلے نہ بنوائے جاویں؟

(۹۴۲/۱۳۴۱ھ)

الجواب: (الف-ب) یہ حکم پیدائشی بالوں کے لیے ہے جس وقت پیدائشی بال اتارے جاویں ان بالوں کے برابر سونا یا چاندی صدقہ کرنا بہتر ہے اور اگر نہ کیا تو کچھ حرج نہیں ہے، اور بہتر ہے کہ جس وقت عقیقہ کرے اسی وقت پیدائشی بال اتارے اور اگر بہ ضرورت بال پہلے اتار دیے جاویں اور عقیقہ بعد میں ہو تو اس میں بھی کچھ حرج نہیں ہے، مگر بہتر اور مستحب یہ ہے کہ بوقت ذبح جانور بال اتارے جاویں۔

نوسال کی عمر میں عقیقہ کیا تو پیدائش سے اب تک کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا کیسا ہے؟

سوال: (۳۵۳) ایک شخص نے اپنے لڑکے کا عقیقہ نوسال کی عمر میں کیا ہے اور ابتداء سے اب تک کل سر کے بال جمع ہیں تو کل بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرے یا جو اس وقت سر پر سے اترے ہیں؟ (۱۹۵۷/۱۳۴۰ھ)

الجواب: اس صورت میں اختیار ہے خواہ کل بالوں کے عوض صدقہ کرے یا انہیں بالوں کے عوض صدقہ کرے جو اس وقت سر پر سے اترے ہیں اس میں شرعاً کچھ زیادہ تاکید نہیں ہے، اگر کر دے بہتر ہے اور اگر نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں ہے۔ فقط

بڑی عمر میں عقیقہ کرنا بھی کار ثواب ہے اور جوان عورت عقیقہ کے وقت سر کے بال نہ منڈوائے

سوال: (۳۵۴) میری عمر ۳۰ سال اور میری بیوی کی عمر ۲۰ سال ہوگی، ہم دونوں کا قصد ادائے

عقیقہ کا ہے اس عمر میں عقیقہ مستحب ہے یا نہیں؟ اور سر کے بال منڈوانے بوقت عقیقہ اگر مستحب ہے؛ تو جب کہ عقیقہ والی مسماۃ کی عمر ۲۰ سال ہے؛ تو کیا ہونا چاہیے؟ اور بالوں کے برابر چاندی خیرات کرنے کا کیا حکم ہے؟ اور ایک ران ذبیحہ کی دائی کا حق مشہور ہے اس کی بابت کیا حکم ہے؟ (۱۳۴۳/۳۶۴ھ)

الجواب: عقیقہ دراصل بچے کا ساتویں دن ولادت سے یا چودھویں دن یا اکیسویں دن مستحب ہے، پھر اس کے بعد جس وقت کردے اچھا ہے اور بڑی عمر میں عقیقہ کردینے میں بھی کچھ حرج نہیں ہے بلکہ کار ثواب ہے، لیکن اگر جوان بالغہ عورت کی طرف سے عقیقہ کیا جائے تو اس کے سر کے بال نہ منڈوائے جائیں کہ یہ حرام ہے، اور بالوں کے برابر چاندی دینے کا استحباب اس وقت ہے کہ بال منڈوائے جائیں اور عورت بالغہ کے چونکہ سر کے بال نہ منڈوائے جائیں گے اس لیے اس کے لیے ہم وزن بالوں کی چاندی صدقہ کرنا بھی نہیں ہے، ویسے اگر اندازہ سے کچھ صدقہ خیرات کردے تو کچھ حرج نہیں ہے، اور دائی کو ران دینا ضروری نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۳۵۵) اپنی پیدائش کا دن یاد نہ ہو تو عقیقہ کس طرح کرے؟ اور عورت جب اپنا عقیقہ کرے تو سر کے بال منڈوائے یا نہیں؟ (۱۳۴۳/۴۵۵ھ)

الجواب: اگر پیدائش کا دن یاد نہ ہو جب چاہے عقیقہ کرے، اور عورت بال سر کے نہ منڈوائے کہ یہ اس کے لیے ممنوع ہے۔ فقط

فوت شدہ اولاد کی طرف سے عقیقہ کرنا مستحب نہیں

سوال: (۳۵۶) جس عورت کے بچے ہو کر فوت ہو گئے ان پر عقیقہ کرنا کیسا ہے؟ اس کا دل کہتا ہے کہ اپنے لڑکوں کا عقیقہ کروں، اگر کرے تو اس کے واسطے کتنے بکرے ہونے چاہئیں، سات بچے ہوں تو ایک گائے کردے؟ فقط بینوا توجروا (۱۳۳۰-۲۹/۱۷۷ھ)

الجواب: عقیقہ کرنا اولاد کا مستحب ہے اور یہ استحباب ان کی زندگی میں ہے، بعد موت اولاد کے ضرورت نہیں ہے، لیکن اگر کوئی عورت یا مرد ایسا کرے تو درست ہے اگر سات بچے ہوں تو ایک گائے کا ذبح کرنا درست ہے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: (۳۵۷) بعد فوت ہو جانے مولود کے عقیقہ درست ہے یا نہیں؟ (۱۳۳۵/۹۹۷ھ)

الجواب: عقیقہ جو مسنونہ ہے وہ بعد مرنے بچہ کے نہیں ہے یعنی اس کو عقیقہ نہ کہا جاوے گا، باقی ذبح کردینا جانور کا اور اس کو صدقہ کرنا یا کھانا کھلانا درست ہے، اس میں کچھ حرج نہیں ہے جس وقت کردے درست ہے، لیکن وہ عقیقہ مسنونہ نہ کہا جاوے گا کیونکہ عقیقہ بوقت ولادت مولود یعنی ساتویں روز ولادت سے مثلاً ہوتا ہے نہ بہ وقت موت۔ قال علیه الصلاة والسّلام: من ولد له ولد فأحب أن ينسك عنه فلينسك عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة رواه أبو داوٗد والنسائي(۱) فقط

سوال: (۳۵۸) زید کے دو بچے ڈھائی تین برس کے ہوکر مرگئے، لیکن عقیقہ اس نے کسی کا بھی نہیں کیا، اب اس کو کیا کرنا چاہیے؟ (۸۹۰/ ۱۳۳۷ھ)

الجواب: عقیقہ فرض وواجب نہ تھا لہٰذا اب اس کو کچھ نہ کرنا چاہیے۔

سوال: (۳۵۹)...... (الف) مردہ کی طرف سے عقیقہ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ بعض عالم کہتے ہیں کہ مردہ کے نام سے قربانی کرنا درست ہے، لہٰذا عقیقہ بھی درست ہے یہ صحیح ہے یا نہیں؟ (۱۶۴۳/ ۱۳۳۷ھ)

(ب) ایک گائے سے تین یا چار یا سات لڑکوں کا عقیقہ ہوسکتا ہے یا نہ؟ اور ایک گائے کے گوشت سے دو حصے لے کر ایک لڑکے کا عقیقہ کردیا جائے تو درست ہوگا یا نہیں؟ اگر بچہ عقیقہ ہونے سے پہلے مرگیا تو کیا حکم ہے؟

الجواب: (الف) میت کی طرف سے قربانی درست ہے عقیقہ کا حکم میت کی طرف سے نہیں ہے۔

(ب) ایک گائے میں چند لڑکوں کا عقیقہ ہوسکتا ہے، اگر دو دو حصے فی لڑکا اور ایک حصہ فی لڑکی کا کرنا چاہے تو پوری گائے میں تین لڑکوں کا اور ایک لڑکی کا عقیقہ ہوجائے گا، اور اگر ایک یا دو یا تین لڑکوں کے عقیقہ میں پوری گائے کریں یہ بھی درست ہے، اور گائے کے دو حصوں میں لڑکے کا عقیقہ ہوسکتا ہے اور جو بچہ مرگیا اور اس کا عقیقہ نہ ہوا تھا تو پھر اس کا عقیقہ نہیں ہے۔ فقط

سوال: (۳۶۰) اگر کسی کا بچہ عقیقہ ہونے سے پہلے فوت ہوجائے تو اس کا عقیقہ کرنا درست ہے یا نہیں؟ (۷۷۹/ ۱۳۳۸ھ)

الجواب: بعد مرنے بچہ کے عقیقہ سنت اور مستحب نہیں رہتا، اگر کردیا جائے تو کچھ حرج بھی نہیں ہے، لیکن استحباب اور سنیت عقیقہ کی بعد مرنے بچہ کے باقی نہیں رہتی۔

---

(۱) مشكاة المصابيح ص: ۳۶۳، كتاب الأطعمة، باب العقيقة، الفصل الثاني.

سوال: (۳۶۱) زید کی دختر پانچ سالہ مرگئی اب بعد فوت ہونے کے اس کا عقیقہ کرنا چاہیے یا نہیں؟ (۱۳۴۲/۱۷۸۷ھ)

الجواب: بچے کے مرجانے کے بعد اس کا عقیقہ مشروع نہیں ہے، لہٰذا مرنے کے بعد اس کا عقیقہ کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ہے، اور جو کیفیت اور طریقہ عقیقہ کا ہے وہ بعد مرنے کے متحقق اور متصور نہیں ہوسکتا، کیونکہ عقیقہ مشروعہ میں یہ حکم ہے کہ بچہ کا سر منڈوایا جائے اور اس کے سر کے بالوں کے برابر چاندی یا سونا صدقہ کیا جائے اور اسی وقت بکرا وغیرہ ذبح کیا جائے، پس معلوم ہوا کہ عقیقہ مشروعہ بچے کی حیات میں ہی ہوسکتا ہے، باقی ویسے اگر کوئی شخص کوئی جانور ذبح کرکے اس کا گوشت صدقہ کردے تو اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ فقط

عقیقہ کے لیے سامان فراہم کرنے کے بعد بچے کا انتقال ہوجائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: (۳۶۲)...... (الف) ایک شخص کے لڑکا یا لڑکی تولد ہوا، اس نے عقیقہ کے لیے سامان فراہم کیا اس اثناء میں بچے کا انتقال ہوگیا اب وہ سامان عقیقہ؛ عقیقہ کے طور پر خرچ کیا جائے یا کیا؟

(ب) اس سامان کو دوسرے کار خیر میں صرف کرنا جائز ہے یا نہ؟ (۶۲۶/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: (الف - ب) عقیقہ اس کا ساقط ہوگیا، ویسے اگر اللہ واسطے اس سامان کو صدقہ کر دیویں کچھ حرج نہیں ہے مگر ضروری نہیں ہے، اختیار ہے کہ اس سامان کو اپنے کام میں لائے یا صدقہ کردے یا کسی کار خیر میں لگائے۔ فقط

سوال: (۳۶۳) زید نے اپنے پسر کے عقیقہ کی نیت سے ایک بکرا خریدا، اب گیارہ ماہ کے بعد بچہ فوت ہوگیا، اب زید اس بکرے کی قربانی کرے یا صدقہ کرے؟ (۱۳۴۲/۲۸۹۵ھ)

الجواب: مرنے کے بعد عقیقہ تو مشروع نہیں رہا، لہٰذا اب اس کو اختیار ہے کہ وہ خواہ قربانی کرے یا صدقہ کرے یا اپنے تصرف میں لائے۔ فقط

مُردہ بچہ پیدا ہوا ہو تو اس کا عقیقہ ضروری نہیں

سوال: (۳۶۴) مردہ بچہ پیدا ہوا اس کا عقیقہ بھی ہے یا نہیں؟ (۶۳۱/۱۳۴۵ھ)

الجواب: اس کا عقیقہ نہیں ہے۔ فقط

عرس رسول ﷺ پر عقیقہ کا جانور ذبح کرنا

سوال: (۳۶۵) زید نے اپنے لڑکے کا عقیقہ کرنے کو دو گوسفند خریدی، اس اثناء میں عمر نے جو ایک جاہل عابد ہے، زید سے کہا کہ گوسفند مذکورہ مجھے دیویں کہ موقعہ عرس رسول اللہ ﷺ پر ذبح کروں گا تمہارا عقیقہ ہو جائے گا، اس طریقے سے زید کا عقیقہ درست اور ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

(۱۰۹۲/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عقیقہ جبھی درست ہوگا کہ زید اپنے پسر کے عقیقہ میں ان کو ذبح کرے اور جب کہ زید نے ان ہر دو گوسفند کو عمر کو دے دیا اور عمران کو دوسری نیت سے ذبح کرے گا تو عقیقہ کیسے درست ہو جاوے گا! الحاصل اس طرح عقیقہ درست اور ادا نہ ہوگا۔

عقیقہ کے گوشت کا حکم

سوال: (۳۶۶) عقیقہ کا گوشت ماں باپ، بیٹا بیٹی، نانا نانی، دادا دادی، پوتا پوتی کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۶۴/۳۳-۱۳۳۴ھ)

الجواب: حنفیوں کے نزدیک عقیقہ کے گوشت کا حکم مثل قربانی کے ہے جیسے قربانی کے گوشت کو سب گھر والے اور رشتہ دار کھاتے ہیں اسی طرح عقیقہ کا گوشت بھی سب کھا سکتے ہیں ماں باپ دادا، دادی وغیرہ سب کو کھانا اس کا درست ہے۔ فقط

سوال: (۳۶۷)...... (الف) اگر عقیقہ کرنے والے کے کنبہ کے لوگ کثیر ہوں اور تمام گوشت خود کھا جائیں اور بالکل تقسیم نہ کریں تو کیا حکم ہے؟ (۷۴۴/۱۳۳۷ھ)

(ب) عقیقہ کا گوشت تمام لوگ یعنی والدین و نانا، نانی، دادا، دادی، ماموں، ممانی، چچا، چچی وغیرہ

کھا سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴۴/۲۷۴۴/۱۳۳۷ھ)

الجواب: (الف) یہ بھی جائز ہے(۱)

(ب) کھا سکتے ہیں(۲) فقط

عقیقہ کا گوشت دائی کو دینا ضروری نہیں، اور کافر کو دینا جائز ہے

سوال: (۳۶۸) عقیقہ کا گوشت دائی کو دینا ضروری ہے یا نہیں؟ اور مشرک کافرہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۲۰/۲۹-۱۳۳۰ھ)

الجواب: عقیقہ کے گوشت سے دائی کو دینا ضروری نہیں ہے لیکن جائز ہے، حنفیہ کے نزدیک گوشت عقیقہ کا حکم مثل لحم اضحیہ کے ہے، اس کو ہندو مشرک کو دینا جائز ہے۔ ھٰکذا ھذا. فقط

عقیقہ کے چمڑے اور سری پائے کا حکم

سوال: (۳۶۹) عقیقہ کے جانور کا چمڑا فروخت کر کے اس کی قیمت محتاجوں کو تقسیم کی جائے یا کہ چمڑا اور سر اور پائے زمین میں دفن کرنے چاہیے؟ (۱۲۶۶/۳۲-۱۳۳۳ھ)

الجواب: عقیقہ کے چمڑے کو اور سری اور پائے کو دفن کر دینا زمین میں اور نفع نہ اٹھانا ان سے ناجائز ہے، چمڑے کا یہ حکم ہے کہ یا اس سے کوئی استعمالی چیز ڈول وغیرہ بنا لیوے یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت کو فقراء پر صدقہ کرے، اور سری پائے خود کھائے یا دوسروں کو کھلائے ضائع کرنا ان کا ناجائز ہے۔ فقط

---

(۱) في البدائع: والأفضل أن يتصدق بالثلث ويتخذ الثلث ضيافة لأقربائه و أصدقائه ويدخر الثلث ويستحب أن يأكل منها، لو حبس الكل لنفسه جاز (الشامي ۹/۳۹۷ كتاب الأضحية)

(۲) و أنه يستحب الأكل منها والإطعام والتصدق كما في الأضحية، فما اشتهر على ألسنة العوام أن أصول المولود لايأكلون منها لاأصل له (إعلاء السنن ۱۷/۱۱۷ كتاب الذبائح، باب أفضيلة ذبح الشاة في العقيقة)

دارالعلوم دیوبند کی اہم مطبوعات

ألفية الحديث
قصائد منتخبة من ديوان المتنبي
الفتنة الدّجّالية
الحسامي
مبادي الفلسفه
تسهيل الأصول
باب الأدب من ديوان الحماسة
مفتاح العربية (اول،دوم)
علماؤ ديوبند اتجاههم الديني ومزاجهم ......
دارالعلوم ديوبند (عربي)
ألحديث الحسن
حسن غريب (مکمل۲: جلد)
حسن صحيح (مکمل۳: جلد)
الحالة التعليمية في الهند
حجة الإسلام (عربي،اردو)
تفسير النصوص
مناهل العرفان
شيوخ الإمام أبي داوٗد السجستاني......
علماؤ ديوبند خدماتهم في الحديث
الرأى النجيح في عدد ركعات التراويح (اردو)
هداية المعتدي في قراءة المقتدي (اردو)

فتاوی دارالعلوم دیوبند (۱ تا ۱۵)
دارالعلوم کا فتوی اور اس کی حقیقت
تاریخ دارالعلوم دیوبند (اردو،انگریزی،۲: جلد)
علمائے دیوبند کا دینی رخ اور مسلکی مزاج
دارالعلوم دیوبند کے ابتدائی نقوش
مثنوی فروغ (دارالعلوم دیوبند کی قدیم منظوم تاریخ)
سوانح قاسمی (مکمل،۲: جلد)
حیات اور کارنامے مولانا قاسم صاحبؒ
انتصارالاسلام
ایضاح الادلہ
ادلہ کاملہ
آبِ حیات
نزول عیسیٰ علیہ السلام وظہور مہدی
حضرت امام مہدی کا ظہور ابھی نہیں ہوا
خیرالقرون کی درس گاہیں
تدوین سیر ومغازی
اجودھیا کے اسلامی آثار
مختصر سوانح ائمۂ اربعہ
شوریٰ کی شرعی حیثیت
اوثق العریٰ
احسن القری فی توضیح اوثق العری

- حیات اور کارنامے حضرت گنگوہیؒ
- آئینہ حقیقت نما
- عہد رسالت
- نماز کے چند اہم مسائل کی تحقیق
- اسلام اور عقلیات
- علوم القرآن
- فقہائے صحابہؓ
- ثبوت حاضر ہیں
- بریلویت طلسم فریب یا حقیقت؟
- نیک بیبیاں نماز کہاں پڑھیں؟
- رد مرزائیت کے زریں اصول
- نظریۂ دو قرآن پر ایک نظر
- حکمت قاسمیہ
- اشاعت اسلام
- مقالات حبیب (مکمل ۳: جلد)
- درر منثورہ (مکمل ۲: حصہ)
- دو ضروری مسئلے
- غلط فہمیوں کا ازالہ
- نکاح و طلاق عقل و شرع کی روشنی میں
- اسلامی عقائد اور سائنس
- خواتین اسلام کی دینی علمی خدمات
- تصفیۃ العقائد
- اسلام اور قادیانیت کا تقابلی مطالعہ
- تحقیق الکفر والایمان
- ختم نبوت (کامل، و خورد)
- دعاوی مرزا
- مسیح موعود کی پہچان
- قادیانیت پر غور کرنے کا سیدھا راستہ
- اسلام اور مرزائیت کا اصولی اختلاف
- تناقضات مرزا
- فلسفۂ ختم نبوت
- مسئلہ ختم نبوت اور قادیانی وسوسے
- ختم نبوت اور بزرگان ملت
- قادیانی مردہ —— قادیانی ذبیحہ
- قرآنی پیشین گوئیاں
- آخری اتمام حجت
- مرزا طاہر کے جواب میں
- کثرتِ رائے کا فیصلہ شریعت کی نظر میں
- قادیانی اقرار
- قادیانی فیصلے —— قادیانی مغالطے
- اسلام دشمن کفریہ عقائد
- قادیانیوں کو دعوتِ اسلام
- محاضرات علمیہ (کامل)
- تقریر دل پذیر